اٹھو! قرآن کا دفاع کرو

وقال الرسول يا رب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا



اثر

علی شرف الدین

فہرس

عدم تحریف قرآن علماء کی نظر میں ____

ثناءاللہ پانی پتی ________
سید محمد کوہ کمری ________
موسیٰ طبری ________
محمد بن حسین شہرستانی ________
میرزا محمد حسن آشتیانی ________
حسن مامقانی ________
جمال الدین ________
آیت اللہ بروجردی ________
محقق تبریزی ________
حمید الدین فراہی ________
عبداللہ مامقانی ________
آیت اللہ محمد جواد بلاغی ________
ڈاکٹر مصطفیٰ صادق رافعی ________
علامہ طنطاوی ________
احمد مصطفیٰ مراغی ________
محسن امین عاملی ________
سید محمد کوہ کمری معروف بہ حجت ________
محمد حسین کاشف الغطاء ________
احمد امین ________
عبدالقادر عودۃ ________
فہد سلیمان رومی ________
سید عبدالحسین شرف الدین ________
سید قطب شہید ________
شہید محمد باقر الصدر ________
شہید مرتضیٰ مطہری ________
استاد مصطفیٰ حصون الخیری ________
شنقیطی ________

ھادی حسینی میلانی ________
مفتی محمد شفیع ________
عبدالحلیم محمود ________
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ________
استاد احمد شرباصی ________
علامہ جواد مغنیہ ________
علامہ محمد حسین طباطبائی ________
عبدالرزاق نوفل ________
صبحی صالح ________
امام خمینیؒ ________
آیت اللہ علی فانی ________
آیت اللہ خوئی ________
امین احسن اصلاحی ________
آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی ________
خالد محمد خالد ________
محمد متولی شعراوی ________
علامہ ذیشان حیدر جوادی ________
شہید محمد باقر الحکیم ________
آیت اللہ محمد ھادی معرفت ________
آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی ________
محمد رضا حکیمی ________
سید مہدی صدر ________
شیخ محمد رضا مظفر ________
علامہ مرتضیٰ عسکری ________
محمد تقی حکیم ________
سید اسماعیل صدر ________
شیخ عبداللہ نعمہ رئیس ________

فقہاء اور علمائے معاصر ________

عدم تحریف فتواؤں سے نہیں دلیل سے ہوتی ہے

فقہاء اور علمائے معاصر

انتساب

ان ذوات ذی قدر وفضیلت کے نام

جنہوں نے

حفاظت وصیانت قرآن کی خاطر

اپنے دل ودماغ کو مصروف بہ قرآن،

جوارح کو اس پر عمل کرنے،

درسگاہوں میں علم وتعلیم قرآن اور

قانون شناسوں کو آئین قرآن کے لئے لوح محفوظ بنائے ہیں۔

عرضِ ناشر

دار الثقافۃ الاسلامیہ اور اس کے بانی بمعہ متعلقات پر جہالت شر کی طرف سے حکم حصاری کے دوران قرآن کریم کو پرانی کتاب کہنے اور احکام ومحکمات کو مبہمات ومتشابھات قرار دیکر نصاب تعلیم سے آیت کا اخراج کرنے کا دور گزارنے کے بعد پھر ایک دفعہ قرآن پر حدیث کی حاکمیت بحال کرنے کی خبریں سننے میں ملیں ۔اس دوران اپنے اوپر گزرنے والی تمام تر ناانصافیوں، محاصرہ اقتصادی و اجتماعی، اعزاء و اقارب کی غیر اعلانیہ کنارہ کشی کے مصائب کے ساتھ ہمارے گلے میں کاغذ سے پیدا ہونے والی الرجی نے صحت کو ناساز گار کیا، لیکن ہم نے یہ سب کچھ اس وقت بھولا دیا اور رہم اپنے بستر پر کروٹیں بدلتے، آنکھوں میں آنسو، زبان پر افسوس، بچوں کا بے پروائی کا مظاہرہ کرنے کے باوجود لوگوں کے سامنے رونے سے گریز کیا، کیونکہ رونا کسی درد کی دوا نہیں اور نہ کسی فکر و سوچ کا حل ہے ۔

غربت ومجوریت قرآن

[ج ۵ ص ۲۲ شرباصی]

جب بھی کسی کے سامنے اپنی محصوریت اور غربت کی شکایت کرتا ہوں تو کہنے لگتے ہیں: آپ کے ساتھ کیا ہوا ۔دس سال غربت اور محصوریت اور پابندیوں میں گزارنے کے باوجود ابھی تک کسی کو پتہ نہیں یا تجاہل کرتے ہیں ۔کبھی اپنی کتابوں کے خریداری کے علاوہ پڑھنے پر عائد پابندیوں کو سوچ کر بہت پریشان ہو جاتا ہوں، پھر توجہ قرآن کی مجوریت کی طرف ہوتی ہے، جب اللہ کی کتاب کو مجور رکھا ہے تو ہماری کتابوں کی کیا بات بنتی ہے؟ سب جانتے ہیں کہ قرآن کس حد تک مجور ہے ۔

میں یہ کہنے میں تردد نہیں کروں گا کہ قرآن اس وقت اپنوں کے درمیان مجور وغریب ہے، قرآن ہی ہماری اساس وطرۂ امتیاز ہے، قرآن ہی ہمارا مقیاس ومیزان ہے ۔

جب بھی ہمیں دینی محرومیت اور فقر و فاقہ لاحق ہو یا اجتماعی وسیاسی رشد وہدایت میں مفلسی کا احساس ہو تو نبی کریمؐ کے فرمان کے مطابق ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔

قرآن کی غربت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ قرآن کریم میں موجود آیات زکوٰۃ وخمس سے استناد کر کے لوگ مسلمانوں سے مال تو جمع کرتے ہیں، مگر جن درسگاہوں کے لئے مال جمع کرتے ہیں ان میں قرآن کو نصاب میں شامل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اگر اس سلسلے میں سوال کریں تو ٹال مٹول سے جواب دیتے ہیں یا اگر قرآن کو قرائت کی حد تک شامل کریں تو تفسیر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اگر تفسیر کریں گے تو بے سند اور ضعیف حدیثوں سے تفسیر کر کے اسے جامع الاخبار بنا دیتے ہیں۔

قرآن کریم کی غربت اور مہجوریت کی ایک مثال یہ ہے، کہتے ہیں: ہمارے پاس بھی قرآن وسنت سے دلیل ہے۔ لیکن استدلال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، اگر مزید ضرورت پڑے تو علماء اور دانشوران ملت کہلانے والے احکام قرآن سے نا آگاہ و نا آشنا ہیں، بلکہ وہ خلاف قرآن فتاویٰ کو حکم اسلام قرار دیتے ہیں۔

ایک طرف سے عقد متعہ کو زواج اسلام کہتے ہیں، پھر ان کو تمام حقوق زواج قرآنی سے محروم بھی کرتے ہیں۔

قرآن کی مہجوریت اور کیا ہوسکتی ہے کہ دعوائے اسلام کرنے والے اور خود کو وارث نبی کریمؐ کہنے والے، عقائد و احکام فقہ کی اسناد اپنے پیرومرشد فقہا سے لیتے ہیں اور نبی کریمؐ کے اسم گرامی کو صرف تقریروں میں صلوات کی حد تک محدود رکھتے ہیں۔ یہ حضرات احکام بیان کرتے وقت نہ قرآن سے اور نہ آپؐ کی سنت سے استناد کرتے ہیں، بلکہ جب کسی مسئلے میں سند کے حوالے قرآن سے پوچھا جائے تو چڑ جاتے ہیں اور غصے میں فرماتے ہیں: قرآن میں تمام احکام کہاں بیان ہوئے ہیں تعداد رکعات، زکوٰۃ کہاں بیان ہوئی ہے؟ لیکن ہمارا کہنا ہے کہ آپ نے تو وہ احکام بھی چھوڑے ہوئے ہیں جو واضح طور پر قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ جیسے احکام نسواں اور حقوق زوجین، بلکہ بعض اوقات نص قرآن کے خلاف فتاویٰ صادر کیا ہے۔ تعجب کی بات ہے اس سال ایام حج ہیں ایک مدعی عالم دین نے کہا، اگر کوئی شخص مجتہدین کے خلاف آیت قرآن بھی پیش کرے مجتہدین کا فتویٰ مقدم ہے۔ یہاں تک کہ عقائد میں بھی توضیح المسائل سے معاونت واستفتاء لیتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس سے زیادہ مہجوریت کیا ہوسکتی ہے کہ سب اصرار و تکرار کرتے ہیں کہ قرآن سمجھ میں نہیں آتا ہے ہمیں قرآن سمجھنے کے لئے پہلے عربی سیکھنا پڑے گی اور کسی زبان سکھانے والی درسگاہ میں داخلہ لینا پڑے گا۔ ترجمہ پڑھیں تو کہتے ہیں کس کا ترجمہ پڑھیں۔ تمام ترجمے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس کے علاوہ اپنے فرقے

کے ترجمہ کے علاوہ دوسروں کا ترجمہ پڑھنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ فلسفہ یونان سے آیا ہے اور ابھی تک کسی نے نہیں کہا ہے کہ ہمیں فلسفہ پڑھنے کے لئے یونانی زبان سیکھنا پڑے گی اور سائنس یورپ سے لی ہے۔ جبکہ اہل عرب و فارس علوم جدیدہ پڑھتے وقت یہ نہیں کہتے ہیں علوم جدیدہ سیکھنے کے لئے پہلے یورپی زبان سیکھنا پڑے گی۔ لہٰذا یہ تمام باتوں کو قرآن سے دور رہنے کا جواز بنا رہے ہیں اور مزید مھجوریت کی مدت میں تمدید کرنے اور قرآن سے گریز کرنے کی باتیں ہیں۔ قرآن نے ببانگ دھل اور زبان قاطع میں ارشاد فرمایا ہے کہ: میں آسان ہوں دس جگہ قرآن نے عربی زبان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن دشمن قرآن کہتا ہے: قرآن سمجھنا مشکل ہے، جو عربی نہیں جانتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن عربی زبان لیکن سادہ زبان میں نازل ہوا ہے، اگر کوئی عربی سیکھنا چاہے اور سنجیدہ ہو تو اسے ایک دو سال میں قرآن سمجھنے میں کونسی دشواری ہے؟ لیکن مان لیں جو لوگ قرآن سمجھنے کے لیے عربی کو بہانہ بنا رہے ہیں ان کی عذر اسرائیلی ہے۔

قرآن کریم کی مھجوریت اور اس کے ساتھ ناانصافی کی ایک مثال دیکھیں کہ دین کے نام سے تاسیس مدارس میں مروجہ تعلیم کی ایک سند کا ہونا ضروری ہے، لیکن مدارس مروجہ میں قرآن دیکھنے پڑھنے کی سند غیر ضروری ہے ،لہذا افسر بالا کو جب اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہوتا ہے تو وہ ایک مولوی کو اپنے آفس میں قرآن سیکھنے کے لئے لاتے ہیں۔

نام نہاد مسلمان کہتے ہیں: قرآن سمجھنے والی کتاب نہیں، جس ترجمہ کو پڑھیں وہ غلط اور ایک دوسرے سے باطل ہوتا ہے، چھوڑو ہم بغیر قرآن ہی مسلمان رہیں گے۔ مسلمان کہتا ہے: قرآن تاریک ہے سمجھ میں نہیں آتا، جبکہ

﴿قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ﴾ (مائدہ:۱۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ نور ہے، محمد نور ہے، قرآن نور ہے۔ قرآن فرماتا ہے: قرآن کی آیات واضح وروشن ہے۔ کہتے ہیں :قرآن مبین میں تمام احکام نہیں ہیں۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿ وَ لا رَطْبٍ وَ لا يابِسٍ إِلَّا فِي كِتابٍ مُبِينٍ ﴾ (انعام:۵۹)

نبی کریمؐ نے فرمایا: ''جس کا داخل قرآن سے خالی ہو اس کی مثال خراب گھر کی سی ہے۔'' مظلومیت ومھجوریت قرآن کا

دور بہت طویل ہوا، اگر کسی فرد کو حبس ابدی میں رکھنا قبیح قرار دیکر اعیاد کی مواقع پر ان کی مدت میں تخفیف کرتے ہیں تو قرآن کو بھی اس حبس سے نکالنے کے لئے اعلان ہونا چاہیے۔

اگر محمدؐ و بنی ہاشم کے محاصرہ پر بعض زندہ ضمیر انسانوں اور انصاف پسند مشرکین کے دلوں میں رحم آیا، تو شعب ابی طالب کے محاصرے سے نجات ملی۔ لہٰذا آج اس تناظر میں خود مسلمانوں کو قرآن کی مہجوریت اور محاصرے پر رحم آنا چاہیے تاکہ اس قید مسلسل اور ظلم وستم سے رہائی حاصل ہو۔

اے مسلمان زندہ، اے مسلمان مدعی و حامی قرآن کیا ابھی تک قرآن کی مہجوریت اور قرآن سے دوری پر صدیوں تک سونے والوں کی بیداری کا وقت نہیں آیا ہے کیا قرآن کو محصوریت سے نکالنے کے لئے کوئی حکیم بن طفیل مطعم بن عدی کا کردار نظر نہیں آتا ؟ کب حامیان و ناصران قرآن، قرآن کی نصرت کے لئے اٹھیں گے؟ کب اللہ ہمارے سینوں اور دلوں میں نور داخل کریں گے؟ کب ہماری ہمت و عزیمت ہمیں حفظ و صیانت قرآن، فہم و دراست تشریح و تبلیغ اور تطبیق قرآن میں اٹھائے گی؟

ہمیں اس سلسلے میں تمام نامساعد و ناگوار حالات، محاصرہ اجتماعی، اقتصادی، تہمت و افتراء کے باوجود قلم اٹھانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ ہمارے ملک عزیز میں جنگ مسلحانہ کے ساتھ ساتھ جنگ اعتقادی دوش بہ دوش مسلمانوں پر یلغار کر رہی ہے۔ جہاں ہماری سرحدیں دشمنان اسلام کے نرغے میں ہیں وہاں بعض درسگاہوں سے اسلام اور قرآن وسنت کے آثار کو مٹانے کی مہم شروع ہے۔ جبکہ بعض درسگاہوں میں قرآن وسنت کے داخلے پر بندش ہے۔ اس وقت ملک عزیز میں پھر سے قرآن کریم کی تحریف کو ثابت کرنے کیلئے قرائت کو بنیاد بنا کر مختلف قرائت کے نام سے قرآن کی طباعت کا اہتمام کیا جارہا ہے، جبکہ اس سے پہلے اخباریین اور حدیث گراں نے قرآن کریم میں آیات وسورہ کی کمی بیشی کی احادیث گھڑی ہیں۔

مہجوریت قرآن:

قرآن کریم کو مہجوریت سے نکالنے کے لئے مسلمانوں میں کس گروہ کے سامنے شکایت کی جائے۔ ہمیں اس وقت بہت سے ادارے بنام مؤسسہ قرآن، دارالقرآن، تعلیم القرآن، جامعۃ القرآنیہ کلیہ قرآنیہ کے نام سے موجود رہیں جو بلند و بالا فلک بوس وسیع وعریض عمارتوں پر مشتمل ہیں، اندر قصر ملکوتی سلیمان میں دیکھتے ہیں جیسا کہ چلنے والا

خودکو بحر لجی میں چلنے والا دیکھتا ہے مسلمانوں کو ایک طویل عرصہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ الحمد اللہ، اب یہ قرآن مہجوریت سے نکلے گا۔ لیکن جس دن ایسے اداروں کا افتتاح ہوتا ہے تو یہاں بین الاقوامی و ملکی سطح کے مشہور، نامور اور انعام یافتہ قاریوں کو لایا جاتا ہے، لیکن وہ دن کب آئے گا جس دن ہم قرآن کو مہجوریت سے نکالنے کا دن منائیں گے۔ سالوں سال گزرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں یہاں مخارج حروف سکھائے جاتے ہیں، خ کہاں سے اور غ کہاں سے، ص کہاں سے نکلتا ہے۔ قرآن کے کتنے کلمات ہیں، کتنے سورے ہیں، کتنے حزب ہیں، کتنے ربع ہیں، کتنے سجدے، الی غیر ذلک، ماشاءاللہ سیکھنے کے بعد جب اس کلیہ سے فارغ ہو جاتے ہیں تو امت میں مزید فرقے اور انتشار پھیلاتے ہیں قرآن کریم کو سند و متن دونوں حوالے سے حجیت سے گرانے کے بعد حدیث ضعیف سے اسے لنگڑا بناتے ہیں کوئی کہتا ہے قرآن صحیح ہے لیکن تفسیر اہلبیت کے ساتھ، کوئی کہتا ہے تمام قرأت جو ہم تک پہنچی ہیں سب کے تحت پڑھنا ہے اگر اس سے ادنیٰ مسئلہ جو عالم اسلام یا اہل قرآن کو در پیش ہوتا ہے تو اس کا بھی جواب نہیں آتا۔ بعض مدارس کا دعویٰ ہے کہ ہم بنیاد کو ٹھیک کرتے ہیں یہاں قرآن و سنت کی اساس سکھاتے ہیں جس کے بعد قرآن خود بخود سمجھ سکتے ہیں۔ یہاں معرب سکھاتے ہیں مبنی سکھاتے ہیں۔ اسمائے مبنی کونسے ہیں، فعل، حروف، کون سے حروف حروف عاملہ ہیں اور کون سے غیر عاملہ، فعل کی کتنی قسمیں ہیں، حروف کی کتنی قسمیں ہیں، متعدی و لازم کون سے ہیں، لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے قیام حکومت اسلامی کے بارے میں حکم قرآن کیا ہے۔ تو جواب دیتے ہیں امام مہدی تشریف لائیں گے تو قیام حکومت کریں گے یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے ہمارے خیال میں مصلحت اس میں ہے کہ ہم لادینوں سے متحد ہو جائیں۔

کبھی کسی عالم دین کے بارے میں سنتے ہیں وہ ترجمہ قرآن لکھ رہے ہیں تو ان سے کہتے ہیں آپ کس فرقہ کے مطابق لکھیں گے پھر کہتے ہیں آپ کیسے لکھ سکتے ہیں آپ نے عربی نہیں پڑھی ہے۔ آپ نے قرآن بطور درس نہیں پڑھا جبکہ عالم کہتے ہیں جس طرح دوسروں نے ترجمہ کیا ہے ہم بھی اسی طرح کریں گے یعنی دوسرے مترجمین کے ترجموں سے اخذ کر کے اپنا ترجمہ بنائیں گے۔

کوئی شخص عربی میں اچھی خاصا عبور رکھتا ہو، اردو ادب سے واقف ہے مطمئن ہوتا ہے کہ اب یہ ترجمہ صحیح آئے گا۔ کہتا ہے ہمارا ترجمہ دوسروں سے مختلف ہوگا لیکن جب اس پر حاشیہ لگاتے ہیں تو قرآن محکم کو ضعیف روایتوں

سے جوڑتے ہیں۔قرآن کے خلاف واردروایتوں سے تفسیر کرتے ہیں۔غرض کسی نے قرآن کو اخبار شاذہ قرأت سے جوڑا اور کسی نے قرآن کریم کو اخبار متشابہ غریب سبعہ اُحرف سے جوڑا ہے اور ابھی تک اس کی لفظی نزاع کا پہلا فیصلہ نہیں ہوسکا ہے ابھی تک یہ قرآن فرقہ حروفی کے حراست میں ہے اس سے اسے نجات نہیں ملی ہے۔یہ اور بات ہے کہ جس ذات نے اس کی حفاظت وصیانت کا وعدہ دیا تھا اس نے اسے محفوظ رکھا ہے لیکن جس غرض کے لیے اسے محفوظ رکھا ہے وہ غرض وہیں پر موقوف ہے۔

تمہید

حمد وستائش ذاتِ والا و بالا کے لئے مخصوص وسزاوار ہے

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ (اعلیٰ/ ۱ تا ۲)

وہ ذات اس انسان کے خلقت کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیمٍ﴾ (تین/ ۴)

﴿فضلناہ علی کثیر من خلقنا تفضیلا﴾ (اسراء: ۴)

اسی طرح سورۂ شمس اور سورہ انسان میں فرمایا:

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا﴾ (شمس/ ۸)

﴿اِنَّا هَدَیْنَاهُ السَّبِیلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا﴾ (انسان/ ۳)

﴿وَ هَدَیْنَاهُ النَّجْدَیْنِ﴾ (بلد/ ۱۰)

حمد وستائش اس ذات اعلیٰ و بالا کیلئے مخصوص ہے جس نے اشرف المخلوقات بنانے کے بعد اسے کائنات میں مخزون وظاہری نعمتوں سے نوازا۔

شکر ہے اس ذات کا جس نے ہمیں ہدایت فطرت اور ہدایت عقل سے نوازا

﴿رَبُّنَا الَّذِی اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدٰی﴾ (طہٰ/ ۵۰)

اس کے بعد بعثت انبیاء کے تسلسل کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّ ما جاءَ اُمَّةً رَسُولُها كَذَّبُوهُ فَاَتْبَعْنا بَعْضَهُمْ بَعْضاً وَ جَعَلْناهُمْ أَحاديثَ فَبُعْداً لِقَوْمٍ لا يُؤْمِنُونَ﴾ (مومنون/ ۴۴)

یہاں ختم نبوت ورسالت فرماتے ہوئے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّینَ﴾ (احزاب/ ۴۰)

﴿هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّینَ رَسُولًا مِنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَكِّیهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ

كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (جمعہ:۲)

اگران پر ایمان لایا تو

﴿فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ (تین:۶)

اوراگران سے روگردانی کی تو

﴿إِنَّ الْإِنْسانَ لَفِي خُسْرٍ﴾ (عصر:۲)

﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سافِلِينَ﴾ (عصر:۵)

پھر فرمایا

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ﴾ (عصر:۳)

وہ ذات مستحق حمد وستائش ہے جس نے انسان کے اندر فطرت اور عقل سلیم جیسی حجت قرار دیا۔

﴿رَبُّنَا الَّذِي أَعْطى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَه﴾ (طہ/۵۰)

﴿فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْها لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّه﴾ (روم/۳۰)

حمد وستائش اس ذات کے لئے مختص ہے جو مصدر النعم کے ساتھ واسع الکرم بھی ہے۔ وہ ذوفضل العظیم ہے

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنا بَنِي آدَمَ وَ حَمَلْناهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْناهُمْ مِنَ الطَّيِّباتِ وَ فَضَّلْناهُمْ عَلى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنا تَفْضِيلاً﴾ (اسراء:۷۰)

﴿خَلَقَ لَكُمْ ما فِي الْأَرْضِ﴾ (بقرہ:۲۹)

﴿وَ سَخَّرَ لَكُمْ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً﴾ (جاثیہ:۱۳)

لیکن بندے

﴿ولکن اکثر الناس لایعلمون﴾ ہیں۔

حمد وستائش اس ذات کے لئے مختص ہے۔

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلى عَبْدِهِ الْكِتابَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجاً﴾ (کہف ۱-۲)

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنی طرف بلانے کے لئے واضح آیات نشانیاں نصب کی ہیں۔

﴿قَدْ جاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتابٌ مُبِين﴾ (مائدہ:۱۵)

﴿يَهْدي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوانَه﴾ (مائدہ:۱۶)

﴿أَ لَمْ يَأْنِ لِلَّذينَ آمَنُوا﴾ (حدید:۱۶)

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخافُ وَعيد﴾ (ق:۴۵)

﴿وَ بِالْحَقِّ أَنْزَلْناهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ وَ ما أَرْسَلْناكَ إِلاَّ مُبَشِّراً وَ نَذيراً﴾ (اسراء:۱۰۵)

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا اور اسے گمراہیوں سے ہدایت دی۔ یہ قرآن ہدایت کرتا ہے صراط اقوم پر۔

﴿وَ أَنَّ الَّذينَ لا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنا لَهُمْ عَذاباً أَليماً﴾ (اسراء۹)

حمد وستائش اسی نازل کنندہ قرآن کے لئے سزاوار ہے جس نے مجھے کسی کی سرپرستی اور نظارت کے بغیر اپنی کتاب کا گرویدہ بنایا۔ ثقل اکبر کو پکڑنے کے بعد احساس استقلالی کی بجائے نبی کریمؐ کی سنت وسیرت کا بھی تابع بنا کر قرآنیون سے بچایا اور ان کے مذموم عزائم میں پھنسنے نہیں دیا۔ مسلمانوں کی نظر میں دین اسلام کے دو مصدر ہیں۔ جن میں سے پہلا مصدر قرآن اور دوسرا سنت نبی کریمؐ ہے، لیکن عصر حاضر میں مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے ایک گروہ قرآنیون کے نام سے وجود میں آئے ہیں، وہ سنت کو دین کا مصدر وماخذ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ برصغیر میں یہ فکر اٹھانے والا پہلا شخص سرسید احمد خان ہے۔

اسی تسلسل میں قادیانی کی صورت میں رونما ہوا۔ جبکہ ۲۰ ویں صدی میں عبداللہ چکڑالوی اس فکر کا داعی بنا۔ اس کے بعد غلام احمد پرویز نے قرآن کو اٹھا کر سنت کو مختلف طریقے سے کنارے پر لگانے کی کوشش کی۔ وہ اس بات کی ضمانت دینے کا داعی تھے کہ تمام امور دینی عقائد وفروع سب تفصیل سے قرآن میں بیان ہوئے ہیں، قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے پیغمبر پر قرآن کے سواء کوئی حدیث وحی نہیں ہوئی، بلکہ نبی پر جھوٹ کی نسبت دی گئی ہے۔ ان کا تیسرا شبہ یہ ہے اگر سنت جزء دین ہوتی تو نبیؐ اسے لکھنے کی ممانعت نہ فرماتے، بلکہ اسے جس طرح قرآن کو لکھنے کے لیے باضابطہ افراد معین کیا اسی طرح حدیث کے لئے بھی اسی حوالے سے افراد معین کرتے۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ پیغمبرؐ کی اطاعت اپنے زمانے تک محدود تھی۔

ہمیں قرآنیون کے مذموم عزائم کے متعلق ابتداء میں علم نہیں ہوسکا لیکن اب ان کی عملی زندگی نے ثابت کیا ہے کہ وہ الحادی عزائم رکھتے تھے ۔وہ قرآن کے نہیں، بلکہ کفر شرک کے شیفتہ تھے ۔وہ ثناء خواں مغرب اور نظام سیکولرزم کے داعی تھے،لہٰذا اپنی تمام تر قدرت سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی کے ہوتے ہوئے انہوں نے صریح آیات کے خلاف کفر و شرک کی پشت پناہی کی ہے اور امت وقرآن کو کنارے پر لگایا ہے۔

حمد وستائش اس نبی برحق خاتم نبوت ورسالت کے لیے جس نے اپنے اور بعد جادہ مستقیم اسلام میں رہنے کے لیے قرآن وسنت دونوں سے متمسک رہنے کی سفارش فرما کر، مجھے حدیث گراؤں کے سنت رسول کے بہانے سے ثقل اکبر کو کنارے پر لگانے اور حدیث کو قرآن پر حاکم بنانے والے حدیث سازوں کی حکومت سے بچایا۔

بعض نے دین اسلام کے رکن قرآن کو چھوڑ کر انسانی سعادت وہدایت کو صرف اور صرف احادیث کو اٹھانے پر زور دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اگر اس میں کوئی کمی ہوگی تو عقل اور اجتہاد سے پر کریں گے ۔اس سلسلے میں ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کا کہنا ہے :استاد مصطفیٰ سباعی اپنی کتاب السنہ ومکانتھا من تشریع الاسلامی ص ۵۰ ا پر منکرین کے جواب میں لکھتے ہیں: ''قرآن کریم اصول دین اور قواعد عامہ فروع دین پر مشتمل ہے بعض کے بارے میں صراحت سے بیان کیا ہے اور بعض کو رسول پر چھوڑا ہے اور بہت سے نے کہا ہے اُن کی اتباع کریں تو رسول کا بیان بھی بیان قرآن ہوگا ۔یہاں سے ثابت ہوتا ہے شریعت اسلام میں قرآن وسنت دونوں حجت ہے۔''

بعض روشن خیال اور جدید تقاضوں کے محافظ وپاسدار علم اور جدیدیت کے داعیان نے اجتماعی سیاسی اقتصادی میدانوں میں قرآن وسنت دونوں کو محراب جمعہ وجماعت تک محدود رکھ کر دیگر اجتماعی ،اقتصادی اور سیاسی تعلقات عامہ ہیں سیکولرزم کی ترانہ گاتے ہوئے قرآن وسنت سے ناآگاہ مسلمانوں کو کفر والحاد کی طرف قیادت کر رہے ہیں۔

عبادت و بندگی کے دروس ،صوم وصلوٰۃ، حج و زکوٰۃ سکھانے کے بعد میدانِ مبارزہ با مشرکین میں ﴿جاھدوا الکفار والمنافقین ﴾ اور﴿ قاتلوا المشرکین ﴾ کی آیات سنانے اور تعلقات اخوت اسلامی قائم کرنے اور غیر مسلمین سے تعلقات کا نمونہ دکھانے کے بعد اللہ نے امت سے خطاب کیا کہ:

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ (احزاب/۲۱)

جب دین کامل و مکمل ہوئے تو فرمایا

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ ''آج میں نے تمہارے لئے دن کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا''

(مائدہ/۳)

جزیرہ عرب کے اطراف و اکناف کے سرکشوں کو تسلیم کروانے اور فتح و کامیابی کے اپنی اوج پر پہنچنے کے بعد اس ذات باری تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ﴾ ''جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے'' (نصر/۱)

پھر:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾ ''یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں'' (زمر/۳۰)

یہ آیت سنانے کے بعد آپؐ سورۂ فجر کی آیات

﴿یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ٥ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً﴾ ''اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش'' (فجر/۲۷تا۲۸)

کے مصداق بن گئے۔

اس کے بعد نبی کریمؐ ندائے حق کو لبیک کہتے ہوئے اور امت کو رخصت کرتے ہوئے رب جلیل کی طرف یکسو ہو گئے۔ حمد و ستائش اس ذات بابرکت کے لیے ہیں جس نے ہمیں ایک ایسی اہل بیت اطہار سے وابستہ رکھا جو قرآن عظیم اور نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کی پیکر مجسم اور نمونہ کامل ہے انہوں نے آپ کے بعد تمام نشیب و فراز تلخ اور ناگوار حالات میں اپنی ذاتیات انانیت سے گزر کر اسلام و مسلمین کی عزت کرامت اور وحدت کی پاسداری کی اور اپنے طرف سے اسلام اور مسلمین کو کوئی آسیب لگنے سے پرہیز کیا اور او رفرمایا (واللہ لا سالمن فقرہ نہج البلاغہ) حمد و ستائش اس ذات کے لیے مخصوص ہے جس نے ہمیں اس اہل بیت سے دور رکھا جو تمام صفات خالقیت، ارزاقیت احیاء اماتہ کل کائنات کا مظہر پیش کر کے ہمیشہ اپنے انانیت کو مقدم رکھا ہے۔

اجمل و اکمل اور تمام درود و سلام، خاندان پاک و طہارت نبی کریمؐ پر جن کی شان، عزت و کرامت کے

بارے میں آیات قرآنی کے علاوہ نبی کریم کی بارہا اور مکرر سفارش وتوصیف بھی بیان ہوئی ہے۔حمد وثناء اس ذات کے لیے لائق سزاوار ہے جسے ہمیں نبی کریم کی دعوت میں سبقت وحدت میں، خلوت وجلوت میں انیس مہاجر ومجاہد ایثار وقربان ہونے والوں سے نفرت وبیزار کرنے والوں میں شمار نہیں کیا۔جن کی شان میں یہ آیات ہیں:

﴿وَ مِنَ الْأَعْرابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ يَتَّخِذُ ما يُنْفِقُ قُرُباتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَ صَلَواتِ الرَّسُولِ أَلا إِنَّها قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ في رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحيمٌ ☆وَ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهاجِرينَ وَ الْأَنْصارِ وَ الَّذينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ وَ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْري تَحْتَهَا الْأَنْهارُ خالِدينَ فيها أَبَداً ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظيمُ﴾

(توبہ۹۹،۱۰۰)

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرى مِنَ الْمُؤْمِنينَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقاتِلُونَ في سَبيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْراةِ وَ الْإِنْجيلِ وَ الْقُرْآنِ وَ مَنْ أَوْفى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذي بايَعْتُمْ بِهِ وَ ذلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظيمُ﴾ (توبہ:۱۱۱)

﴿لَقَدْ تابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهاجِرينَ وَ الْأَنْصارِ الَّذينَ اتَّبَعُوهُ في ساعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ ما كادَ يَزيغُ قُلُوبُ فَريقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُفٌ رَحيمٌ﴾ (توبہ:۱۱۷)

﴿وَ لا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغيرَةً وَ لا كَبيرَةً وَ لا يَقْطَعُونَ وادِياً إِلاَّ كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ ما كانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (توبہ:۱۲۱)

﴿لِلْفُقَراءِ الْمُهاجِرينَ الَّذينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيارِهِمْ وَ أَمْوالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللَّهِ وَ رِضْواناً وَ يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ أُولئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (حشر۸)

ابتدائے اسلام کے کٹھن دور میں انہی ذوات نے انتہائی فراخدلی اور حوصلے کے ساتھ نبی کریمؐ کا ساتھ دیا۔یہی وہ ذوات تھیں جو بغیر کسی لالچ اپنی جان دینے کیلئے فراخدلی سے آگے بڑھیں اور درخت کے نیچے رسولؐ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیت نازل کی۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنينَ إِذْ يُبايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ ما في قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكينَةَ عَلَيْهِمْ وَ أَثابَهُمْ فَتْحاً

قَرِيبًا ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی'' (فتح/۱۸)

اس طرح قرآن کریم میں اقتداء اور اہتداء کو رسول اللہ سے مختص و محصور ہوتے ہوئے اصحاب ائمہ طاہرین اور ان کے بعد آنے والے سیاسی اجتماعی اور علمی پیر و مرشد کو مقتداء اور اُن کی سیرت و کردار کو اسوہ و نمونہ بنانے والوں میں شمار نہیں کیا۔ یہ اُس کی نوازشوں میں سے ہے۔

﴿ يَكْتُمُ إِيمانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَ قَدْ جاءَكُمْ بِالْبَيِّناتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَ إِنْ يَكُ كاذِباً فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَ إِنْ يَكُ صادِقاً يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴾ (غافر:۲۸)

﴿اتَّبِعُوا ما أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَ لا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِياءَ قَلِيلاً ما تَذَكَّرُونَ ﴾(اعراف:۳)

﴿اتَّبِعُوا مَنْ لا يَسْئَلُكُمْ أَجْراً وَ هُمْ مُهْتَدُونَ ﴾ (یٰس ۲۱)

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ (ال عمران:۳۱)

قرآن اسوہ محمد کو چھوڑ کر ذیلی رہبران کو اسوہ اور نمونہ عمل بنانے کی اصرار نے انہیں علاقائی لادینی دین فروش رہبران کی قیادت میں مبتلاء کر کے انہیں تحت اقدام الانجاس پانے اور وحدت امت کی تفرقہ ملت و تفرقہ فرقہ میں مبتلاء کیا ہے۔ سلام و درود، ان مہاجرین و انصار پر

﴿وَ الَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَ الْإِيمانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هاجَرَ إِلَيْهِمْ وَ لا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَ يُؤْثِرُونَ عَلى أَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كانَ بِهِمْ خَصاصَةٌ وَ مَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾۔ (حشر/۹)

ایک انصاف پسند مسلمان کو اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ جو ہستیاں اس منصب پر یک بعد دیگرے آئیں وہ انہیں افراد میں سے ہیں جنہوں نے دعوت اسلام کے شروع ہوتے ہی یک بعد دیگر ایمان بہ نبوت و رسالت محمدؐ پر بیعت کی، جنہوں نے نبی کریم کے فرمان پر اللہ کی راہ میں خانہ و آشیانہ و عزیز و اقارب اور والدین و

اولاد چھوڑ کر دیا راجنبی میں بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کی۔اللہ تعالی نے کثیر بار اپنی کتاب میں انکی مدح سرائی کی ہے۔جنہوں نے اپنے خانہ وآشیانہ کو اسلام کی خاطر خیر باد کہا اور سلام ہو ان انصار پر جنہوں نے مہاجرین کی معاونت و ہمکاری میں بے نظیر مثالیں قائم کیں۔

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ﴾ (بینہ/۸)

اگر نبیؐ کسی جگہ سفر پر جاتے تو انہیں کو اپنی جگہ پر معین فرماتے اور بعد میں انہیں میں سے یکے بعد دیگرے اس مقام پر فائز ہوئے۔ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیے کہ پیغمبر اسلام کے بعد خلفائے راشدین کا دور خلافت ہمارے لئے ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد اب بھی عدالت وانصاف اور صداقت کے حوالے سے ستاروں کی مانند روشن وتابناک اور بہترین ومنفرد دور حکومت ہے،چنانچہ مفکر بزرگ ،فیلسوف اسلام وشرق شہید محمد باقر الصدرؒ نے فرمایا:

''اس ۳۰ سالہ حکومت اسلامی کے بے مثال و بے نظیر ہونے کے بارے میں ہمیں اعتراف کرنے میں کوئی جھجک یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔''[شہید محمد باقر الصدر،فدک فی التاریخ]

مفکر بزرگ مرحوم مہدی شمس الدین رئیس مجلس اعلیٰ شیعی لبنان نے انقلاب اسلامی کی سالانہ برسی کے موقع پر دیئے گئے خطاب میں ،جسے مجلّہ المطلق صادر از لبنان نے شائع کیا ہے،فرماتے ہیں کہ بنی امیہ و بنی عباس سلاطین صفوی، عثمانی ،اور آل بویہ کی بہ نسبت خلفائے راشدین کے دور حکومت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔خلیفہ دوم کی فارس پر لشکر کشی کے ثمرات میں سے ہے کہ اس وقت ہم یہاں پر (ایران) جمع ہیں۔''

لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ ان ذوات کا انتخاب کسی اصول وضوابط کے تحت انجام نہیں پایا چنانچہ خلیفہ دوم کا تصریح ہے امت میں قرآن اور سنت وسیرت رسولؐ کے ہوتے ہوئے جانشین رسولؐ کے انتخاب میں بے ضابطگیوں کا پایا جانا ایک حسرت ہے اور یہ حسرت ہمیشہ رہے گی۔

لہٰذا ہم یہاں واشگاف الفاظ میں یہ واضح کرتے ہیں کہ ان خلفاء سے دشمنی،علیؑ واہل بیتؑ سے محبت کا اظہار نہیں بلکہ ان سے دشمنی اسلام وقرآن ومحمدؐ اور اہل بیت سے دشمنی ہے۔اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جو لوگ شیخین کو عداوت ونفرت اور اپنے سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام میں کفر والحاد اور

شرک کو ہی فروغ دیا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انھیں اسلام و قرآن سے دشمنی ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا کہ: اللہ اور اس کے رسول کو پتہ نہیں چلا کہ ان کے دلوں میں کفر و بت پرستی اور ہوس اقتدار چھپا تھا'' اس سے بڑی جسارت و اہانت اللہ اور اس کے رسول کی شان میں نہیں ہو سکتی۔ کیا ایسے لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے زیادہ دور اندیش بنتے ہیں، لیکن انکی اس دور اندیشی کا دعویٰ نبی کریم کی شان میں تطبیق نہیں ہوتا کیونکہ آپؐ نے بارہا انھیں عزت و افتخار بخشا ہے۔ کیا یہ افراد خلفائے مسلمین حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ کے دور خلافت جیسا کوئی نمونہ لا سکتے ہیں تا کہ ہم اسے تمام عالمین اسلام کے سامنے پیش کر سکیں۔

قرآن کریم اور سنت سے انحراف اور اسلام کو نا قابل بیان نقصان دینے والے انحرافات کا ایک مصداق جلی فرقہ سازی ہے۔ چاہے یہ انحراف فرقہ شیعہ کے نام سے ہو، جیسے: جعفریہ، شیخیہ، نصیریہ، اسماعیلیہ وغیرہ، یا اہل سنت و الجماعت مثلاً بریلوی، دیوبندی، نقشبندی، اہل حدیث یا کسی اور نام سے ہو، یہ تمام فرقے نزول قرآن کے خاتمہ اور نبی کریمؐ کے رخصت ہونے کے ایک سو صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد معرض وجود میں آئے ہیں۔ اسی طرح بعض نے کہا: اہل سنت والجماعت کی بنیاد محمد ابن وہاب نے رکھی ہے، جبکہ بعض اسے ابن تیمیہ اور احمد ابن حنبل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

جبکہ بعض کے نام بعد میں آنے والے سلاطین آل بویہ اور آل صفوی نے رکھے ہیں۔ اسی طرح جعفریہ کے بارے میں ''فرہنگ فرق اسلامی'' میں آیا ہے اس نام سے پانچ فرقے ہیں۔

غرض ہمارا مدعا یہ ہے کہ جس نے بھی ان فرقوں کی نامگذاری کی اور انہیں اٹھایا، درحقیقت اس نے قرآن اور سنت کو پس پشت ڈالا ہے۔ یہ لوگ یا تو انجان تھے یا پھر برے عزائم کے حامل تھے۔

جہاں تک اس نامگذاری میں رسول اللہؐ کی بات ہے تو یہ نامگذاری آپ نے نہیں کی، کیونکہ رسول اللہ قرآن کے خلاف نامگذاری نہیں کر سکتے جبکہ قرآن نے امت محمد کے بارے میں فرمایا ہے۔

﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (حج/۷۸)

یہ فرقے اور ان کے بانیاں کتنے ہی عالم و آگاہ کیوں نہ ہوں اس راہ میں انہوں نے کتنی ہی عرق ریزی و خونریزی کیوں نہ کی ہو، وہ رسول اللہ سے بلند و بالا نہیں ہیں۔ قرآن نے زندہ رہنے اور مرنے تک مسلمان رہنے کا حکم

دیا ہے جبکہ فرقہ پرستوں نے اسلام کو دفنایا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ آج کوئی بھی مسلمان اپنا تعارف مسلمان کے نام سے کروائے تو لوگ اسے قبول نہیں کرتے ،یعنی سچا دعوی کرنے پر انھیں غصہ آتا ہے،اسی لئے کہتے ہیں اپنے فرقہ کا نام بتاؤ۔

لیکن ہم اسلام کے پیرو ہیں ۔اسلام کا مصدر قرآن و سنت دونوں ہیں ۔اگر کسی نے اپنے فرقہ کا نام ''محمد یہ'' رکھا تو یہ قرآن سے انحراف ہے اور اسی طرح اگر کسی نے اپنے فرقہ کا نام ''قرآنیہ'' رکھا تو یہ ''محمد'' سے انحراف ہے ۔قرآن کو چھوڑ کر سنت یا سنت کو چھوڑ کر قران یا دونوں کو چھوڑ کر شیعہ کہلوانے کا تعارف کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں ۔

ہم اس منصب پر بزور طاقت وقدرت قابض ہونے اور قرآن وسنت نبی کریم کو کنارے پر لگا کر اپنی خواہشات اور امیدوں کو آئین اور دستور قرار دینے ،اس مسند پر بیٹھ کر فسق وفجور اور کفر وشرک کا ارتکاب کرنے والوں سے بیزار ہیں چاہے انکا تعلق بنی امیہ کے سلسلہ خلفاء سے ہو یا بنی عباس سے یا فاطمین سے یا یہ عثمانی ہوں ،یا انکا تعلق سلاجقہ ،آل بویہ وصفوی، قاچاری یا مارکسی گروہ یا امریکہ نوازوں اور فرقہ سازوں سے ہو۔ہم اسلام وقرآن کو کنارے پر لگانے والوں ،فرقہ سازی کرنے والوں اور اسلام پر فرقہ کو ترجیح دینے والوں سب سے نفرت وبیزاری اور لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں ۔

تالیف اور مؤلف:

جب کوئی مولف کسی کتاب کی تصنیف وتالیف کے لئے صفحہ قرطاس پر اپنے قلم سے ابتداء کرنے لگتا ہے تو اس وقت اس کے خیالات میں کئی طرح کے خطرات سامنے آتے ہیں ۔وہ اپنے نفس کو ان خطرات سے بچانے کے لئے سوچتا ہے کہ کہیں میری یہ تحریر مجھے غلط راستے پر نہ لے جائے ،جس کی وجہ سے میں معاشرے میں خرافات وبے بنیاد نظریات کے پرچار کرنے والوں میں شمار ہو جاؤں ۔ممکن ہے یہ صفحات آخر میں ایک سانپ کی شکل اختیار کر کے امت کے درمیان زہر پھیلائیں یا یہ صفحات آگ کے شعلے بنیں جس سے خشک وتر سب جلیں اور جہنم کی طرف دھکیل دیئے جائیں یا یہ صفحات ایسی گولی بنیں جو پلٹ کر خود اسے لگے ۔اس حوالے سے دوسرا مفروضہ یہ بنتا ہے کہ یہ صفحات مشعل راہ بنتے ہوئے خلائق کثیر کو خیر وسعادت کی راہ پر گامزن کریں اور ظلمتوں میں گھیرے ہوئے لوگوں کو نکالنے

والی رسی بنیں ۔یا ایسا کشتی بان بنیں جو فتنہ و فساد،ظلم و پستی،انحرافات و خرافات کی موجوں میں ڈوبنے سے قریب لوگوں کو ساحل نجات اور سعادت کی طرف پہنچائے ۔غرض خطرات اور نیک خواہشات کے درمیان یہ صفحات اپنے اختتام کو پہنچیں ۔اس لئے ضروری ہے کہ لکھتے وقت پہلے مرحلے میں خود کو نہیں بھولنا چاہیے ،لوگوں کی حمایت یا دشمنی میں بیہودہ اور بے سند باتیں صفحات پر نہیں لانی چاہیے اور خطرات سے بے پرواہی کرکے اپنے لئے خطرات پیدا نہیں کرنی چاہیے ۔ بلکہ اپنی فکر کو عقل شریعت کی حدود کے دائرے میں آگے پیچھے اوپر نیچے دیکھے اور سمجھتے ہوئے قلم چلانا چاہیے ۔

انسان کو سوچنا چاہیے اس کے پاس چند روزہ زندگی ہے ۔اسے چاہیے لکھنے سے پہلے اپنے نفس میں اطمینان اور وثوق پیدا کرے کہ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے اس موضوع کی حقانیت کے بارے میں وہ قارئین کو اطمینان کنندہ دلائل فراہم کر سکے گا یا نہیں تا کہ ہر سطر قاری کیلئے خیر بن سکے ۔انسان کو غرور علمی میں جہل مرکب بن کر اپنے سے غیر مربوط موضوعات پر قلم نہیں اٹھانا چاہیے ۔اپنی ذات اور لوگوں سے زیادہ اپنے اللہ کو سامنے رکھنا چاہیے ۔دیکھنا چاہیے یہ صفحات جو وہ لکھ رہا ہے اس کے بارے میں دین اُسے کیا حکم دیتا ہے ۔یہ صفحات مباح ،مستحب کراہت واجب یا حرام میں سے کس زمرے میں آتے ہیں ، کیونکہ انسان مسلم سے جو بھی حرکت نکلتی ہے وہ احکام خمسہ سے خالی نہیں ہوتی ہے ۔لکھنے سے پہلے واضح ہونا چاہیے کہ یہ مواد ان احکام خمسہ میں سے کس سے مطابقت رکھتا ہے ،ایسا نہ ہوا ایک ضخیم مواد جمع ہونے کے بعد پتہ چلے کہ یہ ایک فعل حرام ،کراہت یا مباح تھا ۔

ناقدوں کی نظر میں دینا:

بعض لوگوں کا اصرار رہا ہے کہ ہماری کتاب کو طباعت سے پہلے بعض اہل فکر وادب کے ایکسرے اور نظروں سے گزارنے کے بعد چھپنا چاہیے یہ منطق ظاہری طور پر معقول نظر آتی ہے ۔

ناقدین کون ہو سکتے ہیں؟

ا۔جس زبان میں بھی یہ کتاب لکھی جاتی ہے یہ فصاحت و بلاغت وغیرہ کے حوالے سے نقد و انتقاد کا نشانہ بنتی ۔ادیبوں کے نقد و انتقاد سے بچنے یا ان کی تعریف و داد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس تالیف کو کسی معروف مشہور غیر متنازعہ ادیب ناقد کی نظروں سے گزارا جائے اور اگر ایسا ہو گیا تو یہ کتاب ہاتھوں کے ہاتھ پہنچ جائے

گی ،لیکن جو ادیب ،عقائد اسلام سے نا آشنا ہو،فقہ اسلامی سے نابلد ہو اور تاریخ اسلام کے صفحات سے اس کی نظر نہ گزری ہو وہ کیسے اپنی ادبی زبان سے اس کی اصلاح کریں گے، کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے الفاظ تابع معنی ہے ہیں نہ کہ مسجع مقفع سلاست سے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔اگر کتاب عقائد سے متعلق ہے تو کسی ماہر اعتقاد سے اور اگر فقہی ہے تو کسی فقیہ اسلام سے اور اگر تاریخی ہے تو کسی مؤرخ سے یا تاریخ کے استاد یا سند رکھنے والے سے اظہار نظر کرائیں، کیونکہ ان موضوعات پر لکھی گئی کتاب کا کسی ادیب کی تصحیح سے صحیح ہونا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ہمارے اس مذہب میں ایک انوکھی پابندی نافذ کی گئی ہے۔جہاں کہتے ہیں ہر چیز لکھی نہیں جاتی یا ہر چیز بولی نہیں جاتی ہے،لہٰذا مصنف و مؤلف کو پتہ نہیں چلتا ہے کون سی چیز لکھنی ہے،کون سی بیان کرنی ہے،لہٰذا ایک ایسے فرد کی نظروں سے گزارا ضروری ہے جو لکھنے اور نہ لکھنے والے مواد کی تشخیص کے مالک ہوں،لیکن ہمیں ان دونوں چیزوں کے بارے میں علم نہیں(کون سی چیز لکھنی ہے کون سی نہیں بولنی ہے)ہمیں یہ بھی نہیں پتہ کہ یہ مہر کہاں سے لگتی ہے بد قسمتی سے دوران تعلیم طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ہمارے اساتید بے رحم نے اس نصاب کو ہم سے چھپائے رکھا ہے،ہمیں نا اہل سمجھ کر ہمیں نہیں بتایا ہے اور اب ہم کہاں جائیں ابھی بھی پتہ نہیں ہے اگر پتہ چل جائے تو لے کر جائیں تو شاید طویل عرصہ جد وجہد تو انا ئیاں ضائع کرنے کے بعد وزارت ترخیص طباعت کتب نے کتاب کو ضبط کیا اور طباعت کی اجازت نہیں دی،تو پھر یہ سارا ضائع ہو جائے گی۔لیکن یہ اتنی ہی نا قابل عمل اور بے معنی فکر ہے کہ اس کا دوسرا معنی کتاب لکھنی ہی نہیں چاہیے یا اگر لکھنی ہے تو چھاپنے سے گریز کریں، کیونکہ ایک شخص کے افکار ونظریات سے سو فیصد اتفاق رکھنا دور کی بات ہے بلکہ وہ اس بات سے ڈریں گے کہ ہم کتاب چھاپتے وقت یہ لکھیں کہ یہ کتاب فلاں بڑی ہستی کی نقد و نظر سے گزری ہے۔علاوہ ازیں میرے بارے میں ایک اور اضافی حکم لاگو کیا گیا ہے کہ میں اپنی تصنیفات و تالیفات کو کسی مرجع وقت یا حوزات میں کسی بڑی ہستی کی نظروں سے گزارے بغیر طباعت سے آراستہ نہ کروں، کسی بھی کتاب میں نقد و انتقاد ایک زاویے سے نہیں رہتا بلکہ وہ چندیں زاویے سے تنقید کا نشانہ بنتی ہے۔ہم اپنی بساط کے اندر رہتے ہوئے کتاب کو جوں کی توں لکھتے جائیں اپنی ذہنی مطالب کو جن الفاظ سے وہ لباس پہنا سکتے ہیں پہنا کر باہر چھوڑ دیں۔کتاب جس جس ناقد کی نظروں سے گزرے گی وہ مہربانی کر کے اس کی غلطیوں کا نشان

وہی کرنا جائے پھر دوسری طباعت میں بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ غلطیوں سے پاک طباعت کریں یا قارئین اس کتاب میں موجود غلطیوں کو نظر انداز کریں اور صحیح مطالب سے استفادہ کرنے والے استفادہ کریں یا ہمارے حق میں یہ اصول بھی وضع کر سکتے ہیں غلط روایات اور مراسیل سے پُر کتاب پیش کریں اور بعد میں کچھ حمایتی افراد نکلیں اور ان کی شان میں یہ کہے کہ ان کا مقصد قطعاً یہ نہیں تھا کہ وہ ساری صحیح باتیں لکھیں وہ صحیح غلط سب کو جمع کر کے لکھنا چاہتے تھے وہ اپنی جگہ حسن نیت رکھتے تھے ان کے خلوص میں شک نہیں کر سکتے اگر کوئی اس کے باوجود کوئی بات کرے یا نقد کریں تو جیالے ان سے دفاع کریں یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

مسؤلیت اور ذمہ داری:

انسان کی عملی زندگی میں دو نوعیت کی فکر و تصور پائے جاتے ہیں۔ جن کی روشنی میں ایک انسان مسلم اپنی شخصیت بناتے ہیں۔ اور اپنا موقف اور ذمہ داری کا تعین کرتے ہیں، لیکن یہ اس کی فکر و سوچ پر متوقف ہے کہ وہ مثبت اور منفی ذہنیت سے کسے انتخاب کرتی ہے۔ جو انسان معاشرے میں ہر چیز کے بارے میں منفی سوچ رکھتا ہے۔ یعنی کسی بھی مسئلہ کے بارے میں کوئی نظریہ نہیں رکھتا۔ ایسا انسان بے پرواہ و بے حس انسان ہے جس کو معلوم نہیں دین و مذہب اور قوم و ملت کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ایسا انسان ہر چیز سے الگ تھلگ رہتا ہے اور الگ تھلگ رہنے کو اپنی مدبرانہ سوچ سمجھتا ہے۔ ایسے لوگوں کو بعض اطراف سے داد بھی ملتی ہے کہ یہ ایک درویش صفت اور اللہ والے ہیں۔ کسی خیر و شر میں اس کا حصہ نہیں ہے۔ ایسے انسان کے لئے تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ انسان سلبی ہے کیونکہ کسی بھی مسئلے میں نظریہ نہیں رکھتے اور فاقد ارادہ ہے۔

اس حوالے سے ہمیں ایک اور کردار ملتا ہے معاشرے میں جو کچھ ہوتا ہے اسے تسلیم کرتا ہے۔ ہوا کا رخ جس طرف ہو یہ اسی پر چلتا ہے اور اسے معلوم نہیں کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ انکے مقابل ایک تیسرا انسان ہے جو اپنا طریق و راستہ فہم و درک کے ساتھ انتخاب کرتا ہے، کیونکہ جامد و منفی کے لئے دلیل نہیں چاہیے، لیکن مثبت کے لئے دلیل چاہیے۔ جس راستے کو آپ ارادہ و شعور سے انتخاب کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کے پاس کافی دلائل ہونے چاہیے۔ انسان کو معاشرے میں انسان مثبت ہونا چاہیے یا منفی یا ایک بے پرواہ انسان بننا چاہیے۔ انسان مسلم عاقل کے لئے ان تینوں قسم کے کردار کے لئے دلیل ہونی چاہیے۔

آخر میں ان صفحات مدون میں جو کچھ حق وحقیقت اور صدق وصداقت پر مبنی مطالب ومفاہیم ملیں گے وہ سب صاحبان مجلّات ومقالات سے اقتباس ہےاور جو کچھ اس میں ہفوات الفاظ کلمات اور سقطات نوکات ملیں گے وہ ان صفحات کے جامع وناظم محصور شعب ناظم آبادی کا ہے **غفر اللہ ُ لہ وللمومنین جمعاً**۔ ہم اس محصوری، بےبسی، بے چارگی، کسمپرسی کے عالم میں جہاں اعزاء واحباب جو کہتے تھے "ہمارے لائق کوئی حکم" خزاں کی پتے کی مانند گرنے اور ناپیدی کے موقع پر اپنے آستان محبت گلزار شگوفائی میں دعوت دے کر ساحتِ مقدس قرآن کریم کے لئے تمام حیثیت کو فدا کرنے اور دفاع کرنے کی غرض سے میرے ہاتھوں میں نوک قلم بننے والے میری بہو زکیہ موسوی، دختر عزیز زہرا بتول، عزیز فرزند سید محمد باقر، عزیز بھتیجے سید محمد، اور برادرانِ عزیز جناب بابر اقبال اعوان ،جناب خادم حسین، جناب سید محمد ارشد عباس شیرازی، جناب تاثیر حسین، جناب ابرار حسین ،جناب مبشر حسین، جناب محمد علی نقوی، جناب ملک اظہر اور میرے دوست صمیمی جناب ناصر شاہ کے بے حد مشکور وممنون ہیں اور ان کے لئے سلامتی اور نیک توفیقات کے داعی ہیں۔

اسلام ومسلمین کی سربلندی کے لئے دعا گو

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

علی شرف الدین

۱۸ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

اسباب وعلل تالیف ھذا الکتاب

عنوان ''اٹھو قرآن سے دفاع کرو'' کچھ صفحات لکھنے کی ضرورت کا کچھ ربط وتعلق ہماری کتاب ''قرآن سے پوچھو''
کے بارے میں بعض قارئین کے تاثرات سے بھی ملتا ہے۔ کتاب، قرآن سے پوچھو ملک کے شیعہ کتب خانوں کی
جانب سے ''دار الثقافۃ الاسلامیہ'' پر اقتصادی پابندی لگنے سے پہلے کتابفروشوں کے پاس دستیاب تھی، دیگر فرقوں نے
بھی قرآن کے نام کے حوالے سے اس کتاب کو خریدا ہوگا۔

حال ہی میں لاہور سے نشر ہونے جون سنہ ۲۰۰۹ء کو، ''کلیہ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ'' سے نشر ہونے والے
ماہنامہ ''رشد'' کے صفحہ ۶۷۸ پر آیا ہے:

> ''اختلاف قرائت پر مبنی، موجودہ قرآن کے علاوہ، سولہ (۱۶) قاریوں کے اختلافات والے
> قرآنی مصاحف شائع کریں گے اور اس طرح کل بیس (۲۰) قرآنی مصاحف ہو جائیں گے''۔

یعنی قرائتِ عشرۃ کے مطابق سولہ قرآن نشر کرنے کا اعلان کیا۔ اس نئی سازش و مہم کو علماء اور دانشورانِ ملت
کے علاوہ خود مسلمانوں اور خدام قرآن اسے دنیائے یہود وصلیب اور ملحدین کی قرآن کی شان میں اہانت وجسارت
اور قرآن کو حجت اور استدلال سے گرانے کا ایک نیا منصوبہ قرار دے کر سراپا احتجاج ہوئے اور ایک دوسرے کو قرآن
سے دفاع کرنے کی دعوت دینا شروع کی ہے۔ اس اشتہار کو دیکھنے کے بعد جو افراد قرآن کی حدیث پر حاکمیت کے
قائل ہیں۔ وہ انتہائی پریشانی اور کشمکش میں مبتلاء ہوئے۔ ایک طرف مغربی الحادی طاقتوں کا قرآن کی جسارت
واہانت کا سلسلہ تو جاری ہے، لیکن خود مسلمانوں کا اس حوالے سے سرگرم ہونا ایک حیران کن بات ہے۔

قرآن سے دفاع کرو:

بروز جمعہ المبارک ۲۲ **ذوالحجة الحرام** ۱۴۳۰ھ ق کو اسلام عزیز کے دردمند، دل سوز اور قرآن عظیم کے
شیفتہ وفریفتہ، دانشوران کی طرف سے قرآن کریم پر ڈھائے جانے والے حملے سے اپنی بے بسی، عدم توانائی کے
تناظر میں فریاد

((یا امت القرآن یا امت اسلام قوموا وادفعوا عن کراسة القرآن العظیم))

پر مشتمل تین خطوط موصول ہوئے جن میں ہم سے اس سلسلے میں اس ترمیم و جنایت اور نیت کے بارے میں فتویٰ جاری کرنے یا کچھ سطور لکھنے کے لیے کہا گیا۔ان میں سے سرفہرست برادر اسلامی برادر ''شیخ طیب معاویہ صاحب'' ساکن ضلع قصور، ہمارے نادیدہ قرآنی بھائی ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان رشتے کی بنیاد قرآن ہے، شاید انہوں نے میری کتاب ''قرآن سے پوچھو'' کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا ہوگا کہ میں بھی ایک فقیہ، مجتہد، مفتی اور وقتاً فوقتاً اس ملک کے دگرگوں حالات کے بارے میں انفرادی، اجتماعی، ثقافتی فتویٰ دینے والوں میں سے ہوں، چنانچہ آپ نے اس تصور کے تحت ہمیں بھی ایک صفحہ ''محمد امین ہارون صاحب'' ساکن کراچی، ''علامہ مفتی محمد طاہر مکی'' ساکن کراچی، ''محمد صدیق احمد'' ساکن کراچی کی جانب سے شائع کردہ بیان کا موصول ہوا۔

ہم ان دانشوران و برادران اسلامی کے جذبات و احساسات کا احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔لیکن دوسری طرف ہم یہ عرض کرنے پر بھی مجبور ہیں کہ یہ احساسات اور جذبات عوامی ہیں دانشورانہ نہیں۔ کیونکہ دانشمندان ہمیشہ خطرات کی گھنٹی کو عوام سے پہلے سنتے اور عوام سے پہلے ان خطرات کا تدارک کرتے ہیں جن افراد کو آج سولہ قرائت پر مشتمل قرآنی مصاحف چھپنے سے تشویش رہی ہے اور اسے یہودیوں اور مسیحیوں کی تورات و انجیل کی طرح تحریف قرآن کی سازش سمجھتے ہیں ایک طویل عرصے سے قرآن کو میدان عمل اور آئین زندگی سے استفادہ کرنے سے روک کر کنارے پر لگانے والی تحریف کا انھیں کبھی احساس نہیں ہوا، جبکہ انہیں اس سے پہلے حدیث اور اخبار گراؤں میں غلو کا دھواں نکلتے ہی یہ آواز اٹھانی چاہیے تھی۔

ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں ہمارے مبارزان ملت، ناظران قوم سربرآوردہ شخصیات ابتدائی مراحل میں عارض و احتمالی بیماریوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جب تک یہ بیماریاں پوری امت کے جسم میں سرایت نہ کر جائیں یہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اس غفلت بے پروائی اور بے توجہی کے ثمرات ملنے کے بعد بیدار ہوتے ہیں۔ہم ایسی فکر و سوچ کے حامل دانشمندوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

ہم ان لوگوں میں سے ہیں جن کے خانہ و آشیانہ کے ستون بوسیدہ اور دیواروں میں شگاف آنے اور پلستر گرنے گھر پر دیمک کی حکومت قائم ہونے کے بعد چیخ و پکار بلند کرتے ہیں ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے اور کیا ہو رہا ہے ہم سے بہت سی نسلوں نے دین و شریعت کے نام سے کھایا ہے، جمع کیا ہے، سب کچھ بنایا ہے۔ ہر آئے دن فرقے پر

فرقہ بنا کر اسلام کو لاوارث چھوڑا ہے۔خانہ اسلام کو خرافات، اباطیل، قصے کہانیوں افسانوں سے بھر دیا ہے۔

آپ صحیح دب گئے ہیں تحت سرا پہنچ گئے ہیں باطل ہی باطل ہے اگر کوئی شخص ایک باطل غلط کو نکالنا چاہتا ہے تو اس کے ہاتھ پر تازیانہ مارجاتا ہے گالیاں دیتے ہیں وہابی ہے پرویزی ہے قادیانی ہے بہائی ہے یہودی ہے استعماری ایجنٹ کہتے ہیں۔یہ تمام گروہ بمعہ دعویداران دینداری، سب اس حقیقت میں مشترک ہیں۔بعض سنت کے داعی بن کر قرآن کا نام لینے سے گریز کرتے ہیں۔کوئی چند آیات اٹھا کر قرآن کے بہانے، نام گرامی محمدؐ لینے سے گریز کرتا ہے تو کوئی اہل بیت کے نام سے قرآن وسنت دونوں سے دوری اختیار کرتا ہے سب اسلام سے منحرف ہونے میں برابر کے شریک ہیں۔

دین، قرآن اور سنت دونوں سے مرکب کا نام ہے۔اس مرکب کا نام اسلام ہے، اسلام چھوڑ کر جو بھی نام لیتا ہے وہ سب منحرف ہیں چاہے کتنے بھی پسندیدہ کیوں نہ ہوں۔اب وہ غیرت مند ہو چکے ہیں ایک دو نکالنے سے کچھ فرق نہیں پڑھتا لیکن چور ڈرپوک ہوتا ہے چاہتا ہے ایک بھی نہ نکلے ایک پر ہی محکم پہرا دیتا ہے اب دین کی بات تو دور کی ہے اب تو فرقوں کی تقسیم شروع ہوگئی ہے یہ تو حتمی تھا کیونکہ فرقے دین کی بنیاد پر نہیں تھے فرقے مفاد کی خاطر وجود آئے تھے جب ایک مفاد سے محروم ہوتا ہے تو دوسرا پورے پر قابض ہوتا ہے کہتے ہیں دفاع از شکم ضروری ہے۔

مسلمان حاکمیت قرآن اور سنت کی کشمکش میں

صدر اسلام سے عصر حاضر تک مسلمانوں کو جادہ صراط مستقیم سے ہٹا کر فرعی راستے پر گامزن کر کے قیام قیامت تک ایک دوسرے سے مل کر چلنے کی امید وتوقع کو سلب کیا گیا ہے۔نبی کریمؐ کی مکرر ہدایت رہنمائی موجود ہے کہ میری امت، اللہ کی کتاب اور میری سنت کے درمیان چلی تو گمراہی سے بچے گی، ورنہ اگر قرآن یا سنت میں سے کسی ایک کو اٹھائے اور دوسرے کو چھوڑ دے تو بربادی اس کا مقدر رہوگی۔قرآن کو حاکمیت سے گرانے کیلئے انہوں نے بے تحاشہ احادیث وضع کرلی ہیں۔سنت کو قرآن پر حاکم قرار دینے والے وضع حدیث کے دروازے کو کھلا رکھنا چاہتے ہیں اسی لئے انہوں نے صحیح اور ضعیف کی تمیز کے دروازے کو بند کر کے اس پر اسلحہ بر داروں کو بٹھایا ہوا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کی اس تحریک نے کہاں سے اور کس فکر سے جنم لیا ہے؟ اس کا جواب واضح

ہے۔ ہمیں اس کا سرا منافقین سے ملے گا جو عصر ظہور اسلام سے لے کرالیٰ یومنا **ھذا** مسلمانوں کی صفوں میں رہتے ہوئے یہود ونصاریٰ کی آرزوں کی تکمیل، اصول عقائد اور ستون دین اسلام کو متزلزل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جب منافقین کے لئے واضح وواشگاف الفاظ میں اسلام کے خلاف بولنا ناممکن ہوا تو وہ مسلمان بن کر اس عمل کیلئے سرگرم ہوئے۔ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دین اسلام کے احکام واخلاق، عقائد وفروعات، مصادر وماخذ سب کا مصدر قرآن کریم ہے جو اپنی صحت وسند کا خود ضامن ہے، جو کسی اور مصدر کا محتاج و نیازمند نہیں۔ قرآن کریم سے نبوتِ محمدؐ ثابت ہے، قرآن کریم ہی کے ذریعے پیغمبر کی سنت وسیرت مسلمانوں کے لیے حجت قرار پائی ہے۔ یہ قرآن ہے کہ جس نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (احزاب/۲۱)

یہ قرآن ہے کہ جس نے فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (حشر/۷)

﴿وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ﴾ (انفال/۱)

اسی لیے پیغمبر اسلامؐ نے قرآن کو **ثقل اکبر ،حبل اطول،حبل ممدودٌ من السماء** کہا ہے اور اپنی سنت وسیرت کو **ثقل اصغر** کہا ہے، چونکہ آپ کی سنت وسیرت، منافقین کے عزائم اور حملے سے محفوظ رہنے اور ان کی خیانت سے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ لہٰذا آپؐ نے فرمایا: مجھ سے جو کچھ نقل ہوتا ہے اسے کتاب اللہ یعنی قرآن کے سامنے پیش کریں اگر وہ قرآن کے خلاف ہے تو وہ زخرف ہے جھوٹ ہے اسے دیوار سے دے مارو۔ نبی کریمؐ کے اس فرمان کے ہوتے ہوئے امت مسلمہ کے اندر اخباری گروہوں نے قرآن کو چھوڑ کر حدیث کو اٹھایا، یہاں تک کہ اس میں حدیث سازی اور جعل حدیث کا کامتیز اور اندھا دُھند شروع کی۔ انہوں نے پیغمبرؐ کے فرمان کے خلاف قرآن کی بجائے حدیث کو قرآن پر قاضی اول، حاکم اول بر قرآن قرار دیا اور قرآن کو محکوم اور اس کے متن کو مشکوک الدلالۃ قرار دیا۔ اس طرح دین میں تحریف کا آغاز حدیث جعل کرنے سے شروع ہوا ہے۔ قرآن کریم مخی البیان ،کتاب مبین وتبیان ہے اس کتاب کو ذی عوج ،گونگا اور صامت قرار دیکر حدیث کے دروازے سے باندھا، اس کے بعد حدیث جعل کی پھر حدیث کی حاکمیت کا دور شروع ہوا ہے۔

یہ سب قرآن کریم کو حجت سے گرانے کی سازشوں کی کڑیاں ہیں جو پہلے سے مصروف اور سرگرم تھیں۔ لیکن یہ واضح رہے کہ قرآن کو حجت سے گرانے کے بعد اسلام اور نہ امت مسلمہ رہے گی۔

فریقین میں جعلی احادیث کی اس قدر بھرمار ہے کہ محققین اور حدیث شناسوں سے ابھی تک تصفیہ نہیں ہو پایا ہے۔اخباریوں نے قرآن کو محکم کسوٹی قرار دینے اور صحیح و غلط حدیث کو چھان بین کرنے کی تحریک چلانے والوں کے سر پر لاٹھی بردار جیالے بٹھائے ہیں۔کہتے ہیں یہ تحریک مستشرقین کی ہے جو حدیث کو رد کرنا چاہتے ہیں۔کیا حدیث کے داعیوں کی آنکھیں اتنی اندھی ہیں کہ مستشرقین جو تمام حدیث کو کنارے پر لگا کر الحاد پھیلانا چاہتے ہیں اور وہ افراد جو غلط اور صحیح حدیث میں تمیز کرنے کے داعی ہیں ان میں تمیز نہیں کرسکتے۔اگر ایسا ہی ہے تو یہی لوگ اصل مستشرقین ہیں جو دین اسلام کو اندر سے بوسیدہ اور فرسودہ دکھاتے ہیں جس طرح مغرب نے مسلمانوں پر اپنی ثقافت اور اپنا آئین و دستور مسلط کیا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی قصے، افسانے اور جعلیات امت مسلمہ پر مسلط کرنا چاہتے ہیں ۔لیکن ان پر واضح ہو کہ ہمیں اسلام عزیز ہے اور اسلام کی شناخت و پہچان، قرآن اور سنت قطعیہ رسول اللہ دل و جان سے زیادہ عزیز ہے اور جہاں جہاں ہم قرآن کی صریح آیات کے خلاف کی گئی من مانی والی تفسیر کو مسترد کرتے ہیں اسی طرح سنت نبی کریمؐ میں شامل کردہ جعلیات، خرافات، قرآن اور سنت قطعیہ رسول اللہ سے متصادم احادیث کو بھی رد کرتے ہیں۔ہمیں ان کتب کے ان بانیان کا تعارف کرنا ہوگا۔جنہوں نے جمع احادیث کے نام سے سب چیزیں اپنی کتابوں میں جمع کیں، پھر ڈنڈے
برداروں کو ان کتابوں کے سامنے کھڑا کر دیا۔

لہٰذا ہمیں تحریف قرآن کے عقیدہ کے منشاء کو بنیاد سے اٹھانا چاہیے کہ اس تصور نے کہاں سے اور کس سوچ نے اس فکر کو جنم دیا ہے۔یہ فکر اخباری اور حدیث گرائی سے آئی ہے، جہاں انہوں نے پہلے مرحلے میں نبی کریمؐ کی قرآن کے بارے میں **"قرآن حبل اطول، ثقل اکبر"** اس کی قدر عظیم و صریح سفارش کو پس پشت چھوڑ کر اس اعزاز و افتخار کو قرآن سے چرانے اور قرآن کو ٹھکانے پر لگانے کے لئے یہ شور شرابہ کیا ہے کہ یہ قرآن صامت ہے، گنگ ہے، بات نہیں کرتا اور انسان کی عقل سے دور ہے۔کہتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر حدیث سے کرنا ضروری ہے ۔اور اسی سلسلہ میں روایت فروشوں نے روایات جعل کی ہیں پھر راویوں کے چہرے سے نقاب ہٹنے کے ڈر سے اسناد

کوحذف کر دیا اور ان بے سند روایتوں کے سر پر ڈنڈا بردار پہرہ دار کھڑا کیا اس طرح حدیث کو حاکم ،حرف آخر اور قرآن کی قضاوت کو محکوم قرار دیا ہے۔دوسرے مرحلے میں قرآن ہی کے نام سے ،امت واحدہ میں قرآن کے بارے میں انتشار و افتراق پیدا کیا اور جب حدیث اور اخبار کی حکمرانی قائم ہو گئی تو جعلی احادیث کا سلسلہ شروع کیا۔

تعدد قرائت ،مترادف تحریف قرآن ہے ،اس کی برگشت اور مشار الیہ فی الزمانہ فرقہ اہل حدیث ہے جو ایک گروہ خاص کی شناخت بن چکی ہے ،جبکہ حدیث کے ذریعے قرآن کو کنارے پر لگانے حدیث کو قرآن پر مقدم رکھنے میں تمام فرقے شیعہ ،سنی ،بریلوی ،دیوبندی سب شریک ہیں ان کی ماوراء سے دشمنان اسلام نظارت و نگرانی کرتے ہیں۔

قرآن کی موجودہ عثمانی رسم الخط کے علاوہ کوئی دوسری قرائت ہو سبع ہو یا عشر ،عشرین ہو یا سبعین ۔اسلام اور مسلمین کے خلاف جنگ ،بہیمانہ اور دہشت وحشت کی جنگ ہے جو ایک عرصے سے مشرکین و ملحدین نے شروع کیا ہوا ہے بعض نے اس عمل کی تفسیریوں کی ہے کہ یہ کام دشمنان اسلام کی ایماء اور اشارے پر کر رہے ہیں ۔چاہے دشمنان اسلام کے مستقیم اشارے پر ہو یا ملک کے اندر موجود دینی کاروبار کے ذریعے دنیا بنانے والوں کی سرگرمی ہو چاہے نادان انسانوں کی مقام و شہرت کمانے کی ایک کوشش ہو۔باطل کے خلاف ہماری آوازیں موسمی ہوتی ہیں، جذباتی ،وقتی ہوتی اور لفاظی ہوتی ہیں ،ہم مسائل کو تہ یا بنیاد سے اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے ہماری مثال اس ڈاکٹر کی سی ہے جو خطرناک مرض میں مبتلاء مریض کو سلانے کی دواء دینے پر اکتفاء کرتا ہے کبھی جراثیم کو جڑ سے اُکھاڑنے کا سوچتا نہیں ہماری سب سے بڑی خرابی اور اس کی جڑ افراط و تفریط میں غوطہ لگانا ہے ہم حد وسط میں استقامت دکھانے کے عادی نہیں اور نہ سیکھا ہے ،جادہ مستقیم پر رہتے ہی نہیں گرچہ دن میں دس مرتبہ **اھدنا صراط المستقیم** کہتے ہیں ۔ہمیں ان اعمال اور کردار کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بنیادی اسباب و عوامل کو بھی سنجیدگی اور پختگی سے سمجھنا و درک کرنے کے لیے فیصلہ کرنا ہے۔

جب بھی قرآن اٹھانے کی نوبت آتی ہے تو ہم صرف قرآن کو اٹھاتے ہیں قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں قرآن ہی کی بات کرتے ہیں ،چونکہ اس وقت قرآن کو گرایا اور چھوڑا ہے ،تو قرآن کی عظمت و بزرگی ،اس کی صیانت و حفاظت کی بات کرتے ہیں لیکن ایسے موقعوں پر مفاد پرست منحرف و منکر ختم نبوت اس بیچ میں گھس کر اپنا

مطلب نکالنے کی کوشش اور قرآن کو اٹھا کر سنت کی اہانت و جسارت کرتے ہیں، حدیث کو سرے سے مسترد و مسخرہ کرتے ہیں، پھر یہاں نتیجہ لینے والے سے ایک گروہ وہ اُٹھتا ہے جو صرف قرآن کی آیات کی بات کرتا ہے یا حالات دیکھ کر مسئلہ کو اٹھا تا گراتا ہے بغیر نتیجہ گیری خاموش ہو جاتا ہے یا ان کی ضد میں حدیث والے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حدیث کو اٹھاتے ہے اور قرآن کو حدیث کا ضمیمہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یا کہتے ہیں قرآن کی اپنی حیثیت یہ ہے کہ ملحقات سنت ہے، پھر یہ لوگ ڈنڈا بردار ہو جاتے ہیں پھر وہ نہ قرآن کو اٹھاتے ہیں نہ سنت و سیرت رسول ؐ کو اٹھاتے ہیں وہ صرف ڈنڈا اور مُکا اٹھاتے ہیں، ایسے موقع پر دنیائے کفر و شرک آمادہ چو کنا رہتا ہے، دشمن ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہے اور اس سے بھر پور استفادہ کرتا ہے ہمیں ایسے موقع پر نتیجہ گیری سے محروم کرتے ہیں اور خود دشمن یہ نتیجہ دیتا ہے کہ ہم نہ قرآن کی توہین کے بارے میں کچھ کرنے کی سکت رکھتے ہیں، نہ سنت کو گرانے کے بارے میں کچھ کہیں گے کیونکہ اس سے بقول قوم پرستوں کے اپنوں میں انتشار کا سبب بنتا ہے، ہمارے پاس قوم میں افتراق وانتشار پھیلانے والوں کو سزا، دین کی اہانت جسارت اور انحراف سے کہیں گنا زیادہ ہے، لہٰذا دینی انحراف اور دینی جسارت کو برداشت کرتے ہیں قومی افتراق وانتشار پر غیر عادلانہ غیر منصفانہ سزا دی جاتی ہے، اور یہاں تک کہ دین سے دفاع کرنے والوں کو یہ کہہ کر ٹھنڈا کیا جاتا ہے کم از کم اس وقت قوم اس کے متحمل نہیں ہے۔ گویا پہلے قوم ہے بعد میں دین ہے تا کہ انحراف گراؤں کے لیے انحراف پھیلانے کا راستہ کھلا رہے، وہ دین کی ستون کے ہلاتے رہے، بلا روک ٹھوک وہ انحرافات پھیلاتے رہے۔

یہی مسئلہ سبب بنا ہے کہ اس سلسلے میں ہمارے پاس جو سوالات اور بعض علماء کی طرف سے جو جوابات اور فتویٰ پہنچتے ہیں ان سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دبے الفاظ میں محتاط الفاظ میں بتایا ہے اس وقت ان مسائل کو نہیں اٹھانا چاہیے بعض نے یہ تک لکھا ہے کہ اگر کوئی دوسرا فرقہ اٹھاتا ہے اور بات ہے کم از کم اہل حدیث کو نہیں اٹھانا چاہیے۔ ان باتوں کو درسگاہوں تک محدود رکھیں عوام الناس میں نہ لایا جائے کیونکہ اس سے افتراق پھیلاتا ہے ایک طرف اختلاف قرائت کے بارے میں دوسرے کو صحیح سمجھتے ہیں، دوسری طرف اس سے برآمد نتیجہ یعنی افتراق وانتشار قوم کو حرام ناجائز سمجھتے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ دین ہی بلا ہے ان تمام باتوں کا بنیادی سبب ہمارے ہاں غلط روایات ہیں جو ہماری کتابوں میں موجود ہے لیکن ان کتابوں سے غلط احادیث اٹھانے والوں کی نشاندہی

کرنے والے کون ہیں کس کی جرأت ہے ہر ایک کتاب کے پیچھے سینکڑوں پہرہ دار بیٹھے ہوئے ہیں حتیٰ وہ افراد جنہوں نے ان کتابوں سے جعلی روایات کی نشاندہی کر کے کتابیں لکھی ہیں وہ بھی ایسے موقعوں پر کمزور ہو جاتے ہیں ہمارے مسائل کا حل پہلے منکر سنت اور تصفیہ سنت کے درمیان فرق کرنا ہے ہم پر یہ بلاء آتی رہے گی ہمارے پاس ایک عرصے سے قرآن کو کنارے پر لگانے قرآن کو نظام زندگی سے دور رکھنے، قرآن کو سمجھ بوجھ سے دور رکھنے، قرآن کو درسگاہوں کی نصاب میں شامل کرنے سے انکار، قرآن کو گھروں میں تلاوت کرنے اور حتیٰ قرآن کو محافل میں افتتاحیہ طور پر پیش کرنے سے روکنے کے لیے پُرعزم جدو جہد چوکنا ہے، تمام مقدمات آمادہ ہیں اور امت کی گردن میں رسی ڈال کر صرف حدیث سے باندھ کر رکھا ہوا ہے گویا دین و شریعت میں کتاب اللہ کا کوئی کردار نہیں جا رہا ہے۔ قرآن میں بیشمار محکم آیات لیکن پھر بھی کہتے ہیں کل قرآن آیات متشابھات ہے۔ اگر کسی کو قرآن سمجھنے کا شوق و ذوق ہے تو اس کے لیے حدیث کو سمجھنا ہے اور حدیث کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے کو یہ حق نہیں کہ بولے یہ صحیح ہے یا غلط۔

یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا ہے جب نبی کریمؐ اور امت نبی قرآن اور سنت نبی میں محو ہونے کے سبب منافقین کو بروقت پہنچانتے تھے اور ان کو ان کے عزائم میں کامیاب ہونے نہیں دیتے تھے یہاں سے منافقین کے مورچے اور ان کی محفلین کو کچھ دیر تک کے لیے معطل کرنے پڑا پھر وہ دوبارہ فرقہ باطنی کے نام سے سرگرم ہوئے اور شش جہت سے اسلام اور قرآن کے خلاف جنگ لڑنا شروع کی، حتیٰ قرآن و سنت ان دونوں کو لڑوایا اور کہیں کسی مسلمان عالم دین کے لیے ممکن نہیں رہا ہے کہ وہ قرآن و سنت کو یکجا جمع کریں اگر قرآن کہیں تو کہتے ہیں قرآنیہ ہے اگر سنت ہے کہیں گے کہتے ہیں اہل حدیث و اخباری ہے، اگر مسلمان کہیں گے تب بھی راضی نہیں ہوتے کہتے ہیں ہم جانتے ہیں فرقہ بتاؤ گویا مسلمان بننے کی کوئی اہمیت نہیں۔ اللہ نے قرآن کریم کو کتاب آئین بنا کر بھیجا ہے تو اسے زندہ رکھنے کی خاطر اسے معجزانہ انداز میں بھیجا ہے۔ قرآن ہوا، بر و بحر پر یا عام انسانوں پر نہیں بلکہ رسول امین پر نازل ہوا ہے جس کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

اور سنت و سیرت پیغمبرؐ پر ایمان ہے تو کچھ دیر علماء و دانشمندان کو موقع دیا جائے کہ قرآن سمجھنے کی کتاب ہے یا نہیں ؟ قرآن، دین کی اساس ہے یا نہیں؟ سنت پیغمبر دین کا مصدر ہے یا نہیں؟ کیا سنت قرآن جیسا ہے۔ قرآن و سنت

میں کوئی فرق ہے یا قرآن نے اپنی ضمانت خود پیش کی ہے؟سنت میں ضمانت نہیں ہے،سنت میں یہ ضمانت تو سط سے ہے،لیکن اب اس کی ضمانت ڈنڈا بر داران نے اٹھایا ہوا ہے۔

باطنیہ منافقین کا تسلسل:

دشمنان اسلام نبی کریمؐ اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں دو بہ دو آمنے سامنے آ کر کارشکنی اور مزاحمت کرتے تھے جب انہیں یہ محسوس ہوا کہ مسلمان قرآن کریم اور نبی کریمؐ کی سنت وسیرت کو روکنے کی کسی بھی سازش کو قبول نہیں کرتے اسے پذیرائی نہیں دیتے،لہٰذا انہوں نے ظاہری دو بہ دو ، کھلے میدان چھوڑ کر پس پردہ چلے گئے جہاں سے انہوں نے ایک باغی لشکر بنیا درکھی اور یہ فیصلہ کیا کہ کیونکہ مسلمان جو قرآن ،سنت پیغمبرؐ اور رہبران دینی سے عجیب وغریب شغف ومحبت رکھتے ہیں انہیں کھلے کفر والحاد کی طرف دعوت نہیں دے سکتے چنانچہ انہوں نے دیکھ کر مسلمان جنگ روم وفارس میں ایک عشق وولولہ کے ساتھ میدان کارزار میں وارد ہوئے اور جس جس جگہ فتح وکامیابی کی چوٹی کو چوم کر آئے،وہاں انہوں نے پرچم فتح اسلام کولہرایا ،لہٰذا انہیں یقین وتجربہ ہوا کہ ان قرآن واسلام سے دو بہ دو مزاحمت کرنے کی صورت میں ان کی غیرت اور حمیت میں مزید حرارت آتی ہے اور مزید ان کی روح میں جہاد ومقاومت کا جذبہ وشوق پیدا ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ فرصت ضائع ہونے سے پہلے لجام ہاتھ سے نکلنے سے قبل ایک ایسا کام کریں کہ مسلمان نہ اپنے اہداف سے نزدیک ہوسکیں نہ زیادہ پریشان ہو جائیں اور جوش وجذبہ میں آجائیں بلکہ ان کے ساتھ ان کے دین کے چہرے میں ہمدرد دیندار اور عاشق وشیدا بن کر چلیں ہر طرف سے انہیں گھیر کر رکھیں اور رہبران دینی کی حمد وستائش اور ان سے عشق ومحبت کے نام بنانے میں غلو میں گرفتار کریں اور اسی کو کل دین ودیانت سمجھ کر گمراہ کریں پھر دین کی ضرورت خود بخود ختم ہو جائے گی، بلکہ کسب وکاج کی ضرورت کو بھی ختم کریں اور قرآن کو آئین حیات بنانے کے بجائے اس کی ایسی تعظیم وتفخیم کریں یہاں تک اسے عقول بشر کی فہم وادراک سے دور اور آئین وزندگی ہدایت ورہبری سے قاصر وناقص بنائیں اور اس کی تعظیم اس طرح سے کریں کہ قرآن ظنی الدلالۃ بنائے اور اس سے کچھ سمجھنے اور نکالنے کے لیے اسے گویا بنانے کے لیے حدیث سے استعانت کو ضرور بنائیں

-

ہمیں بھی ان برے عزائم سے آگاہ کیا۔اور ہمیں بھی کلمہ حق بلند کرنے کی دعوت دی۔اس حوالے سے اپنا

بمع دیگر علمائے تشیع جنہیں آپ جانتے جنہوں نے اپنی کسی کتاب میں ’عدم تحریف‘‘ قرآن کے بارے میں لکھا ہو یا ابھی اُن فتویٰ کا نقطہ نظر لے سکتے ہیں، تو اس حوالے سے ان سے فتویٰ لے کر ہمیں ارسال کریں۔ اور ساتھ ہی بعض نے اپنی طرف سے نشر کردہ اعلانات وفتاویٰ بھی ہماری طرف ارسال کئے۔ جس طرح دیگران کو کیا ہوگا۔

لیکن ہم اس حوالے سے دو زاویوں سے اختلاف رکھتے ہیں۔

۱۔ کتاب **التحقیق فی نفی عن التحریف** علامہ میلانی کی، اور کتاب **اوھام حول القرآن** میں علامہ عاملی کا بیان اور احسان الٰہی ظہیر، خطوط عریضہ خطیب بغدادی وفخر الرازی کے ایک دوسرے پر الزام دیکھنے کے بعد ۱۴۰۰ سال اس تنازع اور حل نہ ہونے والے اختلافات کیسے حل ہونگے۔ اگر ان کے نظریات کو پیش کریں۔ گے تو علامہ ظہیر نے جیسے کہا ہے جو نفی تحریف کے فتویٰ دیتے ہیں وہ درحقیقت مسلمانوں سے ڈر کر تقیہ کرتے ہیں لہٰذا ہم ۵۰ کی بجائے ۱۰۰ علماء کا بھی نظریہ دیں گے تو یہ نظریہ مفید ثابت نہیں ہوگا۔

۲۔ اس کے باوجود برادران اسلامی اور قرآنی نے ہم سے علمائے تشیع کے تحریف قرآن کے بارے میں نقطہ نظر، نظریات اور فتاویٰ پیش کرنے کے لیے اسرار کیا ہے۔

اس بات نے میرے ذہن میں ایک کشمکش، نفی واثبات میں تضاد وتناقض کی شکل اختیار کی کہ میں یہ لکھوں یا نہ لکھوں کیونکہ ان علماء کے نقطہ نظر کے تحت قرآن سے دفاع کرنا دو حوالے سے غیر صحیح قرار پاتا ہے۔

کیا قرآن اتنا مظلوم وبے بس ہوگیا ہے کہ ہم فقہا کے فتویٰ کے ذریعے یا اپیل کے ذریعے اس پر رحم کریں اور اس کی معاونت کریں؟ لیکن اگر علماء کے فتویٰ نہ دیں اور عدم تحریف پر سینکڑوں دلائل بھی قائم کریں تو کہتے ہیں کہ یہ بات آپ سے پہلے کتنے علماء اور مجتہدین نے کہی ہے۔ کہتے ہیں ہم نے تو مذہب انہی علماء سے لیا ہے تو آپ ایسے لوگوں کو کس طرح منوائیں گے لہٰذا میں یہاں پہلے مرحلے میں عرض کرتا ہوں کہ جب دور پیغمبرؐ میں پیغمبرتن وتنہا تھے اور پیغمبرؐ کو مجنون اور شاعر قرار دیا اور متہم کیا اور قرآن کو مسترد کیا تو وہاں نبی کریم نے ان کو منوانے کے لیے قرآن کے علاوہ کون سے فقہا ومجتہدین کے فتویٰ نقل کیے تھے کہ تم لوگ یہ مان لو کہ یہ قرآن صحیح ہے۔ قرآن نے یہ دلیل اپنے اندر سے پیش کی یا اپنی صحت کی دلیل کسی عالم کے فتویٰ سے حاصل کی ہے لہٰذا قرآن کی عظمت صیانت حقانیت علماء کے فتویٰ سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ ہم یہاں اگر ان علمائے بزرگ کے نظریات اقوال پیش کررہے ہیں تو اس کی وجہ یہ

ہے ہم ان کی کتابوں کو دیکھ کر ان دلائل پر خود پہنچے ہیں کہ قرآن اپنی سند اپنے اندر رکھتا ہے اور قرآن نے اپنا یہ دعویٰ اسی طرح یہ تر و تازہ رکھا ہے جس طرح اس کے آغاز نزول میں تھا۔ اسی طرح یہ دعویٰ فضا میں گونج رہا ہے اور آئندہ بھی گونجتا رہے گا۔ ہم ان علماء کے اس لیے مرہون منت ہیں کہ انہوں نے ہماری ان دلائل آیات کی طرف رہنمائی کی ہے جس طرح آج اہل قرآن استخراج آیات کے لیے **معجم المفهرس** تالیف **فواد عبد الباقی** کے مرہون منت ہیں کہ انہوں نے اس عمل سے ہماری استخراج آیات میں مدد کی ہے اور فواد عبد الباقی اپنی جگہ اس انسان کی مرہون منت بتاتے ہیں جنہوں نے ان کے سامنے یہ طرح پیش کیا ہے لہٰذا ہمارا ان علماء و مجتہدین کے نام بیک کرشمہ دو کام کریں گے۔ ایک ان علماء کے ذریعے استفادہ کیا ہے دوسرا جنہوں نے ہم سے فتویٰ مانگا۔ لہٰذا قارئین سے بھی کہتا ہوں فتویٰ مانگنے والے مفتیوں پر اعتماد کریں۔ دلیل والے دلیل پر اعتماد کریں اور جو شخص اصول اعتقاد میں تقلید جائز نہیں سمجھتا وہ دلائل پر اعتماد کریں۔ فرقے کی بقاء کی خاطر اسلام و قرآن سے نہ کھیلیں لہٰذا ہم ایک فرقے کے نظریات کو پیش کرنے کی بجائے جن جن علماء کی نفی تحریف کے بارے میں ہمیں نظریات میسر ہوئے سب کو نقل کریں گے۔

ہم اس سلسلے میں غور و خوض کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ کر میں اس بارے میں سادہ اظہار نظر کر کے چند صفحات دے دوں وہ درست نہیں ہے اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہے۔

۱۔ میں کوئی فقیہ، مجتہد اور مفتی نہیں ہوں میں نے ابھی تک کسی مسئلے میں کافر نجس ہونے کا کوئی فتویٰ نہیں دیا ہے۔

۲۔ میں اس وقت باصطلاح بعض علماء ایک متنازعہ شخصیت ہوں متنازعہ شخصیت کی کوئی رائے کی پذیرائی نہیں ہوتی ہے۔

۳۔ ہم اسلام کے علاوہ تمام فرقوں کو پیوند اسلام سمجھتے ہیں اور اس جسارت کو بھی مسلمان فرقہ در فرقہ میں بٹنے کے ثمرات شمار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم فرقہ کی ترجمانی کرنے کا خود کو مجاز سمجھتے ہیں اور نہ اسے صحیح سمجھتے ہیں۔

۴۔ فرقہ جو بھی ہوں انہوں نے قرآن سے دفاع کرتے وقت اپنے فرقہ کے پلہ کو بھاری رکھا اور قرآن سے زیادہ فرقہ سے دفاع کیا ہے۔

۵۔لہٰذا میں نہ کسی فرقہ کی ترجمانی کرتا ہوں اور نہ فرقہ کی ترجمانی کرنے والوں کے ان فتاویٰ کو اہمیت دیتا ہوں۔

۶۔قرآن کو فرقوں کے علماء کے فتاویٰ سے بچانا ہوگا ورنہ قرآن کا حشر نعوذ باللہ برا ہوگا قرآن کی حفاظت کے بارے میں ابھی سے مایوس ہونا چاہیے، کیونکہ تحریف ہونے کے معتقد اور نفی کرنے والوں کی رائے شماری میں کسی بھی وقت تحریف والوں کی تعداد بڑھ سکتی ہے۔

حدیث افتراق امت:

اس منسوب بہ رسول اللہ حدیث سے اور امت اسلامی میں موجود انتشار و افتراق جس میں بغیر کسی وقف کے روز افزون اضافہ اور تقسیم در تقسیم جاری ہے قرآن و سنتِ رسول کے تناظر میں مندرجہ ذیل مفروضات میں سے ایک کا انتخاب ناگزیر اور فرار ناممکن ہے۔

ا۔یہ حدیث، روایت سازوں کی ایک چھتری ہے جسے انہوں نے آئندہ بننے والے فرقوں کو بسانے کے لیے جعل کیا ہے۔

۲۔یہ حدیث، اپنی جگہ صحیح اور درست ہے،اس حدیث کو غلط ٹھہرانے والے منکر حدیث و رسول ہیں اس صورت میں دو طریقوں میں سے ایک انتخاب کرنا ہوگا۔

ا۔ان فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجی ہے باقی سب جہنمی اور ضال و گمراہ ہیں کون سا گمراہ ہے اس کی شناخت و پہچان ناممکن ہے۔لہٰذا ہر ایک نے اپنی مفتیوں اور زعمائے قوم سے مشورہ کر کے خود کو دامنِ کفر و شرک رہ کر دوسرے کی نابودی کا خواہان اور اس کے لیے تگ و دو کر رہے ہیں تو یہاں قضاوت کے لیے لومڑی اور کتے میں قضاوت کے لیے بھیڑیے کو بلانے کی مانند ہے جو کبھی فیصلہ ہونے نہیں دیتا اور جنگ جاری رہے گی، اور ملت کا جو نصیب ہوگا وہ ایک دوسرے کو گالی نفرت، بیزاری ہوا اور نسل جوان کی لادینیت کی طرف تیزی سے بڑھنا ہوگا پھر یہاں اللہ کا قرآن، رسول اللہ کے پیغام کے بجائے معاشرے کو سدھرانے، امن کی زندگی گزارنے کے بجائے پیار و محبت کی زندگی گزارنے کے لیے پیر و مرشد والے مذہب کو اٹھائیں جن کا دعویٰ ہے ہمارے مذہب میں ہمارے بزرگان کی پیغام پر عمل کر کے نجات حاصل کر سکیں قرآن رسول اللہ کو چھوڑ کر پیغام صوفیہ کو اٹھائیں تا کہ دنیائے کفر اور

ان کی ہدایت یافتہ اورزیرہ خواران سب ہم سے خوشحال ہوجائیں اورعلمائے بزرگان محافل موسیقی ملحدٗ ین کے استقبال کے صف اول میں شریک ہوجائیں ہم اس لیےنہیں کہتے ہیں کہ کہیں ہمارے قرآن میں بھی کتب انجیل کی مانند سینکڑوں قرائتی قرآن میں بن جائے گی پھرایک مشرک سربراہ آکرن سینکڑوں کواکائیوں میں محصورکر کے ہمیں اس پرمحدودمجبورکریں گےان کی خواہش یا خواب شرمندہ تعبیرنہیں ہوگا کیونکہ اس کتاب کے نازل کنندہ رب نے وعدہ دیا ہے کہ کوئی اسے گزن نہیں پہنچاسکے گا کوئی اس میں ہیرپھیرنہیں کرے گایہ اس کاوعدہ ہےاوروہ اپنے فیصلے میں غالب ہے ہمیں اس پرایمان واعتماد ہے ہم صرف اس لیے ڈرتے ہیں کہ ہمیں کبھی چیختے ہیں ہم بھی اسرائیل کے علماء کی مانند مفادات مصالح فروشی کے تحت فتوائیں صادرکرنے والوں میں شامل نہ ہوجائیں۔

فرقے:

فرقہ سازوں نے اپنے فرقے کے جواز میں نبی کریمؐ سے ایک حدیث نسبت دے کراسے بھی دین قراردیا ہے۔کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میرے بعد(۷۳)فرقے ہوں گےان میں سے صرف ایک ناجی ہوگا،اس حدیث میں ایک طرف سے ایک فرقے کوناجی باقی کوہلاک گردانا ہے دوسری طرف سے تمام فرقوں کوامت محمدؐ میں شامل کیا ہے یہ حدیث اپنی جگہ سنداورمتن دونوں میں جعلی نظرآتی ہے۔

مثلاً یہ کہ(۷۳)فرقے آپ کی وفات کے بعدکس دورسے شروع ہوں گے آیا فرقے اصول عقائد میں یا فروعات ومستحبات میں ایک زمانے میں ۷۳ ہوں گے یا آپ کے انتقال سے لے کرقیامت تک سب کوملا کے ۷۳ ہوں گے۔ایسے بہت سے سوالات اس حدیث کے متن پرواردہوتے ہیں ہم یہاں صرف چندزاویے پرروشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں میں پہلے مرحلے پر اصل دس فرقے بیان ہوئے ہیں،شیعہ،خوارج،مرجعہ،معتزلہ،جہمیہ ضراریہ، حسینیہ،بکریہ، عامہ،اصحاب حدیث،حنفی،جعفری،مالکی،شافعی،اہلسنت والجماعت،شیعہ زیدیہ،اسماعیلی،صوفی،پھرشیعہ کےتین فرقے بتاتے ہیں۔

ا۔شیعہ غالیہ،جنہوں نے علیؑ کی شان میں یااہل بیت کی شان میں غلوکیا جن کے خود(۱۵)فرقے ہیں۔

بنیہ،جلیجہ،حربیہ،مغیریہ،منصوریہ،خطابیہ،شرمعیہ،سبیہ،خطابیہ،یہ خودپانچ فرقے ہیں۔

رافضیہ کے(۲۴)فرقے ہیں،قطعیہ،کیسانیہ،(کیسانیہ کے چار فرقے ہیں)روانديہ،حسینیہ،محمدیہ،قرامطہ،مبارکیہ، سمیتہ،فطحیہ،زراریہ،مفضلیہ۔

اللہ کے جسم کے بارے میں(٦)فرقے ہیں۔

عقیدہ اللہ کے لیے بداء ہوتا ہے یا نہیں۔ان کے تین فرقے ہیں۔

عقیدۂ قرآن،خالق مخلوق پر دو فرقے ہیں۔

عقیدہ ارادہ خدا کے بارے میں چار فرقے ہیں۔عقیدہ اعمال انسان کے بارے میں تین فرقے ہیں۔

عقیدۂ رجعت کے بارے میں دو فرقے ہیں۔

عقیدہ آئمہ،انبیاء سے بہتر یا نہیں اس بارے میں تین فرقے ہیں۔

پیغمبرؑ کا معصیت کرنے کے بارے میں دو فرقے ہیں۔

علم امام کے بارے میں دو فرقے ہیں۔

آئمہ کے معجزہ نما ہونے کے بارے میں چار فرقے ہیں۔

پھر اس کے بعد چندین فرقے وجود میں آئے ہیں۔شیخی ومقصرین،تقلیدی اور غیر تقلیدی۔

٦٧٠ھ میں نصیر الدین طوسی نے کہا تھا شیعوں کے ۳۳ فرقے ہیں۔اس سے پہلے شیخ مفید نے شیعوں کے فرقوں کے آپس میں اختلافات کے بارے میں پریشان تھے اس کے باوجود کہتے ہیں شیعہ میں چند فرقے نہیں ہے۔شیعہ ایک ہی ہیں۔

مسلمانوں میں پائے جانے والے فرقے سب دوسری صدی کی پیداوار ہیں۔ان فرقوں کا اپنا انتساب،پہچان وتشخص قرآن کریم سے انحراف ہے،اسلام کی برگشت قرآن اور سنت دونوں کی طرف ہے،جبکہ ان میں سے کسی نے خود کو فرقہ قرآنی کہا ہے کسی نے محمدی کسی نے اہل سنت اور کسی نے شیعہ سے خود کو متعارف کروایا۔جبکہ یہ تمام تعارف ناقص اور غیر اسلامی ہیں کیونکہ یہ قرآن اور سنت دونوں یا ایک سے انحراف ہے۔

فرقہ پرستی کی حد یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کسی سے پوچھیں کہ آپ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور اگر جواب ملے کہ اسلام سے تو وہ چڑ تا ہے اس بات سے نہ سنی راضی ہیں اور نہ ہی شیعہ۔

اگر پوچھا جائے قرآن پر حاکمیت حدیث کی فکر کس فرقے سے شروع ہوئی ہے تو جواب یہ ہے: بغیر کسی کمی و بیشی کے تمام فرقوں نے اس میں حصہ ڈالا ہے ان فرقوں نے قرآن کو محکوم و مہجور چھوڑا ہے گرچہ بعض نے ترتیل قرآن پر بہت توجہ مبذول کی ہے۔ حُسن قرائت کو تمسک بہ قرآن قرار دیا ہے۔ لیکن عملی میدان میں قرآن کو پیچھے چھوڑنے میں سب یکساں ہیں۔ جب قرآن کریم کو آئین زندگی نہیں بنایا تو برادران اہل سنت نے قرائت کے توسط سے اسے ذریعۂ معاش بنایا اور دیگر قرائتی درسگاہوں کی بہ نسبت اس میں تیزی دکھائی۔ اس حوالے سے ان کی درسگاہوں کو قرآن تلاوت ہونے والا قبرستان کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح مدارس شیعہ میں، قرآن اور سنت کو رد کنے کے بعد میدان مسابقہ میں برتری کے لئے جدید علوم کا پرچار کرنا شروع کیا گیا۔

۲۔ آئمہ سے بھی منسوب کر کے احادیث جعل کی گئی ہیں۔

نقطہ ضعف مسلمین:

اگر کوئی تحقیق کنندہ اس حوالے سے نقطہ ضعفِ مسلمین کے اسباب و علل کو تلاش کرے تو اس کا پہلا عنوان یا اور اولین نقطہ تفرقہ و انتشار مسلمین قرار پائے گا اور اگر مسلمانوں کے افتراق و انتشار کے اسباب و علل کو تلاش کریں گے تو اس کا ٹھکانہ مسلمانوں کی حدیث گرائی میں ملے گا۔ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ نبی کریمؐ کی سنّت و سیرت نص قرآن کے تحت مسلمانوں کے آئین زندگی کا دوسرا حصہ اور دوسرے درجے پر ہے، جبکہ حدیث میں قرآن جیسا اعجاز نہیں، قرآن کی مثل لانا کسی کے لئے ممکن نہیں، لیکن حدیث اس طرح نہیں۔ نبی کریمؐ کی سنت و سیرت کی حیثیت گزشتہ کتب آسمانی کی مانند ہے۔ جس میں علمائے یہود نے دست اندازی کی ہے، اسی طرح علمائے مسلمین میں سے ''شکم پرست، شہرت پرست، اقتدار پرست'' علماء نے حدیث کو بھی ایک متاع بازار کے طور پر بازار عکاظ کے میلے میں رکھا ہے اس میں قصوروار تنہا ایک فرقہ نہیں بلکہ تمام فرقے کے علماء نے دام درم خریدار یوسف جیسا پیش کیا ہے، کوئی فرقہ دوسرے سے پیچھے نہیں۔

نبی کریمؐ سے منسوب حدیث کہ ''میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے'' لیکن امت اس تعداد سے کئی گنا آگے تجاوز کر چکی ہے۔ یہ منسوب حدیث چندین آیات کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے بوئے تطیر (فال بد) آتی ہے۔ جبکہ نبی کریمؐ سے مروی حدیث میں آیا ہے تطیر (فال بد) کرنے والے ہم میں سے

نہیں ۔ نبی کریمؐ، جنہیں مشرکین فارس سے نصاریٰ کو ہونے والی ہزیمت اور شکست بری لگی ہو یہاں تک کہ اللہ نے موحدین کو مشرکین پر فتح کی خبر دی وہ اپنی امت کی بربادی کی تطیر (فال بد) کیسے کر سکتے ۔ اس سے محسوس ہوتا ہے اس حدیث کو فرقہ سازوں نے از خود بنایا ہے، چنانچہ خود فرقوں کو تنہا اسلام کا نام گوارا نظر نہیں آتا، کیونکہ اگر کسی کو مسلمان کہیں تو وہ قانع نہیں ہوتا ۔ یہ تحفہ ہمیں حدیث گراؤں سے ہی ملا ہے ۔ اس کے بعد یہ امت، امتِ دور جاہلیت بنی جس کی پہلی شناخت انتشار، پراکندگی، بغض وعداوت اور ایک دوسرے سے نفرت ہے ۔

تحریف قرآن یعنی موجودہ قرآن سے آیات محذوف ہونا یا ساقط ہونا ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ قرآن کریم کی آیات میں موجود نظم ونسق غیر مربوط یا جا بجا ہونے کی فکر کا اصل مصدر و مآخذ کہاں جا کے رکتا ہے؟ کس فرقہ اور گروہ کے ذمہ یہ فکر عائد ہوتی ہے؟ ۔ چونکہ یہ عنوان اپنی جگہ امت اور قرآن والوں کی نظر میں نہ دھلنے والا ایک ایسا سیاہ داغ ہے، جسے کبھی وہ اپنی جبین سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی اسے لاوارث و غیر حامل موضوع کے طور پر یوں ہی چھوڑنا چاہتے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں بہت سے علماء اور دانشمندان نے تحریف قرآن کی جنایت کا ذمہ دار فرقہ امامیہ کو قرار دیا اور اپنے آپ کو حافظ و نگہدار دیکھایا ہے، جبکہ بعض علماء شیعہ نے تحریف قرآن کو اپنے سے رد کیا ہے ۔ جس جس کی پیشانی پر لگے یہ سیاہ داغ وہ شرم وحیا سے سر جھکانے پر مجبور ہوگا لہٰذا اہل فرق اس جرم و جنایت کو اتار کر دوسرے پر لگانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ چنانچہ اس بحث میں متصدی افراد کا کہنا ہے تحریف قرآن کے ذمہ دار اہل سنت والجماعت ہیں ۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا کہنا ہے تحریف القرآن کے ذمہ دار شیعہ امامیہ ہے ۔

اس صورتحال کو سامنے رکھنے کے بعد ہمیں چاہیے کہ شخصیات کو تولنے کی کسوٹی اسلام کو بنائیں اور اسلام کی بقا، درحقیقت قرآن میں ہے ۔ جو قرآن کو اٹھاتا ہے وہی اسلام کی بات کرتا ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ پاکستان سمیت بعض دیگر ممالک میں دینی ٹھیکدار علماء اور تنظیمیں امام خمینی کے اس تفرقہ کو مٹانے اور تنہا اسلام کو اٹھانے کی بات سے اتفاق نہیں کرتے ۔

۲۔ افسانہ تدوین قرآن یا غوغائے حدیث گراں:

''بہت سی احادیث ضائع ہو چکی ہیں'' وغیرہ یہ سب باتیں حدیث گراؤں کی طرف سے ایک غوغا ہے تا کہ انہیں یہ بہانہ مل سکے کہ بہت سی احادث ضائع ہو چکی ہیں لہٰذا ہمارا جعل ان کا جبران نہیں کر سکتا ہے ۔

جب دین وشریعت کامصدر حدیث ہو کے رہ جائے تو سوتیلی ماں کا سوتیلے بیٹے کی میت پر رونے کی مانند ہے۔

نبی کریم کی بہت سی احادیث تدوین حدیث پر پابندی کی وجہ سے ضائع ہو چکی ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کمی کو پورا کریں یہاں سے حدیث میں توسیع شروع ہوئی ہے۔ پھر مزید سمجھنا ہے تو مفسرین کی مدد لیں۔ اس طرح قرآن کو معطل کر کے حدیث سے باندھنے کے بعد بے چارے مسلمان ہدایت ورہبری سے محروم ہو کر اپاہج اور لنگڑا بن کر حدیث کے دروازے پر کھڑا کیا ہے اہل توسیع نے شروع میں بعض احادیث کے مجموعے کو متضاد و متناقض اعداد و شمار سے باہر کیا، پھر حدیث سازی کی اس خیانت کو چھپانے کے لیے رجال شناسی بنائی اور رجال شناسوں کے ذریعے ایک نے اس کی مذمت کی۔

ا۔فرقے جتنے بنا سکتے ہیں بنائیں کوئی روک ٹھوک، حد وحدود نہیں جتنا بنا سکتے ہیں بنائیں، ابھی تک سلسلہ جاری ہے۔ اور فرقوں نے حدیث کو بھی چھوڑ کر مفتیاں کے دروازے پر پہرہ دینا شروع کیا۔ اس کے لیے چند مرحلہ طے کرنے کا فیصلہ کیا۔

فرقے کو بچانے کے لیے نبی کریمؐ سے گھڑی ہوئی حدیث کے بارے میں بھی دو فرقے بنے ایک نے کہا ہے سب جہنمی ہیں صرف ایک ناجی ہے۔ دوسرے نے کہا سب ناجی ہیں۔

حدیث گراؤں سے ہماری مراد ایک مخصوص فرقہ نہیں، بلکہ اس سے مراد حدیث کا کاروبار کرنے والے اور حدیث کو قرآن پر مقدم رکھنے اور حدیث کو حاکیت دینے والے افراد ہیں۔ انہوں نے بے تحاشا بے حد و احصاء احادیث وضع کرنے کے بعد ان جعلیات سے نظر ہٹانے کی خاطر تدوین حدیث کا شوشہ چھوڑنے کی کوشش کی کہ تدوین حدیث میں تاخیر ہونے کی وجہ سے بہت سی احادیث ضائع ہو چکی ہیں اور ہم تک نہیں پہنچی ہیں۔ یہ غوغا اخباری اور حدیث گراؤں نے گڑھا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ حقائق سے متصادم ہے۔ یہ کبھی اس کی ممانعت کو خلیفہ دوئم یا خلفاء کی طرف نسبت دیتے ہیں اور تنقید ہونے کی صورت میں کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ نے حدیث کی تدوین سے منع فرمایا تھا۔ البتہ یہاں یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ تدوین کے دو تصور ہیں۔ ایک تصور یعنی لکھنا یا کتابت کا ہے۔ جبکہ دوسرا تصور تمام احادیث کو یکجا موضوعی طریقے سے جمع کرنا ہے۔ لیکن تدوین سے مراد ہمیشہ کتابت کو لیتے ہیں جو ایک کھلا جھوٹ ہے۔ اس کے شواہد دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔نبی کریمؐ کی سنت یا حدیث کا معنی قول،فعل اور تقریر رسول اللہ ہے،لہٰذا اس سلسلے میں پیغمبرؐ کے تمام کردار گفتار،نقل وحرکت،سکوت و خاموشی سب اس میں شامل ہیں۔اس مفہوم کو سامنے رکھنے کے بعد کیا رسول اللہ نے احادیث لکھنے سے منع کیا تھا یا خلفاء نے ''کلاثم کلا'' ہے۔

۲۔تاریخ میں آیا ہے،پیغمبرؐ نے بہت سے افراد کو کاتبان وحی کے نام سے منتخب کیا تھا۔جن کی تعداد چالیس سے زیادہ تھی جبکہ یہ تعداد اپنی جگہ تقسیم شدہ ہے۔بعض صرف قرآن لکھتے تھے اور بعض قرآن اور پیغمبرؐ کے دیگر فرمودات کو بھی لکھتے تھے۔عہد و پیمان معاہدہ لکھنے والے، جیسے یہود کے ساتھ ہونے والا صُلح حدیبیہ اسی طرح بادشاہان،امرائے اشاعر و قبائل کے لئے لکھے جانے والے خطوط کس نے لکھے ہیں۔کیا یہ حدیث نہیں ہیں؟

۳۔کتب حدیث میں درج ہے کہ حضرت عائشہ ام المومنینؑ،جابر ابن عبداللہ انصاری،ابن عباس،عبداللہ بن عمر،ابوھریرۃ،یہ سب امت اسلامی کے نزدیک محترم اصحاب یا صاحب تعظیم و تکریم ہیں اور یہ ذوات سب سے زیادہ نبی کریمؐ سے احادیث نقل کرنے والے ہیں۔

[السنۃ قبل تدوین ص ۴۰۹]

ابو ہریرہ سے ۱۳۸۴۸ احادیث نقل ہیں۔

عبداللہ ابن عمر سے ۱۲۶۳۰ احادیث نقل ہیں۔

انس ابن مالک سے ۲۲۸۶ احادیث نقل ہیں۔

عائشہ سے نقل شدہ احادیث ۲۲۱۰ ہیں۔

عبداللہ ابن عباس سے نقل شدہ احادیث ۱۶۶۰ ہیں۔

جابر بن عبداللہ سے نقل شدہ احادیث ۱۵۴۰ ہیں۔

ابوسعید خدری سے نقل شدہ احادیث ۱۱۷۰ ہیں۔

۴۔تدوین حدیث منع ہونے کے بعد سنہ ۹۵ ھ میں عمر بن عبدالعزیز یا ۱۳۴ ھ کو منصور دوانقی خلیفہ دوم بنی عباس کے دور تک یہ ذوات دنیا سے جا چکے تھے۔لہٰذا ان سے اتنی احادیث کیسے نقل ہوئی ہیں۔آیا رسول اللہ کے منع کرنے کے باوجود یہ لکھتے تھے۔کیا یہ ذوات خلیفہ دوم کے حکم کو نظر انداز کر کے لکھتے تھے؟ کیا یہ ذوات ان احادیث کو

دین ومذہب سمجھ کر لکھتے تھے۔

۵۔ان کے علاوہ کتب احادیث میں خلیفہ اول ابوبکرؓ سے حضرت عمرؓ،عثمانؓ،علیؓ،عبداللہ رافع سے غرض ہر ایک صحابی سے سو، ڈیڑھ سو، پچاس یا دس احادیث جمع کی گئی ہیں تو کیا ان لوگوں نے رسول اللہؐ کے منع کرنے کے باوجود احادیث لکھی ہیں۔اگر رسول اللہؐ کے منع کرنے کے باوجود لکھا ہے تو ان پر کیسے اعتبار کریں گے۔

آیا علی جو چھ سال کی عمر سے پروردہ رسول ہو زہرا مرضیہ جو رسول اللہ کی چہیتی بیٹی ہو آپ کی تمام توجہات کی مرکز ہو حضرت ابوبکرؓ جو سب سے پہلے ایمان لانے تصدیق کرنے والے خلوت وجلوت میں ساتھ رہنے والے آپ کی زوجہ کا باپ ہونے حضر وسفر میں پچاس سے زائد عرصہ شریعت آنے سے پہلے دوستی رکھی ان سے زیادہ ابو ہریرہ کا ان سعید خدری روایات کے راوی کیسے بنے عبداللہ ابن عمر اپنے باپ جسے دور رسالت کے مصیبت کے علاوہ ۱۲ سال اقتدار خلافت پر احکام قرآن اور سنت بتانے والے سے بیٹھا کیسے حدیث جاننے لگا اس کو کس طرح سمجھنا ہے یہ کس منطق کے تحت سمجھیں رسول اللہ اپنے پروردہ داماد بیٹی اپنے دوست قدیم کو چھوڑ کر ابو ہریرہ اور عبداللہ عمر کی حق میں دعا کرتے تھے کویا رسول اللہ بھی صوفی تھے علم کی تھیلی پہلے آنے والے کو دیا کیا رسول رحمتہ للعالمین تھے یا پیرومرشد ابو ہریرہ وعبداللہ بن عمر تھے اگر رسول اللہ کی دعائیں ایسی چیزوں میں مستجاب ہوتی تھیں تو کیوں امت میں فال بدتمیور تفرقہ اور فرقہ بندی کی بجائے امت کی وحدت کے لیے دعا کرتے ہیں اور دعا کرتے کہ خلافت راشدہ کا سلسلہ قیام قیامت تک جاری رکھے تاکہ ان منحرفین خلفاء سلاطین روسائے جماہیر کی شر سے امت کو نجات ملتی۔

دین اسلام، ایک دائم وجاوید دین ہونے کے حوالے سے، ضروریات زندگی کے لیے اس کے اصول وضوابط کی کتنی شقیں ہونی چاہیے؟ یا نبی کریم انسان کو آئین واصول زندگی سکھانے کے لیے تشریف لائے تھے یا عورتوں کو کھانے پکانا درزی سیکھانے کے لیے، کتاب قلم اٹھانا، زمینداروں کو زراعت، پیوند کاری سیکھانے یا طباء کو دواء بنانا سیکھانے کے لیے آئے تھے۔

۶۔نبی انسان کو آئین زندگی سکھانے کے لئے آئے ہیں۔آپ کا مقصد انسانوں کو کسب وکاج، سیرو سیاحت اور حفظان صحت کے اصول سیکھانا نہیں تھا۔لہٰذا ان مسائل کے بارے میں وارد احادیث اپنی جگہ بے معنی ہیں ۔بلکہ ایک مکروہ سازش کے تحت جعل کی گئی ہیں تاکہ انسان بنیادی آئین سے دور رہو جائے، اور غلط راہ پر گامزن ہو۔

اور آگے جا کر انسان کو آئین سے ماوراء کوئی اور چیز سکھائے۔

۷۔حدیث شناسوں نے کتب احادیث میں وارد احادیث کی چھان بین کرنے کے بعد مخصوص تعداد احادیث کو جعلی اور نا قابل عمل قرار دیا ہے۔

۸۔قرآن کریم پہلا مصدر ہے،اس کے تحت نبی قرآن کے مبین، مفصل اور شرح کنندہ ہیں۔لہٰذا احادیث ،قرآن کریم کی وارد آیات سے متصادم ومتضاد نہیں ہونی چاہیے۔

۹۔نبی کریمؐ کی ۲۳ سالہ آئینی زندگی میں جو کچھ رونما ہوا ہے وہ احادیث میں ہم تک پہنچی ہیں اب وال ہے کہ انسانی زندگی اتنی دفعات پر مشتمل ہوگی۔

اگر ہم فرض کریں کہ ضائع شدہ احادیث کو اس سے برابر کہیں تو کتنی اعداد ہونگی؟ آیا آئین زندگی انسان کے حدود وطاقت کے اندر ہے جس پر عمل کرنا ہے یا آئین کی صرف وردکرنے سے انسان اس پر احاطہ کرتا ہے یا انسان کو اس میں محو ہونا ہے۔اگر اتنی احادیث سمجھیں گے تو یہ انسان کے لئے قابل عمل نہیں، کیونکہ ان میں سے بہت سی احادیث اپنی جگہ نا قابل عمل بھی ہیں۔بعض عقل سے متصادم ہیں بعض قرآن سے،بعض پیغمبرؐ کی منقول ومسلم احادیث سے متصادم ہیں تو ان سب پر انسان کیسے عمل کرے گا۔

دائرہ سنت میں توسیع:

سنت:

سنت رسول کا حجت ہونا قرآن کریم کی آیات اور آپ سے وارد متواتر روایات سے ثابت ہے صرف روایات متواترہ یا آحاد موثقہ ہی سے ممکن ہے،لیکن حدیث سازوں نے اس میں توسیع کرنے کی خاطر تین طریقے اپنائے ہیں:

اصحاب وآئمہ کی سنت حجت ہونے کے بارے میں اسناد کو مناقشے کے ترازو سے گزارنے کے بعد معلوم ہوگا۔آیئے دیکھتے ہیں جو افراد سنت اصحاب یا خلفائے راشدین کو حجت مانتے ہیں ان کی دلیل کیا ہے"وہ سلسلہ میں ایک حدیث سے بھی استناد کرتے ہیں۔جسے پیغمبرؐ سے نسبت دی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:"میرے اور میرے اصحاب کی سنت حجت ہے۔"یہاں ہم اس حدیث کی سند اور متن دونوں کے بارے میں گفتگو کریں گے جہاں تک

سند کی بات ہے اس میں دو باتیں ہیں۔

ا۔سنت صحابہ: اہل سنت نے سنتِ صحابہ کو سنت رسول میں اضافہ کیا ہے انہوں نے اس کی دلیل وسند میں ایسی روایات سے استناد کیا ہے کہ اگر ان روایات کو اپنی سند کے حوالے سے تسلیم کریں تو یہ روایات بھی خود خلفاء کی سنت عملی سے متصادم ہوگئی، کیونکہ خلفاء، خلافت کی ابتدائی خطبوں میں واضح الفاظ میں کہہ چکے تھے کہ ہم بشر ہیں ہم غلطی کر سکتے ہیں اگر ہم نے صحیح راستے کو اپنایا تو ہماری تائید و معاونت کریں اگر ہم نے راہِ ضلالت یا غلطی کو اپنایا تو ہمیں سیدھا کریں۔جب نبی کریمؐ کے علاوہ کسی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں تو جائز الخطاء ہر کسی شخص **کائنا ما کان** رہتا ہے۔جب خلفاء خود کہتے ہیں اگر ہم نے غلطی کی تو ہماری اصلاح کریں یہ ان کی طرف سے اعتراف ہے، صحابی سچا عادل ہے وہ جو کچھ سنت رسول سے نقل کرتا ہے وہ حجت ہے نہ کہ خود ان کی سنت امت پر واجب ہے۔یہاں سنت سازوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یا وہ حدیث صحیح ہے جو پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کی سنت بھی حجت ہے اگر یہ صحیح ہے تو وہ بات جو خلفاء سے منسوب ہوگئی وہ غلط ہے اگر خلفاء کی بات صحیح ہے تو پیغمبرؐ سے منسوب حدیث غلط ہے یہ دونوں قابل جمع نہیں۔

ا۔دیکھنا یہ گا اس کا راوی کون ہے۔

۲۔ایک حدیث میں اصحاب کہا ہے جبکہ دوسری جگہ خلفائے راشدین کہا ہے۔جبکہ ہر صحابہ کی سنت حجت نہیں ہے۔ہمیں دیکھنا ہوگا کہ یہ لفظ راشدین پیغمبرؐ کے دور میں بھی استعمال ہوتا تھا یا بعد کی ایجاد ہے۔

دوسری جگہ پیغمبرؐ سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا میرے خلفاء کی تعداد بارہ ہیں اور یہ سارے قریش سے ہوں گے۔جب ان کی گنتی کی جائے تو بارہ نہیں بنتے اس سے ثابت ہے کہ خلفاء کی تعداد اپنی جگہ مخدوش ہے۔

متن حدیث: متنِ حدیث میں آیا ہے کہ خلفائے راشدینؓ کی سنت حجت ہے۔لیکن خلفاء اپنی خلافت کے ابتدائی خطبے میں بطور واضح یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہو سکتی ہے۔آپ ہمارے اوپر نظر رکھیں اور ہماری غلطیوں کی اصلاح کریں۔

۲۔خلفاء اپنی سیرتِ علمی میں ایک دوسرے سے مختلف اور متصادم ہیں، لہٰذا سنتِ خلفا ءایسی سنت نہیں کہ جس کی صحت یقینی ہو۔

سنت صحابہ:

ہم ان فرق وگروہ میں سے نہیں ہیں جو صحابہ کرامؓ کے بارے میں برے عزائم نیات کے ساتھ برے الفاظ وکلمات استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ابتدائی تمہید میں صریحاًبیان کرچکے ہے کہ صحابہ بلخصوص مہاجر اور انصار جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ فرمایا ہے، اسی آیت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن جو دین ہم نے قرآن وسنت رسولؐ سے لیا ہے، اس کی اساس قرآن ہے۔ آپؐ اس کے مبین وشارح ہیں، حرف اول ہے۔ ہم تابع قرآن وسنت رسولؐ ہیں لیکن اصحاب کو کس آیت اور کس نص قطعی الصدر اور قطعی الدلالۃ سے شامل کیا گیا ہے۔

۲۔ اہل بیت کی سنت حجت ہے انہوں نے اس سلسلے میں دو دلیل سے استناد کیا ہے۔

۱۔ حدیث ثقلین: جس میں کہا گیا ہے قرآن کے علاوہ میری عترت کی تاسی واتباع نجات وسعادت کی ضمانت ہے، ان سے تمسک کرنے سے نجات ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی سنت حجت ہے۔

۲۔ اہل بیت اطہار معصوم ہیں: معصوم ہونے کے بعد ان کے قول حجت ہونے میں جائے شک وتردید باقی نہیں رہتی ہے، چونکہ تمام اصحاب عادل نہیں ہیں نبی کریمؐ کے بعد اصحاب منخرف ہو گئے ہیں لہذا سنت رسولؐ کو اہل بیتؑ سے ہی لیا ہوگا۔ یہ دو دلیل اپنی جگہ ذیل کے نکات کے تحت مخدوش ہیں،

۱۔ حدیث ثقلین: اس میں قرآن کے بعد سنت رسولؐ کا ذکر آیا ہے اور لفظ ''عترت'' صرف اہل تشیع کی روایات میں ملتا ہے، اور جو روایات ایک فرقے کا ہو دوسرے فرقے کے سامنے کسی مطلب کی صحت کے لیے اس سے استناد نہیں کی جاسکتی ہیں، کیونکہ کسی کے سامنے دلیل پیش کرتے وقت ضروری ہے کہ وہ دلیل اس فریق کے لیے قابل قبول ہو ورنہ ان کے لیے حجت نہ ہوگا۔

۲۔ اگر اس بات کو تسلیم کریں کہ سنت کی جگہ عترت ہے تو آپ ان ذوات کی امامت کو کہاں سے ثابت کریں گے؟ جب سنت پیغمبرؐ حجت نہیں تو اس حدیث کو آپ سنت کہیں گے عترت کہیں گے یہی آپ کا مدعا ہے کہ آئمہ حجت ہے اور یہی آپ کی دلیل ہے دلیل اور مدعا دونوں ایک ہیں۔

۳۔ آپ کہتے ہیں آئمہ کا معصوم ہونا ثابت ہے وہ خطاء نہیں کرتے غلطی نہیں کرتے لہذا وہ حجت ہیں۔ اہل بیت کا معصوم ہونا اپنی جگہ واضح وروشن ومدلل نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے فرقے کے علاوہ کسی دوسرے فرقے کے لیے

ثابت نہیں کر سکتے ۔اس کے علاوہ اگر کوئی ہستی معصوم ہو خطاء نہیں کرتی ہو تو اس کی سنت حجت ہونے کے لیے بھی دلیل چاہیے، کیونکہ بذات خود معصوم ہونا صحت کے لیے کافی نہیں کہ اس کا قول بھی حجت ہوگی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے انسانوں کے بارے میں مشہور ہے انہوں نے ترک مستحبات تو چھوڑیں ترک اولی بھی نہیں کیا ہے ۔کتنے علماء ہیں جو حکم دیتے ہیں حکم اپنی جگہ خطاء نہیں ہے لیکن ان کا قول حجت ہونا ثابت نہیں ہے ۔کیونکہ انسان پر حجت صرف اللہ کا فرمان حجت ہے اس کے بعد وہ جس کے حکم کو حجت کہے۔

۴۔کتاب اصول کافی میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اگر ہماری طرف سے بیان ہونے والے احکام کی سند و دلیل کے بارے میں ہم سے پوچھیں کہ قرآن کریم کی کس آیت میں ہے، نبی کریمؐ کی کس سنت میں ہے آپ نے کس سے استناد کیا ہے؟ اگر ہم ان کی سندیں قرآن وسنت سے ثابت نہ کریں تو سمجھ لیں یہ احکام غلط ہیں ۔یہاں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اصل حجت قرآن وسنت ہے، آئمہ طاہرینؑ کا قول بغیر استناد بہ قرآن وسنت ہرگز حجت نہیں ہوسکتا۔

حاکمیتِ قرآن یا سنت:

آیتِ اولی الامر میں، اختلاف وتنازع کی صورت میں قضاوت اللہ اور رسول کی طرف لے جانے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ کی طرف لے جانے سے مراد قرآن اور رسول کی طرف لے جانے سے مراد آپ کی سنت کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ فی زمانہ خلیفہ اور اولی الامر مسلمین کون ہے کے بارے میں معاویہ اور امیر المومنین میں اختلاف ہوا تو دونوں نے فیصلہ قرآن وسنت رسول پر رکھا تھا لیکن ان دونوں میں اختلاف کی صورت میں فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟ اس حوالے سے ہمیں چند حقائق کو سامنے رکھنا ہوگا۔

۱۔قرآن نے مقابلہ بالمثل کی تحدی کر کے اپنے اندر سے ابہام وغموض داخل ہونے کے امکان کو مسترد کیا ہے ۔جبکہ احادیث میں غیر سنت کے داخل ہونے سے روکنے کی کوئی ضمانت نہیں، لہٰذا وہ ایک درجہ قرآن سے کم ہے۔

۲۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آیاتِ محکم قرآن، کسی اور چیز کے سہارے کے بغیر اپنی جگہ حجیت قاطعیت رکھتیں ہیں ۔یہ قطعی الصدور کے ساتھ قطعی الدلالت بھی ہیں ۔یہ کس کی منطق ہے کہ تمام آیات قرآن ظنی الدلالہ ہے۔

کسی ما فوق اللہ نے کہا ہے حالانکہ اللہ نے تو چندین آیات میں اس کو واضح الدلالہ کہا ہے۔ جبکہ سنت اپنی جگہ شکوک سندی کے ساتھ بعض اوقات شکوک دلالت بھی رکھتی ہے۔ لہٰذا وہ اس شک کی وجہ سے ایک درجہ قرآن کے نیچے ہے۔

۳۔ بہت سی احادیث، کثیر آیات محکمات سے متعارض ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔ یہ دوسرے درجے پر ہیں۔

۴۔ کثیر روایات خود رسول اللہ سے مروی روایات سے بھی متصادم ہیں۔

ہم ان نکات کو ایک طفل مکتب کی حیثیت سے اٹھا رہے ہیں اور اپنے دین کو **علی بصیرۃ فی دینک** کے تحت سمجھنے اور اسی پر مرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ ہم اس سے دنیا میں کسی معاوضے کے طالب نہیں، قارئین جانتے ہیں کہ میں نے ان سوالوں کا معاوضہ ملک کے مقتدر، دینی، اجتماعی اور اقتصادی خلف سے حاصل کر چکا ہوں یہ میری دینی ذلت وخواری سے گزرنے کے لیے کافی ہے۔ آخر میں صرف اس دین کو جال گمراہان، ضالان سے نکالنے کی خواہش کرتے ہیں اگر کوئی شخص ہدایت خلق کے خواہاں ہے وہ چند صفحات میں ہماری مدد کریں۔

سُنّتِ اہل بیت:

اس کے حجت ہونے کے بارے میں انہوں نے جس تسلسل دلیل سے استناد کیا ہے۔

وہ عصمت اہل بیتؑ ہے کسی کی اطاعت سنت اور حجت ہونا اور عصمت میں کوئی ربط نہیں کیونکہ ہر وہ شخص جو غلطی نہیں کرتا ہو اس کا قول وفعل دوسروں کے لئے حجت ہو اس کی کوئی منطق نہیں۔ حکم صرف مولا کا حجت ہے اور مولائے حقیقی اللہ ہے اسی کا حکم حجت اور وہ جس کی اطاعت کا حکم دے اس کا قول حجت ہوگا۔ اہل تشیع کا یہ کہنا ہے چونکہ اصحاب عدول نہیں ہیں لہٰذا ہم احادیث، اہل بیت سے لیتے ہیں، فکر ومنطق یہ چندیں لحاظ درست نہیں ہے:

۱۔ قرآن کریم میں مہاجرو انصار کی تعریف، چندین آیات میں آئی ہے اور یہ عظیم لوگ ۲۳ سال رسول کی معیت وصحبت میں رہے ہیں ان کو عدول نہیں کہتے یہ اصل میں اسلام کے ساتھ جسارت ہے۔

۲۔ رسول کے اصحاب عدول نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے ائمہ طاہرین سے لیا ہے، لیکن مگر آئمہ طاہرین سے جن لوگوں نے آپ تک پہنچایا ہے وہ کتنے عادل و پاک دامن ہیں کیسانیہ، جارودیہ، فطحیہ، واقفیہ کس چھوٹے فرقے سے تھے۔

پیغمبرؐ نے ہرگز نہیں فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی سیرت وحدیث حجت ہے۔ پیغمبرؐ کی حدیث میں آیا ہے قرآن کے ساتھ میرے اہل بیتؑ سے تمسک کریں۔ اگر دیکھا جائے تو قرآن سے تمسک تو بنتا ہے، کیونکہ قرآن اپنی حقانیت کی دلیل اپنے اندر سموئے ہوا ہے۔ لیکن دو حوالوں سے اہل بیتؑ سے تمسک کی بات درست نہیں بنتی۔

۱۔ کیونکہ اہل بیتؑ کی حیات کا دورانیہ محدود ہے۔

۲۔ جبکہ آپ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کی سنت رہتی دنیا تک کافی نہیں لہٰذا اس خلاء کو پر کرنے کے لیے اہل بیتؑ کی ضرورت ہے۔

یا کہتے ہیں، پیغمبرؐ کی احادیث کے راوی اصحاب ہیں، کیونکہ پیغمبرؐ کے اصحاب معتمد، عادل اور قابل بھروسہ نہیں لہٰذا ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔ یہ دعواء دو لحاظ سے مخدوش ہے۔

۱۔ آپ فضائل و مناقب اہل بیتؑ میں تو اصحاب سے مروی احادیث پر عمل کرتے ہیں، لیکن فروعات میں انہیں مسترد کرتے ہیں جو انتہائی تعجب کا باعث ہے۔

۲۔ جن احادیث کو ائمہ طاہرین سے منسوب کیا ہے وہ راویان سب کہاں عادل ہے ان میں بھی علمائے رجال کے تحت زندقہ مذہب وفرق باطلہ شراب نوش بعض اوقات مذہب ساز ہے اس وقت ائمہ سے نقل کے لیے کیا بندوبست کیا ہے۔

اگر فریقین قرآن کریم اور سنت قطعیہ متواترہ پر ایمان رکھتا ہیں پہلے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں تو ان حقائق کو تسلیم کرکے کم سے کم ان روایات کو اپنے جامع روائی مہیا کرکے یا ان کو یکجا جمع کرکے وسیع پیمانے اپنے تقاریر میں مدارس طلاب دینی کو بتانا ہوگا۔

۲۔ وہ روایات جو فضائل و مناقب ائمہ کے نام سے کتب میں موجود ہے آیات محکم سنت متواتر وقطعیات سے متصادم ومتعارض ہے خارج ہونے یا اخراج کا اعلان کریں۔

۲ وہ روایات جو فضائل و مناقب اصحاب کرام کتب روائی میں پایا جاتا ہے محکم قرآن وسنت قطعیہ سے متصادم ہے نکالیں۔

۳۔ وہ روایات جو علمائے رجال نے ضعف ومتروک قرار دیا ہے ان سے طلاب دین کو آگاہ کریں۔

۴۔وہ روایات جو مطاعن خلفاء مسلمین کے بارے میں ہے ان کا اخراج کریں اگر ایسا نہیں کریں گے تو مسلمان دانشمند یہ سمجھنے اور فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے آپ کے دین اس فرقے سے جسے آپ دفا کررہا ہے اسلام کو آپ برائے نام وسیلہ استعمال کررہے ہیں۔

اس حوالے سے دائرہ سنت میں توسیع امت میں تفرقے کی سند بننے کے علاوہ ان کی سند ومتن دونوں ہی مخدوش ہیں اوران آیات ونص کے خلاف ہے جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے بطورصراحت صرف پیغمبر کی سنت کو حجت قرار دیا ہے۔

انہی اعداد وشمار غیر محدود روایات محکمات روایات متواترات عقول عقلاء سے متنافرات حس فطریات سے متصادم کبھی صوفیوں ائمہ کی انبیا سے برتری کبھی قرآن پرحدیث کی برتری کبھی حدیث سے قرآن کی تنسیخ کبھی نا قابل قرائت قرآن کی قرائت کبھی امت میں تفرقہ درتفرقہ کی بشارت انہی حدیث سازوں اخبارگروں کا اہل کفر کے لیے تحائف ہے۔مسلمانوں کو انتظار میں رہنا چاہیے کہ وہ کب دنیائے کفر کے لیے روایات کے ذریعے تعدد الوہیت کا اعلان کب کرتے ہیں یہ ہمارے اخبارگروں کی نیات و حرام ہے نمیدانم جسارت بہ قرآن کی بوجھ کو صرف اہل حدیث تنہا نے کیسے اٹھایا ہے یا وہ اپنے حدیثی بھائیوں سے زیادہ عاقل ہے یا زیادہ احمق۔

۴۔تواتر معنوی:

حدیث سازوں نے اپنے خودساختہ حدیث کو منوانے کے لیے ازخود ایک نئی اصطلاح اختراع کی ہے جس کا نام ’’تواتر معنوی‘‘ ہے۔دوتین صدی بعثت رسول گزرنے کے بعد روایت سازی کا بازار گرم ہوگیا اور جب احادیث کو صحیح راوی سے استناد نہ کر سکے تو انہوں نے ’’تواتر معنوی‘‘ کا لفظ استعمال کرکے تمام راویان کے سلسلہ سند کی صحت سے جان چھڑانے کے لیے یہ اصطلاح وضع کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ تواتر معنوی میں سند روایت کی ضرورت ختم ہونے کی منطق کہاں سے نکلی ہے؟ تواتر کا معنی یہ ہے کہ اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں آپ مختلف فیہ کہہ کر اختلاف نہ کرو کہہ رہے ہیں تواتر معنوی کی دلیل ہم نے نہیں دیکھی ہے ہم اس کی دلیل ومنطق کو انہی پر چھوڑیں گے کہ وہ ہمیں اس کے دلائل کی رہنمائی کریں، لیکن ہمارے دیکھنے میں آیا ہے کہ انہوں نے کتابوں میں بغیر سند ملنے والی روایات کو تواتر کہا ہے۔اس کے علاوہ

انہوں نے ایک اور حربہ جو استعمال کیا ہے جو سب سے خطرناک اور خوفناک بھی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح بعض فرقے اپنے مطالب و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کے منکر کو وہابی کہہ کر ٹھنڈا دیکھاتے ہیں۔

بعض عزاداری میں روز افزون اضافات وخرافات کورو کھنے والے کو وہابی کہہ کر ڈارتے ہیں۔ اسی طرح حدیث سازوں نے حدیث کورو کنے اور حدیث کی چھان بین کرنے والوں کو مستشرق کہہ کر روکتے ہیں جبکہ درحقیقت وہ دونوں خود قرآن اور سنت دونوں پر ضرب مارنے والے ہیں اہل عقل و انصاف کو یہ تمیز کرنا چاہیے کہ سنتِ پیغمبرؐ کی سند و متن کی تحقیق ہونی چاہیے اور سنت بالکل حجت نہیں، ان دونوں میں واضح فرق ہے۔

قرآن کریم میں ۲۰ سے زیادہ جگہوں پر ﴿وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ﴾ تکرار ہوا ہے اگر قرآن و رسول کے ساتھ صحابہ آئمہ طاہرینؑ کی اطاعت واجب ہوتی تو یہ روایات، ان نص وصریح آیات سے متصادم ہے۔

اہل سنت اور تحریف قرآن:

اہل تشیع میں تحریف قرآن کے قائلین کے اکثر و بیشتر دلائل روایات اہل سنت والجماعت سے استناد کرتے ہیں۔ اہل سنت الجماعت تحریف قرآن کے قائل تو نہیں لیکن کثیر آیات کے منسوخ کے علاوہ قرآن کریم کی متعدد قرائت کا قائل ہیں۔ یہ بذات خود مترادف تحریف ہے چاہے سقوط و کلمات کہیں یا احیاء تمام قرأت کہیں۔

تحریف قرآن کا عقیدہ انسان مسلمان کی پیشانی پر ایک سیاہ داغ ہے جو دھلنے کے قابل نہیں ہے۔ لہذا اس سے ہر کوئی نفرت اور اعلان بے زاری اور اعلانِ برأت کرتا ہے۔ اس کی مثال کچھ ایسی ہے کہ کوئی بدبو والی چیز کھانے کے بعد کہیں ہم نے نہیں کھائی ہے، اس نحوست والی گیند کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ اسکے قائلین فرقہ کی برجستہ شخصیات ہیں۔ لہذا ان شخصیات کو قصوروار ٹھہرانے کی بجائے ان سے ہزار زاویہ سے دفاع کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم میں سے کوئی تحریف کا قائل نہیں ہے۔ آپ کی پردہ پوشی سے حقائق چھپ نہیں سکتے یہ آپکی برجستہ شخصیات کی تصنیفات و تالیفات ہیں جو مکاتب عالم میں موجود ہیں۔ جب کوئی کہتا ہے ہم میں سے کوئی اسکا قائل نہیں تو دوسرا گروہ ان کی کتابوں سے چن چن کر نام پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

جوعلماتحریف قرآن کے قائل ہیں

اس سلسلے میں مجلّہ توحید عربی صادر از تہران، شمارہ ۷۹ ص۱۲۴پر، ایک مضمون ''استحالۃ تحریف قرآن کریم'' کےعنوان سے بہاءالدین خرمشاہی نے لکھا ہے، ص ۱۴۰ پر وہ کہتے ہیں: بعض افاضل کا تحریف قرآن کے قائل ہونے کا سبب تولّی وتبریٰ ہے جو انہیں درباری علماء سے ورثے میں ملا ہے۔ یعنی اہل بیت سے دوستی اور خلفاء سے بیزاری کا عنصر، ان پر غالب ہے۔

جن علماء میں سے تحریف قرآن کے قائل ہیں ایک مرحوم کلینیؒ ہیں۔ ان کی کتاب ''اصول کافی'' کتب اربعہ میں سے ایک ہے۔ جس میں کلینی نے اسی قسم کی احادیث جمع کی ہیں۔ صاحب کافی کہتے ہیں کہ پورا قرآن کو کسی نے بھی جمع نہیں کیا ہے سوائے آئمہ کے۔ وہی ذوات کل قرآن کا علم رکھتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس سلسلے میں بہت سی روایات جمع کی ہیں۔ اسی طرح ایسی روایات تفسیر عیاشی، بصائر الدرجات، غیبت نعمانی اور ان کی تفسیر، علامہ مجلسی کی کتاب بحار ج۲ میں ایک باب **"ماجاء فیہ کیفیۃ الجمع القرآن"** میں ایسی احادیث جمع کی ہیں۔ دور متقدمین سے لے کر اخباریوں کے عروج تک اکثر اخبارئین نے تحریف قرآن کے بارے میں روایات کو جمع اور ان کو ترجیح دی ہے۔

سب سے پہلے ہم ان علماء کا ذکر کریں گے جنہوں نے صیانت قرآن سے زیادہ اپنے فرقے سے دفاع کرتے ہوئے سارا ملبہ دوسروں کے آشیانے میں پھینکنے کی کوشش کی ہے بلکہ اس سے بالاتر اپنے فرقے کے تحریف قرآن کے قائلین سے دفاع کرتے ہوئے ان پر واردالزامات کو بے ہودہ قرار دیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھیں قرآن پر ضربت لگنے سے زیادہ اپنے اکابرین پر ضربت لگنے سے درد ہوتا ہے۔ اس ضمن میں جن علماء بزرگ کے اسمائے گرامی آتے ہیں ان میں صاحب **" التحقیق فی نفی عن التحریف "** علامہ سید علی میلانی حفظ اللہ۔

صاحب **التحقیق فی نفی التحریف** میں لکھتے ہیں: لیکن ہمارے خیال میں یہ نسبت درست نہیں کیونکہ کلینی نے اپنی کتاب میں کسی بھی جگہ یہ نہیں لکھا ہے کہ انہیں ان روایات پر اعتماد ہے، بلکہ انہوں نے بعض جگہ عدم اعتماد اور عدم اعتقاد کا اظہار بھی کیا ہے، چنانچہ آپ نے اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ کسی کی بس کی بات نہیں کی جو روایات آئمہ سے نقل ہوئی ہیں ان میں صحیح کی از خود تمیز کریں، بلکہ اسے کتاب خدا کے سامنے رکھنا چاہیے

جو کتاب اللہ سے موافق ہو اسے لے لیں اور جو مخالف کتاب اللہ ہے اسے چھوڑ ے۔

علامہ میلانی نے اپنی کتاب **" التحقیق فی نفی عن التحریف"** کے ص ۱۸۳ پر لکھا ہے: کسی عالم کا اپنی کتاب میں قرآن کے تحریف کے بارے میں روایات جمع کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان برجستہ علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں تحریف قرآن کے بارے میں وارد روایات کو جمع کیا ہے۔ لہٰذا وہ بھی تحریف قرآن کے قائلین میں گردانا چاہیے۔ علامہ میلانی نے اس سلسلے میں ان علمائے گرامی اہل سنت کا نام لیا ہے۔

۱۔ مالک ابن انس نے اپنی موطا میں، جسے اس نے صحیح کتاب قرار دیا ہے۔

۲۔ احمد ابن حنبل، صاحب مسند احمد ابن حنبل

۳۔ صاحب صحیح بخاری، محمد ابن اسماعیل بخاری

۴۔ مسلم بن نجار نیشابوری، صاحب صحیح مسلم

۵۔ ابو عیسیٰ ترمذی، ساحب سنن ترمذی

۶۔ احمد ابن شعیب نسائی، صاحب سنن نسائی

۷۔ ابن ماجہ قذوینی صاحب مسند ابن ماجہ

۸۔ حاکم نیشابوری، صاحب کتاب مستدرک

۹۔ ابو جعفر طبری،

۱۰۔ ضیاء المقدسی

صاحب **"صیانت القران من تحریف"** مرحوم فقیہ و مفسر محمد ھادی معرفت رحمۃ اللہ صاحب **"اوھام حول القرآن الکریم"** علامہ جعفر مرتضٰی عاملی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر علماء اور فقہا بھی ہیں خوف طوالت کی وجہ سے صرف نظر کرتے ہیں۔

چنانچہ علامہ مرحوم احسان الٰہی ظھیر اپنی کتاب قرآن و شیعہ میں اور جناب ڈاکٹر فھد عبدالرحمٰن رومی استاد دانشگاہ ریاض اپنی کتاب اتجاھات التفسیر فی القرآن لراجع العشر کی پہلی جلد میں تحریف قرآن عند الشیعہ الامامیہ کے

عنوان کے تحت ان تمام علماء ومحدثین اعلام شخصیات اور کتب بمعہ صفحات کا حوالہ دیا ہے ساتھ ہی ان دونوں دیگر علماء جنہوں نے تحریف قرآن کو شیعہ کی طرف نسبت دی ہے اور اضافی نوٹ بھی لکھا ہے۔

مقابلہ صاحب

"التحقیق فی نفی عن تحریف"

وصاحب" اوھام حوال القرآن"

وبین

"الشیعه و القرآن"وصاحب "اتجاهات التفسیر"

تحریف قرآن کے ذمہ دار اہل سنت ہے کیونکہ علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں کی مندرجات صحیح ہونے کی ضمانت دی ہے یہی بات پلٹ کر فخر رازی، آلوسی صاحب رموز الکنوز اور صاحب **"الشیعه والقرآن" احسان الهٰی ظهیر** وصاحب اتجاهات التفسیر لکھتے ہیں کہ شیعہ علماء نے اپنی کتب اربعہ اور ان کے مصنفین کا تجلیل واحترام سے ذکر کیا ہے جس سے جائے شک کہ وہ ان کے مندرجات کی صحت پر اعتماد کرتے ہیں جن علماء نے تحریف قرآن کی نفی کی ہے انہوں نے درحقیقت عام مسلمانوں سے تقیہ کیا ہے۔

اور یہ کہنا کہ اہل سنت والجماعت نسخ کے قائل ہو کر تحریف کے قائل ہوئے ہے درست نہیں ہے کیونکہ دونوں میں فرق ہے پھر علامہ احسان ظہیر الٰہی وصاحب اتجاهات ڈاکٹر عبدالرحمٰن رومی نے اپنے کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے جنہوں نے تحریف قرآن کا ذکر کیا ہے۔

تحریف قرآن کے قائلین علماء کے اقوال کی کوئی اہمیت نہ ہونے کے بعد ان کی کوئی حیثیت ہے یا نہیں:

[**التحقیق فی نفی التحریف** تالیف **سید علی حسینی میلانی** ص۱۴۰]

آپ کے مخالفین آپ سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ شخصیات آپ کے ہاں برجستہ، محترم، مذہب کے

معتمدین ہیں یا بے حیثیت اور بے اعتبار؟ کہتے ہیں: علمائے شیعہ نے کلینی کو انتہائی مدح وثناء تعظیم وتفخیم سے یاد کیا ہے۔ شیخ ابوالعباس نجاشی نے کہا ہے: کلینیؒ ہمارے اصحاب کے بزرگ، اپنے دور کے بڑے بزرگ نامور، حدیث میں موثق تھے۔ کتاب کبیر معروف بہ کافی ۲۰ جلدوں میں تصنیف کی۔ شیخ طوسی نے کہا ہے: کلینیؒ اخبار کے عارف تھے ان کی بہت سی کتابیں ہیں ان میں سے ایک کتاب کافی ہے۔ ابن شہر آشوب نے کہا ہے۔ اخبار کے عالم ودانا تھے ان کی کتاب کافی ۳۰ کتابوں پر مشتمل ہے مامقانی نے کہا ہے: محمد ابن یعقوب کلینیؒ علم، فقہ، حدیث میں خبرہ اور ثقہ تھے۔ ان کی جلالت وبزرگی مقام ومنزلت کے بارے میں کوئی قلم احاطہ نہیں کرسکتا۔ شیخ بہاءالدین عاملی نے الوجیز میں کہا ہے: ان کی عظمت وبزرگی کی وجہ سے علمائے عامہ میں سے ابن اسیر نے انہیں تیسری صدی کا مجدد امامیہ قرار دیا ہے ان کی کتاب کافی اثناعشریوں کی اہم اور جلیل، اصول وفروع کے معارف میں عظیم کتابوں میں شمار ہوتی ہے، فقہاء استنباط احکام میں ان کی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ محدثین اخبار، اسی کتاب سے نقل، واعظ اپنی ترغیب وترتیب میں اس کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

☆ علی بن ابراہیم قمی صاحب تفسیر قمی:

علی ابن ابراہیم قمی استاد برجستہ محمد ابن یعقوب علی ابن بابویہ، صاحب کتاب تفسیر قمی ہیں۔ یہ تفسیر قدیم ترین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے اور یہ ہر آئے دن نئی طباعت سے منظر پر آتی ہے اور علمائے امامیہ انہی سے احادیث استخراج کرتے ہیں۔ صاحب دانشنامہ قرآن نے اس تفسیر کے بارے میں لکھا ہے: یہ کتاب میں انحرافات وعقائد خفیف وضعیف مانند تحریف قرآن پر مشتمل ہے۔ کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے علماء کے نزدیک ان کی احادیث معتبر تھیں ان کی تفسیر کے مقدمہ میں آیا ہے قرآن میں کہاں کہاں تحریف ہوئی ہے۔

☆ شیخ کلینی:

ابو جعفر کلینی محمد بن یعقوب بن اسحاق متوفی ۳۲۹ھ آپ نے جمع آحادیث پر توجہ مرکوز کی اور تمام منتشر متفرق روایات کو سینکڑوں کتب مصنفین سے لاکر بیس سال کے عرصے میں ایک کتاب میں جمع کیا اس میں اصول وفروع کے معاملات اور عبادات روزہ حج وغیرہ کے بارے میں احادیث جمع ہیں۔

☆ شیخ کلینی:

شیخ کلینی علمائے شیعہ کی برجستہ ہستیوں میں سے ہیں، علماء نے انہیں انتہائی تعریف، تعظیم، تکریم اور تفہیم کے ساتھ یاد کیا ہے۔ مشہور ہے کہ ان کی کتاب میں تحریفِ قرآن کے بارے میں روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں: وہ تحریف قرآن کے قائل تھے، کیونکہ انہوں نے آئمہ سے تحریف قرآن کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔

شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ حدیث میں سب سے بڑے اور بہت زیادہ احادیث نقل کرنے والوں میں سے ہیں۔ آپ کی کتاب ''اصول کافی'' بیس (۲۰) جلد پر مشتمل ہے۔''

کلینی التزام پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے صرف اہل بیتؑ سے مروی روایات کو کتب معتبرہ کے طائفہ سے استخراج کیا ہے۔ کہتے ہیں ان تمام روایات کی سند میرے اور معصوم کے درمیان تسلسل میں ہے۔ کہتے ہیں: یہ روایات ہم نے اپنی ان روایات سے لی ہیں جو میرے لئے موثق معتبر متدرک ہیں۔ اصول کافی کی ایک چوتھائی روایات وہ ہیں جو آپ نے جو علی بن ابراہیم سے لی ہیں۔

کلینی اور صدوق کی اپنی تالیف کردہ کتاب یعنی اصول کافی اور من لا یحضر الفقیہ کے مندرجات کی صحت اور حجت کی ضمانت دینے کے بعد علامہ میلانی کا اپنی کتاب **التحقیق فی نفی التحریف** میں یہ کہنا کہ روایات نقل کرنا اہم ہے صحیح روایات بھی ہوسکتی ہیں یا غلط بھی۔ ان کا یہ کہنا کہ ان تمام روایات کو اس لئے جمع کیا گیا تا کہ یہ ضائع نہ ہوں، انہوں نے اس کی متن اور سند کو ہرگز نہیں دیکھا ہے، بے جا نظر آتا ہے اور ناقابل ہضم نہیں۔

جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ان میں سے ایک کتاب دوسری کتابوں سے متصادم ہیں، کیونکہ انھوں نے صرف جمع روایات پر اعتماد کیا ہے شیعوں کے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں جو اول سے آخر تک صحیح ہونے کے ساتھ سب فقہاء، محدثین کے لیے قابل قبول ہو۔

☆ من لا یحضر الفقیہ تالیف شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ:

آپ کی کتاب کی مندرجات حدیثی دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ ایک کا سلسلہ سند بیان ہوا ہے، جبکہ دوسرا حصہ مرسلات پر مشتمل ہے۔ من لا یحضر الفقیہ کی روایات کا ایک تہائی مرسلات ہیں۔ اصحاب نے ان مراسل پر اعتماد کرتے ہوئے کہا ہے یہ مراسل حجت ہیں۔

خود مولف کہتے ہیں کہ: ہم نے اس میں صرف وہی روایات جمع کی ہیں جن پر فتوی دیئے جاتے ہیں۔اس کے صحیح ہونے کا خود مؤلف یقین دیتے ہیں۔اسے اپنے اور خدا کے درمیان حجت قرار دیتے ہیں کل احادیث ملاحظہ (۵۹۶۳) ہیں ان میں سے مستند حدیث (۳۹۱۳) مراسل (۲۰۵۰) ہیں۔

مراسل کے بارے میں شیخ صدوق کہتے ہیں: ''مجھے شرف الدین ابوجعفر عبداللہ'' کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، ان سے گفتگو میری شرح صدر کا باعث ہوئی، آپ مجھ سے بہت شفقت برتتے تھے۔انہوں نے مجھ سے محمد بن ذکریا، طبیب رازی ''من لا یحضر الطبیب'' کی بات کرتے ہوئے کہا: آپ بھی ایک کتاب فقہ حلال وحرام پر لکھیں جس کا نام من لایحضر الفقیہ ہو، تاکہ عوام اس کی طرف رجوع کریں۔پھر لکھتے ہیں: میں نے اس کتاب میں سندوں کو حذف کر کے لکھا ہے تاکہ طول نہ ہوجائے اور عام وضعیف جو بھی روایات ملی انھیں جمع کیا۔میرا ارادہ ہے کہ جس روایت کی صحت پر مجھے یقین ہوا اور اس کے مطابق فتوئی دے سکوں جمع کروں۔

☆ عیاشی:

شیخ محمد بن مسعود عیاشی صاحب ''تفسیر عیاشی''۔صاحب الرجال نجاشیؒ نے ان کے بارے میں کہا ہے: ثقہ، صدوق ہیں اور یہ ہمارے طائفہ کے چشم و چراغ ہیں لیکن وہ ضعیفوں سے زیادہ نقل کرتے تھے پہلے وہ مذہب اہل سنت پر تھے، لہٰذا اہل سنت سے بہت کچھ نقل کیا ہے شیخ طوسیؒ نے کہا ہے: موصوف اپنے زمانے میں سب سے زیادہ علم، ادب، فضل اور فہم وفراست کے حامل تھے۔آپ نے ۲۰۰ سے زیادہ کتب تصنیف کی ہیں۔جلسہ خاصہ و عامہ دونوں کے حامل تھے۔مامقانیؒ نے لکھا ہے: شہید ثانیؒ کے بیٹے سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کی توثیقات میں تردید و اشکال ہے، پہلے اہل سنت کی احادیث روایت کرتے تھے لہٰذا ان کی روایات پر اعتبار نہیں کر سکتے گرچہ وہ ثقہ تھے لیکن پھر بھی ضعیفوں سے نقل کرتے تھے۔ان کی تفسیر میں موجود اکثر و بیشتر روایات مرسلہ ہیں لہٰذا ان سے منسوب روایات پر بھروسہ و اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

☆ صفار صاحب بصائر الدرجات:

شیخ محمد بن حسن بن فروخ صفار قمی تمام علمائے رجال کے نزدیک مورد اعتماد اور ثقہ ہیں۔شیخ صفار نے اپنی کتاب ''بصائر الدرجات'' میں تحریف قرآن سے متعلق کچھ اخبار نقل کی ہیں۔صرف نقل کی بنیاد پر انہیں قائل بہ تحریف

قرآن گردانا کوئی وجہ نہیں رکھتی ہم نے ان روایات کی سند و متن اور رجال ثقہ سب کونشانہ بنایا ہے جبکہ اس سلسلہ میں کوئی تحقیق نہیں کی ہے، ضروری ہے کہ ہم ان کی کتاب بصائرالدرجات کی بھی سند کا جائزہ لیں۔

☆ کشی:

تحریف قرآن سے متعلق روایات جمع کرنے والوں میں سے ایک شیخ ابوعمرو محمد بن عمر کشی ہیں۔ صاحب رجال نجاشی نے کہا ہے: وہ ثقہ ہیں لیکن زیادہ تر ضعفاء سے اور عیاشی سے نقل کرتے تھے ان کا گھر علمائے شیعہ کا مرکز تھا، ان کی کتاب علم کی حامل ہے لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ ابوعلی رجالی نے اپنے بعض اسامید سے نقل کیا ہے کہ ان کی کتاب روایات عامہ و خاصہ سے مخلوط ہے۔ اس تناظر میں واضح ہوتا ہے کہ کشی تحریف قرآن کے قائل نہیں۔ ان کی کتاب میں موجود روایات کی بنیاد پر ان کو تحریف قرآن کے قائل نہیں گردانا جاسکتا چونکہ وہ ضعیفوں سے روایات نقل کرتے تھے ان کی کتاب کی شیخ طائفہ نے تصحیح کی تھی لیکن اس کے باوجود اس میں ضعیف روایات اب بھی موجود ہیں۔

☆ شیخ محمد ابراہیم نعمانی:

علمائے رجال اور جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ان کی کتاب ''الغیبہ'' میں واضح لکھا ہے کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس ہے اس قرآن سے بالکل مختلف ہے جو امام زمان کے پاس ہے۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ان روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی طرف تحریف قرآن کے قائل ہونے کی نسبت نہیں دے سکتے۔

☆ ابومنصور طبرسی:

شیخ احمد بن علی طبرسی متوفی ۵۴۸ھ ق، موصوف صاحب کتاب ''احتجاج علی اہل الجاج'' ابن شہر آشوب کے استادوں میں سے ہیں ہمارے ناقد علماء میں شمار ہوتے ہیں، عالم و فاضل، محدث اور ثقہ ہیں ان کی کتاب میں بھی ایسی روایات ملتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، چنانچہ یہ روایت بھی ہے کہ امیرالمومنین نے جو قرآن خود نے جمع کیا تھا اس کے بارے میں آپ نے مہاجرین و انصار سے احتجاج کیا۔ کتاب احتجاج کا شمار

گر چہ ہماری کتب جلیلہ میں شمار ہوتی ہے لیکن ان کی اکثر خبریں مرسلات ہیں جیسا کہ شیخ مجلسی کی بحار، تہرانی نے انہیں تصانیف شیعہ میں گردانا ہے لیکن ان روایات پر بھی اعتماد نہیں کر سکتے۔

☆ حر عاملی:

تحریف قرآن کے بارے میں روایات پیش کر کے اس کی توثیق کرنے والوں میں سے ایک شیخ محمد حسین، حر عاملی متوفی ۱۱۰۴ھ ق ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب "اثبات الھدیٰ ابن نصوص والمعجزات" اور "وسائل الشیعہ" میں تحریف کی روائتیں جمع کی ہیں۔ جن کے بارے میں شیخ یوسف بحرانی نے کہا ہے: وہ ہمارے فاضل محدث عالم اخباری تھے۔ خوانساری نے کہا ہے: ہمارے شیخ حر عاملی اخباری، صاحب کتاب وسائل شیعہ اور تین محمدیوں میں سے ایک ہے جنہوں نے حدیث شریعت کو جمع کیا ہے۔ مامقانی نے کہا ہے وہ بہت بزرگ متقی پرہیزگار محدثین میں سے تھے۔

محدث حر عاملی صفحہ ۴۷ پر تفسیر عیاشی سے دو روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ دو روایات اور ان جیسی اور بھی بہت سی روایات آئمہ سے منقول ہیں ہمارے پاس بہت سی اخبار موجود ہیں کہ قرآن سے بہت سی آیات کم ہوئی ہیں۔

حر عاملی کہتے ہیں: بعض علماء ان اخبار کو اس پر حمل کرتے ہیں کہ جو کچھ قرآن سے کم ہوا ہے وہ نزول کے وقت تاویل پر مشتمل تھا اور بعض نے کہا ہے وہ وحی تھی قرآن نہیں تھا، اس طرح وہ قرآن میں تحریف کے معتقد نہیں۔ گویا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ آئمہ کی امامت کے بارے میں متواتر احادیث ہیں۔

☆ علامہ مجلسی:

تحریف قرآن کے قائلین میں سے ایک محمد شیخ محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ ق، صاحب کتاب بحار الانوار ہیں۔ آپ نے بحار الانوار میں اصول کافی وغیرہ سے تحریف کے مضامین پر مشتمل تمام روایات کو جمع کیا ہے۔ آپ کے بارے میں حر عاملی نے کہا ہے: ہمارے جلیل القدر عامل فاضل، ماہر تحقیق، موثق، علامہ فقیہ و متکلم، محدث ثقہ در ثقہ، جامع محاسن وفضائل جلیل القدر عظیم الشان ہستی ہیں۔ بحرانی نے لکھا ہے: علامہ مجلسی علامۂ بحاث ہیں اور بحار الانوار کے غوّاص ہیں۔ اخبار و آثار کے موتی نکالنے والے ہیں۔ ان جیسے اپنے دور میں اپنے سے پہلے اور

اپنے بعد ترویج دین ،احیائے شریعت سید المرسلین ،تصنیف وتالیف ،امرونہی دشمنان دین اور مخالفین کو دبانے کچلنے والی کوئی ہستی پیدا نہیں ہوئی ہے اور آپ اپنے وقت میں علم حدیث اور دیگر علوم کے امام ومقتداء تھے۔حکومت وقت صفوی کی جانب سے اصفہان میں شیخ الاسلام تھے۔مجلسی نے کتاب بحار انور میں نقص وکمی قرآن کے بارے میں کافی کلینی سے احادیث کثیرہ جمع کی ہیں ۔بلکہ تمام احادیث کو جمع کیا ہے۔لیکن صاحب تحقیق کا کہنا ہے: ان کا مقصد اہل بیتؑ سے مروی روایات کو جمع کرنا تھا۔تا کہ ضیاع نہ ہوں انہوں نے کسی بھی جگہ ان احادیث پر اپنا نقطہ نظر پیش نہیں کیا ہے جس طرح مؤلف نے اپنی کتاب ''مراۃ العقول'' میں کیا ہے۔

☆ علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ ق:

مجلّہ نور اسلام صادر از لبنان شمارہ ۵۱، ۵۲ میں لکھتے ہیں: محمد باقر معروف مجلسی دوم فرزند محمد تقی ۱۰۳۷ھ کو اصفہان میں پیدا ہوئے ان کے علم فضل خدمات کے بارے میں علمائے فقہاء نے حد سے زیادہ مبالغہ آرائی کی ہے۔ اگر اسے دیکھیں تو امام جعفر صادقؑ کو کن الفاظ کلمات سے یاد کریں گے۔محدیث قمی نے کہا ہے: دین مبین کی ترویج فروغ میں جو کردار مجلسی نے ادا کیا ہے اس سے پہلے نہ کسی کو نصیب ہوا نہ آئندہ نصیب ہوگا۔اعیان شیعہ نے لکھا ہے: آپ سلاطین صفوی کے دور حکومت میں ''شیخ اسلام'' رہے۔جب آپ نے بحار لکھنا شروع کی تو کتب مصادر تیار کرنے کے لئے اطراف عالم سفر کرنے کے اخراجات حکومت وقت نے اٹھائی حکومت نے ایک برجستہ شخصیت کو سفیر بنا کر تحفہ تحائف کثیرہ کے ساتھ بادشاہ یمن کے پاس بھیجا، اس وقت کے بادشاہ نے کتاب بحار کی نسخہ گری کے لیے حکومتی مخارج میں ایک فنڈ قائم کر رکھا تھا۔یہاں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے، علماء بادشاہان کے عیال ہیں، علامہ مجلسی کے پاس بہت علماء تھے جنکی وہ رہنمائی کرتے تھے وہ صرف نظارت کرتے تھے علامہ مجلسی کے لیے تمام حکومتی وسائل وذرائع (سیاسی ،اجتماعی ،اقتصادی) کتاب جمع کرنے کے لیے سازگار تھے۔بحرانی نے کہا ہے: وہ نور کے سمندر میں غوطہ زن ہیں اور زمین کے ذخائر سے موتی نکالنے والے ہیں اس کے لیے اپنے زمانے میں اور اُن سے پہلے ان کے بعد ترویج دین اور تعدی تجاوز کرنے والوں اور اہل بدعت کو دبانے میں کوئی نمونہ نہیں ملے گا۔اپنے دور میں حدیث اور تمام علوم کے امام تھے۔محمد شفیع نے انہیں بحر ذخائر، فتاح علوم، اسرار کشف امطار علوم، ارشاد بحر علوم ناشر شریعہ ملت عالم ربانی خادم اخبار آئمہ اطہار کہا ہے۔کسی نے منبع فضائل اسرار وحکم کہا ہے، لیکن صاحب اعیان شیعہ

نے کہا ہے ہم مجلسی کے فضل کے منکر نہیں ان کی کثیر تصنیفات سے لوگ استفادہ کرتے ہیں اس سے بھی منکر نہیں، لیکن کسی سے پوشیدہ نہیں ہونا چاہئے ان کی کتاب صحیح وغلط سے پر ہے بے ہودہ کتب بھی اسکا ماخذ ہیں اس میں فوائد کم ،جبکہ اشتباہات زیادہ ہیں۔''

☆ شیخ محمد صالح ابن احمد مازندرانی:

آپ نے اصول کافی کا چندیں جلدوں میں شرح کی ہے خوانساری نے کہا ہے آپ عارف ومحدث ہیں معقول ومنقول دونوں میں مہارت رکھتے ہیں فروع واصول دونوں کے عالم ہیں آپ نے اصول کافی میں احمد ابن محمد ابن ابی نصر بذنطی سے وارد روایت میں لکھا ہے یہ قرآن جسے قوم نے واپس کیا یہ وہی قرآن ہے جو امیر المومنین نے پیغمبر کی وفات کے بعد جمع کیا تھا یہ وہی قرآن ہے جو اللہ نے نازل کیا اور قوم نے اسے مسترد کیا وہ قرآن اس وقت نبی کریمؐ کی معصوم ذریہ کے پاس محفوظ ہے اس روایت سے واضح اور ثابت ہو جاتا ہے یہ جو مصحف لوگوں کے درمیان رائج ہے متداول ہے اس میں تحریف تغیر حذف واقع ہوا ہے۔

☆ شیخ مازندرانی:

یہ مصحف وہی ہے جو امیر المومنینؑ نے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد جمع کیا تھا۔

اور اسے آپ نے قوم کے سامنے پیش کیا اور فرمایا یہ وہی قرآن ہے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو قوم نے اسے قبول نہیں کیا اور اسے واپس کیا۔آپ کے بعد یہ مصحف آئمہ طاہرینؑ کے پاس رہا جیسا کہ اخبار میں آیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک مصحف اس قرآن کے علاوہ بھی موجود ہے اور اس قرآن میں تحریف،تغیر اور حذف سب پایا جاتا ہے اس بات پر اور بھی روایات دلالت کرتی ہیں۔

شیخ مازندرانی کا اپنے عقیدے ومدعی پر اصرار اور اس میں موجود خامی اور نقائص سے دفاع کرنا ،اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ تحریف قرآن کے شدت سے معتقد تھے۔یہاں تک آپ نے کہا اصل قرآن امام زمان کے پاس ہے۔

☆ شیخ مازندرانی:

شیخ محمد صالح بن احمد مازندرانی،حر عاملی کے بقول شیخ مازندرانی عالم محقق ہیں۔ان کی تصنیفات میں سے

ایک شرح کافی ہے خوانساری نے کہا ہے آپ عالم محدث عارف مقدس معقولات ومنقولات دونوں میں عبور اور مہارت رکھتے ہیں فروغ واصول دونوں کے جامع ہیں اور آپ نے اصول کافی کی وہ حدیث بیان کی ہے جو احمد بن محمد بن ابی نصر بہ نظی سے ہے۔

☆ میر حبیب اللہ ہاشمی خوئی:

تحریف قرآن کے قائلین میں سے ایک میر حبیب اللہ ہاشمی خوئی ہیں۔ موصوف ایران کے شہر آذربائیجان کے خوئی نامی گاؤں میں پیدا ہوئے، وہاں سے تعلیم دین کے لیے نجف اشرف روانہ ہوئے وہاں سطحیات کے بعد درس خارج کیلئے سید حسین حسینی کوہ کمری کے دروس میں شرکت کی۔ آقا بزرگ تہرانی ''طبقات عالم شیعہ رقم ۲۱ ۷'' میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے میرزا حبیب اللہ رشتی اور مجید شیرازی سے درس خارج لیا۔ آپ نے ۱۳۲۴ھ کو تہران میں وفات پائی اور شاہ عبدالعظیم میں مدفون ہیں۔ آپ کی تالیفات میں سے ایک ''منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ'' ہے۔ جس میں دوسو ۱۸ خطبے تک شرح کی گئی ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم صفحہ ۱۹۷ پر آپ نے تحریف قرآن کے بارے میں بحث کرتے وقت قائلین تحریف کے دلائل کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے حق میں دلائل دیئے ہیں لیکن انہیں اخبار سے تحریف کے مخالفین کی دلیل کو یکے بعد دیگر شاذ اور غیر مستند کہہ کر مسترد کیا ہے۔

☆ سید نعمت اللہ جزائری:

تحریف قرآن کے قائلین میں سے ایک بڑی شخصیت سید نعمت اللہ جزائری متولد ۱۰۵۰ء متوفی ۱۱۱۲ء ہیں۔ انہوں نے تحریف قرآن کی فکر میں دوبارہ پھونک مار کر منتشر و پراگندہ نوادرات شواذات اساطیر کو جمع کیا۔ ان کی کتاب ''انوار نعمانیہ'' ہے اور ''رسالہ منبع الحیاۃ'' ہے۔ یہ دونوں مصادر تحریف قرآن ہیں۔ موصوف نے تحریف قرآن کے بارے میں وارد روایتوں کو تواتر قرار دیا ہے۔ سید نعمت اللہ جزائری کے بارے میں حر عاملی کہتے ہیں: فاضل، عالم اور محقق وعلامہ ہیں۔ جلیل القدر محدث بحرانی نے کہا ہے: یہ سید فاضل ومحدث مُدقّق اور مُؤثق اخبار امامیہ، آثار معصومیہ میں وسیع الاطلاع کے حامل تھے۔

☆ سید بحرانی:

سید ہاشم بحرانی امامیہ کے مشہور محدثین میں سے ہیں بڑی عظمت وجلالت کے مالک تھے، زہد وتقویٰ میں

بے مثال تھے، ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔آپ نے ۱۱۰۷ھ ق میں وفات پائی۔ان کی کتابوں میں سے ایک ''البرہان فی تفسیر القرآن'' ہے۔اس کتاب میں ایسی اخبار و روایات ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ یہ قرآن ناقص ہے۔ یہ تفسیر انواع واقسام اخبار پر مشتمل ہے سید بحرانی نے بہت سی کتابیں جمع کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ روایات کی تلاش میں بہت جدت رکھتے تھے وسیع المعلومات کے حامل تھے ان کا مقصد صرف جمع تالیف تھا وہ کسی کے قول یا کسی کی روایات کے بارے میں بحث وتحقیق یا ترجیح نہیں دیتے تھے معلوم نہیں کہ وہ کر نہیں سکتے تھے یا احتیاط کرتے تھے۔

☆فیض کاشانی:

کتاب علم وعمل میں آپ کے بارے میں کہا: آپ حاکم، متکلم، محدث، شاعر ادیب مصنف تھے۔اردبیلی نے جامع الرواۃ میں انہیں جلیل قدر عظیم الشان فاضل کامل ادیب مدقق علوم کہا ہے۔محدث بحرانی نے لؤلؤ بحرین میں کہا ہے فیض کاشانی فاضل متعصب محدث اخباری تھے۔

خوانساری نے روضات الجنات میں کہا ہے آپ فروع اور اصول میں فہم وفراست کے حامل، معقول و منقول سب پر احاطہ رکھتے اور کثیر کتب کے مولف تھے انہوں نے اپنی کتاب ''الصافی فی تفسیر القرآن'' میں اور وافی میں، متقدمین، متاخرین، عیاشی، قمی، کلینی، سے تحریف قرآن کے بارے میں، بہت سی روایات اپنی تفسیر میں نقل کی ہیں پھر کہتے ہیں دیگر تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے یہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے وہ قرآن نہیں جو محمدؐ پر نازل ہوا ہے۔

کتاب وافی، کے آخر میں کہتے ہیں: ہم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: ان تمام روایات سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے وہ پورا نہیں ہے، پھر شیخ علی بن ابراہیم کے کلام اور کلینی کی روایات کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس طرح تو قرآن ہمارے پاس نہیں رہے گا ممکن ہے ہر آیت سے حذف اور تغیر وتبدیلی واقع ہوئی ہو۔جو قرآن کی حجت ہونے کے خلاف ہے اور جب حجت نہیں تو اس کی تاسی بے معنی ہوگی۔

☆ سید عبداللہ شبر متوفی ۱۲۴۲ھ:

سید عبداللہ بن سید محمد رضا شبر کاظمی متوفی ۱۲۴۲، شیخ عباس قمی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: فاضل بزرگوار محدث جلیل قدر، فقیہ وعالم ربانی، اپنے دور کے مجلسی ثانی، صاحب مفاتیح الجنان، جامع معارف، فقیہ، اصولی

حدیث کےعلاوہ مفسر قرآن بھی ہیں۔نقل از الکنی والقاب جلد۲صفحہ۲۲۳:سید نے اپنی کتاب "مصابیح الانوار" میں لکھا ہے جن آیات سے تحریف قرآن پر استدلال کیا گیا ہے ان میں عدم تحریف کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے کتاب ''حق الیقین''،مصابیح الانوار میں حدیث شمارہ ۱۵۴ کے ذیل میں لکھتے ہیں: کلینی کی اصول کافی اور امام محمد باقرؑ سے منسوب عیاشی کی تفسیر میں آیا ہے قرآن چار حصوں پر مشتمل ہے ایک چوتھائی ہمارے بارے میں اور ایک چوتھائی ہمارے دشمن کی مذمت میں ہے،ایک چوتھائی سنن و امثال کے بارے میں جبکہ ایک چوتھائی فرائض احکام کے بارے میں ہے۔

☆ سرکار علامہ محمد حسین ڈھکو:

ان کا اسم گرامی اس گروہ میں نہ لکھنا بھی ہمارے لیے ایک مسئلہ ہے۔قارئین کرام پر یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ ایسے مواقع پر سرکار علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب کا نام آنا اور نہ آنا دونوں میرے لیے ایک جیسے ہیں، چنانچہ جب ہماری کتاب "معجم کتب مؤلفین امام حسینؑ" کو منظر عام پر آئی تو بعض قارئین محترم نے اس میں سرکار علامہ کا نام نہ آنے پر ہم سے شکایت کی اور کہا کہ اس موضوع پر ان کی کتاب ہوتے ہوئے آپ نے ان کا نام کیوں نہیں لکھا اور جب ہم نے کتاب "افق گفتگو" میں انہیں عصر حاضر کے مجتہدین اور آیت اللہ حضرات میں شمار کیا تو اس پر بھی بعض قارئین کرام نے کہا جب آپ ان کو مجتہد سمجھتے ہیں تو آپ ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے گویا ہم دونوں صورتوں میں تنقید سے نہیں بچ سکے۔اس تجربے کی روشنی میں عدم تحریف قرآن یا تحریف قرآن کا نظریہ رکھنے والے علماء و مجتہدین کی فہرست میں سرکار علامہ محمد حسین ڈھکو کا اسم گرامی نہ آئے تب بھی یہ مسئلہ میرے بارے میں شکوک وشبہات کا باعث بن سکتا ہے۔دوسری طرف ہمیں ان کی طرف سے کوئی ایسی سند یا بیان نہیں ملی جس سے ثابت ہو کہ وہ صیانت قرآن سے دفاع کرنے والے یا عدم تحریف قرآن کے حامیان و قائلین میں سے ہیں۔

لیکن یہاں ہم قرآن کے بارے میں سرکار محمد حسین ڈھکو صاحب کا جو نظریہ ہے اس بارے میں حاصل مواد کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

جب ہم شہید عارف حسین حسینی کے دور میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے کونسل کی طرف سے منعقد کئے گئے دانش گاہِ جعفریہ ملتان میں ایک اجتماع میں شرکت کے لیے گئے تو مرحوم علامہ عارف حسینی نے ہم سے پوچھا آپ کے

پاس کیا تجاویز ہیں؟ تو اس وقت ہم نے عارف حسینی کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ آج کل شیعوں کے خلاف ایک تشہیری مہم چلائی جارہی ہے کہ شیعوں کے قرآن کے چالیس پارے ہیں، یعنی شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔لہذا ہم نے مشورہ دیا آپ ان کی رد میں ماہ رمضان المبارک کے ایام شب قدر میں عدم تحریف قرآن کے بارے میں مختلف پروگرام ''ہفتہ قرآن'' کے عنوان سے رکھیں، چنانچہ اجلاس کے خاتمہ پر علامہ شہید نے ہم سے پھر فرمایا: آپ اپنی تجویز بتائیں۔تو ہم نے وہی اسی تجویز اجلاس میں تکرار کیا۔اجلاس کے باقی شرکاء نے نہ تو اس تجویز کو مسترد کیا اور نہ ہی اس پر بات کی لیکن سرکار علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا: آپ اس سے کیا ثابت کرنا اور نتیجہ لینا چاہتے ہیں تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں اس پر علامہ سرکار صاحب نے فرمایا جب شیعوں کے بڑے بڑے علماء نے قرآن میں تحریف ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو آپ اسے کیسے مسترد کر سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں دوسری بات ان کے ایک وکیل اور شاگرد ومروج جناب ڈاکٹر اسد ردوائی سے سنی ہے۔قرآن سے لگاؤ کی وجہ سے ڈاکٹر اسد ردوائی صاحب سے ہماری دوستی اور تعلقات استوار ہوئے تھے،انہوں نے سرکار علامہ کی ایک کتاب فقہی بھی ترتیب دی ہے۔ڈاکٹر اسد ردوائی نے علامہ سرکار کو شکایت کرتے ہوئے کہا آپ نے اپنی تفسیر میں واضح کیا ہے کہ قرآن کریم میں تحریف ہوئی ہے۔اس کے جواب میں سرکار علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے فرمایا: ہم قرآن میں تحریف پر اعتقاد نہیں رکھتے اس کے باوجود ہم نے اپنی تفسیر میں اس لیے لکھا ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، تاکہ شیعوں کی ایک بڑی شخصیت کو مومنین کے طنز و لعن سے بچایا جا سکے، کیونکہ وہ تحریف کے قائل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے طنز و تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں ہمیں ان کو بچانا مقصود ہے۔ان کے یہ دو نکتے ہمارے لیے مخدوش و مشکوک ہیں ان کا یہ کہنا ہمارا عقیدہ بھی عدم تحریف قرآن کا ہے یہ ایک خلاف حقیقت بات ہے، کیونکہ ان کے فتاویٰ کا مصدر تفسیر علی ابن ابراہیم قمی ہے اور یہ تفسیر تحریف قرآن کے قائلین کے مصادر میں سے ہے۔دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ تحریف قرآن کے قائل انسان کی لکھی ہوئی کتاب سے استناد بھی کریں اور اس کی صحت پر ایمان رکھتے ہوئے قرآن میں عدم تحریف کا اعلان بھی کریں یہ ایک ناممکن بات ہے۔

انتہائی افسوس اور حسرت سے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ ہر مسلمان او راہل قرآن کو اس جرم و جنایت پر جو

محدث نوری نے کی ہے سب سے زیادہ اس بات پر غصہ آنا چاہیے کہ ''ہم محدث نوری کی شخصیت کو بچانے کے لیے تحریف قرآن کے قائل ہوئے ہیں۔'' ان کی اس بات سے ہمارے لیے یہ نتیجہ لینا بہت آسان وسہل ہے کہ سرکار علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب کی سوچ وفکر کے مطابق اوران کے نزدیک، قرآن کریم سے زیادہ عزت واحترام محدث نوری کو حاصل ہے۔

☆ شیخ نراقی:

تحریف قرآن کے قائلین میں سے ایک شیخ احمد مہدی نراقی متوفی ۱۲۴۴ھ ق جو علم اصول کے بڑے علماء میں سے تھے۔ان کی بہت سی تصنیفات وتالیفات ہیں، جن میں سے ایک **منهاج** اور **احکام فی الاصول مستند الشیعه فی الفقه، معراج السعاده** ہے۔تحریف قرآن کے دلائل کو جمع کرنے کے بعد کہتے ہیں، قرآن میں کمی واقع ہوئی ہے یعنی کچھ چیزیں قرآن سے کم ہوئی ہیں گرچہ ہمیں پتہ نہیں کہاں سے کمی ہوئی ہے۔یہ اعتقاد اخبار کثیرہ کی بنیاد پر ہے، جن کو قرائین وشواہد کے تحت جمع کیا گیا ہے۔

☆ شیخ نوری:

میرزا حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی متولد ۱۲۱۴ھ ق متوفی ۱۳۲۰ھ ق، ۱۴ چودہویں صدی کے معروف مشہور محدث شیعہ امامیہ ہیں ان کی وجہ شہرت ان کی وہ کتاب ہے جو انہوں نے ''فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب'' کے ثبوت میں پیش کی ہے۔صاحب **التحقیق فی نفی التحریف** علامہ میلانی، میرزا نوری کی اس کتاب سے زیادہ خود ان پر تنقید کرنے اور ان کی کتاب پر رد لکھنے والوں میں سے ہیں۔ان کا کہنا ہے یہ اس محدث عظیم کی شخصی رائے ہے اس کا فرقہ شیعہ سے تعلق نہیں۔لیکن آپ سے سوال ہے ان کی اس تالیف کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟ محدث نوری، شیخ مرتضٰی انصاری اور مرزا شیرازی کے شاگرد رہے ہیں۔انہوں نے اس کتاب کو تین مقدمات، ۱۲ فصل اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔ان کے شاگردوں میں آقائے بزرگ تہرانی صاحب **''الذریعه الی تصانیف الشیعه''** اور محدث قمی صاحب **''مفاتیح الجنان''** اور **''منتهی الامال''** ہیں۔

[کیہان اندیشہ شمارہ ۲۸ ص ۴۶]

یہاں ہم آیت اللہ محدث نوری کی ''فصل الخطاب'' میں تحریف قرآن پر جو دلائل دیئے گئے ہیں اس کا

خلاصہ پیش کرتے ہیں ۔لیکن قارئین اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھیں کہ محدث نوری صرف انہیں روایات کو صحیح مانتے ہیں جو اہل بیت سے منسوب ہیں جبکہ صحابہ اور تابعین کو اپنے مذہب کے خلاف گردانتے ہیں انہوں نے تحریف قرآن کے بارے میں جو دلائل قائم کیے ہیں تمام کے تمام روایات پر مبنی ہیں ۔اس حوالے سے اہل سنت کی روایات تعداد اور حجم کے لحاظ سے اگر شیعہ روایات سے زیادہ نہیں تو برابر ضرور ہیں ،جن سے استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔

ا۔بعض روایات کا مضمون : جو کچھ گزشتہ اقوام وملل میں وقوع پذیر ہوا وہ بعینہ اس امت میں بھی رونما ہوگا: یعنی ان کی آسمانی کتاب تورات اور انجیل میں تحریف ہوئی لہٰذا قرآن میں بھی تحریف ہوگی ۔یہ اہل سنت کی روایات ہیں۔

۲۔وہ روایات جن میں آیا ہے : گواہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے کچھ آیات وسوروں کو درج نہیں کیا گیا ۔لہٰذا دو افراد سے تواتر نہیں رہتا ،لہٰذا عین ممکن ہے کہ اس قرآن میں غیر قرآن داخل ہوا ہو۔

۳۔اہل سنت کی روایات جن میں کہا گیا کہ بہت سی آیات کا حکم منسوخ ہو چکا ہے ،لیکن ان کی تلاوت باقی ہے۔

۴۔محدث نوری :امیر المومنین علیؑ کے پاس ایک خاص مصحف تھا جسے انہوں نے خود جمع کیا تھا پیغمبر کی وفات کے بعد جب انھوں نے اس مصحف کو اصحاب پیغمبرؐ کے سامنے پیش کیا تو اصحاب نے اسے قبول نہیں کیا ۔لہٰذا امام نے اسے چھپا کر رکھا یہاں تک کہ ہر امام نے اسے بعد میں آنے والے امام کے حوالے کیا ۔یہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے ،جب وہ ظہور کریں گے تو اس قرآن کو لے کر آئیں گے۔

تحریف قرآن کے قائلین کے دلائل

قرآن میں تحریف کے قائلین نے ایک ہی دلیل کو کثیر کر کے پیش کیا ہے ،جبکہ حقیقت میں وہ سب ایک ہی دلیل ہیں یعنی وہ روایات ہیں جو تحریف قرآن کے بارے میں اِدھر اُدھر سے جمع کی گئی ہیں ۔چونکہ روایات آحاد سے کوئی دلیل نہیں بنتی تھی لہٰذا انہوں نے پہلے ان روایات کو کتب کثیرہ میں نقل کیا اور پھر کتب کثیرہ سے منقول روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ہمیں دیکھنا ہوگا کہ تواتر معنوی کی کیا تفسیر ہے کیا اس کے لئے روایت کی سند کی ضرورت ہے یا صرف کتابوں میں ملنا کافی ہے ۔ان سے استفسار ہے کسی بھی روایت کے تواتر کو ثابت کرنے کے لیے کن چیزوں کی احتیاج ہے؟ کیا کیا شرائط ہیں؟ کیا یہاں بھی فتویٰ چلے گا کہ مشہور ہے یا سب نے کہا ہے یہاں

شہری نظام نہیں جو کثرت آراء سے چلائیں ۔انہیں چاہیے کہ تواتر معنوی کے شرائط بھی بیان کریں اس کے بعد دیکھیں گے کہ انہوں نے کیسے اور کہاں کہاں سے چشم بندی کی ہے ۔اس کے بعد قارئین پر واضح ہوگا کہ حدیث گراؤں نے دین سے کھیلنے کے لیے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کئے ہیں ۔

جب ان کو حدیث تواتر کی شرائط پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آیا تو انہوں نے ''تواتر معنوی'' جعل کیا ہے ۔

کتب کثیرہ میں یہ حدیث ہونا تواتر بننے کے لیے کافی نہیں ہے ،تمام طبقات میں رویات کا تسلسل اور روایات کی تعداد کو تواتر کہتے ہیں ۔اگر تناظر زمانے میں حدیث گروں کی احادیث کا تجزیہ کریں تو بہت سی احادیث کے سقم اور ضعف کی بُو از خود ان کتابوں سے آتی ہے ۔

آیئے ان کتابوں کا ایک جائزہ لیتے ہیں صحیح بخاری جو سب سے پہلا مجموعہ حدیث ہے اس کے مولف کا کہنا ہے سات لاکھ ضعیف اور غیر مستند احادیث سے چھانٹی کر کے صحیح احادیث کو جمع کیا ہے ۔اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صحیح بخاری میں جو احادیث ہیں وہ سات گنا ضعیف احادیث سے چھانٹی کر کے نکالی گئی ہے ۔

جب مسلم تشریف لائے تو انہوں نے انہیں احادیث کو جمع کیا جنہیں صحیح بخاری نے ضعیف گردان کر چھوڑ دیا تھا وہ ان کے پاس صحیح قرار پائیں ۔

اس کے بعد احمد بن حنبل تشریف لائے جنہوں نے اپنی مسند میں ان احادیث کو جمع کیا جنہیں پہلی دو شخصیات نے ضعیف گردان کر چھوڑا تھا اسی طرح دوسری کتابوں کا بھی یہی حشر ہوا ہے ۔

جب ہم شیعہ تصنیفات کی طرف دیکھتے تو ''اصول کافی'' میں سولہ ۱۶ ہزار احادیث ہیں ،کلینیؒ صاحب نے صحیح بخاری کی طرح واضح نہیں کہا ہے کہ ہم نے کتنی احادیث سے چھانٹی کی ہیں ۔انہوں نے صرف یہ فرمایا ہے کہ ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کا ہمارے آئمہ کی طرف سے ہونے پر یقین تھا ۔

جب شیخ صدوقؒ تشریف لائے تو انہوں نے ''من لا یحضرہ الفقیہ'' میں جمع کردہ روایات کو مستند قرار دیا ،آپ نے ان احادیث کو اپنی کتاب میں اکٹھا کیا جنہیں کلینی نے اپنی کتاب میں تھا حالانکہ دونوں قریب کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں ،انہوں نے آدھی سے زیادہ حدیث بے سند پیش کی ہیں ۔ان کے بعد شیخ طوسیؒ اسی علاقے سے اور ایک ہی واسطے سے آئے ،انہوں نے وہ احادیث جمع کی جو کلینی اور صدوقؒ نے چھوڑی تھیں اس طرح بحار ،وافی

،وسائل اور مستدرک ایک دوسرے سے چھانٹی شدہ احادیث کا مجموعہ ہیں۔

ہمارے مجموعہ حدیث میں شخص واحد سے غیر عادی حدیث کا کثرت سے ہونے کا کثیر علماء نے اعتراف کیا ہے بعض نے جعلی احادیث کی تعداد بیان کی ہے، جبکہ بعض نے جعلی احادیث کی نشاندہی کی ہے اور ان موضوعات پر کتابیں لکھیں ہیں کہ کونسی روایات بے بنیاد ہیں۔بعض نے خاص راویوں کی روایات کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔

☆ اصول کافی:

شیعوں کے نزدیک اصول کافی وہ کتاب جس کی جلد اول کے مقدمہ میں، ص ۲۶ پر لکھا ہے: شیخ مفیدؒ نے اس کتاب کے بارے میں کہا ہے: یہ کتاب قرآن کریم کے بعد شیعوں کی اہم ترین اور کثیر الفوائد کتاب ہے۔ شیعوں میں اس سے پہلے ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔شہید محمد بن مکی نے کافی کے بارے میں کہا ہے: حدیث میں کتاب کافی جیسی اور کوئی کتاب نہیں ہے۔

اس کی تمہید میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے اصول کافی کو امام زمانہ کی خدمت میں پیش کیا تو امام نے اسے شیعوں کے لئے پسند فرمایا۔ کتاب کبیر، کافی جیسی اور کوئی کتاب نہیں۔ کہتے ہیں اس میں وہ احادیث اور اسرار دینی ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ہیں فیض کاشانی نے کافی کے بارے میں کہا کہ یہ اشرف، اوثق اتم اجمع کتاب ہے۔یہ فضول اور غلط روایات سے خالی ہے۔شہید خان نے کہا ہے کتاب کافی ہر چشمہ منہل صاف ہے، اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے یہاں سے ان کی قدر قیمت معلوم ہوتی ہے کہ مجلسی نے کہا ہے، کتاب کافی سب سے مضبوط اور سب سے جامع کتاب ہے فرقہ ناجیہ میں اس جیسی کتاب نہیں آئی۔

محمد امین استر آبادی نے کہا ہے: ہم نے اپنے علماء سے سنا ہے اسلام میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے ۔اس میں موجود احادیث اہل سنت کی کتابوں میں موجود احادیث سے کہیں زیادہ ہیں، کیونکہ صحیح بخاری میں ۷۲۷۵، احادیث ہیں مکرر کو نکالنے کے بعد ۴۰۰۰ رہ جاتی ہیں۔ابن تیمیہ نے کہا ہے صحیح بخاری و مسلم ملا کے کل ۷۰۰۰ ہزار احادیث بنتی ہیں۔

☆ وہ کتابیں جن سے تحریف کے قائلین استناد کرتے ہیں۔

کہتے ہیں یہ ایک رسالہ ہے جس کا مولف مجہول الحال ہے بعض نے اسے سعد بن عبداللہ اشعری سے،

بعض نے محمد ابن ابراھیم نعمانی متوفی ۳۶۰ سے بعض نے اسے سید مرتضی سے نسبت دی ہے۔غرض کتاب اپنی جگہ مجہول المؤلف ہے۔

دوسری کتاب سلیم بن قیس ھلالی ہے جسے ہمارے ہاں "اسرار آل محمد" کے نام سے جانا جاتا ہے۔جبکہ اس کتاب کے بارے میں "شیخ مفید" نے کہا ہے اس کتاب پر اعتماد نہیں کرسکتے یہ ایک خلط و کھچڑی ہے اور مولفین کو چاہیے اس کتاب کے تمام مندرجات سے پرہیز کریں۔

اس کتاب کا راوی "ابان بن عیاش" ہے جسے حسین غزائری اور شیخ طوسی نے غیر معتبر و مخدوش قرار دیا ہے بعض نے کہا ہے یہ کتاب ابان بن عیاش نے ازخود وضع کی ہے۔

☆ کتاب قراۃ:

تالیف احمد ابن محمد سیاریہ متوفی ۲۶۸ شیخ طوسی نے کہا کہ احمد ابن سیاریہ آل طاہر کیلئے کام کرتے تھے، یہ شخص اپنی جگہ ضعیف الحدیث فاسد المذہب ہے اس کی روایات اندر سے کھوکھلی اور مراسل سے پر ہیں۔ابن غزائری نے کہا یہ درجہ ضعیف سے بھی گری ہوئی کتاب ہے اس کا مولف غالی و منحرف انسان ہے اور قائل تناسخ تھا کبھی اس کتاب کا نام "تنزیل وتحریف" سے پہچانا جاتا ہے۔

☆ تفسیر ابن ابی جارود زیاد بن احمد منذر سرحوب:

یہ فرقہ زیدیہ کے فرقہ جارودی کے بانی ہیں، ظاہر و باطن دونوں آنکھوں سے نابینا تھے، امام صادقؑ نے اسکے حق میں نفرین کی ہے۔محمد بن سنان نے کہا ہے یہ مرتے وقت شراب پی کر کفر پر مرا ہے، اس کی کتاب کا راوی ابو سہل کثیر بن عیاش قطان ہے جو ضعیف تھا۔

☆ علی ابن ابراہیم قمی متوفی:

تفسیر قمی ان سے منسوب ہے۔اس میں ابی الفضل عباس بن محمد علوی کو دی گئی املا ہے تفسیر کا کچھ حصہ ابی جارود سے منقول ہے اور اس میں کچھ حصہ نعمانی سے بھی منسوب ہے۔

☆ **کتاب استغاثہ علی ابن احمد کوفی متوفی ۳۵۲:**

عیاشی نے کہا ہے: یہ اپنی آخری عمر میں غالی ہو گئے اس کا مذہب فاسد ہے اور اس کی کتابیں بھی فساد پر مشتمل ہیں۔اس نے غلو پر کتاب لکھی ہے۔غزائری نے کہا یہ غالی اور بدعت گذار ہے۔

☆ **کتاب احجاج طبری:**

یہ کتاب بھی طبری منسوب ہے۔سید بحرالعلوم نے کہا ہے کہ یہ کتاب چھ آدمیوں سے منسوب ہے،اس کے علاوہ اس کا متن تمام کا تمام مرسل سے پر ہے۔اس نے اپنا نام بھی ابتداء میں نہیں لکھا ہے۔اور یہ کتاب اس لئے لکھی ،تا کہ اپنی فکر کے لوگوں کو مناظرہ کرنا سکھائے ،چنانچہ یہ کتاب جدال و مناظرہ سے پر ہے۔بعد میں اس نے اسے مختلف علماء سے نسبت دی ہے۔اسے نہ کتاب حدیث کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی اسے کتاب تاریخ کہا جا سکتا ہے۔

☆ **تفسیر امام حسن عسکری:**

یہ کتاب لکھنے والے ابو یعقوب یوسف بن محمد ابن زیادہ اور ابوالحسن علی ابن محمد بن صیاد کہتے ہیں: امام حسن عسکری نے انہیں املا دی ہے، یہ دونوں کسی بڑے سرمایہ دار کے فرزند تھے۔ان کے دونوں کے راوی خود اپنی جگہ مشکوک ہیں۔

☆ **تفسیر عیاشی:**

اس کے اندر جو روایات ہے وہ قضاء سے منقول ہے جو خود مشکوک ہے۔

۱۰۔ تفسیر فرات ابن ابراہیم بن فرات کوفی متوفی ۳۰۰۔

☆ **کتاب دبستان مذاہب:**

یہ کسی مستشرق کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو یہ خرافات سے پُر ہے،تحریف قرآن کے قائلین نے زیادہ اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

۵۔محدث نوری:عبداللہ بن مسعودؓ اس مصحف کے خلاف تھے،وہ حافظ قرآن اور جامع قرآن تھے انہوں نے خود لکھا ہے اور خود ترتیب دی لیکن جب عثمانؓ نے قرآن جمع کیا تو انہوں نے انکے قرآن کو مسترد کر دیا۔لہذا اس قرآن میں

تحریف ہے۔

۶۔محدث نوری: جو مصحف ابی بن کعب کے پاس تھا وہ مصحف عثمانی سے مختلف تھا،جبکہ ابی بن کعب کو سید القراء کہتے ہیں۔اسی طرح عبد اللہ بن عباس جداگانہ مصحف رکھتے تھے جس کی ترتیب موجودہ قرآن سے مختلف تھی۔

۷۔محدث نوری: اخبار کثیرہ، مذہب مخالف یعنی اہل سنت کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جن کے تحت موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔

۸۔محدث نوری: پیغمبرؐ کے اوصیاء کے اسمائے گرامی وصفات اب بھی کتب آسمانی یعنی تورات وانجیل میں موجود ہیں، شاید قرآن میں بھی ان کے نام تھے لیکن اس قرآن میں موجود نہیں اس لئے اس میں تحریف ہوئی ہے۔

یہ ایک المیہ ہے۔لہذا ہمیں تحریف قرآن کا دفاع کرتے وقت غث وسمن، صحیح وغلط کو جدا کرنا ہوگا ہمیں قرآن کریم میں تحریف کو اچھالنے والوں کے چہرے سے نقاب کو ہٹانا ہوگا۔ہمارا فریق مخالف کو اپنے اوپر تہمت لگانے والا قرار دے کر نفی تحریف کرنا درست نہیں ہے۔

☆ علامہ میلانی کی توجیہات کا تحلیل و تجزیہ:

آپ نے لکھا ہے: ان علماء کے نظریات شخصی و ذاتی ہیں انہیں فرقہ کی طرف نسبت نہیں دے سکتے۔

لیکن اس زاویہ سے وہ بھی علماء اہل سنت کی کتابوں میں موجود روایات تحریف کو بنیاد بنا کر اہل سنت کو تحریف کے قائل کی نسبت نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بھی ان کے شخصی نظریہ ہے انہوں نے بھی علم حدیث شناسی پر کتابیں لکھی ہیں جن میں بہت سی ضعیف روایتوں کی نشاندہی کی ہے۔اس سلسلے میں مزید معلومات کے بارے میں ان کی کتابیں ملاحظہ کریں۔

بہر حال علامہ محقق میلانی کا دو پہلو والا نظریہ باعث تشویش اور نگران کنندہ ہے، جس سے بعض اوقات ایسی افسوس ناک صورتحال پیدا ہوتی ہے کہ ان کے دل میں زیادہ مقام ومنزلت اور جھکاؤ،عظمت قرآن کے لیے ہے یا ان علمائے اکابرین محدثین اخباریں کے لیے ہے۔یا ان کے دل میں فرقہ کا نہ مٹنے والا تعصب ہے، جہاں وہ اپنی صریح غلط اور بے بنیاد باتوں پر بھی دوسرے فرقوں کا انگلی اٹھانا یا نشاندھی کرنا برداشت نہیں کرتے، چنانچہ صاحب تحقیق علامہ میلانی نے اہل سنت والجماعت کی طرف سے ''فصل خطاب'' پر نقد وتنقید کو ان کی شیعہ دشمنی گرانا ہے جس

کی بناپرعلامہ تضادوتناقض کوئی کاشکار ہوئے ہیں:

۱۔شیخ کلینی ،شیخ صدوق دونوں کی کتابوں پرعمل کرنا جائز اور کافی گرانا ہے۔

۲۔انہوں نے ان علماء کی تعریف میں انہیں ثقہ کہا ہے،اس کا مطلب یہ ہے یہ روایات قابل اعتمادو بھروسہ ہیں۔

۳۔ان کی کتابوں میں موجود روایات تحریف کو ہم نے سنداور متن دونوں حوالے سے مخدوش قرار دیکر مسترد کیا ہے۔

علامہ میلانی اور دیگر متعصبین فرقہ کا اصرار ہے کہ کوئی سنی ہماری کتب سے ہمارے خلاف کوئی روایت نہیں اٹھا سکتا لیکن ہمیں یہ اعزاز ہے کہ ہم اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے جعلی روایات اٹھا کران کے خلاف استدلال کرسکتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں کا نام صحیح رکھا ہے جب کہ ہم نے اپنی کتابوں کی کوئی ضمانت نہیں دی یہ بات باعث تعجب ہے۔

علامہ میلانی یہ بات بھول گئے جہاں کہتے ہیں:''اصول کافی'' جب مکمل ہوئی امام زمانہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو امام زمانہ نے فرمایا''کافی'' ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔اس طرح کلینی نے کافی اور صدوق نے من لا یحضر الفقیہ کے مقدمے میں لکھا ہے جو کچھ اس کتاب میں موجود ہے ہم اس کی صحت اور حجت کی ضمانت دیتے ہیں۔

دومحاذوں پرجہاد کرنے والے علمائے اعلام:

میلانی اور دیگر علمائے بزرگ شیعہ جنہوں نے ایک طرف تو ساحت مقدسہ قرآن کریم سے ہر نوع کی تحریف کو مسترد کیا ہے اور قرآن سے دفاع کیا ہے لیکن اس جہاد مبارک، عمل گراں قدر اور خدمات جلیلہ کے ساتھ قرآن کریم کو ناقابل استدلال و عمل گردانے والے محاذ جنگ میں اپنا حصہ ڈال کر تحریف قرآن کے قائلین سے بھی دفاع کیا ہے، جس کی عقل و شرع کی رو سے کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

علامہ میلانی اپنی کتاب کے ص ۱۸۲ پر شیعہ علماء کی طرف تحریف کی نسبت کو بلا جواز گردانتے ہوئے لکھتے ہیں: ان کا صرف اپنی کتابوں میں ان روایات کو جمع کرنے کو بنیاد بنا کر انہیں تحریف کی طرف نسبت نہیں دے سکتے کیونکہ انہوں نے کسی بھی حوالے سے یہ وعدہ نہیں دیا ہے کہ جو کچھ روایات وہ اپنی کتاب میں نقل کر چکے ہیں وہ صحیح اور درست ہیں، لہٰذا ان روایات سے برآوردہ نتائج کو ان کتابوں کے مؤلف کی طرف نسبت نہیں دے سکتے۔

ہم یہاں علامہ **احسان الٰہی ظہیر** یا ان کی فکر رکھنے والوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک دلیل ہوتی ہے۔آپ کا یہ کہنا کہ جن لوگوں نے تحریف قرآن کے بارے میں دلائل قائم کئے ہیں اور تحریف کے قائلین کی مذمت کی ہے ان کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے تقیہ کیا ہے اس بات کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔چونکہ آپ نے فرمایا: تقیہ کیا ہے۔تو ماننا چاہیے اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہے اور اگر کوئی فاسق توبہ کریں تو قرآن اور سنت وسیرت پیغمبران کے بارے میں ہمیں یہی بتاتی ہے کہ یہ لوگ منافق ہے تو اس مسئلے کا کیا حل ہوگا؟ یا جو افراد یا وہ مذہب جو تحریف قرآن کے قائل تھے آج انہیں عقل اور قرآنی آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن نا قابل تحریف نا قابل تغیر وتبدیل ہے۔اور وہ اس کا اپنی زبان اور قلم سے اظہار کرنا چاہتا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہیں کہ وہ دل کی گہرائیوں سے اس کا اعتراف کرتے ہیں تو آپ اسے کیا کہیں گے خاص کر ان لوگوں کے لیے جنہوں نے عدم تحریف قرآن پر قرآن اور سنت دونوں سے استدلال کیا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہے۔کیا تقیہ کرنے والے اپنے مذہب کے خلاف دلائل بھی دیتے ہیں آپ اپنے اندازے سے کہہ رہے ہیں یا ان کے گذشتگان اور ان کے بڑے ہی تحریف قرآن کے قائل تھے۔

شیعہ مذہب میں رہتے ہوئے عدم تحریف قرآن پر تصریح کافی نہیں چونکہ ممکن ہے کہ وہ تقیہ سے کہتا ہو۔ اگر کوئی شیعہ مذہب سے زیادہ قرآن کا معتقد ہو تو اس عدم تحریف قرآن پر قائم ہونے یا ثابت رہنے کے لیے کس فرقے کو اپنانا چاہیے؟ کیا اس کے لیے اہل حدیث ہونا ضروری ہے۔لیکن اگر اہل حدیث میں جائے تو فضائل اہل بیت سے جان چھڑے گی لیکن اختلاف قرأت گلے پڑے گی اور پھر ہر گھر میں ۴۰ مختلف قرآن رکھنے پڑیں گے۔

اگر فرق اسلامی کے علماء عمائدین آیات محکم قرآن جو کثیر آیات پر مشتمل ہیں اور روایات متواترہ رسول اکرمؐ اور روایات متفق علیہ پر اکتفاء کرتے اور روایات شاذہ و نادرہ و متنازعہ سے صرف نظر کرتے تو ہمارے آئین ساز اداروں میں آئین اسلام کے خلاف قوانین پاس نہ ہوتا فرقوں نے اپنے فرقے کو بچایا انہوں نے قرآن وسنت کو آئین قرار دینے والوں سے کہا اگر قرآن سے استناد و استدلال کریں گے تو کس فرقے کی تفسیر سے کریں گے گویا قرآن محمدؐ پر نازل نہیں ہوا بلکہ ہر فرقے کی تفسیر نازل ہوئی ہے انہوں نے فرقے کو اٹھا کر اسلام کو بھیڑیوں کے سامنے چھوڑا ہے۔

صاحب "اتجاهات تفسیر" بعض فقہا مجتہدین کی حفاظت وصیانت اور عدم تحریف قرآن کے بارے میں دیئے گئے مدلل دلائل کو دو ملاحظات سے مسترد کرتے ہیں۔

ا۔شیعوں کا اصل نقطہ نظر، قرآن کے بارے میں تحریف شدہ کتاب ہے لیکن تحریف قرآن امت مسلمہ کے نزدیک ایک فکر مذموم ومردود ہے۔قہر وغضب مسلمین سے بچنے کی خاطر وہ تقیہ کر کے کہتے ہیں قرآن میں تحریف نہیں ہوا ہے۔

۲۔بعض تحریف قرآن کو اہل سنت کی طرف نسبت دیتے ہیں کہ اہل سنت نسخ قرآن کے قائل ہو کر تحریف قرآن کے مرتکب ہوئے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ تحریف اور نسخ میں فرق واضح ہے۔تحریف عمل انسانی ہے نسخ عملِ الٰہی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا عمل ہے،لہٰذا قرآن میں نسخ کے قائل ہونا مذموم عمل نہیں ہے۔

یہ دونوں ملاحظہ اپنی جگہ مردود ہے، جہاں تک دوسرے ملاحظہ کی بات ہے عرض ہے نسخ بمعنی ایک حکم شرعی کو رفع کر کے دوسرے حکم کو اس کی جگہ جائے گزین کرنا آیا ہے یہ عمل اپنی جگہ جائز ہے یا نہیں؟اس سلسلے میں عقلاء سوائے چند موارد کے نسخ کو ایک فعل نا مطلوب نامرغوب ناپسند قرار دیتے ہیں۔ہر مہینے ہر سال یا ہر چند سال میں ملک کے آئین ودستور منسوخ کرنا بھی ایک عقلائی عمل نہیں ہے۔لہٰذا آئین ساز اداروں میں ہمیشہ سے تنسیخ قانون کو سخت مشکلات اور مزاحمتوں کا سامنا ہوتا ہے، آسانی سے کوئی بھی تنسیخ پاس نہیں ہوتا۔جب انسانی معاشرہ میں جو کہ مرکب از جہل ونسیان ہے یہ فعل مذموم قرار پائے تو ایسے فعل کو عالم محیط کل عالم لعواقب کل کی طرف کیسے نسبت دیں گے ،چنانچہ یہود ونصاریٰ نے نسخ کو مردود قرار دیا ہے۔لیکن علمائے اسلام کے بعض عقلاء نے نسخ کو فی الجملہ کبھی کبھی جائز گردانا ہے مثلاً جہاں عقل ومنطق ،آیاتِ قرآنی اور ضرورت کے تحت جائز گردانا جاسکتا ہو۔اس صورت میں علم الوہیت ،ارادہ الوہیت میں کوئی نقص وعیب کا سبب نہیں بنتا۔

ا۔ادیان ماسبق میں وارد بعض قوانین جو کہ ان پر محدود مدت کے لیے بطور آزمائش وامتحان لاگو ہوا تھا ان کے رفع سے پہلے ہی ان کی شریعت میں تحریف واقع ہوئی ہے۔

۲۔شریعتِ ماسبق میں بہت سی چیزیں ان کی علم میں تحریف ہوا لہٰذا وہ کتابیں بطور کلی قابل عمل نہیں ہوا ہے یہاں بعض احکام ماسبق میں منسوخیت آئی جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں آیا ہے۔

۳۔خود امت مسلمہ میں بعض احکام جس پر مسلمان عمل پیرا تھے ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ حکم منسوخ ہوا اور نیا حکم اس کی جگہ جاگزین ہوا جس کی واضح مثال تحویل قبلہ از مسجد اقصیٰ بہ کعبہ ہے۔ پہلا حکم سنت سے ثابت ہے اور اس کا ناسخ قرآن کریم ہے۔

علمائے شریعت نے اصل میں ایک حکم منسوخ ہو کر اس کی جگہ کوئی اور حکم کے جائے گزین ہونے پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ محققین علمائے اسلام اس نتیجے پر پہنچیں ہیں کہ کلمہ "نسخ" قرآن اور اصطلاح اصول میں جس معنی میں قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے عصر نزول کے بعد جو معنی علمائے اصول نے دوسری تیسری صدی میں از خود وضع کیا ہے اور دونوں کے درمیان میں بہت زیادہ فرق ہے۔ کلمات کے جو معانی عصر نزول قرآن کے موقع پر اہل زبان اہل عرب میں رائج تھا وہی ہمارے لیے حجت ہے، لیکن دوسری اور تیسری صدی کے معانی جو اصطلاحی یا مولدہ لغات ، آپ قرآن پر نہیں ٹھوس سکتے ہیں۔ قرآن کریم اور سنت نبی کریم میں یہ کلمہ جس معنی میں آیا ہے اور علمائے اصولیین نے جس معنی و مفہوم میں استعمال کیا ہے دونوں آپس میں اجنبی ہیں اس زمانے میں یہ کلمہ کسی عام کو تخصیص دینے اور مطلق کو تقید کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مولا وقت اور حالات کے تحت ایک جملہ مجمل اور مبہم کوئی کرتا ہے اور بعد میں تبین اور توضیح کرتا ہے اسے تخصیص عام اور تقید مطلق کہتے ہیں، لیکن ایک اس وقت بھی قرآن میں موجود ہے، وہ اس کا حکم منسوخ ہوا ہے اس کو علماء نے شدت سے مسترد کیا ہے۔ اگر اس کو تسلیم کریں کہ آیات کا گرنا اپنی جگہ درست اور لا اشکال ہے تو آپ کو اپنے اس مسلمہ اصول کے تحت دوسرے فریق کی ان باتوں کو بھی تسلیم کرنا ہوگا جو وہ کہتے ہیں: بہت سے آیات رجم، اور فضائل اہل بیت کے بارے میں وارد آیات کو ترتیب کنندگان نے مسترد کیا ہے۔ یہ کہنا کہ کلمات اس جگہ سے گر گئے ہیں جب آیات گر سکتیں ہیں تو بطریق اولیٰ کلمات بھی گر سکتے ہیں اور اگر یہ تسلیم کریں تو جتنی آیات منسوخیت قرآن میں وارد ہوئی ہیں یا جتنی روایات قرائت قرآن کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان سب کو ناسخ و منسوخ بنا کر رکھیں گے اور اللہ سے نسبت دیں گے تو یہ اس وعدہ الٰہی کے بھی خلاف ہے کہ جہاں اس نے اس کتاب کے آگے پیچھے سے تحریف کنندہ نہ آنے کے لیے دیا ہے، چنانچہ امام فخر الدین رازی نے ابو مسلم اصفہانی کو اپنے بیان کے ذریعے پیغام بھیجا کہ جہاں وہ نسخ کا قائل ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نسخ بھی آیات کو باطل کرنے کے مترادف ہے۔

قارئین بتائیں یہاں تحریف قرآن کے ہونے کا ذمہ دار کون ہے اور اس کے حافظ و صائن کون ہیں؟ اور ان کے درمیان کون صحیح کہتا ہے اور کون غلط کہتا ہے؟ اب نبی کریمؐ سے منسوب اس حدیث پر عمل ممکن نہیں جہاں فرماتے ہیں **قل الحق ولو علی نفسک** اگر اپنے فرقے کو غلط ٹھہرایا تو کہیں گے دوسروں کی حمایت کر کے اپنوں کی مخالفت کی ہے اگر حق و انصاف کا تقاضا پورا کریں گے تو جنگ اپنوں کے درمیان جاری رہے گی۔ معلوم ہوتا ہے بیچ میں کوئی طاقت ہے جو کوئی فیصلہ ہونے نہیں دیتی لہٰذا مسلمان، مومن با اسلام، مومن بہ رسالت محمدؐ، مومن بہ قرآن کو چاہیے کہ وہ فرقوں کے حصار سے نکل کر قرآن کی حفاظت و صیانت کا استناد و استدلال خود اسی قرآن سے کریں کیونکہ اس سے محکم مستند و دلیل کوئی نہیں دے سکتا۔

کلینیؒ تحریف قرآن کے قائل تھے ان کا اعتقاد تھا اس سلسلہ میں آئمہ اطہار کی طرف سے مروی روایات ہمارے پاس موجود ہیں۔

تحریفِ قرآن کے قائل علماء سے دفاع:

☆ علامہ سید علی میلانی:

صاحب "**التحقیق فی نفی التحریف**" علامہ میلانی اور دیگران نے اُن علماء سے دفاع کیا ہے جنہوں نے تحریف قرآن کو ترجیح دی ہے علامہ میلانی نے ان سے دفاع کو ذیل کے نکات پر استوار کیا ہے:

۱۔ ان کی کتابوں میں تحریف قرآن کے بارے میں روایات کا ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں کیونکہ وہ ان کتابوں کے تمام مندرجات کے صحیح ہونے کی ضمانت نہیں دیتے حتیٰ اظہار بھی نہیں کیا ہے۔

۲۔ ان علماء کی آراء و نظریات ان کے شخصی ذاتی نظریات ہیں انہیں کسی صورت میں پورے فرقے کی طرف نسبت نہیں دے سکتے۔

۳۔ بعض نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں اندراج ضروری سمجھا لیکن ان کا اپنا عقیدہ عدم تحریف پر قائم ہے، چنانچہ انہوں نے اس کا اعتراف دوسری کتابوں میں کیا ہے۔

۴۔ بعض شخصیات کے بارے میں مسلمہ ثبوت ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں ضعیف راویوں سے روایات نقل کرتے تھے۔

جس کی چند مثالیں ہیں۔

لیکن ہم ان علماء کی طرف یہ نسبت آسانی سے دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں جو کچھ نقل کیا ہے اس کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ پیغمبرؐ اور اصحاب سے صادر ہوئی ہیں۔ ان کی کتابوں میں موجود کئی روایات، تحریف قرآن کی نشاندہی کرتی ہیں اور ہم انہی روایات کی بنیاد پر انہیں تحریف قرآن کے قائلین میں شمار کر سکتے ہیں، جیسے صحاح ستہ کا التزام لیا ہے جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے روئے زمین میں سب سے صحیح کتاب مالک کی ہے حافظ نے کہا ہے سب سے پہلے صحیح روایات لکھنے والے امام مالک ہیں۔

فریقین کے ان علمائے اعلام کی دو بیانی تضاد گوئی یا تحریف قرآن کے قائلین سے نرم گوشی اور دفاع سے محسوس و معلوم ہوتا ہے کہ علمائے مسلمین قرآن کریم کی آیات کسی قطعی الصدور اور آیات محکمات کی قطعی الدلالت اور

روایاتِ متواترہ کی حیثیت علمائے حدیث کی قواعد تصحیح وتضعیف روایات صحیحہ اور شاذہ میں فرق امتیاز سب اتنی تو ازن وقدرت نہیں جو فرقہ کسی عقائد اور اکابرین کی نظریات کا مقابلہ کریں وہ اس میں یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ ہمیں آیات محکمات کے ساتھ روایات ضعیف کو بھی اور روایات صحیحہ کے ساتھ اکابرین کے اقوال ونظریات کو بھی مسلمہ عقائد اسلام کے ساتھ اپنے فرقہ کے عقائد کو بھی ساتھ لے کر چلنا ہے جس طرح آج کل کے بعض علمائے اعلام کے حکیمانہ اقوال ہے کہ ہم مؤمن وفاسق منافق وکافر سب کو لے کر چلنا چاہتے ہیں۔

تحریف وصیانت قرآن کے بارے میں دو بیانی والے علماء کے نام:

صیانت:

صیانت وعدم تحریف قرآن کے بارے میں دو بیان رکھنے والے یا تحریف قرآن کے قائلین سے دفاع کرنے والوں کی منطق او رتوجیہ، اس باب میں ''لا یسمن و لا یغنی من جوع'' ہے ان کی بے جا توجیہات ذیل کے نکات پر مشتمل ہیں:

۱۔ انہوں نے پہلے اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے نفی تحریف کہا ہے اور کتاب میں تحریف کے بارے میں وارد، روایات کو جمع کر کے اس کے بارے میں نتیجہ گیری کرتے ہوئے تحریف کا اعلان کیا ہے۔

۲۔ گویا ہمارے درمیان ایک انتہائی قلیل گروہ ہے جو ملت کی ترجمانی نہیں کرتا ہے، ملت کی ترجمانی صرف وہی کرتا ہے جسے ملت ترجمان سمجھتی ہے۔

۳۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ نہیں لکھا ہے کہ اس کتاب کے تمام مندرجات صحیح ہیں۔

۴۔ جن لوگوں نے ان کو نقد کا نشانہ بنایا ہے وہ تعصب کینہ پرور تھے۔

۵۔ ان کا مقصد وہدف حسن نیت پر تھا، انہوں نے صرف جمع کی نیت سے کتاب مدوین کی تھی اور تمام روایات کی صحت وسقم کو محققین ذی ربط کے لیے چھوڑ گئے، ان کو نقد تنقید کا نشانہ بنانا درست نہیں ہے۔

قائلین تحریف سے دفاع کرنے والوں کی توجیہات زیر سوال:

ان کی یہ تمام کاوشیں دفاع جاہلیت کے اس مقولہ پر مبنی ہیں جہاں کہتے ہیں اپنے چاہے مظلوم ہوں چاہے ظالم دونوں حالتوں میں ان سے دفاع کرو، ورنہ مخالف گروہ کو تقویت ملے گی۔ یہ منطق قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ

کے خلاف بھی ہے جہاں اللہ فرماتا ہے، کہ تمہیں اپنے مخالف کے بارے میں عدل وانصاف کرنے میں کیا چیز روکتی ہے اور امیر المومنینؑ کے اس فرمان کے بھی خلاف ہے جہاں آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے: میرے قاتل کی تلاش میں اور کسی بہانے سے بے قصوروں کو قتل نہ کرنا، اور میرے قاتل کو بھی ایک ضرب سے زیادہ نہیں مارنا۔ ورنہ عدل کے خلاف ہوگا ان کے بارے میں تہاوی منطق درست ہے جو قرآن کریم نے پہلے بیان کیا ہے۔

یہ کتابیں انسانوں کی لکھی ہوئی ہیں ان کے مضامین کی ابتداء وانتہا اور اول وآخر میں تضاد کا پایا جانا ظاہری تقاضا اور ناگزیر حقیقت ہے۔ گرایش کی طرف جھکاؤ، اپنوں کی جانب داری، سہو ونسیان سے نوک قلم میں لغزش یہ سب انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کی نشان جلی ہیں۔

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (نساء:۸۲)

ان چیزوں سے پاک، محفوظ اور مصون کتاب صرف اللہ کی کتاب ہے۔ تحریف سے نبی کریمؐ سے مروی روایات کا مجموعہ بھی محفوظ نہیں رہا ہے، لہٰذا ان کے دفاع پر لکھے گئے مضامین بھی اس آیت کے مصداق جلی ہیں جہاں اللہ نے فرمایا ہے اگر یہ کتاب اللہ کی نہ ہوتی اور کسی انسان کی لکھی ہوتی تو اس میں اختلاف کثرت سے پایا جاتا۔"

ذیل میں ہم تحریف اور عدم تحریف قرآن کے قائلین کے نقطۂ نظر کے بارے میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس حقیقت کو جاننے کا معیار و کسوٹی وہ دلائل نہیں جو فریقین نے قائم کیے ہیں۔ ہماری ملت کے محققین وجید طائفہ اصولین اکثر عدم تحریف کے قائل ہیں۔ دین میں صحیح وغلط اور درست ونادرست کی کسوٹی نمائندوں کی آراء کی گنتی سے نہیں بلکہ دلائل وبراہین کی طاقت وقدرت ہوتی ہے۔ یہ حضرات مذہب کے نمائندہ نہیں ہیں۔ مذہب کی نمائندگی دلیل کرتی ہے نہ کہ افراد اگر مہر صحت وسقم ان علماء کے ہاتھ میں ہوتی تو کب سے مذہب منسوخ ہو چکا ہوتا، چنانچہ انہی چند سالوں میں قانون سازی کے ادارے میں خواتین کے حقوق کے قانون کو منظور کر کے تنسیخ قرآن کا اعلان کیا گیا جس میں بعض علماء کا بہت کردار تھا۔ چونکہ تحریف قرآن سے متعلق روایات غیر مستند اور عقل ونقل کے علاوہ خود قرآن کریم کی آیات سے متصادم ہیں۔ جبکہ عدم تحریف قرآن، دلائل وبراہین قاطعہ پر قائم ہے کبھی بھی عقائد غوغا اور ڈنڈوں سے ثابت نہیں ہو سکتے۔

قرآن کا اپنا تعارف:

اسمائے قرآن:

کسی بھی چیز کا تعارف اس کے اسماء القاب سے کی جاتی ہے لیکن وہ اسماء القاب کون اور کس کی طرف سے ملتے ہیں واضح ہے کسی مافوق اور محیط انسانوں کی طرف سے دیا جاتا ہے جیسے والدین، اجتماع، سربراہ، استاد وغیرہ قرآن کریم مافوق انسان ہے لہٰذا اس کا تعارف انسانوں کی طرف سے ناممکن ہے لہٰذا اللہ سبحانہ نے خود اپنی کتاب کا خود تعارف کیا ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی کتاب کے لئے بہت سے اسماء رکھے ہیں۔ سب جلی اور سب سے واضح و روشن اسم قرآن ہے اور باقی اس کی صفات اسمی ہیں۔

۲۔ اسمائے قرآن میں سے ایک اسم فرقان ہے جیسا کہ آیت میں ہے (تبارک الذی نزل الفرقان)

۳۔ کتاب آیا ہے جیسا کہ کہا: (حمد ہے اس ذات کی جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔) (کہف ۱)

۴۔ کلام اللہ: اگر کوئی مشرک آپ کے پاس پناہ لے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ کو سنے۔

۵۔ نور: فرمایا ہم نے تم پر نور مبین نازل کیا۔

۶۔ ذکر۔ ۷۔ تنزیل۔ ۸۔ قول فصل ہے۔

۹۔ احسن الحدیث۔ ۱۰۔ روح۔ **وکذالک اوحینا الیک روح من امرنا۔**

۱۱۔ وحی۔ انما انذرکم بل وحی۔ ۱۲۔ بصائر۔ ہذا البصائر للناس۔

۱۳۔ بیان۔ ہذا بیان للناس۔ ۱۴۔ تذکر۔ وان لھم تذکر۔

۱۵۔ بلاغ۔ ہذا بلاغ للناس۔ ۱۶۔ صحف مکرمہ۔

۱۷۔ مرفوع مطہر۔

تعارف قرآن: **[کتاب ثقافۃ الاسلامیہ وتہدیات الاصل، ڈاکٹر شوکت محمد علیان ص ۴۹]**

قرآن اپنے محتوی کے تمام عناصر اجزائے ترکیبی بمع مضامین و مقاصد میں دور نزول کے موقعہ پر پائی جانے والی فصاحت و بلاغت اور شعر و نثر گوئی سے لے کر عصر حاضر تک کی فلسفہ بیانی تک سب سے مختلف کتاب ہے۔

ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ متوفی ۲۱۵ھ نے کہا ہے اللہ نے اپنی کتاب کا نام رکھتے وقت اسے عام اسم گزاری سے مختلف رکھا ہے۔ عرب اپنے پورے اشعار کے مجموعہ کو دیوان کہتے تھے۔ قرآن نے اپنی آیات کے مجموعہ کو قرآن کہا ہے۔

﴿ذٰلِکَ الْكِتابُ لا رَيْبَ فِيهِ هُدىً لِلْمُتَّقِين﴾ (بقرہ: ۲)

عرب اپنے بعض دیوان کو قصیدۃ کہتے تھے جبکہ قرآن نے اسے سورہ کہا۔

﴿وَ إِذا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُو﴾ (توبہ: ۸۶)

﴿وَ إِذا ما أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم﴾ (توبہ: ۱۲۴)

عرب قصیدہ کے بعض حصہ کو بیت کہتے تھے لیکن قرآن نے اسے آیت کہا ہے۔

﴿وَ إِذا تُتْلى عَلَيْهِمْ آياتُنا بَيِّنات﴾ (جاثیہ: ۲۵)

چونکہ قرآن کی دو منازل ہیں جن میں سے ایک قرأت کی منزل جو سینوں میں محفوظ ہے اور اسی زبان میں تلاوت ہونے کی وجہ سے اسے قرآن کہا ہے۔

﴿الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِلنَّاسِ وَ بَيِّنات﴾ (بقرہ: ۱۸۵)

﴿ وَ أُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِه﴾ (انعام: ۱۹)

﴿أَفَلا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ﴾ (نساء: ۸۲)

اسی طرح یہ لکھ کر جمع ہوا ہے تو اسے کتاب کہا ہے۔

﴿كِتابٌ أَنْزَلْناهُ إِلَيْكَ مُبارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا﴾ (ص: ۲۹)

﴿كِتابٌ فُصِّلَتْ آياتُهُ قُرْآناً عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (فصلت: ۳)

چنانچہ یہ دونوں اسم اس کتاب کی حقیقت اور واقعیت کے مطابق ہیں۔ کبھی قرآن کہنا اور کبھی کتاب کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ کتاب دونوں میدانوں میں محفوظ رکھے گا۔

فی لوح محفوظ

مصاحف میں محفوظ رہنے کے حوالے سے یہ کتاب ہم تک بطور تواتر پہنچی ہے جس میں کوئی جائے شک و تردید نہیں۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز اپنی کتاب نباء العظیم ص ۱۴ پر لکھتے ہیں یہ کتاب (قرآن) احادیث اور دیگر کتب سے

ممتاز ہے۔دراز کہتے ہیں ہم پابند ہیں کہ قرآن کتاب اللہ جو محمد پر نازل ہوئی اس کی تلاوت کریں۔یعنی اس قرآن کی عبادت کےطور پرتلاوت کریں۔قرآن ۲۳ سال میں نازل ہوا ہے۔

مفاہیم ظاہر قرآن سے عدول کرنا جائز نہیں:

ظاہر آیات سے مرادو مفہوم و معانی ہے جو ظاہر کلمات سے درک ہوتا ہے۔انسان مخاطب کا ذہن اس معنی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔جو معانی لفظ کے اندر موجود ہیں یا ادراک قرآن کریم کے سیاق و سباق کے تحت سمجھ میں آتا ہے۔کلام کی ترکیب سے ایک معنی افادہ ہوتا ہے جو ظاہر ہے اسی کو مدلول کلام اور مراد متکلم گردانا جاتا ہے۔اور اس کو مسترد کر کے کوئی اور معنی لینا جو کہ اس کے ظاہر کے خلاف ہو درست نہیں ہے۔اصل نصوص قرآنی میں یہ ہے کہ اس کے مفہوم و معنی کو ظاہر کلمات سے اخذ کریں۔جو کہ لفظ کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے۔معنی ظاہر سے عدول وانحراف کر کے کوئی اور معنی ارادہ کرنا درست نہیں جب تک کوئی دلیل ساتھ نہ پیش کیجائے۔کیونکہ مراد متکلم ظاہر معنی کے علاوہ ظاہر نہیں ہوتی۔ہمارے پاس مراد متکلم کو سمجھنے کیلئے کوئی طریقہ نہیں سوائے اس کے کہ ہم ظاہر کو سمجھیں۔اگر کسی نے ظاہر کلام قرآن کی مخالفت کی تو اس کا دعویٰ مردود ہوگا۔مگر اس صورت میں کہ مدعی کیلئے کوئی دلیل پیش کریں۔اور وہ دلیل عقلی یا سمعی۔

دلیل عقلی وہ ہے جس کی تمام سامعین و مخاطبین تائید کریں۔ہر متکلم اپنی عقل کی روشنی میں جو استعداد اس کے پاس موجود ہے وہی مطلب اخذ کرتا ہے۔

خطابات قرآن:

قرآن کریم کی کثیر آیات میں مخاطب ایھا الناس سے کیا ہے اس سے واضح ہے کہ قرآن کا مخاطب تمام ناس ہے جس میں تمام طبقات ناس شامل ہے اہل دین و دیانت،مشرک،کافر ملحد عالم،جاہل کے علاوہ علوم وفنون کے حاملان اقلیات کے داعی ارباب جدو مناظرا ارباب تجارب،طبیعت شناس فلک شناس،قانون دان فطرت سلیم کے حاملان سب اس میں شامل ہے لہٰذا خطاب میں کلمہ ناس سے خطاب کیا ہے۔

۲۔چونکہ خطاب قرآن زمان نزول سے رہتی دنیا تک ہے اور عقل بشر روبہ ترقی ہے،تمدن ہے اور اکتشافات ہے لہٰذا زمان حضور سے لے کر آخری تمدن اکتشافات تک کے ناس سے خطاب ہے آیاتِ آفاق اہل آفاق

سے خطاب ہے آیات انفس عالم نفس سے خطاب ہے، آیاتِ نظام قانون دانوں سے خطاب ہے۔ غرض ہر وہ انسان جو طالب ہدایت ہو طالب رشد ہو عقل فعال رکھتا ہو فطرت سلیم رکھتا ہو واقعیات کو تسلیم کرنے والا ہو سب سے مخاطب ہے۔

اعجازاتِ قرآن

اعجازِ قرآن کا کلمہ، مرکب اضافی ہے: اعجاز مضاف، قرآن مضاف الیہ۔ اعجاز مصدر ہے اپنے فاعل کی طرف۔ اس کے معنی ہیں: قرآن نے خلائق کو اپنی مثل لانے کے لیے تحدی کیا ہے یعنی یہ کتاب حق ہے اور جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے وہ اپنے مدعی میں صادق ہے۔ علمائے لغت نے کلمہ اعجاز کے لیے یہ معانی بتائے ہیں۔

۱۔ الفوت ۲۔ وجدان عجز (اپنے اندر عجز کا ایک احساس ہونا) ۳۔ تعجیز (کسی دوسرے کو عاجز و ناتوان بنانا)

علما کے شرائط میں فرماتے ہیں:

۱۔ دعویٰ اپنی جگہ عقلی طور پر ممتنع الصدور ہو تو وہ معجزہ نہیں کہلائے گا۔ اگر ایک شخص دعویٰ الوہیت کرے اور اس ثبوت میں قانون طبیعت سے ہٹ کر کوئی ایسا عمل انجام دے جس سے دیگران عاجز آجائیں، تو یہ معجزہ نہیں کہلائے گا۔

۲۔ نقل ثابت کے خلاف نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو اسے معجزہ نہیں کہیں گے مثال کے طور پر اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ وہ نبی ہے تو یہ دعویٰ بحکم نقل ثابت باطل ہے، کیونکہ کسی انسان کا حضرت محمدؐ کے بعد نبی ہونا محال ہے اور ختم نبوت نقل متواتر اور قطعی سے ثابت ہے۔

۳۔ یہ معجزہ اپنی جگہ دعوائے منصب سے مناسبت اور ہماہنگی رکھتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو وہ معجزہ نہیں کہلائے گا جیسا کہ سورہ اسراء کی آیت ۱۷ میں بیان ہوا ہے۔

۴۔ کسی اور دلیل سے ثابت کریں جیسا کہ مشرکین نے کہا، آپؐ اپنی نبوت کی دلیل آسمان سے ایک خط کی صورت میں ظاہر کریں۔ ان کا یہ مطالبہ بھی مسترد ہو گیا، کیونکہ آسمان سے کوئی خط اللہ کی طرف سے پیغام ہوگا جسے صرف اللہ کا نبی ہی وصول کرے گا لہٰذا یہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں تم پر اعتماد نہیں، آپ یہ خط کسی اور کے ذریعے لائیں خط آنے کی تین صورت بنتی ہیں:

۱۔ کوئی مَلک خود لائیں تو مَلک خود نبی پر لائے۔

۲۔ خود نبی لائیں۔

۳۔کوئی اور آدمی لائے

تو تینوں صورت میں معجزہ اثبات نبوت کا دلیل نہیں بنتا لہٰذا یہاں بھی معجزہ نہیں رہے گا۔

یہاں صرف عاجز وناتواں دکھانا ہے، یہ اپنی مخبر من عنداللہ ہونے میں صادق ہے۔

اعجاز:

جب کوئی بھی شخص غیر معمولی اور انتہائی درجہ کا خاص منصب یا عمل کا دعویٰ کرتا ہے، ناظرین وسامعین اس سے دلیل و گواہ کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔یہ ان کا عقلی حق ہے اور اس حق کو کسی بھی دلیل سے مسترد نہیں کر سکتے۔

کیونکہ یہاں دو صورت سے خالی نہیں:

ا۔جو شخص، جو بھی دعویٰ کر رہا ہے اسے، بغیر چوں و چرں تسلیم کیا جائے۔

۲۔اس سے اپنے مدعا پر دلیل و گواہ طلب کریں۔

اگر اس شخص کو معاشرے نے طویل عرصے سے نظروں میں رکھا ہوا ہے اس سے غلط اور نامناسب گفتار و کردار آج تک نہیں دیکھا ہے تو ممکن ہے کہ بغیر مطالبہ دلیل وشاہد اس پر اعتماد و بھروسہ کیا جائے اور اس کے دعویٰ کو قبول کریں، لیکن عقلی طور پر سب اس سے دلیل مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

اگر وہ یہ دعویٰ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے کرتا ہے تو یہاں دلیل و گواہ ایک ایسا عمل ہونا چاہیے کہ کوئی اور انجام نہ دے سکتا ہو اور یہ فعل اس سے سرزد ہونے کے بعد یقین ہو جائے کہ یہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق ہے۔ ایسا عمل انجام دے جو عام انسان انجام دینے سے عاجز ہو، لیکن اگر یہ عمل کوئی عالم و دانشمند، تربیت یافتہ، تجربہ کار، قدرت مند اور ثروت مند انسان انجام دے سکتا تو اس عمل کو معجزہ نہیں کہا جائے گا، چنانچہ مشرکین نے نبی کریمؐ سے ایسا ہی معجزہ طلب کیا جو ظاہری طور پر معجزہ تھا لیکن تمام بشر اس سے عاجز و ناتواں نہیں تھے، لہٰذا اللہ نے انہیں ایسے معجزہ دینے سے انکار کیا۔جیسا کہ سورہ اسراء میں آیا ہے۔

دیگر انبیاء کی کتب اور معجزات نبی اسلامؐ کے معجزہ سے چندیں حوالے سے مختلف ہیں:

ا۔دیگر انبیاء کی کتب کو اللہ نے معجزہ بنا کر نہیں بھیجا تھا، لہٰذا گذشت زمان کے ساتھ ان کے زعماء

اور دانشمندوں نے ان کا ثمن قلیل میں سودا کر کے انہیں منحرف اور نا قابل اعتماد بنایا۔ جبکہ قرآن کریم گذشت زمان کے ساتھ محفوظ رہنے کا دعویٰ کرتا، کیونکہ یہ معجزہ کے طور پر نازل ہوا ہے۔

۲۔ دیگر انبیاء کے معجزے، اعلان اعجاز یا نبی کی حیات تک محدود تھے۔ اس کے بعد وہ صرف ایک خبر بنی جبکہ قرآن کریم نبی کریم کی وفات کے بعد اب بھی اپنی جگہ معجزہ ہے۔

معجزہ یعنی ایک خارق العادت عمل، جس کے انجام سے عام بشر عاجز ہو، اس کے لیے کیا کیا شرائط درکار ہیں؟

اس سلسلے میں علامہ **ڈاکٹر یوسف قرضاوی** اپنی کتاب **کیف نتعامل مع القرآن العظیم؟** کے ص ۲۴۸ پر لکھتے ہیں:

ایک عمل کے معجزہ ہونے اور اسے تسلیم کرنے کے لیے تین شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ تحدی کرنا، دھمکی دینا، مقابلہ بالمثل کی دعوت دینا۔ یہاں اپنے معارض و مخالف دشمن کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کرے۔ اگر تحدی نہ ہو تو یہ دعوت خطرناک محسوس نہیں ہوگی اور اگر کسی نے پرواہ نہیں کی تو یہ معجزہ نہیں ہوگا۔

۲۔ دشمن کے پاس اس سے مقابلہ بالمثل کرنے کے تقاضے موجود ہوں۔ یعنی جس حوالے سے تحدی کی گئی ہے اسکے تقاضے ان کے پاس پورا موجود ہوں، پھر مقابلہ کے تمام تقاضے موجود ہوتے ہوئے بھی مقابلہ نہ کر سکنا معجزہ ہے۔

۳۔ مقابلہ کرنے والے کے لیے کوئی مانع نہ ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی انسان کسی مغربی ملک میں عربی زبان میں نازل شدہ کتاب کا دعویٰ کرے تو یہ مغرب کے لیے تحدی نہیں ہوگی، لیکن اگر عرب سے ہو اور وہ مقابلہ نہ کر سکیں تو یہ معجزہ ہوگا۔

یہ تینوں شرائط قرآن میں موجود ہیں، قرآن نے بلیغ ترین آیات سے دعوت دی ہے کہ ایسی کتاب لاؤ۔ معجزہ، تحدی ہے اس قوم کے نابغین و ماہرین کے لئے، تا کہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اس نے ان پڑھوں اور جاہلوں کو مقابلے کی دعوت دی ہے۔ آپ تاریخِ انبیاء میں دیکھتے ہیں کہ معجزہ سے نوابغین کو مقابلہ و مبارزہ کی دعوت دی گئی۔ یہاں تنہا لوگوں کو تحدی نہیں کرتا ہے، بلکہ لوگوں کے بنائے ہوئے دین و مذہب بت پرستی کو بھی تحدی کرتا ہے، کیونکہ

منحرفین اپنی کامیابی کے راز کو اپنے معبودوں کی طرف نسبت دیتے ہیں کہ ہمارے ان بتوں نے ہمیں کامیاب بنایا ہے۔

اس سلسلے میں معجزۂ ابراہیمؑ کا جائزہ لیتے ہیں :قوم نے ابراہیم کو پکڑ کر ان بتوں کے سامنے لائی جن کی وہ تقدیس کرتے تھےاور ابراہیم کو بتوں کے سامنے آگ میں ڈالا ، تا کہ یہ ثابت کریں کہ ہمارے بتوں کو توڑنے والے سے انتقام لیا جارہا ہےاور ہمارے بت نفع ونقصان کے مالک ہیں ،لیکن جب ابراہیمؑ کو آگ نہ جلا سکی تو انھیں شرمندگی اٹھانا پڑی۔انہوں نے ابراہیم کو آگ میں اس لئے ڈالا تھا کہ بعض لوگ آگ کو معبو د سمجھتے تھے کہ آگ میں یہ قدرت ہے کہ اپنے مخالفین کو جلا دیتی ہے۔اگر چہ یہاں اللہ کا مرادو مقصود ابراہیم کو نجات دلانا نہیں تھا، اگر ابراہیم کو نجات دلانا مقصود ہوتا تو اسکے دوسرے طریقے بھی ہو سکتے تھے ،مثلاً ابراہیمؑ کو ان کے ہاتھ سے چھڑا کر چھپا دیتا یا کسی اور ملک پہنچا دیتا یا آسمان سے بارش برسا کر آگ کو خاموش کر دیتا۔لیکن ان تمام صورت میں ابراہیم کو نجات تو ملتی لیکن بت پرستوں کا اپنے معبودوں سے دفاع باقی رہتا کہ وہ یہ کہہ سکتے تھے اگر ہم سے فرار نہ کرتے تو دیکھتے ہم ان کے ساتھ کیا حشر کرتے یا اگر بارش نہ ہوتی تو دیکھتے ان کے ساتھ کیا حشر ہوتا وغیرہ۔

غرض اللہ کا مقصد صرف اپنے بندے کو نجات دینا نہیں ہوتا ، بلکہ اللہ کا ہدف دین کو بچانا اور مخالفین کو شکست دینا ہوتا ہے۔لہٰذا آگ سے قدرت احراء (حرارت) چھین لی اور لوگوں کو یہ بتا دیا کہ اللہ کے مقابلے میں آگ یا کوئی اور چیز کارگر نہیں ہو سکتی۔اللہ نے بارش برسائے بغیر ابراہیم کو نجات دی ، بلکہ ابراہیمؑ کو لوگوں کے سامنے آگ میں ڈالا گیا اور قانون طبیعت اور حرارت کو معطل کیا، تا کہ کوئی نہ کہہ سکے کہ ابراہیم فرار نہ ہوتے تو جلا دیئے جاتے ،چنانچہ مشرکین کا یہ کہنا کہ ان کے معبو د انتقام لیں گے غلط ثابت ہوا، کیونکہ وہ انتقام نہیں لے سکے۔اللہ نے بتایا یہ بت کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔یہ کائنات اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے خاضع نہیں ہے۔لہٰذا ماننا پڑے گا انبیاء نے دعوائے معجزہ کر کے قانون طبیعت کو معطل کیا، جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے اندھے کو بینائی دی اور مردے کو زندہ کیا جو ابھی تک کوئی نہ کر سکا۔قانون پانی یہ ہے کہ وہ سیراب ہوتا اور بہتا رہتا ہے۔موسیٰ کے عصاء کے ذریعے اس کا بہنا رک گیا اور پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔لوگوں نے کہا ہم پکڑے جائیں گے، اسیر ہو جائیں گے، آگے دریا ہے اور پیچھے فرعون ہے۔موسیٰ نے یہ جواب نہیں دیا کہ ہم آپ کو بچائیں گے۔یہ نہیں کہا ہم پہاڑ پر چڑھ جائیں گے، بلکہ

کمال اطمینان وسکون سے جواب دیا کہ میرے رب نے مجھ کو وعدہ دیا ہے کہ ہم بچ جائیں گے۔ یہاں قانون نجات کو اللہ کی طرف پلٹایا ہے۔ انبیاء کے معجزے تمام کے تمام قانون طبیعت کا توڑنے والے تھے، یعنی جو قانون طبیعت چل رہا ہے اللہ اس قانون کو معطل کر سکتا ہے۔ جس جس نے اس معجزہ کو دیکھا وہ ایمان لایا یعنی اس کا انکار نہیں کر سکا، لیکن جس نے یہ نہیں دیکھا، اس کے لئے یہ ایک خبر ہے۔ ہوسکتا ہے خبر متواتر ہو یا خبر واحد۔ خبر پر اعتماد کر کے ایمان بھی لا سکتے اور اسے جھٹلا بھی سکتے ہیں۔ غرض معجزاتِ انبیاء، معجزات حسی تھے، اگر دریا کا شگاف ہونا، مردے کا زندہ ہونا اور ابراہیم کا آگ میں نہ جلنے کی خبر قرآن میں نہ ہوتی تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ ہمارے پاس ثابت نہیں لیکن قرآن کا معجزہ، معجزہ حسی وطبیعی نہیں ہے۔ قرآن کا معجزہ، عقلی معجزہ ہے۔ اس نے عقل کو تحدی کیا ہے، جب تک عقل قائم ہے عقلاء کیلئے یہ تحدی موجود ہے۔ ہر مسلمان کہہ سکتا ہے محمدؐ، اللہ کے رسولؐ ہیں اور اس کی دلیل قرآن ہے۔

اعجاز قرآن:

قرآن کریم کس زاویے و جہت سے معجزہ ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اعجاز کے تمام مصادیق و زوایے سے معجزہ ہے۔ اس کے الفاظ و کلمات اور معانی دونوں سے مقابلہ و معارضہ ممکن نہیں، قرآن نے تمام عقلاء اور علماء سے تحدی کا اعلان کیا ہے، گرچہ اپنے زمان نزول میں اس کا مخاطب فصحا و بلغائے عرب کیوں نہ تھے۔ فصحا و بلغاء عرب کو اپنے عجز و ناتوانی کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنی شکست تسلیم کی۔ جب انہیں احساس ہوا کہ فصاحت و بلاغت سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو وہ دوسرے انحرافی راستوں سے مقابلے میں آئے۔ انہوں نے یہ کہنا شروع کیا: یہ شعر ہے، لیکن ان کے بقول اس جیسا شعر نہیں لا سکے، کہا: سحر ہے، کوئی ساحر اس کا مقابلہ نہیں کر سکا ، جس طرح فرعون نے موسیٰ کو محکوم کرنے کے لیے ساحروں کو جمع کیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے درک کر چکے تھے کہ یہ سحر نہیں ہے۔ قرآن تمام کتب اور شرائع سابقہ کا شاہد و حافظ اور نگہبان ہے ساتھ ہی اس کے بعض مواد اور فصول کا ناسخ بھی ہے، کیونکہ اس قرآن کے تحت جو کچھ ان کی کتابوں میں موجود ہے وہ تمام کے تمام قابل تصدیق نہیں، کیونکہ ان کی کتب تحریف ہو چکی ہے ان کا دور اختتام کو پہنچ چکا ہے۔

قرآن، کتب انبیائے سابق کی شاہد و گواہ بن کر آیا ہے، تا کہ اس کتاب میں جو تغیر و تبدیل اور تحریف علمائے یہود و نصاریٰ نے کیا ہے اُسے بیان کرے۔ قرآن کریم آیا تا کہ ساحت مقدس انبیاء سے غلاظت، کثافت اور

نجاست والی چیزوں کو دور کرے اور طہارت وصداقت کا اعلان کرے۔قرآن آیا ہے تا کہ اصل کتب آسمانی کی تصدیق کرنے کے بعد اس میں داخل کردہ افتراء کو رفع کرے۔یہ آخری کتاب معجزہ خالدہ و باقیہ ہونے میں، دیگر کتب و معجزات سے منفرد ہے۔قرآن، تمام انسانیت کے لیے ہے کتنا ہی ان کے درمیان شعب وافتراق وانتشار کیوں نہ ہو۔یہ کتاب عطائے دائم، کتاب ذی عطاء ہے، اس کی عنایتیں ختم نہ ہونے والی فنا ناپذیر ہیں۔یہ کتاب وہ کتاب ہے جو شرق وغرب کی تمام رنگ ونسل عزت وذلت وفقر وعنا دپر غالب ہے، تمام افتراق وانتشار وامتیاز کے باوجود سب اس کتاب کے سامنے خاضع ہیں۔اس کی تلاوت وتفسیر کو اپنے لیے امن وسکون کا پیغام سمجھتے ہیں، اگر کائنات کتاب صامت ہے تو یہ قرآن اس کا ترجمان ناطق ہے۔

تعداد معجزات قرآن:

علوم قرآنی کے متخصصین، ضبط آیات وحروف کے حوالے سے کہتے ہیں: قرآن کریم میں ۶۲۰۰ آیات ہیں، قرآن نے اپنی آیات تحدیات میں تمام قرآن، دس سورے یا ایک سورہ لانے کو کہا ہے۔یہ ایک سورہ، سورہ کوثر ہو سکتا ہے جو ۳ آیات پر مشتمل ہے۔لہٰذا ہر تین آیات کو ایک معجزہ کہیں گے تو ۲۰۰۰ کچھ آیات قرآن کریم کے معجزات ہیں۔

معجزاتِ نبیؐ: [مناهل العرفان ج۲ص۲۳۱]

انتہائی حسرت وافسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے دانشور، عوام اور علماء نبی کریم کے معجزات کے بارے میں روایات آحاد اور بعض اوقات خبر اسرائیلی پر تمام توجہ واعتماد مرکوز کرتے ہیں، اس سے زیادہ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ معجزہ اور کرامات دونوں کو خارق العادت عطائے الٰہی گردانا ہے، صرف فرق اس میں ہے کہ معجزہ کا دعویٰ مقرون بہ منصب ہوتا ہے، جبکہ کرامت بغیر کسی دعوائے منصب ہو سکتا ہے۔

معجزہ کے مقابل میں بعض نے دعوائے کرامات کیے ہیں، انہوں نے معجزہ اور کرامات میں فرق رکھا ہے، جبکہ یہ فرق اپنی جگہ ایک دھوکہ ہے۔کہتے ہیں: کرامت کے ناممکن ہونے پر کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہو سکتی کہ آیات وقوع ہونے کی ضرورت پر بھی کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔عقلِ بشر نے نبی کے لیے معجزہ کو ضروری گردانا ہے، کیونکہ اس معجزے کے بغیر اس نبیؐ پر ایمان لانا ممکن نہیں۔اگر ایمان نہیں لائیں گے تو حکمتِ بعثت، مفقود ہو جائے گی۔لہٰذا اللہ پر ضروری ہے کہ جس ہستی کو اپنی طرف سے مبعوث کیا ہے اسے ایسی دلیل سے نوازے کہ وہ بتا سکے اور ثابت کر

سکے کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔اولیاء کے لیے کرامات کو کس منطق کے تحت ثابت کریں گے؟ یہاں علماء نے دھو کہ دیا ہے۔

کبھی کہتے ہیں:انسان عمل،عبادات، زھدوتقویٰ اور ریاضت کے ذریعے یہ مقام حاصل کرسکتا ہے،چنانچہ انہوں نے اس کو زھد ریاضیت سے مربوط کیا ہے۔اس میں ریاضت کا بنیادی کردار ہے اور ایمان کی کوئی حیثیت نہیں،لہذا ایسے خارق العادت اعمال کو انہوں نے غیر مسلمان،مسیحی،ہندوؤں اور بت پرستوں کے لیے بھی ثابت کیا ہے۔

اس کے لئے جن دلائل سے انہوں نے تمسک کیا ہے اس کی ایک دلیل کتاب ''اصول کافی'' کی ایک باب ''ایمان وکفر'' کی حدیث ۷ ہے:

یہ حدیث حماد بن بشیر نے امام صادق سے اور امام نے رسول اللہؐ سے نقل کی ہے

[قال رسول اللہؐ:قال اللّٰہ عزوجل :من اھان لی ولیاًفقدارصدلمحاربتی ومانقرب الی عبدبشی ء احب الی ممافترضت علیه وانه لیتقرب الی بالنافلة حتی احبه،فاذااحببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ولسانه الذی ینطق به ویده التی یبطش بها،ان دعانی اجبته وان سألنی اعطیته]

نبی کریمؐ نے اللہ سے نقل کیا ہے:''اگر کسی نے میری ولی کی اہانت کی وہ مجھ سے جنگ پر نکلا ہے اگر کوئی بندہ عمل کے ذریعے مجھ سے تقرب چاہے جو میں نے اس پر واجب گردانا ہے اور وہ اس عمل سے تقرب کرے جو مستحب ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کروں گا۔جب میں اس سے محبت کروں گا تو میں اس کا کان بن جاؤں گا جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاؤں گا جس سے وہ دیکھتا ہے،اس کی زبان ہو جاؤں گا جس سے وہ بولتا ہے اس کا ہاتھ ہو جاؤں گا جس سے وہ پکڑلیتا ہے۔اگر وہ پکارے تو میں اجابت کروں گا اگر طلب کرے تو اسے دے دوں گا۔''

۲۔وہ اپنے اس مدعا کے لیے وہ احادیث پیش کرتے ہیں جو کتب روائی میں آئیں ہیں کہ بندہ کو عبادات کرنے کے بعد **تقرب الی اللہ** حاصل ہوتا ہے اور وہ **فنا فی اللہ** ہوتا ہے۔جب **فنا فی اللہ** ہوتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں اپنا **مثِل یا مثَل** بنایا ہے اور **مثِل یا مثَل** کی توضیح یوں دیئے ہیں کہ یا اللہ بندے میں حلول کرتا ہے یا بندہ خود اللہ میں متحد ہو جاتا ہے۔پہلے کو حلول اور دوسرے کو اتحاد کہتے ہیں۔چونکہ اللہ ان میں حلول ہوا ہے یا

بندہ اللہ میں حلول ہوا ہے اس طرح یہ بندہ نہیں رہا۔ یہاں یہ فعل جو خارق العادت ہے، چاہے اللہ کرے یا خود بندہ کرے، کسی خاص غرض و غایت اور حکمت کی خاطر نہیں، یہ کبریائی ہے اگر اللہ کرتا ہے، تو اللہ فرماتا ہے: ہم فعل عبث نہیں کرتے۔ اگر بندے کہے میں کرسکتا ہوتو یہ فعل کبرائی ہے، یعنی اللہ نے کیا۔ اس صورت میں انبیاء کا مقام گر جائے گا، کیونکہ اللہ نے انبیاء کو منصب نبوت کے لیے منتخب کیا اور اسی منصب کو ثابت کرنے کی خاطر معجزہ دیا گیا۔ معجزہ، منصب کی خاطر ہے نہ کہ نبی کی خاطر۔

وہ انسان خوش قسمت ہوگا جو اللہ کی طرف سے بغیر کسی مقام و منصب کے فعل خارق العادۃ کرنے کی قدرت ملی ہے جو یہاں سے صوفیوں کی وہ منطق درست قرار پاتی ہے جہاں وہ کہتے ہیں کہ ہم انبیاء سے افضل ہیں، ہم اپنی کوشش سے یہ مقام حاصل کرتے ہیں، یہ ہمارا حق زحمت ہے۔

۳۔ اگر کرامات، زہد و ریاضت سے حاصل ہوسکتی ہے اور کرامت ثابت ہونے کے بعد صاحب کرامت کو تسلیم کرنا ضروری ہے تو اس صورت میں سوال یہ ہے کہ وہ اسے غلط یا باطل مقاصد کے لیے استعمال نہ کرنے کی ضمانت ہے، کیونکہ اولیاء نے بندوں کو کوئی ضمانت نہیں دی کہ ہم غلطی نہیں کریں گے اللہ نے بھی ضمانت نہیں دی ہے کہ ہمارے اولیاء غلطی نہیں کریں گے۔

۴۔ جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو آیات کرامات سے گزرتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اللہ نے تمام انسانوں کو بغیر کسی عوض کے بخشا ہے۔ خلقتِ انسان میں اللہ نے کرامت رکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جنہوں نے آئمہ کے لیے دعوائے کرامت کیا ہے اس کو سیڑھی کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ان کا مقصد اُس کو مقام ائمہ کے لیے ثابت کرنا مقصود نہیں تھا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ انہوں نے ائمہ کی زیارت سے ہر قبر کی زیارت کو ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کے نام استعمال کر کے ہر صوفی کے لیے کرامت ثابت کی ہے، جس سے فلسفہ بعثتِ انبیاء کو دھچکا لگا، انبیاء نے معجزات دکھائے تا کہ لوگوں کو آئین و دین کا پابند کریں، لیکن اولیاء تشریف لائے کہ وہ ان کے معجزات کو تسلیم کرنے کے بعد انہیں دین و شریعت سے آزاد کریں اور تنسیخ شریعت کا اعلان کریں۔

قرآن سے انحراف کے ایک مصداق جلی قرآن جیسا زندہ و جاوید معجزہ کو چھوڑ کر، روایات آحاد سے ماخوذ معجزات کو ڈنڈے سے اُٹھانا ہے جن کے متعلق ہم اپنوں میں سے کسی کو بھی دلائل سے مطمئن نہیں کرسکتے چہ جائے کہ

دوسروں کو مطمئن کریں۔اگر یہ معجزات اپنی جگہ ثابت ہوں تب بھی کیونکہ ہم نے نہیں دیکھا ہے، دنیائے عقلاء یہی کہے گی کہ کسی کے پاس کوئی چیز ثابت ہو جانا اس جیسا نہیں ہوتا ہے کہ اس نے خود دیکھا ہوگا۔

ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے مذہب پر قابض بعض لوگوں نے اپنے خودساختہ عقیدے کے بارے میں، زبان کھولنے والوں کے خلاف دلیل و برہان سے ثابت کرنے کے بجائے گالی، سب وشتم، بد دعا، تہمت و افتراء، جہل و نادانی وغیرہ کی مہم شروع کر رکھی ہے۔یہ مہم قرآن کریم اور سیرت پاک آئمہ طاہرینؑ کے خلاف ہونے کے ساتھ خود اس مذہب کو نا قابل فہم و ہضم قرار دینے اور آئمہ طاہرینؑ کو پوری امت کی قیادت و رہبری سے روکنے کی ایک دانستہ و غیر دانستہ کوشش ہے۔جو کچھ اس سلسلے میں روایات یا علما کے اقوال پائے جاتے ہیں وہ سب منحرف فرقوں کی گھڑی ہوئی احادیث ہیں جن کی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ امامت کے مقابلے میں نبوت کی اہمیت کو گرائیں، کیوں کہ نبوت کے گرنے کے بعد شریعت کو گرانا آسان ہے۔چاہے کمزوری ہماری طرف سے ہو یا مخالفین کی طرف سے لیکن آئمہؑ کے فضائل کے نام پر ہر انحراف کو ہمارے ہاں فروغ ملتا ہے۔

معجزہ سازوں نے آئمہ طاہرین کو ظالمین سے نبرد آزما ہونے، مظلوموں کی دادرسی کرنے، فقیروں، بے نواؤں اور مسکینوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونے اور حکومت قرآن کے قیام جیسی بنیادی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر کے دائیں بائیں سے اُن کے نام پر معجزہ نمائی کی داستانیں گھڑی ہیں۔

جہاں تک آئمہ طاہرین کی معجزات اور کرامات کی بات ہے یہاں یہ سوال ہے:

۱۔انہیں یہ معجزہ کس مقصد کے لیے دیا گیا ہے آیا یہ ویسے ہی ایک عنایت ہے یا اپنے درگاہ میں مقرب و محترم ثابت کرنے کے لیے دیا ہے تو اس صورت میں انبیاء کی معجزات کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔

۲۔امامت ثابت کرنے کے لیے دیا ہے۔اگر امامت من اللہ ثابت کرنے کے لیے دیا ہے تو ختم نبوت سے متصادم ہے چونکہ وحی اور حجت پیغمبر کے بعد ختم ہوا ہے۔

۳۔اگر پیغمبر کی طرف سے منصوص من الرسول ہے تو دلیل امامت قول رسول ہوگی نہ معجزہ۔کیونکہ جہاں منصب کے لیے دلیل نقلی نہ ہو وہاں معجزہ کی ضرورت ہوگی۔

معجزات کے بارے میں ہمارے ملاحظات:

کلمہ معجزہ، اصطلاحِ متشرعہ ہے، غرض کلمہ معجزہ علمائے شریعت کی اصطلاح ہے۔ قرآن نے اسے آیات کہا ہے۔ ہم یہاں پر تحفظات رکھتے ہیں جن کی طرف اشارہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں، لیکن پہلے اہل علم ودانش اپنی ضمیر ووجدان میں اس اصطلاح کو کہیں جگہ دیں اور موقع ملنے پر اس پر ایک نظر ڈالیں۔ قرآنی اصطلاح کے ہوتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی نئی اصطلاح وضع کرنا بذات خود ایک قسم کا قرآن سے انحراف ہے۔ یہ یاددھانی بھی ضروری ہے کہ مسلمان اس دنیا میں جہاں کہیں بھی رہتے ہوں جو بھی زبان بولتے ہوں اسے اصطلاحات قرآنی کو اپنی زبان کے ترجمے میں نہیں کہنا چاہیے، بلکہ قرآنی اصطلاحات کو زندہ رکھنا چاہیے۔ جس طرح اذان اعلامی میں تمام مسلمان بغیر ترجمے کے یہی اذان دیتے ہیں یہ بھی ایک تکریم وتعظیم اور تقدیم قرآن کا مصداق ہے۔ چہ جائے اینکہ قرآنی اصطلاح کو اپنی قوم زبان میں تبدیل کرنا جو ایک بے جا عمل ہے یعنی ایک لفظ کا ایک دوسرے لفظ سے وضاحت کرنا ایک زائد عمل ہے، بلکہ اس سے مزید غموض اور ابہام پیدا ہوا ہے۔ محاورے میں بھی قرآنی اصطلاح استعمال کریں صوم، صلاۃ وغیرہ، جس میں نہ چندان مضائقہ زحمت ہے بلکہ اس سے قرآنی اصطلاح کو فروغ ملتی ہے۔ کلمہ "آیت" بعض انبیاء کی نبوت کی نشانی ہے۔ آیت کی جگہ "معجزہ" رکھنے کی وجہ سے پیچیدگی پیدا ہوئی ہے اور اسے محاروہ بنا کر رکھا ہے۔

نبی کریم کے بارے میں ہمارے پاس دو قسم کے آیات ہیں:

ا۔ معجزہ روائی وتاریخی:

ایک وہ معجزہ ہے جو ہم تک روایات اور تاریخ کے کتب سے پہنچا ہے، چاہے یہ روایات تواتر ہوں یا آحاد اور مفید علم ہو دونوں صورت میں یہ خبر ما کان ہے۔ جو گزر گیا ہے ابھی ہم اسے نہیں دیکھ سکتے اور نہ غیر مسلموں کے سامنے پیش کر کے انہیں نبوتِ محمدؐ کی طرف دعوت دے سکتے ہیں، کیونکہ جس آیت کو ہم نے خود نہیں دیکھا ہو غیر مسلموں کے لیے روایات کے ذریعے کیسے ثابت کر سکتے۔ نبی کریمؐ کا اس قسم کا معجزہ جتنا بھی ہو، ہمارے لیے معجزات انبیاء ماسبق کی مانند ہے۔

۲۔ معجزات قرآنی:

معجزات یعنی وہ معجزات جو ہمیں قرآن سے ملا ہے، یہ اپنی جگہ تین قسم کے ہیں:

۱۔معجزہ گذشتہ وہ معجزہ ہے جو پیغمبر کے لیے ہوا تھا اور اس وقت حاضر لوگوں نے اس معجزہ کو تسلیم بھی کیا تھا اور ہمیں بھی تسلیم ہے، کیونکہ قرآن میں آیا ہے، آیت میں بھی کوئی تشابہ نہیں ہے وہ معجزۂ اسرائے پیغمبرؐ ہے۔

۲۔وہ معجزہ ہے جو قرآن کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، جیسے سورہ قمر کی ابتدائی آیات میں مذکور شق القمر ہے، لیکن مفسرین کے نزدیک ابھی تک اس آیت کا معنی و مفہوم واضح نہیں ہے ابھی بھی متشابہ ہے۔بعض کہتے ہیں: شق القمر ہو گیا ہے اس وقت کے لوگوں نے دیکھا ہے۔بعض کہتے ہیں ابھی ہوا نہیں ہے ہونے والا ہے۔

۳۔وہ معجزہ جو دیگر انبیاء کے معجزات سے چندین لحاظ سے ممتاز اور خصوصیات کے حامل ہے۔

۱۔یہ خالدہ و جاویدانی ہے۔

۲۔یہ نبی کریمؐ کے ساتھ بھیجے گئے آئین و دستور بھی ہے اور دلائل نبوت بھی ہے۔

۳۔یہ ہر شخص کے ہاتھ میں معجزہ ہے۔یہ اپنی جگہ قیام قیامت تک جس انسان کے ہاتھ میں ہو وہ اس کو اٹھا کر دیگر ادیان و ملل کو تحدی کر سکتا ہے کہ اس کتاب جیسا کوئی کتاب لاؤ، ورنہ اس پر ایمان لاؤ۔ہم مسلمانوں کو نبی کریمؐ کے اس معجزہ پر ناز ہونا چاہیے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے ہم خود اس کو اٹھا کر تحدی کر سکتے ہیں۔

جب ایک انسان اسی معاشرہ سے اٹھ کر کہتا ہے میں اللہ کی طرف سے دستور و آئین لے کر آیا ہوں تو کیا اس دعویٰ کی بغیر چوں و چرا تصدیق کرنا چاہیے یا دعویٰ پر دلیل طلب کرنی چاہیے اس دعویٰ کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسا معجزہ لائے۔

جو بھی مدعی اپنے دعویٰ کی حقانیت پر محکم و غیر متزلزل یقین رکھتا ہو وہ اپنے مخالفین کو مبارزہ و مقابلہ کے لیے دعوت دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنے دعویٰ پر یقین محکم رکھنے کی وجہ سے مخالفین سے کسی بھی حوالے سے مرعوب اور خوف زدہ نہیں ہوتے اور کسی قسم کے سوال، اعتراض اور اشکال سے اپنے اندر ضعف و ناتوانی محسوس نہیں کرتا۔لہذا جوان مردی اور شجاعت مندی سے اپنے موقف پر استقامت دکھاتا ہے۔انتہائی صراحت و قاطعیت سے اپنے دعویٰ کو بیان کرتا ہے اور اپنے مخالفین سے کہتا ہے اگر ہم غلط ہیں تو اس کا مقابلہ بہ مثل لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام معجزات کو اس اعجاز کے مقابلے میں ناچیز اور کم اہمیت قرار دے کر فرمایا: یہ جو کتاب مقروء و متلو ہے جسے ہم نے محمدؐ کو دیا ہے وہ ان سب پر حاوی ہے ان سب سے برتر ہے۔قرآن کریم اپنے دور کے

نوابغ کے ماہرین و دانشمندان کونہیں، بلکہ ہر زمان و مکان ہر علم اور آئین ساز ماہرین کو مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔

تحدی:

[علوم القرآن ص ۵۴ ڈاکٹر داؤد عطار]

قرآن کے معجزہ ہونے، وحی الٰہی اور کتاب ہدایت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے جن وانس کو ایسی کتاب لانے کی تحدی کی ہے۔ یہ تحدی جو قرآن نے کی ہے اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: موضوع تحدی ہے، یعنی اس جیسا قرآن لاؤ۔

۱۔ قرآن نے جن وانس سے اس جیسی کتاب لانے کو کہا:

﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ﴾ (طور ۳۴)

۲۔ پھر دس سورے لانے کو کہا:

﴿قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ﴾ (ہود ۱۳)

۳۔ ایک سورہ لانے کو کہا:

﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ﴾ (بقرہ ۲۳)

دوسری صورت: مخاطب تحدی، یعنی تحدی کس گروہ سے کی ہے۔

اللہ نے اس تحدی کو فصاحت و بلاغت یا امت عرب تک تنہا محدود نہیں رکھا، بلکہ جن وانس دونوں کو دعوت دی ہے کہ دونوں جمع ہو کر مقابلہ کریں۔ ممکن ہے ایک فرد دوسرے گروہ سے آراء ونظریات میں تشدد وپراکندگی کی وجہ سے قرآن سے مقابلہ نہ کرسکتا ہو۔ مثال کے طور پر یہ امت عظیم اسلامی، مغربی استعمار سے مرعوب ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم متحد ہو جائیں گے تو غالب آسکتے ہیں، لیکن قرآن فرماتا ہے سب جمع ہو جائیں بلکہ نامرئی مخلوق یعنی جن کو بھی شامل کریں، جن وانس حالت اجتماع میں ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر اللہ کا مقابلہ کریں تب بھی یہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ عرب، قرآن کی عظمت اور بزرگی کے بارے میں وحشت و دہشت میں پڑ گئے اور کہنے لگے یہ کس قدر فصیح، بلیغ اور عجیب اسلوب بیان کا حامل ہے۔ ساتھ ہی نظم میں سلاست، اعتدال اور لفظ و معنی میں ہم آہنگی رکھتا ہے، حروف وحرکات میں تناسب ہے۔ اول، آخر جیسا ہے۔

آیات تحدی:

۱۔ ﴿وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَائَكُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ،فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا ﴾(بقرہ/۲۳ تا ۲۴)

۲۔ ﴿وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَارَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ،أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(یونس/۳۷ تا ۳۸)

۳۔ ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(ھود/۱۳)

۴۔ ﴿قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتْ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾(اسراء/۸۸)

۵۔ ﴿قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللهِ هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (قصص ۴۹)

۶۔ ﴿أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَا يُؤْمِنُونَ ،فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ﴾(طور/۳۳ تا ۳۴)

قرآن کا محمد پر عتاب:[ص ۲۱۵]

یہ قرآن محمد کی فہم وفراست، ذہنیت اور نبوت کا ساختہ نہیں اور نہ ہی کسی اور کی کاوش ہے، بلکہ یہ کلام وجودِ قیوم کی نازل کردہ ہے۔اس بات کی دلیل وہ آیات کریمہ ہے جن میں اللہ نے خود محمد سے عتاب کیا ہے، چنانچہ بعض آیات میں اللہ نے نبی کو معتوب قرار دیا جہاں نبی کے اندر ایک ضعف ایک کمزوری یا ایک میل جھکاؤ کی حالت پیدا ہوئی جس سے کوئی آگاہ نہیں تھا، لیکن اللہ نے اس کو ظاہر کیا۔اگر یہ آیات غیر اللہ کی طرف سے ہوتی تو قرآن کو جمع کرتے وقت انہیں حذف کر سکتے تھے، دنیا میں کوئی نظام و آئین نہیں کہ جس میں انہوں نے قائدورہبر کی ملامت کی ہو اور اسے معتوب قرار دیا ہو، بلکہ برعکس ہمیشہ ان پر تقدس وکمال کی چادر چڑھائی جاتی ہے، ان کی طرف ایسی باتوں کی نسبت دی جاتی ہے جسے انہوں نے انجام نہیں دیا ہو یا جس کے وہ اہل بھی نہیں تھے۔

چنانچہ ذیل کی آیات اس مطلب کی دلیل ہیں:

﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰی☆ أَنْ جاءَهُ الْأَعْمی ﴾ (عبس/۱تا۲)

﴿طٰهٰ (1)ما أَنْزَلْنا عَلَيْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقی﴾ (طٰہ/۱تا۲)

﴿وَ لَوْ لا أَنْ ثَبَّتْناکَ لَقَدْ کِدْتَ تَرْکَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئاً قَليلاً﴾ (اسراء:۷۴)

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنينَ وَ الْمُؤْمِناتِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَ مَثْواکُمْ﴾ (محمد:۱۹)

﴿إِذاً لَأَذَقْناکَ ضِعْفَ الْحَياةِ وَ ضِعْفَ الْمَماتِ ثُمَّ لا تَجِدُ لَکَ عَلَيْنا نَصيراً﴾

(اسراء:۷۵)

﴿ما کانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَکُونَ لَهُ أَسْری حَتّٰی يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُريدُونَ عَرَضَ الدُّنْيا وَ اللّٰهُ يُريدُ الْآخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزيزٌ حَکيمٌ﴾ (انفال:٦٧)

﴿فَلَعَلَّکَ باخِعٌ نَفْسَکَ عَلی آثارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا الْحَديثِ أَسَفاً﴾ (کہف:٦)

﴿يا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغي مَرْضاتَ أَزْواجِکَ وَ اللّٰهُ غَفُورٌ رَحيمٌ﴾

(تحریم:۱)

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُکَ الَّذي يَقُولُونَ﴾ (انعام:۳۳)

﴿فَلَعَلَّکَ تارِکٌ بَعْضَ ما يُوحی إِلَيْکَ وَ ضائِقٌ بِهِ صَدْرُکَ﴾ (ہود:۱۲)

﴿فَلا تَذْهَبْ نَفْسُکَ عَلَيْهِمْ حَسَراتٍ﴾ (فاطر:۸)

قرآن میں غیبی خبریں:

قرآن کریم میں بہت سی ایسی خبریں ہیں جو نزول قرآن سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ کسی کو ایسی خبریں جاننے کا کوئی طریقہ یا وسیلہ میسر تھا۔

علم غیب اپنی جگہ دو جہت رکھتا ہے:

(۱) علم غیب کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ، چنانچہ مندرجہ ذیل آیات میں اللہ نے علم غیب کو اپنی ذات سے مختص کیا ہے۔

۱۔لامحدود علم یا علم غیب صرف اللہ سے متعلق ہے:

﴿قُلْ لا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (نمل/۶۵)

﴿فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ﴾ (یونس/۲۰)

﴿وَ عِنْدَهُ مَفاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُها إِلَّا هُوَ﴾ (انعام/۵۹)

﴿عالِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهادَةِ وَ هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾ (انعام/۷۳)

﴿ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلى عالِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهادَةِ﴾ (توبہ/۹۴)

﴿عالِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعالِ﴾ (رعد/۹)

﴿عالِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلى غَيْبِهِ أَحَداً﴾ (جن/۷۲)

۲۔کثیر آیات میں اللہ نے کائنات کے بارے میں غیر ضروری اور غیر محدود علم کو نبی کریمؐ کے پاس ہونے کو مسترد کیا ہے۔

﴿الم (1)غُلِبَتِ الرُّومُ﴾ (روم ۱۔۲)

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ (قمر ۴۵)

﴿ذلِكَ مِنْ أَنْباءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَ ما كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ ما كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ (آلعمران ۴۴)

﴿وَ ما كُنْتَ بِجانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنا إِلى مُوسَى الْأَمْرَ وَ ما كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ☆ وَ لكِنَّا أَنْشَأْنا قُرُوناً فَتَطاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَ ما كُنْتَ ثاوِياً فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ آياتِنا وَ لكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ☆وَ ما كُنْتَ بِجانِبِ الطُّورِ إِذْ نادَيْنا وَ لكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْماً ما أَتاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (قصص:۴۴،۴۵،۴۶)

غیب کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں، اس میں وہ خبریں بھی ہیں جو آج کل کے بقول قرون وسطی اور تاریخ میں قدامت کی انتہا میں واقع ہوئی ہیں بعض قصے اسی عصر نزول محمدؐ میں واقع ہوئے ہیں لیکن ان کے بارے

میں علم کی رسائی کی گنجائش نہیں، کچھ قصے ایسے گہرے اور پیچیدہ ہیں کہ وہ اپنی فراست ونبوت سے بھی ان تک پہنچنے سے عاجز وناتواں ہیں۔قرآن کا اعجاز اسی میں ہے کہ جس طرح محمدؐ نے خبر دی ہے اسی طرح وہ واقعہ وقوع پذیر ہوا جہاں محمدؐ نے بیان میں اجمال کوئی کی وہاں اجمالی صورت سامنے آئی، جہاں محمدؐ نے تفصیل سے بیان کی وہاں تفصیل سامنے آئی۔

(۲) دوسری جہت یعنی علم غیب اللہ کے بعد وہ ذوات جانتے ہیں جسے اللہ نے ان کی نبوت کو اثبات کرنے کے لئے بخشا ہے وہ بھی اتنا جانتے ہیں جتنا وہ عنایت کریں۔

انسان اور غیب میں تین قسم کے حجاب پائے جاتے ہیں، کوئی بھی انسان ان حجابوں سے آزاد نہیں ہے۔ان کی تفصیل ہم ذیل میں بیان کریں گے:

۱۔حجاب مکان سے ماوراء کی خبریں:

بیت المقدس اور اس کے راستے سے مکہ آنے والوں کی خبر۔

۲۔حجاب زمان سے ماوراء کی خبریں:

حجاب زمانی اپنی جگہ تین قسم کی ہیں۔

۱۔حجاب ماضی: جواپنے گزشتہ کے بارے میں خبر دیتا ہے۔جس کے بارے میں کوئی سند نہیں ملتی جس سے محمدؐ نے پڑھا ہو۔

۲۔حجاب مستقبل: جو آنے والے زمانے میں وقوع پذیر ہوگا۔اس کی خبر دینا۔

۳۔حجاب حاضر: انسان کی نظروں سے غائب ومخفی چیزوں کی خبر دینا جیسے جن، ملائکہ

۱۔ماضی کی خبریں۔

آپ کو قرآن میں گذشتہ اقوام کی خبریں کثیر تعداد میں ملیں گی۔جو قصے قرآن میں آئے محمدؐ ان سے ناواقف تھے۔

۱۔قصہ نوح: جہاں خدا نے فرمایا: یہ ایک غیب کی خبر ہے جو ہم آپ کو بتارہے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم۔

۲۔قصہ موسیٰ: (قصص/۴۴)

۳۔آپ مدین میں نہیں تھے یا آپ طور پر نہیں تھے۔جب ان پر ہماری آیات تلاوت ہوتی تھیں۔

۴۔قصہ مریم: (آل عمران/۴۴)

۲۔مستقبل کی خبریں:

مکہ میں مسلمان کمزور اور بے سرو سامانی کے حالات سے گزر رہے تھے، ہر قسم کی اذیت اور تشدد ان پر ڈھایا جاتا تھا۔انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ کل کیا ہوگا، چہ جائیکہ چند سال بعد کی صورت حال ان کے لئے واضح ہوتی ۔ابھی تک بشر کی اختراعات، انکشافات نے ایسے وسائل پیش نہیں کی تھی کہ اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے ایک عمارت بنانا ہے تو وہ یہ یقین دہانی اور پیش گوئی کرا سکے کہ میں آئندہ سال زندہ رہوں گا یا اسے کیا کیا حالات پیش آئیں گے۔

مستقبل سے متعلق جیسے روم کا فارس پر غلبہ پانے کی خبر:

﴿الٓم غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعدغلبهم سیغلبون﴾

یہاں قرآن کریم نے آئندہ چند سالوں میں روم کی فتح ونصرت کی خبر دی۔

جہاں رومی مسیحیوں نے فارس سے شکست کھائی تھی جو مشرک تھے۔یہ جنگ ۶۱۴ء میں واقع ہوئی مسلمان اس شکست پر غم زدہ ہوئے، کیونکہ اہل روم دین الٰہی کے معتقد تھے، جب کہ ایرانی فارس مشرک تھے۔مشرکین اس فتح پر خوش ہوئے جس پر اللہ نے سورہ روم نازل کی۔

اسلام کے مستقبل کے بارے میں خبر دی کہ آئندہ آنے والے دنوں میں بہت کامیابیاں حاصل ہوں گی۔

﴿سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ (قمر۴۵)

﴿سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ﴾ (قلم۱۶)

﴿هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَ دِینِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَى الدِّینِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (توبہ:۳۳)

ان آیات کریمہ میں مستقبل کی خبر دی گئی ہے۔

﴿وَ إِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (سورۂ صافات:۱۷۳)

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنا وَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهادُ﴾ (سورۂ غافر:۵۱)

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَني لا يُشْرِكُونَ بي شَيْئاً وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذلِكَ فَأُولئِكَ هُمُ الْفاسِقُونَ﴾

(سورۂ نور:۵۵)

پیغمبرؐ مدینہ میں تھے عنقریب مکہ میں داخل ہونے کی خبر دی۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرامَ إِنْ شاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُسَكُمْ وَ مُقَصِّرِينَ لا تَخافُونَ﴾ (فتح:۲۷)

قیامت کے بارے میں خبریں:

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّماءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ (۱۰) يَغْشَى النَّاسَ هذا عَذابٌ أَلِيمٌ (۱۱) رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ (۱۲) أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرى وَ قَدْ جاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ (۱۳) ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ (۱۴) إِنَّا كاشِفُوا الْعَذابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عائِدُونَ (۱۵) يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ﴾ (دخان:۱۰تا۱۶)

۳۔ حجاب نفس یا حجاب حاضر:

حجاب حاضر خود اپنی جگہ دو قسم ہے۔

۱۔ وہ چیزیں جس کی خبر دی جاتی ہے اور وہ فی زمانہ موجود ہے۔ لیکن ہم اور ان کے درمیان میں ایک نامری حجاب موجود ہے جس کی وجہ سے نہ ہم اس کو دیکھ سکتے نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہم اور اس کے درمیان موجود حجاب کو دیکھ سکتے۔ جیسے جن و ملائکہ کے بارے میں خبر ہے جن پر ایمان لانے کا حکم ہے۔

۲۔ حجاب نفس: قرآن کی غیب گوئیوں میں سے ایک انسانوں کی خود ان کے اپنے نفس کے اندر کی سوچ اور عزائم و نیّات سے خبر دینا ہے۔ اللہ نے منافقین کو شرمندہ کیا ان کے ایسے اسرار کو فاش کیا جسے محمدؐ نہیں جانتے تھے۔ وہ

آیات جوان کے متعلق ہیں وہ کتاب مناھل العرفان ج۲ص۲۶۴پر موجود ہیں۔

جہاں قرآن کریم نے ماضی کے حجاب تو ڑکر قرون قدیمہ کی خبر دی یا مستقبل میں ہونے والے حوادث کے بارے میں خبریں دی ہیں وہاں قرآن کا حجاب نفس کے ماوارء انسانی سوچ،عزائم اور ارادوں کے بارے میں خبر دینا جو ابھی تک خود ان کی زبانوں سے بھی نہیں نکلے،ایک اعجاز اور خارق العادت عمل ہے۔وہ بھی اس دشمن کے متعلق جس کو مقابلے اور مبارزے کی دعوت دی گئی ہو اس کو اس کے عزائم و معنویات کی خبر دیں،کیونکہ وہ فوراً کہہ سکتا ہے کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے ہم نے ایسا ارادہ نہیں کیا،لیکن یہاں یہ لوگ عاجز ہوگئے قرآن نے ان کے اندر کی خبریں دیں اور وہ ان کا انکار نہیں کر سکے۔

جیسے سورہ منافقوں کی ابتدائی آیات۔

﴿أَلَمْ تَرَى إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَائُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (مجادلہ۸)

﴿يَحْلِفُونَ بِاللهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا﴾ (توبہ۷۴)

ابھی تک بشر کی ابتکارات وایجادات اس حد تک نہیں پہنچیں کہ وہ ما فی الضمیر کی خبر دیں،یہاں کافرین انتہائی احتیاط کے ساتھ اپنی ما فی نیات مخفی رکھنا چاہتے تھے،لیکن اللہ ان کے راز کو فاش کیا۔

قرآن کریم کی آیات نے ان تین حجابوں کو توڑ کر انسانوں کو ان کے ماوراء کی خبر دی ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب جو قرآن کی صورت میں محمدؐ پر نازل ہوئی وہ ان حجابوں سے مافوق ہستی سے صادر ہے،حتیٰ خود محمدؐ اس وقت تک جب یہ کتاب آپ پر نازل نہیں ہوئی تھی اُن سے بے خبر و ناآشنا تھے۔

اعجاز فصاحت و بلاغت:

علماء،اعجاز قرآن کی نوعیت کے بارے میں اختلاف نظر رکھتے ہیں،ہر ایک نے مختلف وجوہ اور انواع اعجاز بیان کیا ہے۔قرآن نے فصحاء و بلغائے عرب کو مبارزہ و مقابلہ بالمثل کی دعوت دی ہے لیکن انہیں اس تحدی کے

سامنے شکست ہوئی۔انہوں نے اپنی عجز و ناتوانائی کا اعلان کیا اس سے معلوم ہوا قرآن کبھی مغلوب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ قول بشر نہیں۔اعجاز قرآنی کے لیے یہ سزاوار ہے کہ ہم حیات اسلامی کو اٹھائیں اور لوگوں اور علماء کو بلاغت قرآنی کشف کرنے کے لیے آمادہ کریں۔اس سلسلے میں علماء نے بہت سی کوششیں اور تدابیر کی ہیں تا کہ قرآن کی بلاغت کو اٹھائیں۔سب سے پہلے فصاحت و بلاغت کو اٹھانے کی طرف متوجہ کرنے والے **جاحظ** (متوفی ۲۵۵ھ ق) ہیں انہوں نے سب سے پہلے اعجاز قرآن کے بارے میں قلم اٹھایا ہے اور **"نظم القرآن"** تالیف کی، لیکن اس وقت یہ کتاب ہماری دسترس میں نہیں ہے۔اس کے بعد **محمد ابن زید واسطی** (متوفی ۳۰۶ھ ق) ہیں انہوں نے جاحظ کی کتاب سے استفادہ کیا ہے اور اس جیسی ایک کتاب **"اعجاز القرآن"** کے نام سے تالیف کی ہے۔یہ بھی ہم تک نہیں پہنچی۔**واسطی** کے بعد جس نے **"اعجاز القرآن"** پر زبان و قلم استعمال کرنے والے رومانی (متوفی ۳۸۴) ہے اس کے بعد **قاضی ابو بکر باقلانی** (متوفی ۴۰۳ھ ق) ہیں انہوں نے **"اعجاز القرآن"** لکھا ہے۔**عبد القادر بن عبد الرحمن بن محمد جرجانی** (متوفی ۴۷۱ھ ق) کی کتاب **"دلائل الاعجاز"** میں ان کی کتاب کے محتوی کے بارے میں کچھ اشارہ ملتا ہے۔**مصطفی صادق رافعی** (متوفی ۱۳۵۶) نے **"تاریخ الادب"** لکھی اور اس کو قرآن اور بلاغت سے مختص کیا اس طرح **سید قطب** (متوفی ۱۳۸۷) نے **"تصویر فنی فی القرآن"** تالیف کی ہے۔

سب اپنی جگہ حکمت و فلسفہ پر مبنی ہے۔بعض نے اعجاز کو قوت بیان کہا ہے، بعض نے اسرار کونی بیان کیا ہے، بعض نے ماضی حاضر اور منویات انسانی سے خبر دینے کو کہا ہے، بعض نے دلوں میں کشش و نفوذ اور اثر گزاری کہا ہے، بعض نے کلمات میں فصاحت و بلاغت اور اسلوب بیانی کہا ہے۔

جاحظ نے اس کے نظام غریب اور وزن عجیب کو اعجاز قرآن قرار دیا ہے۔خطابی متوفی ۳۸۵ نے کہا ہے کہ اعجاز قرآنی کا سر اس میں ہے کہ یہ لغت کے تمام اسرار پر احاطہ رکھتا ہے لہٰذا قرآن اپنے لفظ و معنی اور نظم میں معجزہ ہے۔اس وجہ سے عرب اس جیسا قرآن نہیں لا سکے کیونکہ ان کا علم تمام اسمائے لغت پر احاطہ نہیں رکھتا۔وہ تمام معانی کے درک سے قاصر و عاجز تھے۔دوسری وجہ قرآن کی تسخیر قلوب اور تاثیر و نفوذ ہے آپ کوئی ایسا کلام نہیں سنیں گے جو اپنے نظم و نثر میں اتنی لذت آور اور شیرین بیانی کا حامل ہو۔ابو ہلال عسکری متوفی ۳۹۵ نے اپنی کتاب اعجاز میں

کہا ہے: قرآن، اپنے اندر حسن تألیف اور ترکیب کے علاوہ اختصار لطیف رکھتا ہے اس وجہ سے اس کو عجیب رونق ملی ہے۔ باقلانی نے کہا ہے: اس کی اعجاز کا راز اس کی اخبار غیبی سے جو بشر کی قدرت سے باہر تھیں اور ان تک رسائی ممکن نہیں تھا، جہاں ماضی بعید کی خبر دی ہے جبکہ اس کو لانے والا محمد امی اور ان پڑھ تھے ان کے لئے ان خبروں تک رسائی ممکن نہیں تھا سوائے وحی کے۔

عبدالقادر جرجانی متوفی ۴۷۱ نے کہا ہے: اعجاز قرآن تنہا الفاظ میں نہیں ہے کیونکہ لغت کا مادہ عرب جانتے تھے جو عربوں کیلئے معروف تھا، لہٰذا مادۂ لغت سے تحدی نہیں کیا ہے۔ صرف الفاظ میں تحدی اور تفاضل ممکن نہیں ہے جب تک ان الفاظ کی معروف و معلوف ترکیب استعمال سے باہر کوئی ترکیب پیش نہ کریں۔ قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ نے کہا ہے: اعجاز قرآن اس کی عجیب و غریب اسلوب و نظم ہے جو عرب کے اسلوب سے مختلف ہے حسن تألیف ،کلمات میں انسجام ،معلوفہ عادت سے خارق۔ فخر رازی متوفی ۶۰۶ نے کہا ہے: اس کا اعجاز عادت اور اسلوب کے علاوہ عیوب سے سلامت ہونا ہے۔ سکاکی متوفی ۶۲۶ نے کہا ہے: قرآن اپنے نظم میں معجزہ ہے قرآن کا اعجاز درک ہو تا ہے، لیکن اس کی توصیف ممکن نہیں ہے۔ سید قطب نے کہا ہے: قرآن کا اعجاز، فصاحت و بلاغت اور اسلوب بیانی کے علاوہ اپنے محتوی، مضمون او رسوق کلام اپنے اہداف اور آئین حیات میں پوشیدہ ہے اعجاز قرآنی کی خصوصیات میں سے ایک خواتم آیات ہیں اور دوسری خصوصیت معانی کو محسوسات میں تصویر دینا ہے۔

قرآن کتاب متلو (تلاوت کی جانے والی کتاب) کے علاوہ ایک معجزہ اور تحدی بھی ہے۔ بعض قاصر اذھان اس کی تحدیات کو فصاحت و بلاغت تک محدود گردانتے ہیں، جبکہ علمائے اسلام نے اس کے کئی اعجاز بیان کئے ہیں ذیل میں اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ اعجازِ فصاحت و بلاغت:

جس وقت نبی کریمؐ جزیرۃ العرب میں مبعوث برسالت ہوئے، عرب معاشرہ بت پرستی میں غرق تھا، اہل علم و دانش بھی کہانت، سحر و جادو کو نابغہ روزگار سمجھتے تھے۔ علاج و معالجہ تعویذ دم دھواں اور ملفوظات سے کرتے تھے۔ اللہ کے علاوہ ہر مخلوق کی پوجا ہوتی تھی، معاشرے میں صرف امن کا فقدان تھا، جھگڑا، فساد، جنگ و جدال اور خون ریزی کے پیغامات عام تھی۔ دوسروں سے روابط اجتماعی کی بات تو دور کی ہے، خود ان کے درمیان تعلقات مقطوع

تھے۔آخرت ومعاد کی خبریں ان کے لیے عجیب وغریب اور ناممکن تھا،اس سلسلے میں مولا امیر المومنینؑ کے کلمات نہج البلاغہ میں ملاحظہ کریں ۔اس دور میں آپ اس قوم کے درمیان سے اٹھے اور اپنی نبوت پر سب سے پہلے ذیل کے کلمات سے استدلال کیا:

۱۔میں تم جیسا ایک بشر ہوں فرق یہ ہے کہ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے۔

۲۔میں نے ایک طویل عرصہ ولادت،بچپن اور جوانی تمہارے درمیان گزاری ہے۔کیا تم نے مجھ سے خلافِ واقعیت وحقیقت،غیر طبیعی،غیر انسانی اور اخلاقی کوئی حرکات وعمل مشاہد کیا ہے۔یہ کہہ کر اپنی نبوت کی توثیق اپنی زبان سے فرمائی۔ہمارے ملک میں بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں جو ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ کو نبی کریمؐ کی شان میں تطبیق کر کے کہتے ہیں،آپؐ نے اس دنیا میں ظہور فرمایا۔بعض سادہ عوام کو یہ لفظ (ظہور) بہت پسند آتا ہے، لیکن یہ عقیدہ قرآن وسنت میں نہیں، یہ ہنود اور بوذی عقیدہ ہے۔اب یہ عقیدہ خطباء،شعراء کے کلام اور تالیفات واشتہارات میں عام ہو گیا ہے،تعجب ہے علمائے اعلام اس کفر کے عقیدہ پر بھی خاموش ہیں۔

جاہلیت کے شاعر دنامور نابغہ:

☆ لبید بن ربیعہ اپنے دور میں فصاحتِ زبانی،بلاغتِ منطقی،اصانت شعری میں معروف ومشہور تھا جب اس نے سنا کہ محمدؐ نے تمام مفکرین اہل علم ودانش کو مقابلہ کی دعوت دی ہے تو اس نے اشعار سرایا اور املا کر کے کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا۔اپنے اشعار کعبے پر لٹکانے کا یہ امتیاز ہر عام وخاص کے لئے نہیں تھا،بلکہ یہ برجستہ شخصیات کے لئے تھا۔جوں ہی کسی مسلمان کی نظر اس کے شعر پر پڑی،فوراً اس نے چند آیات قرآن لکھ کر اس کے شعر کے ساتھ ایک طرف آویزاں کر دی۔جب لبید نے دوسرے دن کعبے پر یہ آیات دیکھیں،مدہوش ہوا اور فوراً چیخ اٹھا: اللہ کی قسم! یہ قول بشر نہیں ہے۔

آپ نے قرآن سے متاثر ہونے کے بعد شعر گوئی سے کنارہ کشی اختیار کی،چنانچہ ایک دن عمرؓ بن خطاب نے ان سے کہا اے ابا عقیل! اپنے اشعار میں سے کچھ سنائیں۔تو انہوں نے سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھیں اور کہا :جب سے میں نے بقرہ اور آل عمران کی آیات دیکھی ہیں،شعر چھوڑنے کا عزم کیا ہے۔

صد افسوس! ہمارے بہت سے علما،دانشمندان اور شعر گویان جو شعر گوئی کے غرور میں مستغرق ہیں اور ان

کے غرور فقہا و مجتہدین کی شعر گوئی کی تعریف میں اضافہ ہوا ہے، شعر گوئی میں مزید غلو آیا ہے اور دین کو شراب کرنے میں بالکل آزاد ہو گئے ہیں۔ جن جگہوں سے **قال اللہ، قال رسول اللہ** کی صدا آنی چاہیے وہاں شعر کی صدا گونج رہی ہے اور مفسرین، شاعروں کی شعر سرائی سے مسحور و مدہوش ہو کر ان کی حوصلہ افزائی اور درگاہ قرآن سے رونده و مردود ہونے والے شعراء کو دوبارہ قرآن کریم کی طرف سے سند بخشنے کے لیے بلا غور و خوض اور توجہ بہ سیاق و سباق آیات، آیت کریمہ (شعراء ۲۲۴) سے شعر کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لیے سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ کاش! اگر لبید بن ربیعہ اور عمرؓ بن خطاب زندہ ہوتے تو انہیں یہ جرأت و جسارت کی اجازت نہیں دیتے۔

معارضان و مقابلان تحدیات قرآن:

[**تاریخ آداب العرب** تالیف مصطفیٰ صادق رافعی ج ۲ ص ۱۳۹]

مصطفیٰ صادق رافعی لکھتے ہیں: بعض ملحدین تحدیات قرآن کا مقابلہ کرنے کے عزم و ارادے سے میدان میں اتر آئے اور انہوں نے مقابلہ بالمثل کا جواب دینے کی کوشش کی۔

☆ کتب حدیث میں ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ کوئی تعویذ بنانے والا قبیلہ ازدشنوۃ سے مکہ آیا۔ وہ دیوانگی اور جنوں سے متاثر ہونے والوں کے لئے تعویذ دیتا تھا۔ اہل مکہ نے کہا: ہمارے درمیان محمدؐ ہیں جو دیوانے ہو گئے ہیں۔ اس نے سوچا اگر میں انہیں دیکھتا تو شاید اللہ اسے میرے ہاتھوں شفا دے۔ غرض، اس کی ملاقات آپ سے ہو گئی۔ وہ کہنے لگا اللہ نے میرے ہاتھ میں شفا رکھی ہے، کیا آپ مجھ سے علاج کرائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا:

﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتاباً مُتَشابِهاً مَثانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَ قُلُوبُهُمْ إِلى ذِكْرِ اللَّهِ ذلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشاءُ وَ مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَما لَهُ مِنْ هادٍ ☆أَ فَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذابِ يَوْمَ الْقِيامَةِ وَ قِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا ما كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ☆كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتاهُمُ الْعَذابُ مِنْ حَيْثُ لا يَشْعُرُونَ ☆فَأَذاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ لَعَذابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كانُوا يَعْلَمُونَ ☆وَ لَقَدْ ضَرَبْنا لِلنَّاسِ فِي هذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ☆قُرْآناً عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ

یَتَّقُونَ ☆ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً رَجُلاً فِیہِ شُرَکاءُ مُتَشاکِسُونَ وَ رَجُلاً سَلَماً لِرَجُلٍ هَلْ یَسْتَوِیانِ مَثَلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ أَکْثَرُهُمْ لا یَعْلَمُون ☆إِنَّکَ مَیِّتٌ وَ إِنَّهُمْ مَیِّتُونَ ☆ثُمَّ إِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیامَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُونَ ☆فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ وَ کَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جاءَہُ أَ لَیْسَ فِی جَهَنَّمَ مَثْویً لِلْکافِرِینَ ☆وَ الَّذی جاءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهِ أُولٰئِکَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ☆لَهُمْ ما یَشاؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِکَ جَزاءُ الْمُحْسِنِینَ ☆لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذی عَمِلُوا وَ یَجْزِیَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذی کانُوا یَعْمَلُونَ ☆أَ لَیْسَ اللّٰہُ بِکافٍ عَبْدَہُ وَ یُخَوِّفُونَکَ بِالَّذِینَ مِنْ دُونِهِ وَ مَنْ یُضْلِلِ اللّٰہُ فَما لَهُ مِنْ هادٍ ☆وَ مَنْ یَهْدِ اللّٰہُ فَما لَهُ مِنْ مُضِلٍّ أَ لَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیزٍ ذِی انْتِقامٍ﴾ (زمر۲۳،۳۷)

﴿وَ لِیَعْلَمَ الَّذِینَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّکَ فَیُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَ إِنَّ اللّٰہَ لَهادِ الَّذِینَ آمَنُوا إِلی صِراطٍ مُسْتَقِیمٍ﴾ (حج۵۴)

اس نے کہا: آپ دوبارہ اپنے کلمات تکرار کریں تو آپؐ نے اپنے کلمات کو تین بار تکرار کیا۔

اس نے کہا: میں نے کاہن، ساحر اور شعراء سب کو سنا ہے، لیکن آپ جیسا کلام کہیں بھی سننے میں نہیں ملا۔

زمانِ بعثت نبیؐ سے لے کر عصر حاضر تک بہت سے فصیح و بلیغ اور اہل ذہانت و فراست نے اپنی ذہانت سے مغرور ہو کر یا کسی کے کہنے پر دعوائے نبوت کیا، لیکن زمانہ ان کی تصدیق نہیں کی بلکہ بری طرح سے ان کی تکذیب کی اور انہیں جھٹلایا۔ حالانکہ نبی کی مزاحمت اور ان سے مقابلہ کرنے کے ذرائع موجود تھے، پیغمبرؐ کے مقابل میں مشرکین عرب تھے، سرمایہ دار یہود تھے، مسلمانوں کے اندر گھسے ہوئے منافقین تھے۔ جبکہ اب عصر حاضر کے عالمی استعمار اور کمیونزم کے بانیان سرگرم ہیں لیکن اللہ نے نبی کو وعدہ دیا تھا۔

﴿کَتَبَ اللّٰہُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَ رُسُلِی إِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیزٌ﴾ (مجادلہ/۲۱)

﴿یُرِیدُونَ لِیُطْفِؤُا نُورَ اللّٰہِ بِأَفْواهِهِمْ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُورِهِ وَ لَوْ کَرِهَ الْکافِرُونَ﴾ (صف/۸)

☆ مسلیمہ کذاب:

اس نے یمامہ میں قبیلہ بنی حنفیہ میں دعوائے نبوت اور نبوت میں شریک ہونے کا مطالبہ کیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اس کے پاس بھی ایک قرآن ہے جو اس پر نازل ہوا ہے، اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جس کا نام رحمٰن ہے اس نے ان کلمات کو پیش کیا:

"والمبذرات رزعاً، والحاصدات حصداً، والذاريات قمحاً، والطاحنات طحناً، والعاجنات عجناً، والخابزات خبزاً، والثاردات ثرداً، واللاقمات لقماً، اهالة وسمنا... لقد فضلتم على اهل الوبر، وما سبقكم اهل المدر، ريفكم فامنعوه والمعتر فآووه والباغي فناوئوه...."

☆ اسلام کے ایک سو سال گزرنے کے بعد دوسری صدی میں عبداللہ بن مقفع ملحد، کافر اور وزیر منصور دوانقی تھا۔ اس نے کہا: محمدؐ کا تحدی کسی قانون و اساس کی بنیاد پر نہیں تھا۔ ایک ملحد اور زندیق گروہ، قرآن کریم کی آیات سے پریشان و سرگردان تھا کہ کس طرح یہ کتاب عام کے دلوں اور اذھان میں جگہ بنا رہی ہے اور ان کو متاثر کر رہی ہے، انھوں نے مقفع سے قرآن کا مقابلہ کرنے کیلئے کہا۔ جس پر اس نے کہا اس کام کے لیے ایک سال کا وقت درکار ہے اور میری تمام ضروریات کو پوری کرنی ہوگی۔ چھ مہینے گزرنے کے بعد یہ لوگ اس کے پاس گئے، تاکہ دیکھیں کہ ان کا ادیب، نبیؐ کے اس مقابلہ و مبارزہ میں کہاں پہنچا ہے۔ جب یہ گروہ، مقفع کے کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا وہ کمرے میں بیٹھا ہوا ہے، قلم ہاتھ میں ہے اور گہری سوچ میں ہے۔ لکھے ہوئے اوراق اس کے سامنے منتشر ہیں۔ پورا کمرہ اوراق سے بھرا پڑا ہوا ہے۔ یہ وہ اوراق تھے جو اس نے لکھنے کے بعد پھاڑ دیئے تھے۔

وہ قرآن سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک طویل عرصہ سرگرم رہا پھر جو کچھ اس نے جمع کیا اسے عجز و انکساری اور شرم و حیا سے اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کہتے ہیں: جب ابن مقفع اس آیت پر پہنچا

﴿وَ قِيلَ يا أَرْضُ ابْلَعي ماءَكِ وَ يا سَماءُ أَقْلِعي وَ غيضَ الْماءُ وَ قُضِيَ الْأَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَ قيلَ بُعْداً لِلْقَوْمِ الظَّالِمينَ﴾ (ہود:۴۴)

تو اس آیت کو دیکھ کر اس نے کہا: کوئی بھی بشر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد اس نے مقابلہ کرنا چھوڑ دیا۔ اس نے اپنی تمام تر کوششیں بذل کیں کہ وہ محمد کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

لیکن اس کام کے دوران اُسے انتہائی شرمندگی و ذلت محسوس ہوئی، کیونکہ چھ مہینے گزرنے کے باوجود وہ اس سلسلے میں ایک آیت کا بھی جواب دینے میں کامیاب نہیں ہوا تھا اور آخر کار اس نے شکست کو تسلیم کر لی اور اس معاہدہ سے ہاتھ اٹھالیا۔

ہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ عبداللہ مقفع کتنا بڑا ادیب اور مفکر کیوں نہ ہو اس کا اصل فارسی تھا عربی نژاد نہیں تھا لیکن فصاحت و بلاغت کے بادشاہ بھی قرآن جیسا کلام لانے سے عاجز و ناتوان ہونے کا اعتراف از خود کر چکے ہیں اور اس کے سامنے خاضع ہوئے ہیں۔

☆ ابوطیب متنبّی متوفی یا مقتول ۳۵۴ھ اس نے اپنی جوانی میں کوفہ و شام کے درمیان شہر سماوۃ میں دعوائے نبوت کیا اور بنی کلب کی کثیر تعداد نے اس پر ایمان لایا۔

کہا گیا ہے کہ اس نے وہاں کے لوگوں کو اپنا کلام سنایا وہ کہتا تھا یہ کلام میرے اوپر نازل کلام ہے۔ کہتا تھا کہ بعض میرے حافظے سے نکل گیا ہے بعض موجود ہے۔ ص ۱۴۷ پر لکھا ہے:

"والنجم السیار، والفلک الدوار، واللیل والنهار، ان الکافر لفی اخطار۔ امض علی سنتک، واقف أثر من قبلک من المرسلین، فأن الله قامع بک زیغ من ألحد فی دینی، وضل عن سبیله۔"

☆ ابوالعلاء معری متوفی ۴۴۹ھ ق: وہ بھی یہ سوچتا تھا کہ ہم کتاب اللہ قرآن سے مقابلہ کر سکتے، اس کے لیے اس نے ایک کتاب بنائی اور اس کا نام رکھا "الفصول والغایات فی مجارا ۃ سور و آیات" بعض نے کہا ہے کہ یہ کلام جید ہے۔ لیکن قرآن کی وہ ہیبت اور تازگی زبان پر رواں نہیں ہوتی۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کی کتاب میں ہے:

"أقسم بخالق الخیل، والریح الهابة بلیل، بین الشرط مطلع سهیل، ان الکافر لطویل الویل وان العمر لمکفوف الذیل، تعد مدارج السیل، وطالع التوبه من قبیل تنج وما اخالک بناج۔"

☆ احمد ابن یحییٰ معروف بہ ابن راوندی: ۲۱۰ھ میں وفات پائی۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا: اس نے ۳۰۱ھ میں وفات پائی۔ جبکہ ابن خلکان نے کہا ہے: ۳۵۰ھ میں وفات پائی ہے۔

۲۔تناسب و تناسق قرآن

قرآن کریم کی سوروں کی ترتیب میں، اپنے سے ماقبل اور مابعد میں تناسب برقرار ہونے اور نہ ہونے یا آیات کی سیاق و سباق، سابقہ اور لاحقہ کے درمیان میں تناسب ہونا یا نہ ہونا، علوم قرآنی کی اہم ترین بحوث میں شمار ہوتا ہے۔ بعض نے ان سوروں اور آیات کی ترتیب میں تناسب نہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

سابقہ کتب آسمانی دفعتاً ایک مرتبہ نازل ہوئیں لیکن قرآن کا نزول تدریجی تھا جو کہ ۲۳ سال میں مکمل ہوا ۔جب پیغمبرؐ اسلام پر کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ خود فرماتے تھے کہ یہ آیت کہاں رکھی جائے، حالانکہ پیغمبر اسلامؐ کو معلوم نہیں تھا کہ آئندہ کونسی آیات نازل ہونگی ۔ آپ ان سوروں کو دیکھتے تھے کہ کس حد تک ہر سورہ کے اندر موجود آیت اپنی سابق اور لاحق آیت سے مربوط، منسجم و منظم ہے اور ہر سورہ ماسبق سورہ کے ساتھ کس حد تک تناسب رکھتا ہے۔قرآن مجید کی آیتوں اور سوروں کا ایک دوسرے سے ربط اپنی جگہ ایک خارق العادۃ معجزہ ہے جو بشر کے خطورات ذہنی میں نہیں آسکتا۔

بعض لوگ قرآن کی جمع و ترتیب میں خلفاء اور اصحاب کی دخل اندازی اور وحی سے غیر مربوط سمجھتے ہیں۔ لیکن اکثر علماء اور مفسرین کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی سورہ اور آیت کی ترتیب میں انتہائی دقت و باریک بینی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ان کا کہنا ہے: خود نبی کریمؐ نے بذریعہ وحی اسے ترتیب و تنظیم دی ہے، چنانچہ روایات میں آیا ہے: جب کوئی سورہ یا آیت نازل ہوتی تھی، آپ فرماتے تھے: یہ سورہ فلاں جگہ، یہ آیت فلاں آیت کے بعد لگائیں۔ چنانچہ بعض علماء نے تناسب آیات و سور کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں۔بعض نے کل قرآن کی آیات و سور کی تنظیم پر کتاب لکھی ہے، لہٰذا تناسب سور و آیات بذات خود اپنی جگہ اعجاز قرآنی ہے۔چند ین کتابیں قابل ذکر ہیں:

۱۔نظم الدرر فی تناسب الایات والسور تالیف برھان الدین ابی الحسن ابراھیم بن عمر بقاعی

۲۔نظام القرآن، الاعجاز فی نظم القرآن تالیف محمود سید شیخون

اگر ہماری صفحات کی کتاب میں گنجائش ہوتی تو مزید وضاحت پیش کرتے۔

۳۔قرآن کا اعجاز علمی

تحریف قرآن کریم کا ایک مصداق جلی قرآن سے علم پرستی کا اختلاق کرنا ہے۔

عصر حاضر میں ایک نئی تفسیر بہ نام "تفسیر علمی قرآن" منصۂ شہود پر نمودار ہوئی ہے۔اس تفسیر کے داعیوں کا کہنا ہے:جدید نظریات وانکشافات نے قرآن کی تائید کی ہے جو اس کی حقانیت اور نظریات کی صحت کی سند ہے۔

یہ ایک نیا عنوان ہے جس کا علماء نے "اعجاز علمی" نام رکھا ہے،اس سے مراد قرآن کریم کی آیات میں موجود اشارات اور دلائل حقائق علمی پر مشتمل ہیں،جن سے نزول قرآن کے موقع پر بشر جاہل و نادان تھے۔لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ یہ کسی بشر کی ذہنی ساخت نہیں، بلکہ یہ کلام خالق متعال مافوق زمان ومکان اور ان حقائق سے بالا ہستی کا کلام ہے، چنانچہ اس معجزہ کے بارے میں حیاتیات،ریاضی،طبیعات اور کیمیا دانوں نے بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔

اسی طرح نبی کریمؐ کے اس معجزہ سے یہ بات ظاہر وعیاں ہوتی ہے کہ جو چیز بیسویں یا پندرہوی صدی میں وجود میں آئی ہے ۱۴۰۰ سال پہلے اللہ نے نازل کیا ہے،جن میں علوم طبیعات،فیزک،کیمیات،فلکیات،حیاتیات،علم حیوان،علم نبات وغیرہ شامل ہیں۔

قرآن میں تمام قدیم وجدید فنون پائے جاتے ہیں یا قرآن ان علوم وفنون سے خالی اور غیر مربوط کتاب ہے۔ان دونوں نظریات کے بارے میں جداگانہ بحث وتحقیق کرنے سے پہلے ضروری ہے علم اور دین میں رشتے کو واضح کریں۔

دین کس چیز کا نام ہے،آیا دین کا دوسرا معنی علم ہے؟بشر جن جن علوم کا نیازمند ہے،کیا ان سب کا دین اور دین کے حاملان کے پاس ہونا ضروری اور ناگزیر ہے؟یا دین کا تصور بندے کا اللہ سے رابطہ،جو ایمان بالغیب پر سے شروع ہوتا ہے۔اس کے بعد کائنات اور دیگر انسانوں کے ساتھ حدود کا نام ہے۔باقی تمام علوم،فنون انسان کو از خود تلاش کرنا ہے ان دونوں نظریات میں سے کون سا نظریہ درست ہے،قرآن کس نظریے کو ترجیح دیتا ہے؟ہمیں دیکھنا ہوگا کہ قرآن اپنا تعارف کس طرح کرواتا ہے۔

قرآن ایک علمی کتاب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دو قسم کا نقطہ نظر پایا جاتا ہیں،آئیں اب ہم ان

کے بارے میں ایک ایک کر کے تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔وہ علمائے اعلام جنہوں نے ابتداء ہی سے مروجہ علوم کو پڑھا اس میں عرق ریزی جانفشانی کی پھر علوم دینی اور رامور دین میں دلچسپی لی ،یعنی عصری تقاضوں کے داعی اور جدید حالات کے تقاضوں کو شریعت کی طرف سے سند و تحفظ دینے والے۔

۲۔وہ علماء و فقہاء جنہوں نے ابتداء ہی سے دین کو پڑھا اس میں غور و خوض تحقیق کو اپنایا اس دین و شریعت کی حدود و قیود کے اندر رہنا، اسلام کو کافرین و منافقین سے بچانا، اپنے فرض و ذمہ داری سمجھتے ہیں اور قرآن کی طرف پھینکنے والے شکوک و شبہات اور خیانت کی نظروں کو رد کرتے ہیں۔

پہلا نقطہ نظر:

قرآن دعوت علم دیتا ہے،اس لیے یہ علمی کتاب ہے؟اس میں تمام علوم پائے جاتے ہیں وہ اپنے اس مدعا کے لیے سورہ انعام کی ۵۹ نحل کی ۸۹ اور انعام کی آیت ۳۸ کے علاوہ چندیں روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ان کی منطق یہ ہے کہ قرآن میں علوم اولین و آخرین ہے اسی لیے ان کے حامل نبی کریمؐ اور ان کے بعد آئمہ طاہرین دنیا کے تمام علوم فیزکس، کیمسٹری، ریاضی، طب، علم نجوم و فلکیات اور اقتصادیات کے عالم ہیں۔

علماء اور ان کی تصنیفات تفسیر کے بارے میں مختلف و متنوع ہیں بعض کل قرآن کو اعجاز علمی میں انحصار کرنے کے داعی ہے۔یہاں اس فکر کے حامی و داعیوں میں سے چند علما کا نام لیتے ہیں۔قدیم علماء میں تفسیر علمی کے تائید کرنے والے مندرجہ ذیل ہیں:

اس سلسلے میں تفسیر علمی کے داعیوں میں سرفہرست یا اس میدان کے شہسوار ابو حامد غزالی متوفی ۵۰۵ اہیں۔

۱۔غزالی نے اپنی دونوں کتابوں ''احیاء العلوم'' اور ''جواہر القرآن و دُرَرَہ'' میں بیان کیا ہے کہ قرآن ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔انہوں نے ابن مسعود سے یہ حدیث نقل کی ہے: ''من اراد علم الاولین و الآخرین فیتدبر القرآن۔''

۲۔فخر الرازی: ان کا کہنا ہے اللہ نے اپنی کتاب کو علم بقدرت، آسمان و زمین، لیل و نہار کی گردش کے

بارے میں علوم سے پُر کر کے بھیجا ہے۔

۳۔امام بدرالدین محمد ابن عبداللہ زرکشی: متوفی ۷۹۴

۴۔امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ق ۔علامہ سیوطی نے کہا ہے: قرآن تمام علوم پر مشتمل ہے وہ اس کی سند میں سورہ انعام کی آیت ۳۸ کا ذکر کرتے ہیں۔

۵۔ابی الفضل المرعی

۶۔ملاصدرالدین شیرازی ۱۰۵۰

۷۔سرسید احمد خان ہندی

۸۔اور سید امیر علی ۱۳۴۷

۹۔شیخ محمد عبدہ ۱۹۰۵

علمائے معاصر:

عصر جدید میں تفسیر علمی کے حامی مندرجہ ذیل علماء ہیں:

۱۔جواھری الطنطاوی المصری ۱۱۵۸ھ ق

۲۔اسکندرانی صاحب کشف اسرار نورانیہ

۳۔کواکبی عبدالرحمٰن۔

۴۔محمد مصطفیٰ مراغی شیخ ازھر ۱۳۶۴ھ ق: انہوں نے ڈاکٹر عبدالعزیز پاشا اسماعیل کی کتاب "**الاسلام وطب حدیث**" کے مقدمے پر لکھا ہے۔

۵۔محمد رضا رشید

۶۔محمد فرید وجدی

۷۔محمد احمد غزالی

۸۔عبدالعزیز اسماعیل

۹۔حنفی احمد

۱۰۔عبدالرزاق نوفل

۱۱۔محمد متولی الشعراوی

۱۲۔محمد احمد مہدی

۱۳۔دکتور محمد عبداللہ دراز

۱۴۔حسن بنا

قرآن کو تمام علمی اکتشافی تحقیقات کے میدان میں سبقت حاصل ہے۔قرآن انسانیت کو دن و رات، کائنات کے بارے میں تحقیق اور تفکر و تدبر کی طرف رغبت دلاتا ہے، علوم مادی ہوں یا شرعی۔اللہ کی آیات صدق اور واضح نشانیاں چاہے وہ تورات و انجیل ہوں یا موسیٰ' محمدؐ ہوں کوئی بھی لوگوں کو عقل سے نہیں روکتا۔اسلام عقل و علم میں پیشرفت سے نہیں روکتا، بلکہ ہمیشہ بشر کو تدبیر و تفکر کے میدان میں سبقت لینے کی دعوت دیتا ہیں۔کیونکہ علم، فکر اور

نظر کے اضافے سے حقائق منکشف ہوتے ہیں اور قرآنی دعویٰ کو مزید تقویت ملتی ہے۔اہل علم، تحقیق و انکشافات سے نہیں ڈرتے۔جبکہ ادیان باطل، فرق ضال و گمراہ کی تمام تر کوشش ہوتی ہے کہ عوام ہمیشہ سادہ و جاہل اور شہوانی زندگی میں مستغرق رہیں اور نظروں میں آنے والی چیزوں کے ماوراء کسی اور چیز کی حقیقت کو تسلیم نہ کریں۔یہ فرقے ہمیشہ پسماندہ جاہلانہ عامیانہ و فرسودہ عقائد کو رواج دینے اور ان کی پاسداری و حمایت کرنے اور ان سے دفاع کرنے پر تاکید کرتے ہیں، تا کہ ان کے غلط اور جھوٹے دعوے کشف نہ ہو جائیں۔

قرآن حکیم آیات کو سمجھنے کی طرف دعوت دیتے وقت اپنا ایک خاص اسلوب رکھتا ہے تا کہ اپنے مقاصد نزول کو حاصل کر سکے۔وہ آیات جن میں کائنات میں تفکر کی دعوت دی گئی ہے ان سے یہ مدعا سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کسی ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہیں کرتا جو انسان کی سمجھ میں نہ آ سکے۔

ان علوم کے داعی اکثر و بیشتر وہ علماء ہیں جنہوں نے مغرب کے سایے و سرپرستی میں ان علوم کو پڑھا ہے ،یقیناً وہ ان علوم میں مہارت رکھتے ہیں اور ان علوم میں جس مرتبے پر پہنچے ہیں اس تک عام لوگ یا علمائے دین و شریعت نہیں پہنچے ہیں، تفسیرِ علمی قرآن ،قرآن سے صرف مطابقت نہیں رکھتی ، بلکہ قرآن کی عظمت و بزرگی اور حقانیت کو اٹھاتی ہے۔

دوسرا نقطۂ نظر:

قرآن، لوگوں کو نظام زندگی دینے کے لئے نازل ہوا ہے۔ایک ایسا نظام زندگی جس سے انسان کی حیات میں نظام عدل قائم ہو، ظلم کا خاتمہ ہو، انسانوں میں صلح و آشتی قائم ہو اور عداوت و دشمنی کا خاتمہ ہو سکے۔

قرآن نے آغاز اور آخر تک، جگہ جگہ تکرار کے ساتھ ایمان بہ غیب پر توجہ مرکوز کی ہے، یعنی انسان ذات باری تعالیٰ اور اس کی طرف سے مبعوث انبیاء و رسلؑ اور روز جزاء پر ایمان لانے کے بعد اس زاویہ مثلث میں رہتے ہوئے اپنی زندگی بنائے اور اس زندگی کے لئے درکار تمام وسائل کو بروئے کار لائے۔ان وسائل سے اکتساب کرتے وقت بھی دین و شریعت کی چار دیواری کا پاس و خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، تا کہ دنیا میں مثالی زندگی اور مثالی نظام حکومت قائم ہو سکے۔لیکن دشمنانِ اسلام، مشرکین و کافرین اور منافقین نے اللہ پرستی کی جگہ علم پرستی کی اہمیت اختراع کر کے مسلمانوں کو غیر شعوری طور پر اصل اہداف و مقاصد سے منحرف کیا ہے۔

قرآن کریم کے اعجازات جس نوع اور شکل وصورت میں ہوں ان سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ قرآن میں کلیات سے جزئیات تک کا بیان ہے کہ انسان آسانی سے ان سے استفادہ کرے، بلکہ اعجاز سے مراد یہ ہے کہ اس فن کے عالم و دانا ماہر و آشنا اپنے علم کے شعبہ کے اصول وضوابط کی روشنی میں قرآن کے کسی نظریہ کو باطل نہیں کرسکتے یا اس سے بہتر یا اولیٰ تر نظریہ نہیں دے سکتا۔

قرآن کریم کو اللہ نے آخرین دستور حیات بنا کر بھیجا ہے اور اس کتاب کو سابقہ کتب آسمانی سے اس جہت میں ممتاز بنایا ہے کہ وہ مقابل بالمثل لانے کی تحدی کرتا ہے۔ یعنی دوسروں کو مقابلہ بالمثل لانے سے عاجز قرار دیتا ہے اور یہی قرآن کا اعجاز ہے۔ قرآن مجید اپنے محتویٰ ومضمون کی حقانیت کے حوالے سے عقلی وفطری اور محکم دلائل کی حامل ہے۔ اپنا مدعی پیش کرتے وقت حجت بالغہ کو اپناتا ہے۔ اس میں دلائل عقلی وارضی اور تجرباتی کو پیش کیا گیا ہے، کبھی چاند سورج کی گردش، کبھی زمین کے بچھانے کی ابتداء کی حکایت کی ہے۔ کبھی ستاروں کی بات اور کبھی حقیقت مادہ اور کبھی خلقت انسان سے استدلال کیا گیا ہے۔

لیکن خود دانشورانِ علم پرست اس بچے کی مانند آگے بڑھی ہے جہاں ماں بچے سے کہتی ہے میرے بچہ کی آنکھیں بادام جیسی ہے، تو بچہ فوراً کہتا ہے مجھے بادام چاہیے۔ یعنی جب انھوں نے کلمہ ''علم'' کو قرآن میں دیکھا تو علم علم کا ڈھنڈورا پیٹنے لگے۔

اس میں جائے شک نہیں کہ ہمیں اللہ کی طرف سے اس قرآن کریم پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ ہی اس کی آیاتِ تکوینیات کے بارے میں تدبر اور غور وخوض کرنے کا بھی حکم ہے۔ قرآن کریم علمی اشاروں سے پُر ہے جن میں سے ہر ایک ہمیں مزید ایمان باللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور خشوع وخشیتِ حق کے سامنے خاضع ہونے کا حکم دیتا ہے، سب سے زیادہ آیات کو درک کرنے والے وہ افراد ہیں جو ان علوم میں متخصص اور سند یافتہ ہیں۔

قرآن کا بنیادی ہدف جسے رسالتِ قرآن کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور اپنے عقائد، اخلاق، احکام اور فلسفہ کو ثابت کرنے کے لئے ایک روشن وواضح حقائق کی طرف متوجہ کرتی ہے، ان حقائق کو اس وقت کے جاہل، نادان اور ان پڑھ انسان سرسری نگاہ سے لیتے تھے، لیکن آج کے انسان اسے علم کہہ رہے ہیں۔ یہ ثابت نہیں ہوا کیا قرآن میں علم کا ہونا ہی معجزہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو اکتشافات کرنے والے یا سائنس کی ڈگریاں

رکھنے والے، اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین وحضرات کو عام یا دیگر مومنین سے زیادہ قرآن پر ایمان لانا چاہیے تھا۔ اور قرآن کے اکتشافات کے بعد ان کی توجہ نظام اجتماعی قرآن کی طرف مبذول ہونی چاہیے تھی، لیکن حقائق اس سے الٹ ہیں۔ قرآن کے معارف سے آشنا لوگ، نظام قرآن کے احیاء کے لئے جدوجہد کررہے ہیں اور وہ اس راستے سے علم کی طرف دعوت دیتے ہیں، جبکہ اکتشافات کرنے والے اور سائنس یا جدید علوم سیکھنے والے مزید اکتشافات میں غرق ہوتے جاتے ہیں اور احیائے نظام پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔

چونکہ علماء، دین وشریعت کے ترجمان ہیں۔ اس حوالے سے وہ دین وشریعت کے مصدر ومنبع یعنی قرآن وسنت دونوں کے وارث وحافظ ہیں اور چونکہ دیگر علمانے ان علوم کو خود نہیں پڑھا ہے، اس لیے علمائے دین وشریعت یا علمائے قرآن شناس ان کے اس دعویٰ کے معارض ومخالف بنے ہیں۔ تفسیر علمی کو مسترد کرنے والے علمائے قدیم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شاطبی متوفی ۷۰۹ ۲۔ ابی الحیان اندلسی

علمائے معاصر:

۱۔ اس تفسیر علمی کو مسترد کرنے والوں میں شیخ الازھر امام شلتوتؒ ہے انہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں اس نظریہ کو رد کیا ہے اور کہا ہے یہ لوگ اپنی علمی اور فلسفی تحقیقات کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اپنے اس عمل سے باز رہیں۔

۲۔ شیخ امین الدین خولی: انہوں نے اپنی ایک کتاب میں بحثِ معالم ومبانی کے ذیل میں اسے رد کیا ہے۔

۳۔ محمد حسین ذھبی

۴۔ محمد عزالدراز ۵۔ عباس عقاد ۶۔ محمد کامل حسین

۷۔ شوقی زیف ۸۔ صبحی صالح ۹۔ سید قطب شہید

بعض کا خیال ہے، قرآن کی آیات دنیا میں کشف ہونے والے بہت سے علوم وفنون کے مطابق ہیں۔ قرآن تمام اکتشافات جدید کی تائید کرتا ہے۔ ان کے اس اصرار کی چند توجیہات ہوسکتی ہیں۔ وہ غیر مسلمانوں پر عظمتِ قرآن، یکتائیتِ قرآن، اعجاز قرآن ثابت کرنا چاہتے ہیں اور انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو بشر نے جو

تحقیقات ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد کیں ہیں، قرآن چودہ سو سال پہلے انہیں بیان کر چکا ہے۔

لیکن علم اور دین کے میدانِ جنگ کو گرم رکھنے والوں نے علم و دین میں تصادم و تضاد بتانے کے لیے یہ مہم چلائی ہے کہ قرآن کا جدید علوم سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری طرف اسی انداز میں جدید وسائل زندگی کے انکشاف کرنے والوں کے سامنے خاضع و خاشع ہونا چاہیے اور ان کا شکر گزار رہنا چاہیے۔ اگر یہ لوگ یہ اکتشافات نہ کرتے تو ہم جہالت کی تاریک چاراہوں میں سرگرداں ہوتے اور فرسودہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے۔ یہاں اس جنگ میں کون حق بجانب، کون حاکم اور کون محکوم ہے؟ اس تفصیل میں جانا درحقیقت ہماری قد و قامت سے باہر ہے، اس کے علاوہ ہمیں اس کتاب کی تالیف و تصنیف کے مقاصد سے خارج کرے گا، لہٰذا ہم اس میں داخل ہونے سے گریز کرتے ہیں، لیکن یہ اشارہ ضرور کریں گے کہ علم حقیقی، قرآن سے متصادم نہیں اور نہ قرآن، علوم میں تحقیقات اور نئی ایجادات اور کشفیات سے لوگوں کو دور رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ یعنی نہ قرآن انسان کو علم پرستی کی دعوت دیتا ہے اور نہ قرآن علم سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔

قرآن، آئین زندگی ہے، قرآن کتاب علمی نہیں، چنانچہ ایک گروہ کا اصرار ہے کہ تمام علوم کی بنیاد کو قرآن سے نکالے اور قرآن کی پیش گوئیوں کی طرف نسبت دے۔ وہ اس سلسلے میں سورہ انعام کی مندرجہ ذیل آیت سے استناد کرتے ہیں۔

﴿وَ لا رَطْبٍ وَ لا يابِسٍ إِلاَّ في‏ كِتابٍ مُبينٍ﴾ (انعام:۵۹)

یہ دعویٰ چاہے مخلص عقیدت مندوں کی آگاہ افراد کی یا مفاد پرست اور مخالفین قرآن کی طرف سے ہو ایک بے جا و بے بنیاد دعویٰ ہے۔ یہ لوگ سادہ لوح اور جاہل اذہان میں بے جا اور ناقابل عمل اُمیدوں کی بیج بوتے ہیں اور جب کچھ عرصے کے بعد یہ توقعات بر آور نہیں ہوتیں اور دعویٰ، خلاف حقیقت ثابت ہوتا ہے تو ایمان میں شک و تردید پیدا ہوتی ہے۔

کیا دنیا اس وقت ان علوم کے طفیل میں شقاوت و بدبختی کی زندگی سے نہیں گزر رہی، کیا اس وقت انسانیت موت کے دھانے پر کھڑی نہیں، کیا مہلک ہتھیار، بمبار طیارے، مہلک بم، ایٹم بم اور بر و بحر کو ویران کرنا جدید علوم کا تحفہ نہیں؟ کیا اس نے انسان کو ہدایت کے راستے سے باہر نہیں نکالا، جبکہ قرآن کتاب ہدایت و کتاب معجزہ ہے۔ انہی

دو اہداف کی خاطر نازل ہوئی ہے اور انہی دو اہداف کے بارے میں گفتگو کرتی ہے۔ علوم جدیدہ، علم صنعت اور دنیا میں پیدا ہونے والے دوسرے علوم وفنون، اقتصاد و اجتماع، طبیعت و کیمیا، علوم قرآن سے نہیں ہیں۔ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا کہ آپ کو ہندسہ یا قانون طبیعت سکھائے، اسی طرح یہ علوم بھی اس لئے وجود میں نہیں آئے کہ وہ قرآن کی خدمت کریں اور اسرار قرآن کو بیان کرے اگرچہ قرآن نے بشر کو اس کی تعلیم، سہولیت اور مہارت سے فائدہ اٹھانے کی دعوت دی ہے۔

بعض سائنسدانوں اور روشن خیال افراد کی خواہش اور کوشش ہے کہ قرآن سے علوم جدیدہ اور نئی انکشافات وتحقیقات کو نکالیں۔ اس سلسلے میں بہت سے مکتوبات اور خطابات قارئین نے سنے اور دیکھے ہونگے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے جس میں یہ مبتلا وسرگرم ہیں۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ ان کی کاوش میں حُسن نیت اور دینی جذبہ پر مبنی تھیں، شاید یہ مسلمانوں کو حس وغیرت اور حوصلہ دلانا چاہتے ہوں تا کہ وہ احساس کمتری، حقارت کے بجائے اس بات پر فخر کریں کہ ان کے پاس ایسے علمی مواد وحقائق ہیں کہ دنیا ہزاروں سال گزرنے کے بعد ان تک پہنچی ہے۔ لہٰذا اگر ہم اپنی سعادت کے خواہاں ہیں تو ہمیں اپنی تمام تر توجہ اس کی طرف کرنی چاہیے، کیونکہ سارے حقائق وعلوم اس میں موجود ہیں۔

لیکن کسی کے حسن نیت سے غیر حقیقی چیز حقیقت نہیں بنتی ہے، اس سے اسلام اور قرآن کی عظمت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ آپ نے کتاب اللہ کے لئے ایسی چیزیں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو اس کے ہدف اور ذمے میں نہیں ہے۔

بعض اس تعارض اور تضاد کے بارے میں کچھ تجزیہ وتحلیل پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے: جو افراد کہتے ہیں ہمیں قرآن میں جدید علوم کے بارے میں توجہ دینا چاہیے، ان کے بارے میں ہمارے تحفظات ہیں۔

۱۔ ان میں اکثر حضرات مغربی درسگاہوں کے فارغ التحصیل ہیں، وہاں سے فارغ ہونے والے اسلام کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے اگر ہو بھی جائیں تب بھی مغرب والے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسلام و مسلمین کی سر بلندی کے لیے کام نہیں کرنے دیں گے۔

۲۔ یہ حضرات، قرآن کی روشنی میں جدید علوم کے بارے میں تحقیق کی بات کرتے ہیں، لیکن آئین اسلام

کے نفاذ کے بارے میں خاموش رہتے ہیں، جبکہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ تحقیقات ہمیشہ ملک میں نافذ آئین کے سایے میں پروان چڑھتے ہیں۔

تفسیر علمی میں حقائق کونیہ (کائنات کے بارے میں سائنسی نقطہ نظر) کے بارے میں بہت سے اشارات ہیں جو قرآنی حقائق اور اشارات سے ربط رکھتے ہیں۔ یہاں سے ایک اور نیا باب اجتہاد کھلتا ہے جو پہلے نہیں کھلا تھا، بہت سوں نے اس تفسیر کا استقبال کیا ہے اور کہا ہے یہ تفسیر میں ایک نیا باب ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے لیکن اس تفسیر کے مقابلے میں خلاف بھی ایک گروہ نکلا ہے۔

۴۔ اعجاز آئینی:

قرآن آئین زندگی ہے:

قرآن کریم، اپنے الفاظ وکلمات کی ترکیب وتنظیم آیات کے علاوہ تمام محتویٰ کے ذریعے آئین وقوانین کے ماہرین کو بھی للکارتا ہے۔ نظام قرآنی، دنیا کے پیدا کردہ نظاموں سے ہر زاویہ نگاہ سے امتیازات کا حامل ہے۔

قرآن اپنے مضمون اور انداز بیان میں عادی نہیں یہ ایک تحقیقی مقالہ یا کتاب نہیں ہے جیسے تحقیق کنندگان پیش کرتے ہیں۔

قرآن کے بنیادی مقاصد میں انسان کو نجات دینا ہے۔ قرآن جن وانس کو دنیا وآخرت کی سعادت دکھانے کے لئے آیا ہے۔ یہ کتاب ہدایت اور معجزہ ہے۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے

﴿ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیهِ هُدیً لِلْمُتَّقِینَ﴾ (بقرہ:۲)

اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین ہے یہ کتاب اپنے پیروکاروں کی ہدایت کرتی ہے، انہیں سیدھا راستہ دکھاتی ہے اور ان کو ظلمت وتاریکیوں سے نور اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

اقوام وملل کے علماء اور سیاست دانوں نے اپنی قوموں کے حقوق اور ان کے تحفظ کے لیے قوانین اور نظام حیات وضع کئے ہیں، یہ قوانین ہمیشہ تعدیل وترمیم، نقص وزیادتی کے شکار رہے ہیں، کیونکہ یہ بشر کی ساخت تھے ان میں اچھائی کے ساتھ بے راہ روی بھی شامل تھی، لیکن اسلام کی تعلیم اور اس کے احکام کے مبادی اس طرح مستحکم وپائیدار ہیں جس طرح ایک بلند قامت پہاڑ کی جڑ زمین کی تہ تک مستقر ہوئی ہے، کیونکہ اسلام خالق عظیم اور مدبر

وحکیم کی طرف سے ہے اس کا سراوحی السماء سے ملا ہوا ہے، لیکن انسان اس کے مخالف ہوئے، کیونکہ ایک تازہ آئین تھا جس سے وہ مانوس نہیں تھے لہٰذا انہوں نے شدت سے اس کا مقابلہ کیا اور خوفناک جنگوں کے ذریعے اس کی مزاحمت کی جس کے نتیجے میں لاکھوں انسان ضائع ہوئے، لیکن بعد میں انہیں پتہ چلا کہ یہ حق اور واضح وروشن حقیقت ہے یہی انسان کی سعادت اور نجات کا ضامن ہے، لہٰذا اس دین کو اپنانے میں انھوں نے جلدی کی اور کھلے دل سے اس کی مدد کی یہاں تک کہ یہ دین طول عرض بلاد میں پھیل گیا اس کے جھنڈے شرق وغرب میں لہرانے لگے اور جلد ہی دیگر اقوام وملل کو اس کی روشنائی اور اس کے دقیق اور گہرے انوار کی کرنیں دکھائی دینے لگیں۔

نظام قرآنی، عدل پر قائم ہے اگر چہ دنیا کے قانون سازوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارے قوانین وآئین کا اجرا قیام عدل کے لئے ہے۔لیکن وہ اپنے آئین سازی کے اس دعویٰ میں جادہ عدالت سے منحرف ہوجاتے ہیں، چنانچہ بہت سے ملکوں کے آئین میں دی گئی سہولتوں کے ذیل میں لکھتے ہیں: یہ سہولتیں صرف ہمارے ملک کے شہریوں کے لئے مخصوص ہیں۔ان کے پاس عدل کی بہت سی کسوٹیاں ہیں۔اکثر اوقات بادشاہ جو حکم دے وہی عدل ہے۔کبھی عدل کسی خاص انسان کی طاقت اور کبھی کسی ملک کی طاقت کا نام ہوتا ہے اور کبھی قتل عام، تباہ عالم اور ہر سوا ور ہر نسل پر بموں اور راکٹوں کی بارش سے جلا کر تباہ کرنے کا نام عدالت ہے۔پارٹی کے فیصلے کو عدل کہا جاتا ہے۔بعض فلاسفوں نے ظلم کا نام عدل رکھا ہے، جبکہ بعض نے اپنے دینی سربراہوں کے قولی وفعلی فیصلے کو عدل کی کسوٹی قرار دیا ہے۔

لیکن اسلام اور قرآن نے تمام نظام کی بنیاد کو عدل قرار دیا ہے یہاں عدل تنہا حکومتی یا فقط ایک وزارت کا کام نہیں اور نہ ہی عدل بادشاہ یا سربراہ دینی کی خواہشات کا نام ہے، قرآن کی رو سے عدل انسان کا اپنے نفس کے ساتھ کئے گئے سلوک کا نام ہے۔اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک کا نام ہے۔حاکم اور محکوم کے درمیان موجود سلوک کا نام ہے۔اسلام نے بعض اوقات دشمن اور مخالفین کے ساتھ عدل کے قیام کی بات کی ہے۔قرآن کریم میں اس کے لئے دو لفظ عدل اور قسط استعمال ہوئے ہیں، جبکہ کلمہ "عدل" کا استعمال زیادہ ہوا ہے **(ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان)** پیغمبرؐ کی بنیادی اصلاحات یا پہلا پیغام لوگوں کے درمیان عدل کرنا تھا۔

قرآن کریم میں اس حوالے سے بہت سی آیات ہیں۔انسان کے نفس کی خواہشات کی پیروی اور عدل پر

ظلم کو ترجیح دینے کے بارے میں قرآن میں فرمایا ہے

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَایَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (مائدہ ۸)

بلکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے عرض او راسلوب بیانی میں معجزہ ہونے کے علاوہ ایک نظام حیات کی مالک ہے۔اس میں اہداف عالیہ اور بلند قامت ومثالیہ مرتبہ کا تذکرہ ہے۔اس کے مناہج اوجِ کمال پہ پہنچے ہوئے ہیں جو بلندی اور عظمت کی منزل پر فائز ہونے کے ساتھ حقائق پر بھی مشتمل ہیں۔امت کو صرف اس کتاب کی طرف توجہ اور غور کرنے اور پھر اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ انسانیت بہت تلخ و ناکام تجربات سے گزر چکی ہے۔

بشریت، خاص کر عرب کی سرزمین پستی اور حرج مرج کے حوالے سے اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، یہاں تک کہ ان میں ہر قسم کی خوبیوں، امتیازات اور فضائل کا فقدان ہو چکا تھا عداوت اور بغض و کینہ اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ انسان اور جانوروں میں فرق کرنا ناممکن تھا۔جان و مال اور عزت و آبرو ہر چیز غیر محفوظ تھی قوم پرستی، لسانی و جنسی اور قومی و قبلیتی سب رنگ و نسل اس میں شامل تھے۔غرض وہ لوگ ہر قسم کی پراکندگی و انتشار کے اسباب از خود فراہم کرتے تھے۔عصبیت اور ظالمانہ طرز زندگی تقسیم و انتشار کا سبب بنا، جس میں قوی ضعیف کے کسب اور زندگی پر مسلط ہوتے۔غنی، فقیر پر ظلم ڈھاتے اور اپنے خاندان و عشیرہ کے افراد پر حملہ آور ہوتے تھے، سفید سیاہ کا استحصال کرتے اور انہیں اپنا غلام بناتے تھے۔حق، ہر دن ضائع ہوتا اور باطل کو ہر دن فروغ ملتا تھا۔انسانیت اذیت و آزار میں مبتلا تھی ہر طرف یاس و ناامیدی کی فضا چھائی ہوئی تھی۔اس ماحول سے نکلنے کی کوئی امید و آرزو نظر نہیں آتی تھی۔

نزول قرآن اور نشر اسلام سے جزیرۃ العرب کے لوگوں میں الفت و محبت پیدا ہوئی اور پرچم **لا الٰہ الا اللہ** بلند ہوا یہ وہ سب سے بڑا معجزہ ہے جسے اس روئے زمین میں انسانیت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

آپ نے بغیر کسی وقفے کے اللہ کی طرف سے بشیر و نذیر بن کر اپنی دعوت شروع کی اور ہر قسم کی شدتِ مصائب و آلام برداشت کئے اور اس دعوت کو اطراف جزیرہ تک پہنچایا، تکمیلِ رسالت کے ساتھ ہی معاشرے کو منقلب کیا اور زندگی کا رخ بدل دیا۔کفر و شرک کو ایمان و توحید میں بدل دیا، جہل و نادانی کی جگہ علم و عرفان کو جاگزیں کیا۔عداوت کی جگہ محبت اور الفت و مودت کو پیدا کیا۔تفرقہ و انتشار کی جگہ اتحاد و یگانگت کی فضا ہموار کی

سستی اور کاہلی کی جگہ لوگوں کو ایمان اور عمل کے راستے پر متحرک و سرگرم بنا دیا پیغمبر اسلامؐ نے آیات قرآن کے ذریعے نا امیدی کی جگہ امید و آرزو، قتل و غارت گری کی جگہ رحمت و شفقت اور غرور و تکبر اور نمود و نمائش کی جگہ تواضع، عزت نفس، اعلیٰ ظرفی اور عجز و انکساری کو فروغ دیا یہاں تک اللہ نے فرمایا

﴿يا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْناكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَ أُنْثى‏ وَ جَعَلْناكُمْ شُعُوباً وَ قَبائِلَ لِتَعارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَليمٌ خَبيرٌ﴾ (حجرات ۱۳)

اجتماعی، انفرادی، اقتصادی، سیاسی، ملکی اور بین الاقوامی آئین و دستور کے بارے میں بھی قرآن اپنی جگہ تحدی رکھتا ہے تا کہ ثابت کرے کہ انسان نظام قرآن سے ہٹ کر کوئی اعلیٰ وارفع نظام پیش نہیں کرسکتا جو کہ کُل بشریت کے لیے سازگار اور سب کے لیے قابل قبول اور مصلحت کا حامل ہو۔ اگر نزول قرآن سے لے کر قیام قیامت تک دنیا کے ادیان، فرق و مذہب ملل و نحل کے برگزیدہ علما دانشمندان جمع ہو جائیں اور ایسا آئین و دستور وضع کریں جو قرآن کے پیش کردہ آئین سے سبقت لے یا اس سے مقدم ہو یہ ممکن نہیں ہے۔

شریعتِ اسلامی، انسان کی حیات دنیوی کی سعادت اور آخرت کا نجات کی ضامن ہے۔ یہ شریعت، انسان مومن کے تمام ادوار و حالات اور دگرگون زندگی میں اس کا ہمسفر ہے۔ تشریع اسلامی، انسان کے قلب میں ایمان کاشت کرتی ہے اور اسی سے تمام مکارم و محاسن کے ثمرات پھوٹتے ہیں۔ اس طرح انسان کے اندر بہترین اور طیب ترین احساسات و عواطف چھوڑتی ہے۔ شریعتِ اسلامی، انسان کی عقل و فکر کو خالق متعال کی عظمت و قدرت سے جوڑتی ہے اور اس کے احساسات کو صبر اور دوستی سے باندھتی ہے۔ اس کے دل کی دھڑکن حب اللہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نفس بشریت، اس تشریع کے طفیل و برکت میں ایک ایسے خصائل کے سرچشمہ کو اپنی ذات کے اندر حس کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ نیکیوں اور اچھائیوں کی طرف دوڑنے لگتا ہے۔ تشریع قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے سر و خفا، جہر و عیاں، ان کی دنیا و آخرت کیلئے کافی ہے۔ اس کی نماز، بندے کو رب قادر، خالق متعال سے جوڑتی ہے۔ وہ اپنے نفس میں احساس کرتے ہیں کہ ان کی ذات اور حالات سعادت کی طرف رواں دواں ہیں۔

جس میں استحصال گروں کے تمام تر کش استعمال ہو چکے ہیں مظلوم و مقہور امتوں کے پینے کی کوئی اگلی منزل باقی نہیں رہی ہے۔ اب انسانیت کو دقیق و باریک اور وسیع نظریے کے تحت قرآن کی طرف رجوع کرنے اور اسی سے

اپنے لئے ایک کامل آئین اورنظام حیات لینے کی ضرورت ہے۔جس کی کفالت خوداللہ نے اپنے ذمہ لی ہے،جیسا کہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیہ میں فرماتا ہے۔

﴿وَأَنْ اعْبُدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾(یس ۶۱)﴿قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (احقاف ۳۰)

قرآن کتاب آئین ہے۔ ہمارے سامنے دو کتاب موجود ہے، ایک کائنات کی صورت میں جن کے ابواب، صفحات،سطوراورحروف آسمان زمین ستارے حیوانات شجری صورت میں نظر آتے ہیں جسے ہم کتاب منظور کہتے ہیں قرآن کی کثیر آیات میں اس کتاب کوسامنے رکھ کرفکرونظر کرنے کی دعوت دی ہے اوراس میں نظر غائرانہ نہ رکھنے والوں کی مذمت وملامت کی ہے دوسری کتاب جواس کتاب کی ترجمان توضیح وتشریح کنندہ ہے۔اس کے علاوہ اس کائنات کی غرض وغایت خلقت اورانسان کی ذمہ داری اورمسئولیت کی بیان والی کتاب ہے یہ کتاب کتاب مقروء ہےاسی وجہ سے اس کتاب کو"قرآن" کہتے ہیں یعنی جس کی قرائت ہوتی ہے۔

اعجاز حفاظت ومصونیت

قرآن اپنے حفظ میں معجزہ ہے:

تصنیف وتالیفات میں دخل اندازی اورکمی وبیشی سے بچنے کے لیے صاحبان اور حامیان کتب، پہلے دن سے اس خطرے سے بچنے کے لیے چارہ جوئی کرتے ہیں، چنانچہ کتاب کی جلدیں، اہم موضوعات، ابواب، ابتداء سے انتہاء تک کے صفحات کی تعداد دوسری کتابوں میں لکھتے ہیں حتیٰ یہ بھی درج وضبط کرتے ہیں کہ کتاب کس کلمے سے شروع اور کس کلمے پر ختم ہوتی ہے، لیکن مسلمانوں نے قرآن کو دست بازی سے بچانے کے لیے جتنا اہتمام وبندوبست کیا ہے اتنی توجہ تاریخ کتب میں کسی کتاب کو میسر نہیں ہے۔ چنانچہ اصحاب اور تابعین کے علاوہ علماء نے بھی حفظِ قرآن کریم سے ہٹ کر سوروں اور آیتوں کی تعداد کو بھی ضبط کیا ہے تاکہ خود ساختہ سورے یا آیات خود قرآن میں شامل ہونے سے روکیں اور کوئی قرآن سے کوئی سورہ یا آیت کم نہ کرسکے، اس سلسلے میں ایک نمونہ ''جمع قرآن'' کے مولف دکتور سید محمد رضا جلال نائینی ہیں جنھوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۷ سے ایک باب اس کے لیے مختص کیا ہے۔ قرآن کریم کی خصوصیات کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں:

۱۔ اس کے سورے ایک سو چودہ ہیں۔

۲۔ تعداد آیات چھے ہزار دو سو کچھ ہے، بعض نے اس میں ۶ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶۶ آیات بتائی ہے۔

۳۔ کلمات قرآن کا مجموعہ ۷۷ ہزار ۴ سو کچھ ہے۔

زرکشی نے علوم قرآن میں تعداد کلمات ۷۷ ہزار ۴ سو ۳۹ بیان کئے ہیں۔

۴۔ عدد حرف، مجموعہ حرفِ قرآن، زرکشی کے مطابق ۳ لاکھ ۲۱ ہزار ہے یہاں تک بعض نے قرآن میں موجود حروف تہجی کی تعداد تک لکھی ہے مثلاً: حرف

(الف) کی تعداد ۴۸ ہزار ۹ سو	(ب) ایک ہزار نو سو	(ت) ۱۰ ہزار ایک سو ۹۹
(ث) ایک ہزار ۲ سو	(ج) تین ہزار دو سو ۷۳	(ح) دو ہزار چار سو ۲۶
(خ) دو ہزار ۴ سو ۱۶	(د) دو ہزار چار سو بارہ	(ذ) پانچ ہزار چھے سو ۴۲
(ر) گیارہ ہزار سات سو ۹۳	(ز) ایک ہزار پانچ سو	(س) پانچ ہزار نو سو ۹۱

(ش)دو ہزار دو سو ۵۳	(ص)پانچ ہزار چھے سو ۴۲	(ض)دو ہزار چھے سو سات
(ط)ایک ہزار دو سو ۷۴	(ظ) آٹھ سو ۴۲	(ع)نو ہزار بیس
(غ)دو ہزار دو سو آٹھ	(ف)ایک ہزار چار سو ۷۷	(ق)چھے ہزار آٹھ سو تیرہ
(ک)دس ہزار تین سو ۵۴	(ل)۳۳ ہزار پانچ سو ۲۲	(م)۲۶ ہزار ۱۳۵
(ن)۲۶ ہزار پانچ سو ۶۵	(و)۲۵ ہزار پانچ سو ۳۶	(ہ)۱۷ ہزار آٹھ سو ۹۷۔

ایک نقطہ والے لفظ چودہ ہزار ۴ سو ۷۳ ہیں۔اس کی ترتیب سورہ حمد سے شروع ہوتی ہے اور الناس پر ختم ہوتی ہے۔

قرآن سے انحراف کے مصادیق

تحریف: کسی عبارت کے حروف بدلنا یا اس میں کوئی تغیر وتبدیل کرنا ہے۔علمائے اعلام نے پہلے مرحلے میں تحریف قرآن کی دو قسمیں بتائی ہیں۔

۱۔تحریف لفظی

۲۔تحریف معنوی

۱۔تحریف لفظی:

تحریف لفظی سے مراد وہ تبدیلی ہے جو عبارت میں کی جائے۔نیز اس مراد سقوطِ آیات، تقدم وتاخر آیات اور تبدیل کلمات وحرکات کے علاوہ قرآن کریم کے مقاصد نزول سے منصرف کر کے حفظِ آیات، تصنع قرائت، خواص سورہ اور آیات کی طرف توجہات کو مرکوز کرنا ہے۔جیسا کہ اس آیت سے وضاحت ہوتی ہے۔(بقرہ/۷۹)

تحریف معنوی:

عبارت کے صحیح معنی تو کچھ اور رہوں، لیکن اس کی جگہ اپنے مطلب کا معنی مراد لیا جائے۔اصطلاح میں تحریف سے مراد یہود ونصاریٰ کا اپنی الہامی آسمانی کتابوں میں تغیر وتبدل کرنا ہے۔یہود ونصاریٰ دونوں قسم کی تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں۔

تحریفات لفظی قرآن:

یہ تحریف اپنی جگہ چندین مصادیق رکھتی ہے۔

۱۔جمع وترتیب قرآن۔

۲۔انحصار قرائت واحدہ۔

۳۔منسوخیت بعض آیات۔

۴۔آیات متشابہات۔

۵۔تمرکوزبہ تلاوت۔

۱۔جمع اور ترتیب قرآن کے موقع پر بہت سی آیات چھوٹ گئی ہیں جو اس قرآن میں شامل نہیں ہوئی ہیں۔یہاں بھی دو گروہ پائے جاتے ہیں۔ایک گروہ کا کہنا ہے: خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جمع قرآن کے لئے ایک گروہ کو معین کیا تھا کہ وہ حافظان قرآن اور کاتبان وحی سے آیات کو دو گواہ عادل کے ساتھ ثبت کریں۔اس زاویہ سے بعض کا کہنا ہے: آیات قرآن کو یکجا جمع کرتے وقت شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی آیات جمع نہیں ہوسکی ہیں۔ان آیات کو یہ گروہ آیات **"منسوخ التلاوۃ دون الحکم"** کہتے ہیں جیسے آیہ رجم: جو کہ اس وقت قرآن میں نہیں لیکن حکم رجم باقی ہے۔یہ بھی اپنی جگہ موضوع تحقیق ہے۔جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے: فضائل اہل بیتؑ وآئمہ اور ان کے اسمائے گرامی جو قرآن میں موجود تھیں، امیر المومنین کے ترتیب شدہ مصحف کو مسترد کرنے کی وجہ سے وہ آیات بھی چھوٹ گئی ہیں۔اسی بنیاد پر آج تک اہل تشیع کو تحریف قرآن کے قائل ہونے پر سخت طعن اور ملامت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

۲۔دوسرے گروہ کا کہنا ہے قرآن کی متعدد اور مختلف قرائت ہورہی تھی لیکن حضرت عثمانؓ نے باقی قرائتوں کو ختم کر کے ایک ہی قرائت پر، قرآن تلاوت کرنے کا حکومتی اعلان صادر کیا۔چنانچہ بہت سوں نے چندین صدی گزرنے کے بعد دوبارہ ان متعدد قرائتوں کو زندہ رکھنے کے لئے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ کیا نبی کریمؐ نے اپنے دور حیات میں قرآن کو جمع نہیں کیا تھا؟ یہاں تک کہ آپؐ قرآن کو پراکندہ اور منتشر حالت میں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔اس سوال کا جواب ہے ہاں! نبی کریمؐ

نے اپنے دور میں قرآن کو جمع کیا تھا، لیکن اس جمع کے اور موجودہ جمع کے دو الگ معنی بنتے ہیں۔ آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے جمع کیا تھا یا نہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی حیات میں قرآن جمع ہوا تھا یا نہیں:

پہلا نظریہ:

قرآن نبی کریمؐ کے دور میں جمع ہوا تھا۔ یہ ایک واضح و روشن اور نا قابل تشکیک و تردید حقیقت ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں۔

پیغمبرؐ کے زمانہ میں قرآن جمع ہونے سے مراد قرآن کا سینے میں جمع ہونا ہے۔

☆ سب سے پہلے قرآن جمع کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ ''ہم جب سارے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں'' (قیامت ۱۸)

اس کے بعد جبرائیل ہیں۔

☆ پیغمبرؐ قرآن کے سب سے پہلے حافظ تھے یعنی ''سید الحفاظ'' تھے۔ ہم قارئین کی خدمت میں اس بارے میں چند شواہد پیش کریں گے۔

۱۔ سورہ مبارکہ قیامت کی آیت ۱۶ اور ۱۷ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو حکم دیا، آپ جبرائیل سے پہلے تلاوت نہ کریں، ہم اسے جمع اور حفظ کریں گے، آپ سے کوئی چیز چھپے گی نہیں، ہم اس کو آپ کے سینے میں محفوظ کریں گے اور آپ کی زبان سے جاری کریں گے، قرآن کا جمع کرنا، اس کا حفظ کرنا، بیان کرنے کو اللہ پر چھوڑیں۔ پیغمبرؐ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ سے لینا اور لوگوں تک پہنچانا ہے۔

۲۔ جب سورہ اعلیٰ کی آیت ۷ پیغمبرؐ پر نازل ہو رہی تھی جوں ہی جبرائیل اس کو ختم کرتے پیغمبرؐ آیت کو تکرار کرتے، تا کہ بھول نہ جائیں یہاں تک اللہ نے پیغمبرؐ سے فرمایا: آپؐ کو ہم اس طریقے سے پڑھائیں گے کہ آپ اس کو کبھی نہیں بھولیں گے۔

دوسرے رتبہ پر خود نبی کریمؐ ہیں۔

﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾ (نمل ۶)

دوسرا معنی: کتابت ہے۔اس حوالے سے پیغمبر اسلام نے بعض افراد کو خصوصی طور پر کتابتِ قرآن کے لئے معین کیا تھا۔

۴۔پیغمبرؐ سے لینے والے اصحاب ہیں جن میں سات نمایاں ہیں۔

۱۔علی ابن ابو طالب۔ ۲۔ابی بن کعب۔ ۳۔عثمان بن عفان

۴۔زید بن ثابت ۵۔عبداللہ بن مسعود ۶۔ابو دردا ۷۔ابو موسیٰ اشعری

پیغمبرؐ نئے آنے والے مہاجر کو کسی حافظ قرآن کے سپرد کرتے تا کہ وہ اسے قرآن سکھائیں یہاں تک کہ مرد وعورت دونوں میں حفظ قرآن کو فروغ ملا، مسلمان حفظ قرآن کے فریفتہ ہو گئے اور ان کے اندر عجیب شغف پیدا ہوا۔ ابوعبیدہ نے کتاب اللہ کے اولین قاریوں کو جب شمار کرنا شروع کیا تو خلفاء اربعہ، طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ، سالم ،ابو ہریرہ، عبیداللہ ابن سائب عبادلہ جن میں عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن عمر ابن عاص، عبداللہ ابن عباس بن عبد المطلب، عبداللہ ابن مسعود، عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہ اور انصار میں سے عبادہ بن صامت، معاذ کنیت ابا حلیمہ، مجمع بن جاریہ، فصالہ بن عبید او رمسلمۃ بن مخلد کا نام سامنے آیا۔

قرآن کے بارے میں اہتمام کا سلسلہ ابتدائی دعوت سے ہی شروع تھا، چنانچہ پیغمبرؐ نے پہلی بار مصعبؓ ابن عمیر کو عقبہ میں بیعت کرنے والوں کے ساتھ بھیجا، تا کہ انہیں قرآن سکھائے۔فتح مکہ کے موقع پر معاذؓ ابن جبل کو مکہ میں چھوڑا تا کہ انہیں دین سکھائیں ایک گروہ پیغمبرؐ کے پاس دین سیکھنے کے لیے آیا تو پیغمبر نے عبادا بن بشر کو ان کے ساتھ بھیجا۔پیغمبر خود لوگوں کو قرآن سکھاتے تھے، چنانچہ (کوفہ میں)ابن مسعود کہتے تھے میں نے رسول اللہ سے ۷۰ سورے سیکھے ہیں۔عبداللہ ابن عباس نے کہتے ہیں پیغمبرؐ ہمیں قرآن اور تشہد سکھاتے تھے۔

قرآن لکھنے والے کاتبان وحی:

نبی کریمؐ نے اصحاب ومہاجرین میں سے فن کتابت سے آشنا والوں کو اپنے پاس رکھا تھا تا کہ وہ حضرات وقت ضرورت پر کتابت کریں۔یہ افراد تین گروہوں میں تقسیم تھے۔

۱۔وہ افراد جو صرف قرآن کی کتابت کرتے تھے، نبی کریمؐ نے ان کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ اپنی کتابت

کے دوران قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز نہ لکھیں اگر کسی نے لکھا بھی ہے تو اسے مٹا دیں۔

۲۔قرآن کے علاوہ دیگر چیزیں لکھنے والے، جیسے خطوط

۳۔وہ افراد جو صرف خطوط لکھتے ہیں، لیکن بعد میں سب کاتبان وحی کے نام سے پہچانے گئے۔

اس معنی میں، قرآن پیغمبرؐ کے زمانہ میں جمع تھا۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے عثمانؓ سے نقل کیا ہے پیغمبرؐ پر جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپؐ کاتبان وحی کو بلاتے اور یہ نشان دہی فرماتے یہ آیت یا سورہ کس جگہ رکھنا ہے۔ زید بن ثابت کہتے ہیں: ہم پیغمبرؐ کے پاس قرآن جمع کرتے تھے۔

دوسرا نظریہ:

نبی کریمؐ کی حیات میں قرآن کیوں دفتین کی صورت میں جمع نہیں ہوا۔

اس بارے میں علماء فرماتے ہیں:

۱۔زمانہ رسول میں قرآن کو ایک یا چند مصحف میں رکھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ابتدائی دور خلافت میں بھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، کیونکہ مسلمان اس وقت امن وخیر سے گزر رہے تھے، قراء کافی تعداد میں موجود تھے مسلمانوں کی آبادی میں اس قدر اضافہ نہیں ہوئی تھی، مدینہ فتنہ وفساد سے محفوظ تھا۔ دوسری طرف لکھنے کے چنداں وسائل بھی میسر نہیں تھے نبی کریم کی حفظ قرآن پر توجہ حد سے زیادہ تھی حتیٰ حروف کی ادائیگی کے بارے میں بھی پیغمبرؐ ہدایات عنایت فرماتے تھے۔

۲۔ایک ہی مصحف میں نہ لکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پیغمبر اسلام اس فکر میں تھے کہ وحی آیات اور سورہ کی صورت میں نازل ہوتی تھی۔

۳۔قرآن بیک وقت نازل نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال کی مدت میں نازل ہوا ہے۔

۴۔آیات اور سوروں کو نزول کی ترتیب پر نہیں لکھا جاتا تھا، کیونکہ نزول آیات اسباب کے تحت تھے، لیکن اصل ترتیب اس اعتبار سے باہر تھی۔

آپ جانتے ہیں کہ قرآن اگر ایک مصحف یا چند مصاحف میں لکھا جاتا تو مصحف یا مصاحف ایک دوسرے سے متضاد ہوتے کہیں کوئی نسخ آجاتی، کہیں کوئی حادثہ پیش آجاتا، دوسری طرف نامساعد حالات کا سامنا تھا، کتابت

کے وسائل بھی میسر نہیں تھے ۔لہٰذا حفظ پر اعتماد زیادہ تھا۔جب پیغمبر اسلامؐ نے وفات پائی اور نزول کا سلسلہ ختم ہوا تو اسے ترتیب دینے اور ایک مصحف یا چند مصحف میں لکھنے کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب جنگ یمامہ میں قراء کی کثیر تعداد شہید ہوئے، چنانچہ انھوں نے اس واجب کو بجالانے کے لئے کمر بستہ قیام کیا، تاکہ قرآن کو محفوظ رکھیں اور اصل شریعت کو بچائیں گویا یہ سورہ حجر کی آیت ۹ کے مصداق اور اس آیت کی عملی صورت بنے۔

قرآن ابوبکرؓ کے دور میں جمع ہوا:

غروب آفتاب نبوت و رسالت کے بعد خلافت و قیادت کی زمام حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی۔حضرت ابوبکرؓ کو اپنے دور خلافت میں پر مشقت مسائل اور حوادث کا سامنا ہوا جن میں سے ایک اہم حادثہ مسلمین کی مرتدین کے ساتھ جنگ تھی۔جس میں بہت سے اصحاب و حافظین قرآن شہید ہوئے جن کی تعداد ۷۰ تک پہنچی بعض نے ۵۰۰ کہا ہے۔اس موقع پر سب سے زیادہ حضرت عمرؓ پریشان ہوئے، آپؓ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور یہ تجویز پیش کی کہ قرآن کو ضائع نہ ہونے دیا جائے لیکن ابوبکرؓ نے تردد کا اظہار کیا، کیونکہ وہ خود کو ہمیشہ سیرت رسول تک محدود رکھتے اور ان کو ڈر تھا کہ یہ تجدید انہیں کہیں تبدیل دین کی طرف نہ لے جائے اور یہ اختراع بعد میں بدعت کا موجب نہ ہو۔ غرض آپ دونوں حضرات میں مذاکرات کے بعد ابوبکر نے آپ کی بات قرین مصلحت سمجھتے ہوئے اتفاق کیا، کیونکہ جمعِ قرآن، تحریف سے بچنے کے لئے ضروری تھا۔یہ کوئی نئی بدعت نہیں اور نہ فعل فسق ہے بلکہ رسول اللہ کے سنت و سیرت سے ماخوذ ہے کہ خود پیغمبر اسلامؐ نے قرآن کی کتابت کا حکم دیا تھا۔خود پیغمبر اسلامؐ نے کاتبان وحی کو معین کیا اور وہ جو کچھ نازل ہوتا اسے لکھتے۔یہاں تک کہ رسولؐ نے وفات پائی۔کتابتِ قرآن کوئی نیا حادثہ نہیں تھا بلکہ خود پیغمبرؐ لکھنے کا حکم دیتے تھے۔قرآن اوراق اور چمڑوں پر لکھا ہوا تھا۔حضرت ابوبکر نے اس سب کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا گویا یہ اوراق پیغمبرؐ کے گھر میں منتشر پڑے ہوئے تھے، جن کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔

حافظِ قرآن و کاتبان وحی اور اصحاب سے رابطہ و انتخاب کیا گیا اور یہ ذمہ داری حضرت زیدؓ بن ثابت کے ذمہ پر لگائی جو کہ کتابت وحی میں نمایاں شخصیت تھی اور وہ فن کتابت میں بھی مہارت رکھتے تھے۔زید کسی سے کوئی تحریر نہیں لیتے جب تک دو گواہ موجود نہ ہوں اور وہ گواہی نہ دیں کہ یہ حضور کے سامنے لکھا گیا تھا۔زید کہتے ہیں: خدا کی قسم ایک پہاڑ کو اپنے مقام سے ہٹانے کا کام میرے لئے اتنا مشکل نہیں تھا جتنا جمع قرآن کا معاملہ گراں تھا۔حضرت ابو

بکرؓ کے عہد میں جمع شدہ قرآن، ان کے پاس رہا یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی اس کے بعد یہ قرآن حضرت عمرؓ کے پاس رہا اور آپ اپنی موت سے پہلے اسے حفصہؓ زوجہ پیغمبرؐ کو دیا، جنہوں نے اسے اپنے پاس رکھا یہاں تک کہ عثمان کے دور میں یہ مصحف ہی دیگر مصاحف کا مرجع قرار پایا۔

جمع قرآن کی دوسری تصویر:

جمع قرآن سے مراد قرآن کے مختلف متعدد قرائت جو امت میں افتراق انتشار کا سبب بنی ہوئی تھی جب اس خطرے کی گھنٹی اس وقت کے اصحاب اور خلیفہ وقت عثمانؓ نے سنا تو اسے بروقت خاموش کرنے اور ختم کرنے کی خاطر عثمان نے قیام کیا۔ اور انہوں نے قرآن کریم کی مختلف قرائتوں کو ختم کر کے صرف اس قرائت کو باقی رکھا جو قرائت قریش کے مطابق تھی۔ جسے جمع قرائت متعددہ بقرائت واحدہ کہیں گے۔

عثمانؓ کے عہد میں جمع قرآن:

خلیفہ سوم عثمان بن عفان کے دور میں ارمینیا اور آذربائیجان کی فتح کے بعد، حذیفہ بن یمانی حضرت عثمان کے پاس آئے، عراق میں لوگوں کے اختلاف قرائت پر اپنی پریشانی کا اظہار اور اس خطرناک صورت حال کا بیان یوں کیا: ''بعض کہتے ہیں، روایات کے مطابق ہماری قرائت تمہاری قرائت سے بہتر ہے۔ اہل شام قرائت ابی بن کعب پر اہل عراق قرائت ابن مسعود پر اور بعض قرائت ابوموسیٰ اشعری پر ہیں۔'' پھر خلیفہ سے کہا: یا امیر المومنین امت میں قرآن کے بارے میں اختلاف ہونے سے اور اس سے پہلے کہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب خدا میں شک کریں۔ اُمت کو بچائیں۔

خلیفہ نے حذیفہ کی تجویز کو قبول کیا اور حفصہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ جو مصحف قرآنی آپ کے پاس ہے وہ ہمارے پاس بھیج دیں ہم اس کا نقل کر کے آپ کو واپس دیں گے۔ ام المومنین حفصہؓ نے مصحف، خلیفہ کے پاس بھیجا، عثمانؓ نے زیدؓ بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو اس امر کا حکم دیا، انہوں نے اس کا نقل کیا اور جن جن کے پاس اس کے علاوہ صحیفہ تھا ان سب کو جلا دیا۔ ایک ہی مصحف تمام اطراف اسلام کی طرف بھیجا۔

عثمانؓ کے جمع کردہ قرآن کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔چونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے لہذا اسی زبان میں تحریر کیا گیا۔
۲۔اس قرآن میں وہ تمام حاشیے اور شرحیں جو اصحاب کے پاس مصحف میں موجود تھیں ختم کی گئیں کیونکہ وہ قرآن کا حصہ نہیں تھیں۔

ابوبکرؓ اور عثمانؓ کے جمع شدہ قرآن میں فرق یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قاریان قرآن کی موت سے قرآن ضائع ہونے کے خطرے کے پیش نظر جمع کیا تھا کیونکہ اس وقت قرآن یکجا جمع نہیں تھا۔انہوں نے پیغمبرؐ کے فرمان کے مطابق آیات وسوروں کو یکجا ترتیب دیا اور جو چیز عثمانؓ نے جمع کیا وہ اختلاف قرائت کے بارے میں تھا کیونکہ اُس وقت ہر ایک اپنے انداز میں قرائت کرتا تھا اور ایک دوسرے کی قرائت کو غلط ٹھہراتا تھا۔عثمانؓ نے اختلاف قرائت سے احساس خطر کرتے ہوئے ایک نسخہ پر متحد کروایا۔آپ کا کہنا تھا قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے لہذا قریشی قرائت صحیح ہے۔

قرآن لغت قریش میں:

قریش کو یہ افتخار حاصل ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب کو قریش کی زبان میں نازل کیا ہے، چنانچہ چندین آیات میں فرمایا ہے کہ:''ہم نے اس قرآن کو لسان عربی میں نازل کیا''۔لغتِ قریش،عرب عشائر وقبائل ہے،اس قرآن کی تلقی اور اپنے مہمان نوازی کیلئے سازگار تھی یہی وجہ ہے کہ خلیفہ سوم کے دور میں، جب عرب کے دیگر قبائل سے تعلق رکھنے والوں نے مختلف قرائت قرآن شروع کی تو ان کو قرأت واحدہ میں جمع کرتے وقت،قرآن اور زبان قریش کے مطابق جمع کرنے کا حکم دیا۔لغتِ قریش کو طول عرصہ سے یہ افتخار،اعزاز اور اس عظیم ترین مہمان نوازی کی قابلیت وصلاحیت حاصل تھی۔یہ لغت ایک ایسی لغت ہے جو عمق وگہرائی رکھتی ہے۔اس کے علاوہ یہ زبان دیگر زبانوں کی نسبت مہذب،مؤدب زبان ہے۔اس لیے کہ قریش بیت اللہ کے جوار میں رہتے تھے،یہاں قبائل وعشائر اعراب کا مرکز تھا،ایام حج میں یہاں لوگ جمع ہوتے تھے،ایک دوسرے سے تعارف حاصل ہوتا تھا،قریش ہی مہمانانِ بیت اللہ کے مہمان نواز تھے،قریش ہی کے لہجے کو حجاج بیت اللہ واپس لے کر جاتے تھے،حجاج ان کے اچھے کلمات کو اپنے ہاں تحفہ کیلئے لے کر جاتے تھے،قریش ہی شام ویمن میں سفر کے موقع پر اپنی سماعت بیانی اور تہذیب والی زبان کو ان تک پہنچاتے تھے،اس زبان کی صفائی،گہرائی اور اس کی رسائی کا ایک وجہ یہ ہے کہ سال میں بازار عکاذ ذی الحجہ یہاں

منعقد ہوتا تھا، یہاں کے عرب اپنے نثر و شعر کو بھی میلے میں رکھتے تھے، تو وہ یہ جگہ تھی جہاں کلام کی فصاحت و بلاغت کی قدر و قیمت کا مہر لگایا جاتا تھا۔ ان خصوصیات اور امتیازت کی بنیاد پر قرآن اس زبان میں نازل ہوا ہے۔ قریش اپنے شعر، خطبہ، انداز بیان، تشبیہات، استعارات، کنایات سب کو اسی زبان میں القا کرتے تھے قرآن کریم کے الفاظ اسی زبان کے الفاظ سے ہے، لیکن ان سے زیادہ فصیح تر زیادہ بلیغ تر زیادہ گوارا تر زیادہ لذت آور اور زیادہ دلوں میں سرایت کرتا ہے تألیف میں ان سے زیادہ گہرائی اور نظم پایا جاتا ہے۔

لہٰذا اللہ نے اس کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ ذَلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ (زمر ۲۳)

یہی وجہ ہے کہ قرآن اور لغت قریش میں گہرا رشتہ اور ناقابل انفکاک وجدا رشتہ رابطہ ہے اسی خاطر قریش حتیٰ پیغمبرؐ کے دشمن بھی اس کے کلمات کے زیر اثر آتے تھے، چنانچہ جبیر بن مطعم کہتا ہے: ''جب پیغمبرؐ نماز مغرب میں سورہ طور کی آیت

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ﴾ (طور ۳۵، ۳۷)

کی تلاوت فرما رہے تھے میرا دل نکلنے لگا، یہاں تک میرے دل میں اثر انداز ہوا''۔

قریش میں یہ کتاب اس حد تک مؤثر تھی کہ وہ ایک دوسرے سے چھپ کر رات کے بے وقت تلاوت محمدؐ کو سننے کیلئے گھات میں رہتے تھے۔ یہ افتخار صرف قرآن کو حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ سوم نے قرآن کو جمع کرتے وقت لغت قریش کی شرط لگائی، لیکن دشمنانِ اسلام، جو قرآن کو بھی اپنے برے عزائم وانتقام کیلئے استعمال کرنا چاہتے ہیں انھوں نے غیر عربوں کے لہجے کو قرآن میں داخل کرنے کی کوشش کی۔

حضرت عثمانؓ کا یہ عمل، موافقتِ صحابہ اور ان کی رضایت سے تھا، لہٰذا سب نے اس کام کو احسن گردانا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: اگر میں عثمان کی جگہ والی ہوتا تو قرآن کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو عثمانؓ نے

کیا ہے، اگر یہ کام عثمان نہ کرتے تو میں خود اسے انجام دیتا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

یا ایها الناس خدا سے ڈرو عثمانؓ پر طعن سے گریز کرو۔ عثمانؓ نے قرآنی مصاحف کو اپنی طرف سے نہیں جلایا، بلکہ ایک اجتماع میں اصحاب پیغمبرؐ کے سامنے جلایا، اگر کسی کو اس فعل سے اختلاف ہوتا تو یقیناً اس کا اظہار کرتا۔ انہوں نے قرآن کے اس مصحف کو ہر شہر خاص کر بڑے بڑے شہروں میں بھیجا۔ بعض نے ان کی تعداد چار بعض نے چھ اور بعض نے سات ذکر کیا ہے۔

ابن فضل اللہ عمری نے آٹھویں صدی ہجری کے نصف یعنی ۷۴۹ میں ایک خط تمام اسلامی ممالک کے مختلف مسالک کے عمائدین کے پاس بھیجا۔ مسجد دمشق میں ایک قرآن رکھا اس کا نام مصحف عثمان، خطِ عثمان بن عفان رکھا۔ عثمانؓ کے اس کام کو امتِ اسلامی کے تمام ممالک اور تمام ادوار میں پذیرش اور مقبولیت ملی۔

آپ کہتے ہیں: خدا نے اس امت کو قرآن کے بارے میں اختلاف سے بچایا۔ حقیقت میں یہ عمل اس وعدہ الٰہی پر وفا تھا جو اللہ نے انہیں یہ توفیق دی۔

مصحفِ عثمان وہی ہے جس پر آج تمام فرقوں اور گروہوں نے اعتماد کیا ہے۔ فرقے چاہے کلامی ہو فقہی فلسفی یا صوفی یا اخباری ہو۔ کہا جاتا ہے: شیعہ امامیہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی کو اس پر اختلاف نہیں سوائے اہل غلو کے۔ جو مصحف اہل سنت کے پاس موجود ہے وہی اہل تشیع کے پاس ہے۔ وہی قرآن ایران، عراق اور لبنان میں طباعت سے آراستہ کر مدارس میں بچوں کو پڑھایا جاتا ہے، وہی ریڈیو اور ٹی وی پر نشر اور اس کی تفسیر کرتے ہیں اور اسی کتاب سے اصول عقائد، فقہ اور احکام کیلئے استدلال کرتے ہیں۔

اس وقت اس کتاب کی تصنیف و تالیف کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض گروہ نے قرآن کریم کو جو قراءتِ عثمانی کے نام سے چلتی آرہی ہے اسے دوبارہ متعدد قرائت جیسے قرائت سبعہ، عشرہ پر پلٹانے بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے مصاحف چھاپنے کا اہتمام کیا۔

جہاں تک دوسری تصویر کی بات ہے تو حضرت عثمانؓ نے قرائتِ واحدہ کا حکم دیا ہے یا قرآن کو قرائت واحدہ میں جمع کیا ہے۔ اس بارے میں بھی بعض نے اظہار نظر کیا ہے اور اس کو رواج دینے پر اصرار کرنے کی یہ سند و جواز پیش کرتے ہیں کہ بعض ملکوں میں عثمانی قرائت کے علاوہ بھی قرائت چل رہی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ

ہمارے پاس دیگر قراء کے بارے میں سلفِ صالح کی احادیث موجود ہیں۔

ہم یہاں پر ان حضرات کی خدمت میں ذیل کے سوالات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

۱۔ جو قرائتیں ہم تک سبعہ عشرہ کے نام سے پہنچی ہیں جسے علمائے رجال نے اخبار آحاد اور قرائتِ عثمانی کو قرائت متواتر قرار دیا ہے۔ پھر قرائتِ متواتر کے ہوتے ہوئے قرائت آحاد یا زیادہ سے زیادہ کہیں قرائتِ مشہور کو قرائتِ متواتر کے مقابلے میں زندہ رکھنے کی کیا منطق ہے؟ خاص طور پر جہاں یہ مسلمانوں میں اختلاف انتشار تفرقہ بعد میں فتنہ وفساد اور رفتہ رفتہ قرآن حجیت سے گرنے کا سبب بنتا ہو، آحاد ومشہور کو متواتر کے مقابلے میں کھڑا کرنے کی کیا منطق ہے؟

۲۔ خلیفہ سوم نے دیگر قرائت پر مشتمل مصاحف کو جلایا ہے یا نہیں۔ اگر یہ ایک مصدقہ تصدیق شدہ حقیقت ہے تو اس کے باوجود دیگر قرائتوں کو زندہ رکھنے کی کیا منطق ہے؟

۳۔ خلیفہ سوم نے بڑھتی ہوئی متعدد مختلف قرائتوں کو ختم کر کے امت کو ایک مصحف، ایک قرائت پر متفق ومتحد کیا اسی لیے کہتے ہیں: خلیفہ سوم نے جمعِ قرآن کیا یعنی امت کو ایک ہی قرائت پر متحد کیا۔

یہاں یہ سوال آتا ہے یہ نقل یہ تاریخ اپنی جگہ صحت رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات صحیح ہے کہ عثمان نے متعدد قرائتوں کو ختم کر کے امت کو قرائت واحد پر متفق کیا اس وقت کے برجستہ، موقر، محترم جلیل القدر اصحاب تھے، ان سب نے ان کے اس عمل کی زبانی اور عملی تائید بھی کی ہے۔ اگر یہ ایک حقیقتِ مسلم علیہ ہے تو پھر یہ ختم کیوں نہیں ہوا؟

قرائتوں کو پھر سے زندہ کرنے یا اس کے بعد نئی قرائت ایجاد کرنے والوں کے بارے میں کیا کہیں گے اگر یہ ایک باطل عمل اور قرآن سے دشمنی ہے تو امت کو چاہیے جتنی بھی قرائتیں اس سے مختلف ہے ان کو اٹھانے اور اس کو موضوعِ بحث بنانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ قرآن اور امت کے ساتھ خیانت ہوگی یہ خلیفہ مسلمین کے اقدام وعمل پر اعتراض ہوگا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ خلیفہ سوم نے یہ اقدام غیر شرعی، خلاف قرآن وسنت کیا ہے تو اس وقت اس عمل وفعل کا غیر شرعی اور خلاف قرآن وسنت نہ ہونے کی کیا دلائل پیش کر سکتے۔

۴۔ امت کو قرائت واحدہ میں متحد رکھنے میں کیا نقصان ہے اور قرائت متعددہ رواج کرنے میں کیا فائدہ

ہے؟یہ بحث بھی واضح ہونی چاہیے۔

تعدد قرائت مترادفِ تحریف قرآن ہے:

تحریف قرآن کا نقطہ آغاز اور انتہا دونوں کا سراجع قرآن اور قرائت قرآن سے ملتا ہے یہی مسلہ نقطہ آغاز تحریف ہے مراحل ومراتب تحریف بھی اسی سے مستند ہیں لہذا ہم اس مسئلے کو بھی بنیاد سے اٹھائیں گے۔

قرائت ہفتگانہ:

[کتاب دانشنامہ قرآن، بہاءالدین خرمشاہی ج ۲ص ۱۷۴۰]

سات، قاریوں کی قرائت پر مشتمل کتاب پہلی بار ابو بکر محمد بن موسیٰ بن مجاہد تمیمی بغدادی (متولد ۲۴۵ متوفی ۳۲۴ ھ ق) نے تالیف کی۔جس کو "قرائت سبع" نام دیا ہے،اسے قرائت سبعہ بھی کہتے ہیں۔مجاہد سے پہلے ان قرائتوں کو جمع کرنے والے ابوعبیدہ قاسم بن سلام، ابو حاتم سجستانی، اسماعیل بن اسحٰق قاضی محمد بن جریر طبری ہیں انہوں نے ۲۰ قرائت جمع کی ہیں۔

"قراء سبعہ" ان سات قراء کو کہتے ہیں جنہوں نے صحابہ و تابعین کے بعد قارئین قرآن کے نام سے دوسروں کی نسبت شہرت پائی۔ان سات قراء میں سے بعض تابعین صحابہ اور بعض تابع تابعین ہیں۔ان سات قراء کی شہرت کا سبب کتاب "قرائت سبعہ" ہے جو ابن مجاہد تمیمی بغدادی کی تالیف ہے اس نے اپنی کتاب میں سات قرائتوں کو جمع کیا ہے۔جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

قراء سبعہ یا عشرہ

☆ **عبداللہ عامر دمشقی:**

کہتے ہیں انہوں نے قرائت مغیرہ بن ابی شہاب سے سیکھا ہے وہ کہتے تھے کہ وہ حمیر سے ہے اور اپنا نسب نہیں بتاتے تھے دمشق میں منصب قضاء پر رہے اہل شام نے انہیں قرائت کے امام قرار دیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اس نے کس سے سیکھا ہے پتہ نہیں۔یہ ۸ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۱۸ کو وفات پائے۔دو آدمیوں نے ان کی قرائت کو نقل کیا ہے ہشام اور ابن ذکوان کہتے ہیں ہشام نے ۴۰۰ حدیث مسند نقل کی ہے۔لیکن ان کی کوئی اصل نہیں ان کی ثقہ ہونے

میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اگر کسی نے ہشام کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو وہ اسے دوبارہ دہرائیں کہتے ہیں کہ وہ حدیث فروخت کرتا تھا۔ ہشام نے کیسائی سے سیکھا ہے وہ ۱۷۳ھ کو پیدا ہوا اور ۲۴۲ کو وفات پائے۔

☆ ابن کثیر مکی:

عبداللہ ابن کثیر ابن عمر بن عبداللہ زاذان بن فیروزان بن ھرمز مکی الداری۔ اصل فارسی ہے انہوں نے قرائت عبداللہ بن صائب سے لیا ہے ابوعلاء ہمدانی نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے وہ ہمارے پاس مشہور نہیں ہے یہ ۴۵ھ کو مکہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ کو وفات پائے۔ عبداللہ ابن کثیر کے دو روای واسطہ ہے۔

۱۔ بزی۔ ۲۔ قنبل۔

بزی:

احمد ابن محمد ابن نافع ابی بزی۔ اس کا نام بشار ہے، وہ ایران کے شہر ہمدان سے تعلق رکھتا ہے ابی سائب مخدومی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے ابن جزری نے ان کی توثیق کی ہے متولد ۱۷۰ متوفی ۲۵۰ ہیں۔ عقیلی نے کہا ہے بزی منکر الحدیث ہے اس کی حدیث قابل قبول نہیں ابوالحاتم نے کہا ہے اس کی حدیث ضعیف ہے، ہم نقل نہیں کرتے۔

قنبل:

محمد ابن عبدالرحمٰن وہ مکہ میں پولیس تھے ۱۹۵ کو پیدا ہوئے ۲۹۱ کو وفات پائے مرنے سے ۷ سال پہلے اس نے قرائت چھوڑ دی۔

☆ عاصم ابن بھدلی کوفی:

ابن ابی نجود۔ ابوبکر اسدی نے کہا ہے انہوں نے قرائت زر بن حبیش سے لیا ہے اور رحمٰن سلیما، ابی عمرو شیبانی سے لیا ہے ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ زیادہ حدیث میں خطاء کرتے تھے نسائی نے اس کی تائید کی ہے۔ ابن خراج نے تضعیف کی ہے عقیلی نے کہا ہے کہ اس میں برائی کے علاوہ کچھ نہیں۔ حماد ابن سلمٰی نے کہا ہے وہ آخر عمر میں خراب ہوگیا وہ ۱۲۷ یا ۱۲۸ کو وفات پائے۔ ان سے دو آدمیوں نے روایت نقل کی ہے۔

۱۔ حفص۔ ۲۔ ابوبکر۔

حفص:

عاصم کا پروردہ تھا قرائت صحیح ہے حدیث میں صحیح نہیں ہے وہ ۹۰ کو پیدا ہوا ۱۸۰ کو وفات پائے کہتے ہیں کہ ان کی حدیث ابن ابی حاتم نے عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے کہا ہے کہ اس کی حدیث قبول نہیں عثمان دارمی نے کہا وہ خود ثقہ نہیں ۔ابن مدنی نے کہا ہے ضعیف الحدیث ہے بخاری نے کہا اس کو چھوڑ دو مسلم نے کہا ہے وہ متروک الحدیث ہے نسائی نے کہا ہے ثقہ نہیں ہے اس کی حدیث لکھی نہیں جا سکتی صالح ابن محمد نے کہا ہے اس کی تمام حدیث خراب ہے ابن خراش سے ہے وہ جھوٹا ہے متروک الحدیث ہے ابن حبان نے کہا ہے حدیث قلب کرتے تھے مراسیل نقل کرتے تھے ابن جوزی نے موضوعات میں کہا ہے اس سے روایت نقل صحیح نہیں ہے دار قطنی نے کہا ہے ضعیف ہے۔

ابو بکر:

شعبہ ابن عیاش بن سلمٰی بن حناط اسدی کوفی ۔جزری نے کہا ہے تین دفعہ قرآن کو عاصم کے سامنے پیش کیا المنقری نے کہا ہے اس نے مرنے سے سات سال پہلے قرائت چھوڑ دی وہ خود کہتے تھے ہم نصف الاسلام ہیں یہ ۹۵ کو پیدا ہوئے ۱۹۳ کو وفات پائے عبداللہ ابن احمد نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے ثقہ ہے اور غلط بھی نقل کرتے ہیں ۔ابن سعد نے کہا ہے صادق ہے عارف ہے علم رکھتا ہے لیکن کثیر الغلط ہے ان کی احادیث میں اضطراب ہے ابو نعیم نے کہا ہے ہمارے شیخوں میں ان سے زیادہ غلطی کرنے والا کوئی نہیں ۔

☆ **ابو عمرو بصری:**

زبان ابن علاء، بن عمار بصری ۔فارس سے تعلق رکھتے بصرہ میں رہتے تھے وہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں فرار ہو کر مدینہ مکہ آئے کوفہ اور بصرہ میں پڑھائی مکمل کی قراء میں ان سے بزرگ کوئی نہیں ۔وہ جامع اموی میں قرائت ابو عمرو کی کرتے تھے بہت لوگ ان کے پاس جمع ہوتے تھے یہ ۵۸ کو پیدا ہوئے ۱۵۴ کو وفات پائے وہ سب سے زیادہ قرائت اور الفاظ عرب کے عالم تھے ۔ابو عمر کے واسطے سے دو راوی ہے ۔

۱۔یحیٰی ابن مبارک یزدی۔ ۲۔دوری

یحیٰی ابن مبارک:

جزری نے کہا ہے وہ نحوی، قاری، ثقہ ہے بغداد میں قیام کیا قرائت ابو عمرو اور حمزہ سے لیا ہے وہ سب سے

زیادہ اضبط تھے یہ ۲۰۲ کو وفات پائے ان کی عمر ۷۴ سال تھی۔

دوری: حفظ ابن عمرو عبد العزیز دوری ازدی بغدادی۔ ابن جزری نے کہا ہے یہ ثقہ ہے، بہتر ہے یہ ۲۴۶ کو وفات پائے عقیلی نے کہا ہے صحیح ہے سوسی ابو شعیب صالح ابن زیادن عبد اللہ جزری نے کہا ہے ۲۶۱ کو وفات پائے ابو حاتم نے کہا ہے صدوق ہے نسائی نے بھی کہا ہے صدوق ہے مسلم ابن قاسم اندلسی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

☆ حمزہ کوفی:

ابن حبیب بن عمارہ اسماعیل کنیت ابو عمارہ کوفی تیمی انہوں نے قرات سلیمان بن اعمش حمان ابن اعین سے سیکھا ہے بعض نے کہا ہے محمد ابن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی طلحہ ابن مصرف سے سیکھا ہے کتاب تیسر میں مغیرہ بن مقسم منصور، لیث بن ابی سلیم سے سیکھا ہے۔ امام جعفر صادق سے مروی ہے حمزہ نے قرآن کو حمران سے سکھا ہے اور اعمش کے سامنے پیش کیا وہ قراء کے امام ہے ثقہ ہے عدیم النظیر ہے ابو حنیفہ نے حمزہ سے کہا: دو چیزوں میں تم غلبہ رکھتے ہو قرآن اور فرائض میں صفیان ثوری نے کہا ہے حمزہ قرآن وسفرائض میں غالب ہے عبد اللہ ابن موسیٰ نے کہا ہے ان کے استاد اعمش ہے کہتے ہیں حبر قرآن ہے یہ ۸۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۵۶ کو وفات پائے ابن معین نے کہا ہے ثقہ ہے نسائی نے کہا ہے کوئی بات نہیں عجلی نے کہا ہے رجل صالح ہے ساجی نے کہا ہے صادق ہے لیکن حافظہ صحیح نہیں ہے حدیث میں محکم نہیں ہے بعض اہل حدیث نے اکی قرائت کی مذمت کی ہے بعض نے ان کے پیچھے نماز کو باطل قرار دیا ہے ازدی نے کہا ان کی قرائت میں اشکال ہے ساجی نے کہا ہے احمد ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ احمد ابن سنان نے ابن مہدی سے نقل کیا ہے، کہتا ہے اگر مجھے سلطنت ملی تو ہم حمزہ کی قرئت پڑھنے والوں کو تازیانہ مارتے ابو بکر بن عیاش نے کہا ہے حمزہ کی قرائت بدعت ہے ابن درید نے کہا میری خواہش ہے کہ حمزہ کے قاری کوفہ سے نکل جائیں حمزہ کے قاری ایک واسطے سے دو ہیں۔

۱۔ خلف ابن ہشام۔ ۲۔ خلاد بن خالد۔

خلف ابن ہشام:

خلف ابو محمد اسدی بن ہشام بن ثعلب بزار بغدادی۔ جزری نے کہا ہے یہ قراء عشرہ میں سے ایک ہے سلیم

اور حمزہ سے روایت نقل کرتے ہیں قرآن کو اس نے دس سال میں حفظ کیا ہے۔ثقہ ہے زاہد و عابد و عالم ہے، کہتے ہیں حمزہ کے مذہب پر تھا لیکن ۱۲۰ حرف میں اس نے اختلاف کیا ہے۔خلف ۱۵۰ کو پیدا ہوئے اور ۲۲۹ کو وفات پائے، لالکائی نے کہا ہے عباس دوری نے احمد حنبل سے خلف ابن ہشام کے بارے میں پوچھا اس نے کہا میں نے نہیں سنا ہے۔لوگ کہتے ہیں انہوں نے احمد سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ وہ شراب پیتا ہے لیکن ہمارے نزدیک امین ہے نسائی نے کہا ہے بغدادی ثقہ ہے دار القطنی نے کہا ہے عالم و فاضل ہے اس نے کہا ہے میں نے ۴۰ سال کی نماز و روزہ پڑھی ہے کیونکہ اُس وقت شراب پیتا تھا خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں محمد ابن حاتم کندی سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا ہے میں نے یحییٰ ابن معین سے خلف بزار کے بارے میں پوچھا اس کو پتہ نہیں حدیث کیا ہے۔

خلاد ابن خالد:

ابو عیسیٰ شیبانی کوفی۔ابن جزری نے لکھا ہے قرائت میں امام، معتبر ہے قرائت کو سلیم سے لیا ہے سب سے زیادہ قرائت میں محفوظ ہے یہ ۲۲۰ کو وفات پائے۔

☆ نافع مدنی:

نافع ابن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم۔ابن جزری نے کہا ہے قراء سبع میں سے ایک ہے ثقہ صالح میں سے ہے اصل اصفہان سے ہے قرائت کو بعض تابعین اہل مدینہ سے لیا ہے سعید ابن منصور نے کہا کہ میں نے مالک ابن انس سے سنا ہے قرائت اہل مدینہ (قرائت نافع) سنت ہے عبداللہ ابن احمد ابن حنبل اپنے باپ سے پوچھا کون سی قرائت آپ کو پسند ہے تو کہا قرائت اہل مدینہ اگر وہ نہ ملے تو قرائت عاصم۔نافع مدنی ۱۶۹ کو وفات پائے ابو طالب نے احمد سے نقل کیا ہے انہوں نے قرآن ان سے سیکھا ہے لیکن حدیث نہیں جانتے ہیں دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے نسائی نے کہا ہے اچھا ہے ابن حبان نے ثقات میں کہا ہے ساجہ نے کہا ہے صدوق ہے احمد اور یحییٰ میں اختلاف ہے احمد نے کہا ہے کہ ان کی حدیث قبول نہیں ہے یحییٰ نے کہا ثقہ ہے۔نافع سے نقل کرنے والے بلا واسطہ دو قاری ہے۔

۱۔قالون۔ ۲۔ورش۔

قالون:

عیسیٰ ابن میناء بن وردان بن ابو موسیٰ ہیں یہ بنی زھرہ کے مولیٰ تھے یہ نافع کے پروردہ ہے نافع نے ان کو قالون نام رکھا ہے کیونکہ قرائت اچھی تھی قالون رومی لغت جانتے تھے عبداللہ ابن ابی نے کہا ہے اس کو قالون اس لیے کہا ہے کہ اس کا اصل روم سے ہے ان کے داد کے دادروم سے اسیر ہوئے تھے قرائت کو نافع سے لیا ہے ابن ابی حاتم نے کہا ہے یہ بہرے تھے قرآن پڑھتے تھے اوران کی قرائت میں لحن صحیح نہیں تھا ھ۱۲۰ کو پیدا ہوئے ۲۲۰ کو وفات پائے ابن حجر نے کہا ہے قرائت صحیح ہے حدیث فی جملہ۔ احمد ابن صالح مصر یسے پوچھا ان کی حدیث کے بارے میں تو کہا کہ: تم لوگ ہر شخص سے حدیث لیتے ہو۔

ورش:

عثمان ابن سعید۔ ابن جزری نے کہا ہے قرائت کی ریاست مصر میں ان پر ختم ہوتی ہے انہوں نے نافع سے اختلاف کیا ہے وہ خود کو قرائت میں حجت سمجھتے تھے وہ ۱۱۰ کو پیدا ہوئے اور ۱۹۷ کو مصر میں وفات پائی۔

☆ کسائی کوفی:

یہ علی ابن حمزہ بن عبد اللہ بن بہمن ابن فیروز اسدی ہے۔ اسدیوں کے موی ہے فرس سے تعلق رکھتے ہیں جزری نے کہا ہے ریاست قرائت کوفہ میں میں حمزہ کے بعد اسی کی طرف برگشت ہوئی ہے قرائت میں کہا ہے کسائی قرائات انتخاب کرتے تھے بعض حمزہ سے لیتے تھے بعض چھوڑتے تھے ان کی موت کے بارے میں صحیح یہ ہے علماء نے ان کی وفات کے بارے میں لکھا ہے کہ ۱۸۹ کو یہ وفات پائے قرآن کو حمزہ زیادہ سے زبانی سیکھا ہے محمد ابن عبد الرحمٰن لیلی، عیسیٰ ابن عمر واعمش، ابوبکر بن عیاش، سلیمان ابن ارقم اور جعفر صادق سے لیا ہے رشید کو پڑھایا پھر ان کے بیٹے امین کو پڑھایا کسای انے دور میں عالم تھے ام ہمیشہ شراب پیتے تھے تجاروفسق کرتے تھے لیکن ہمیشہ قرائت کرتے تھے عربی صحیح بولتے تھے کسائی کے بغیر واسطہ دو راوی ہے۔

۱۔ لیس بن خالد۔ ۲۔ حفظ ابن عمر

لیس:

ابو حارث بن خالد بغدادی ابن جزری نے کہا ہے ثقہ ہے معروف حازق ضابط ہے کسائی سے تصدیق لی ہے وہ اچھے صحابیوں میں سے ہے ۲۴۰ کو وفات پائے۔

حفظ ابن عمر:

ان کی حیات عاصم کے بارے میں گزر گئی ہے۔

☆ **خلف ابن ہشام بزار:**

ان کا ذکر حمزہ کے بارے میں گزر گیا ہے ان کی قرائت کے دو راوی ہے۔

۱۔اسحاق ۲۔ادریس

اسحاق:

جزری نے کہا ہے اسحاق ابن ابراہیم بن عثمان بن عبداللہ ابو یعقوب مروزی بغدادی ۲۸٦ کو وفات پائے

۔

ادریس:

ابن جزری لکھتے ہیں ادریس ابن عبدالکریم حداد ابوالحسن بغدادی امام ضابط متقن ثقہ ہے یہ ۲۹۲ کو وفات پائے۔

☆ **یعقوب ابن اسحاق:**

یعقوب ابن اسحاق ابن زید ابن عبداللہ محمد ابن خصری ہ بصری ہے ابن جزری نے کہا ہے یہ قراء عشرہ میں سے ہے ۲۰۵ کو وفات پائے وفات کی وقت ان کی عمر ۸۸ تھی ۔احمد ابو حاتم نے کہا ہے صدوق نہیں ہے یعقوب کے دو راوی ہے۔

۱۔رئیس ۲۔وروح

رئیس:

بن محمد ابن متوکل ابو عبدالہ لؤلؤ بصری جزری نے کہا ہے قاری ہے حاذق ہے ضابط ہے بعض نے جزری سے قرائت لی ہے یہ ۲۳۸ کو وفات پائے۔

وروح:

ابوالحسن بن عبداللہ من حزلی ہے یہ بھی بصری نحوی ہے جزری نے کہا ہے ہم قاری ہے جلیل القدر ہے ضابط ہے مشہور ہے خضرمی سے پڑھا ہے یہ ۲۳۵ کو وفات پائے ۔

☆ یزید ابن قعقع:

جزری نے کہا ہے امام ہے ابو جعفر مخزومی مدنی ہے قراء عشرہ میں سے ہے مشہور ہے قرآن کو عبداللہ ابن عیاش بن ابی ربیعہ سے سیکھا ہے عبداللہ ابن عباس اور ابو ہریرہ سے لیا ہے یحییٰ ابن معین نے کہا ہے قرائت امام اہل مدینہ ہے ثقہ ہے جلیل ہے صالح حدیث ہے ۱۳۰ کو وفات پائے اس کے دو راوی ہے ۔

۱۔عیسیٰ ۲۔جماز

عیسیٰ:

ابو حارث عیسیٰ ابن وردا حارث مدنی جزری نے کہا ہے قاری حاذق ہے قرائت کو ابی جعفر اور شیبہ سے لیا ہے ۔یہ ۱۶۰ کو وفات پائے ۔

جماز:

سلیمان ابن مسلم بن جماز اس نے نافع سے پڑھا ہے یہ ۱۷۰ کو وفات پائے ۔

۱۔ان قراء کی حیات کا جائزہ لینے کے بعد ہمارے لئے یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ قرائت متواتر نہیں ہیں ۔

۲۔ان راویوں کے حالات پر تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان کی قرائت ہم تک خبر آحاد سے پہنچی ہیں ۔

۳۔جن افراد سے ان قراء نے نقل کیا ہے وہ بھی طریق آحاد سے ملے ہیں ۔

۴۔جن لوگوں نے ان قراء سے لیا ہے وہ بھی آحاد ہیں ۔

۵۔جن قراء نے اپنی قرائت کی صحت پر دلائل قائم کئے ہیں اور دوسروں کی قرائت سے صرف نظر کیا ہے اگر ان کی قرائت متواتر ہوتیں تو وہ صرف نظر نہ کرتے ۔جن لوگوں نے ان قرائت کے تواتر پر دلائل قائم کئے ہیں ان سب کو آیت اللہ خوئیؒ نے مسترد کیا ہے ۔آخر میں لکھتے ہیں کہ تواتر قرآن کے قائل ہونے کے بعد تواتر قرائت کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ۔

حجیت قرائت:

[البیان فی تفسیر القرآن تالیف آیت اللہ خوئی ص ۱۶۵]

قرأت کے تواتر وعدم تواتر کے بارے میں بعض علمائے کرام کی رائے کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف بھی اشارہ بھی کیا ہے کہ محققین تواترِ قرائت کے منکر ہیں جبکہ تمام مسلمانوں کا تواتر ہونے پر اتفاق ہے۔

اب ہم ذیل میں قرائت کے متواتر نہ ہونے پر چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔راویوں کے حالات زندگی کے مطالعہ اور ان میں تحقیق سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ قرائت خبر واحد کے ذریعے نقل کی گئی ہیں نہ کہ خبر متواتر کے ذریعے۔چونکہ قاریوں کے حالاتِ زندگی میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے لہٰذا ان قرائتوں کے تواتر ہونے کا دعویٰ درست نہیں ہوگا۔اس کے علاوہ بعض روایانِ قرائت کا موثق ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔

۲۔اگر قاریوں کے قرائت حاصل کرنے کے ذرائع اور طریقوں پر تحقیق کی جائے تو واضح طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ قرائتیں خبر واحد کے ذریعے ان قاریوں تک پہنچی ہیں نہ کہ خبر متواتر کے ذریعے۔

۳۔ہر قرائت کے سلسلہ سند کا قاریوں تک منتہی ہونا تواترِ اسناد کو قطع کردیتا ہے اگر چہ ہر طبقہ میں قرائتوں کے قاریوں کا جھوٹ پر اتفاق ممتنع اور محال ہو جبکہ ہر قاری صرف اپنی قرائت نقل کرتا ہے جو کہ خبر واحد ہے۔

۴۔ہر قاری اور اس کے پیروکاروں کا صحتِ قرائت کے لیے استدلال کرنا اور دوسروں کی قرائت پر اعتراض کرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ان قرائتوں کا سند و مدرک قاریوں کا اپنا اجتہاد اور اپنی ذاتی رائے ہے کیونکہ اگر یہ قرائتیں بطور تواتر پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہوتیں تو ان کی صحت ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہ پڑتی۔

۵۔علماء محققین کا بعض روایاتِ قرائت کا انکار کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ قرائتیں متواتر نہیں کیونکہ اگر یہ قرائتیں متواتر ہوتیں تو ان کا انکار درست نہ ہوتا۔

چنانچہ ابن جریر طبری نے ابن عامر کی قرأت تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور اس نے سات مشہور قرائتوں میں سے بعض کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

بعض علماء نے حمزہ کی قرائت کو بھی موردِ اشکال و اعتراض قرار دیا ہے۔اسی طرح بعض نے ابوعمرو کی اور

بعض نے ابنِ کثیر کی قرائت کو رد کیا ہے۔ اور بہت سے دانشمندوں نے ہر اس قرائت کے تواتر کو مسترد کر دیا ہے جس کی وجہ اور منشاء لغتِ عرب میں موجود نہ ہو۔ اس سلسلے میں بعض قاریوں کی خطاء و لغزش کا بھی حکم لگایا ہے۔

حمزہ کی قرأت کو حنبلیوں کے امام، احمد ابن حنبل، یزید ابن ہارون، ابن مہدی، ابو بکر بن عیاش اور ابن درید نے تسلیم نہیں کیا ہے۔

تعدد قرائت یا سقوط آیات کی روایات سے دفاع قاتل یا چور کی وکیل بننے کے مترادف

تحریفِ قرآن کے بارے میں روایات جمع کرنے والوں سے اس عمل شنیع کے ارتکاب کی مذمت کے بجائے دفاع کرنے کے چند تصورات قائم ہو سکتے ہیں جیسا کہ:

۱۔ علامہ میلانی وغیرہ کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف جمع روایات چاہتے تھے اور اس فکر کے قطعاً معتقد نہیں تھے۔ آپ کی یہ توجیہ اپنی جگہ بے جا ہے کیونکہ اگر ایسا تھا تو انہیں ان روایات کے ذیل میں تصریح کرنی چاہیے تھی کہ ہمارے پاس یہ روایات مخدوش و مردود ہیں، کیونکہ اس سے اغراب جہل ہوتا ہے ہزاروں انسان گمراہ ہو سکتے ہیں اور ہو گئے ہیں، جس طرح دیگر علماء نے ان روایات کو مخدوش قرار دیا ہے۔

۲۔ ان روایات کو جن کتابوں میں جمع کیا گیا ہے ان کے مؤلفین کو ان کے مندرجات کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ اگر ایسا ہے تو ان کتابوں کے سرورق پر ان بزرگان کا نام لکھنا اور ان سے اس کتاب کو انتساب کرنا خود ان کے حق میں خیانت کے ساتھ ساتھ دین کے حق میں بھی خیانت ہے۔

۳۔ ایسی روایاتِ متعارض لکھنا کوئی اتنا بڑا جرم و جنات نہیں تو اس صورت میں محدث نوری بے چارے کی مذمت کرنے والوں کے لیے یہ کہنا اور لکھنا چاہیے کہ یہ اتنا بڑا گناہ نہیں ہے۔

۴۔ یہ اعمال درحقیقت وقت کے حکمرانوں کی ایما و اشارے پر یکجا اور جمع کی گئی ہیں۔ اس کے بعد ان شخصیات کو بچانے کی خاطر ان کے اوپر ہالہ قدسیت اور کرامات چڑھانے کے لیے امثال صاحب **روضات الجنات، ریاض العلماء، الکنی و القاب** اور **التحقیق فی النفی التحریف** نے یہ خدمات **قربۃً الی اللہ** اپنے دوش پر لی ہے اور ان کی غلطیوں کو فاش کرنے کا گناہ بھی خود علامہ میلانی کے سر پر ہے ورنہ ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ حضرات اپنے زمانے میں حکومت وقت سلاطین کے زیر سایہ اوامر دینی اور خدمات انجام دیتے تھے۔ یہ صفحات

کھولنے کی ذمہ داری صاحب اعیان الشیعہ پر ہے ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

غرض قرآن کریم میں آیات منسوخ **التلاوۃ** کی بحث کھولنے والے قرآن کریم کی متعدد و مختلف قرأت کو دین میں جگہ دینے والے، قرآن میں تحریف و تنقیص کی بات کرنے والے یہ سب فرق اسلام میں جس فرقے سے بھی تعلق رکھتے ہوں وہ اپنے دور میں منحرف حکومتوں کے نمک خوار اور سہیم تھے۔

قرائتِ مختلفہ متعدّدہ:

خلیفہ سوم کے جمع شدہ مصحف کے حوالے سے ملتا ہے کہ خلیفہ نے تمام اختلافاتِ قرأت کو مسترد کر کے تنہا ''قرائتِ قریش'' کو باقی رکھا تھا اور اسی پر امت اسلام کے محققین و علماء اتفاق و اجماع کرتے آئے ہیں، لیکن حدیث گراؤں اور حدیث کی قرآن پر حاکمیت چاہنے والوں نے حضرت عثمانؓ کے دور سے بدتر اختلافات کی صورت دوبارہ منظر عام پر لایا ہے۔

اس سلسلے میں جب ہم علمائے محققین کے نقطۂ نظر کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قراءِ سبع ہو یا عشر ہو، سبع عشر ہو یا عشرین ہو۔ ان کی ابتدا دوسری صدی سے ہوئی ہے۔ ان تمام قاریوں کی قرائت کو علماء نے آحاد قرار دیا ہے اور صرف موجودہ مصحفِ عثمانی کی قرائت کو قرائتِ متواتر قرار دیا ہے۔ ان کی قرائت کے باطل ہونے کے بارے میں علماء نے بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں۔ بدقسمتی سے جہاں باطل اور بدعت نے امت میں جگہ بنائی ہے وہاں انہوں نے اس کو نبی کریم سے منسوب کیا ہے۔ جس سے امت افتراق کا شکار ہوئی ہے۔ حدیث: ''میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔'' بھی اس لیے وضع کی گئی اور اب بھی فرقے اپنے استقلال اور فروغ کے لیے مزید احادیث وضع کر رہے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی قرأت متعددہ و مختلفہ قرآن ہے جس کا مقصد قرآن کو حجیت سے گرانا ہے۔ اس کے لیے بھی انہوں نے ان قرائتوں کو پیغمبر سے منسوب کیا گیا اور یہ حدیث پیش کی ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ اس حدیث منسوب کے تحت قرات سبعہ کا آغاز تیسری صدی میں بغداد سے ہوا تھا جس میں آئمہ حرمین، عراقین، شام کے قراء نافع عبداللہ، ابن کثیر، ابوعمرو بن علا، عبداللہ ابن عامر، عاصم و حمزہ، علی کسائی کی قرائت ہیں۔

بارش سے فرار ہونے والوں نے زیر میزاب پناہ لی

معترضین چہرہ شیطانی رکھتا ہے ایک چہرہ مسخ ہو جائے تو دوسرا چہرہ پیش کرتا ہے جب تعدد قرائت سبعہ عشرہ وسبعین جتنا بھی بڑھائے سب آحاد سے نہیں نکل سکے تو انہوں نے ایک حدیث سے استمداد لی ہے وہ حدیث قرائت احرف سبعہ کے نام سے مشہور ہے نبی کریمؐ خود سات حروف سے تلاوت فرماتے تھے۔ آیت اللہ خوئی اپنی تفسیر البیان کے ص ۱۸۷ پر لکھتے ہیں قرآن کے سبع حروف میں وارد ہونے والی تمام روایتیں تمام کی تمام کتب اہل سنت میں وارد ہوئی ہیں جو طبری نے مسلم میں وارد روایتوں سے نقل کی ہیں بعد میں آیت اللہ فرماتے ہیں یہ روایات اپنی جگہ ایک دوسرے سے متضاد و متعارض اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ ان روایات کا متن بھی نا قابل فہم و درک ہے۔ بعض کا سبع احرف سے مراد معنی متقاربہ ہے بعض نے کہا ہے رسول اللہؐ نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے تلاوت کے لیے آسان طریقہ بیان فرمائیں۔ جس میں پہلے مرحلے میں حرف واحد پیغمبر کی درخواست پر تکثیر ہوئی۔ بعض نے کہا کل قرآن ۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ محکم ومتشابہ، حلال وحرام، بعض نے کہا ہے لہجات مختلف تھے۔ تعجب یہ ہے کہ بعض اس کو اتنے اختلاف کے باوجود احادیث کا تنکا دے کر زندہ رکھنا اور بعض اس کے ساتھ نرم گوشہ اختیار کرتے ہیں۔ ان سے التماس اور منت وسماجت کرتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ برائے مہربانی ان قرائتوں کو سامنے نہ لایا جائے، اس کو درس گاہوں تک محدود کیا جائے یہ کیسے ممکن ہوگا جہاں دین کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے وہاں ان کو یہ تعلیم دی جائے اور ان سے یہ کہیں کہ برائے مہربانی اس کو باہر منظر عام پر نہ لائیں۔ گویا یہ بات اس منزل پر پہنچتی ہے جہاں کہتے ہیں کہ دین کی ہر بات باہر بتانے کی نہیں ہوتی۔ یہ اپنے اس مدعا کے لیے اس حدیث سے استناد کرتے ہیں کہ ہم معمور ہیں کہ لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے مطابق بات کریں۔ اگر یہ حدیث درست ہے تو نبی کریم نے اپنے اجتماعات میں کتنے ان پڑھ لوگوں کے سامنے یہ قرآن رکھ کر خطاب کیا تھا؟

قراء جتنے بھی ہوں سبعہ عشر خمسہ عشر سبعین جتنے بھی ہوں خود ان کی شرح حال اور جن سے ان قراء نے روایت کی ہے ان سے نقل کرنے والے قراء کو علماء رجال شناس ونقادان کے مقررہ مقیاس سے گزارنے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

۱۔ یہ حضرات اکثر بیشتر دوسری تیسری کے بعد کے ہیں جنہوں نے جہاں سے نقل کیا ہے وہ معتبر وموثق

ثابت نہیں ہوئے تمام طریقہ آحاد سے ملتے ہیں۔

۲۔خود یہ حضرات اپنی جگہ ثقہ ومعتبر ہونا اتفاقی نہیں اختلافی بلکہ بعض کے فساد قرائت، فساد عقیدہ اور عمل ثابت ہوا ہے۔

۳۔ان سے قرائت لینے والوں کی بھی اخذ دین کی حد توثیق نہیں ہوئی ہے۔

۴۔جہاں سے قراء شروع ہوئے ہیں اس سے پہلے اختلاف قرائت کی کوئی بات نہیں ملتی۔

۵۔خود آپس میں ایک دوسرے کی قرائت میں اختلاف ہے۔

۶۔خلیفہ سوم کے توحید قرائت کرنے کے بعد سے اختلاف قرائت کرنا درحقیقت خلیفہ سوم مسلمین کے ساتھ بغاوت ہے۔

تحریف قرآن کا ایک مصداق منسوخیت آیات قرآن:

قرآن میں تحریف کی فکر کے اسباب میں سے ایک ناسخ اور منسوخ ہونے کا دعویٰ ہے۔یعنی اس کتاب مقدسہ میں بھی بعض آیات منسوخ اور بعض ناسخ ہیں۔ یہ بحث علوم قرآن کی مشکل اور پیچیدہ ترین مباحث میں شمار ہوتی ہے۔صاحب دانشنامہ قرآنی نے ج ۲ ص ۲۱۹۹ پر ناسخ ومنسوخ آیات کے بارے میں کافی معلومات کا ذکر واشارہ کرنے کے بعد کہتے ہیں، ناسخ ومنسوخ آیات کے بارے میں دو جگہ پر بحث ہوتی ہے ایک علم اصولِ فقہ اور دوسرا علم تفسیر میں، اگر چہ ان دونوں موضوعات میں تفکیک وجدائی ممکن نہیں۔اس موضوع کے مشکل اور پیچیدہ ہونے کی وجہ سے اس میں مزید اختلافات پیدا ہوئے ہیں متعدد اور مختلف نظریات سامنے آئے ہیں۔

قرآن کے بارے میں نسخ اور تحریف کی روایات کو دشمنان قرآن نے پھیلائی ہیں، نسخ اور تحریفِ قرآن، ملحدین مستشرقین ومستغربین نے مسلمانوں کو قرآن سے روکنے کے لئے استعمال کیا ہے۔نسخ اور تحریف دونوں کا مقصد قرآن کو آئین اور دستور زندگی سے نکالنا ہے۔

قرآن میں آیات منسوخ ہونا اور نہ ہونا اہل حدیث اور اہل قرآن میں ختم نہ ہونے والی ایک جنگ ہے۔اہل حدیث واخبار گرایوں نے سورہ بقرہ آیت ۱۰۶ نحل ۱۰۱ حج ۵۲ سے استناد کرتے ہوئے قرآن میں آیات منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔جس کے تحت اہل حدیث نے تیسری صدی سے الی یومنا ھذا، آیات ناسخ ومنسوخ اور غیر محدود

آیات کی منسوخیت کا اعلان کیا ہے اس بارے میں بہت سی تصنیفات تالیف کی گئی ہیں۔

علم ناسخ ومنسوخ کی اہمیت:

[عقد ومرجان ص ۱۰۱]

کہتے ہیں: ناسخ ومنسوخ فہم ودرک اسلام میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے، اسلام کے صحیح احکام سمجھنے کیلئے ہم ناسخ ومنسوخ کو سمجھنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں، کیونکہ اس پر بہت سے احکام مرتب ہوتے ہیں، مثلاً حلال وحرام کو سمجھنا۔ جہاں دو حکم ایک دوسرے سے متصادم ہوں اور ان کے تصادم وتعارض کو اس وقت تک رفع کرنا ممکن نہ ہو جب تک دونوں کی سابقیت اور لاحقیت معلوم نہ ہو جب تک ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو۔

لہٰذا علمائے سلف وصالح اور بزرگان دین نے اس علم کو سمجھنے کیلئے انتہائی توجہ مبذول کرائی ہے، ان کی توجہ وعنایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عظیم علم ہے۔ قرآنی علوم ومعارف کیلئے درک کرکے تفسیر کرنے کیلئے ناسخ ومنسوخ کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔

اس بارے میں زرقانی کہتے ہیں: ابن عباس سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۲ میں حکمت سے مراد ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، موخر ومقدم اور حلال وحرام ہے۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ جب آپؑ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کچھ لوگ ایک آدمی کے گرد جمع ہیں جو لوگوں کو ڈرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں فلاں ہوں۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم ناسخ ومنسوخ کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ تو اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے کہا ہماری مسجد سے نکل جاؤ۔ کیونکہ ہم سے ادنیٰ سا بھی یہ علم دین رکھتا ہے۔ حدیث میں بھی صحت وسقم اُس وقت تک واضح نہیں ہوتا جب تک ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو۔

ابو یوسف نے کہا ہے: کسی کو فتویٰ دینے کا حق نہیں جب تک وہ کتب سنت رسے، ناسخ ومنسوخ کو نہ جانتا ہو، صحابہ اور غیر صحابہ کی تاویلات کو نہ سمجھتا ہو۔ یہاں سے ہمیں اس علم کی قدر وقیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ شنقیطی نے علوم قرآن کو سمجھنے کیلئے ناسخ ومنسوخ کو سمجھنے پر بہت توجہ مبذول کرائی ہے اور بہت اہمیت دی ہے۔

اس سلسلے میں بعض تحریف کے راستے کو اپنا کر کہتے ہیں: جو قرآن ہمارے پاس ہے بڑی مشکل سے ایک تہائی ہے یعنی دو تہائی ضائع ہو چکی ہے، چنانچہ طبرانی کے بقول ایک معتبر سند سے عمرؓ بن الخطاب سے نقل کیا قرآن ایک لاکھ ۲۷ ہزار حروف پر مشتمل ہے۔ نافع ابن عمر نے کہا ہے: تم میں سے کوئی کہے کہ ہم نے کُل قرآن کو اٹھایا ہے اس کو کیا پتہ کل قرآن کیا ہے اس قرآن میں سے بہت سی آیات ضائع ہوئی ہیں۔

بحث شروع کرنے سے پہلے کلمہ ''آیات'' اور ''نسخ'' کے معنی جاننا ضروری ہے۔ بعض نے اس کے معنی ازالت اور برطرف کرنا کئے ہیں۔ اس آیت میں بمعنی ازالت شمار کیا ہے۔

﴿ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰهُ آیاتِهِ وَ اللّٰهُ عَلیمٌ حَکیمٌ﴾ (حج ۵۲)

اس آیت میں بمعنی انتقال استعمال ہوا ہے۔

﴿هذا کِتابُنا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ ما کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (جاثیہ ۲۹)

اکثر علما نے نسخ کو۔۔۔

﴿ما نَنْسَخْ مِنْ آیَةٍ أَوْ نُنْسِها نَأْتِ بِخَیْرٍ مِنْها﴾ (بقرہ ۱۰۶)

﴿یَمْحُوا اللّٰهُ ما یَشاءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهُ أُمُّ الْکِتابِ﴾ (رعد ۳۹)

﴿وَ إِذا بَدَّلْنا آیَةً مَکانَ آیَةٍ وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِما یُنَزِّلُ قالُوا إِنَّما أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَکْثَرُهُمْ لا یَعْلَمُونَ﴾ (نحل ۱۰۱)

سے استناد کیا ہے۔ یہاں پہلے آیت اور نسخ کے معنی بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

آیت کے چند معنی ہیں۔

۱۔ آیت، ایک عجیب، محیر العقول چیز کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ حسن و جمال شجاعت و ذکاوت میں ایسے درجے پر پہنچے کہ انسان اُسے دیکھ کر تعجب اور حیرت میں محو ہو جائے۔

۲۔ آیت کا معنی معجزہ ہے یعنی خارق عادت، جیسے اللہ، نبی کے ہاتھ سے کرتا ہے تا کہ اس کی بات کی حجت اور دلیل بن سکے کہ یہ نبی اللہ کی طرف سے آیا ہے۔

اس قسم کی آیات ہمیشہ تبدیل و تغیر میں ہوتیں ہیں، کیونکہ معجزہ ہر دور میں موجود اعلیٰ، ارفع، نبوغت کے

مطابق ہوتا ہے۔چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے: ہم نے موسیٰ کو ۹ آیات دی، یعنی واضح اور روشن نشانیاں دی، تاکہ ان کی نبوت کی دلیل ہو اور اُس سے انہیں تحدی کریں۔قوم موسیٰؑ سحر میں نبوغت رکھتی تھی، اللہ نے انہیں سحر سے تحدی کیا۔اسی طرح عیسیٰ کے زمانے میں طب اور حکمت نبوغت کا مرکز توجہ اور معیار تھی۔جب ہمارے نبیؐ مبعوث ہوئے قوم بلاغت فصاحت کو سب کچھ اور راز نبوغت کی کسوٹی جانتی تھی، جس کے لیے وہ میلے منعقد کرتی تھی۔یہاں اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت سے تحدی کی اور قرآن کریم نازل کیا۔

۳۔قرآن کی آیات میں عجیب نظم نسق پایا جاتا ہے، جیسے:

﴿وَ مِنْ آياتِهِ اللَّيْلُ وَ النَّهارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ لا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَ لا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذی خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (فصلت ۳۷)

﴿وَ مِنْ آياتِهِ الْجَوارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلامِ﴾ (شوریٰ ۳۲)

﴿سُنَّةَ اللَّهِ الَّتي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْديلاً﴾ (فتح ۲۳)

۴۔قرآنی مقطع کو بھی آیت کہتے ہیں، کیونکہ یہ آیات ایک ایسے ان پڑھ نبی پر نازل ہوئی ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔یہ آیات اپنی جگہ قوانین، اہداف اور احکام کی حامل ہیں۔جو اس وقت کے مقتدر لوگوں کے لیے حیرت انگیز تھیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے یہ کتاب نازل کی جو سابقہ کتب جیسی ہے۔

نسخ کے تین مصادیق ہیں۔

۱۔نسخ وجود: ایک وجود کو ہٹا کر دوسرے وجود کو اس کی جگہ جاگزیں کرنا۔یہ کائنات کی سنت ہے اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں: ہم آیات نسخ کرتے ہیں اس سے نسخ وجودی مراد ہے۔ایک نبی وپیغمبرؑ جانے کے بعد دوسرے آتے ہیں۔

۲۔نسخ شریعت ماسبق، جو کچھ شریعتِ ماسبق میں تھے قرآن نے انہیں منسوخ کیا ہے۔

۳۔احکاماتِ شریعتِ اسلام، جو پہلے نافذ تھے اسے قرآن نے منسوخ کیا جیسے تحویل قبلہ۔

محققینِ قرآن، آیاتِ نسخ کے لئے چند عام شرائط بیان کرتے ہیں جن کا ذکر یہاں ضروری ہے۔

☆ ناسخ ومنسوخ کے درمیان تناسب تضاد کا ہو یعنی ایک دوسرے کے بالکل تضاد و برعکس ہو۔

☆ ناسخ، منسوخ سے زیادہ قوی ہو۔

الف) ۔آیات متشابہ جن کا سمجھنا مشکل ہے وہ ہرگز محکم آیات کی ناسخ نہیں ہوسکتیں۔

ب) ۔آیتِ ناسخ کے بارے میں جتنی احادیث ہیں وہ شیعہ اور سنی دونوں کے نزدیک نا قابل قبول ہیں۔

☆ نسخ، قیاس اور اجماعِ امت سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

☆ ایسی آیات جن میں کوئی خبر دی گئی ہو یا اعتقاد کے بارے میں ہوں وہ ہرگز منسوخ نہیں ہوسکتیں۔

یہاں نسخ کے بارے میں یہ بتانا بھی ضرورت ہے کہ عقائد میں کسی قسم کی نسخ نہیں یہ ثابت **ولا یتغیر** ہیں جو نزول آدم سے ہیں اور قیام قیامت تک رہیں گے۔اسی طرح قیامت پر ایمان بھی تغیر پذیر نہیں ہے۔

☆ جس چیز کی واقع ہونے کی خبر اللہ نے دی ہے مثلاً آدمؑ آئے اور آدمؑ کے بیٹے نے دوسرے کو قتل کیا قوم نوحؑ دنیا میں غرق ہوئی، یا قصہ ابراہیمؑ نسخ نہیں ہوسکتی۔

☆ ایک حکم کو ہٹا کر دوسرا حکم اس کی جگہ رکھنے کو نسخ کہتے ہیں۔پہلے حکم کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔ یہ دونوں بیک وقت لاگو نہیں ہوسکتے، چاہے ان دونوں میں ذاتی تناقض ہو یا باہر سے کوئی دلیل ہو۔یعنی اللہ خود ایک حکم نازل کرے اور عمل کرنے کا حکم دے، پھر اسی حکم کو کسی مصلحت کے تحت ہٹائے اور ختم کرے۔

☆ بعض علماء نے اس قسم کی تبدیلی کو اللہ کے حکم کی شان میں ناممکن اور شانِ الوہیت کے منافی قرار دیا ہے، کیوں کہ اگر پہلا حکم مصلحت کے تحت نافذ ہوا ہے تو اس کا ہٹانا بے معنی ہے اور اگر ہٹانا کسی نئی مصلحت کے تحت ہے تو ذات الوہیت میں کسی وقت جہالت ونادانی کو نسبت دینے کے مترادف ہے۔

☆ فخر رازیؒ فرماتے ہیں: نسخ شرعاً جائز ہے اور نقلاً بھی واقع ہوئی ہے۔شریعتِ سابقہ میں نسخ ہوئی مثلاً بہن بھائی کی شادی، آدم کی اولاد میں تھی، لیکن اس کے بعد حرام ہوئی۔

☆ صاحب **"احکام القرآن"** علامہ جصاص نے کہا ہے: سابق شریعت میں نسخ ہوا ہے، لیکن حکمِ قرآن میں کوئی نسخ نہیں ہے۔ہمارے پیغمبرؐ کی شریعت قیام قیامت تک کے لئے ہے۔ان کی دلیل وہ آیت ہے، جس میں آیا ہے اس کتاب کے آگے پیچھے سے باطل نہیں آسکتا۔نسخ کا معنی تبدیل کا ہے، شریعتِ اسلام میں نسخ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کتاب میں تبدیلی ہے، تناقض اختلاف ہے اور نہ نسخ شریعت ہے۔

☆ آیت اللہ خوئی البیان کے صفحہ۳۰۲ پر فرماتے ہیں: **نسخ فی الجملہ** شریعت اسلامی میں ثابت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے بعض حکم ایک عرصہ نافذ رہنے کے بعد منسوخ ہوا ہے۔ اس کی واضح مثال بیت مقدس کی طرف نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہو کر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کی مثال ہے۔

شریعتِ الٰہی میں بعض احکام کا منسوخ ہونا علماء کے درمیان میں ایک مسلمہ حقیقت ہے اس کے چند مصداق ہیں۔

۱۔ شریعت اسلام سے پہلے کے شرائع تورات وانجیل منسوخ ہوئیں اور اس کی جگہ شریعت اسلام آئی۔

۲۔ اسلام کے آنے کے بعد فرمان رسول کے تحت ایک حکم پر عمل ہو رہا تھا، لیکن بعد میں آیت قرآنی کے ذریعے اس حکم کو ختم کیا گیا جیسے تحویل قبلہ۔

﴿وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ وَ حَيْثُ ما كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِي وَ لِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

(بقرہ ۱۵۰)

۳۔ جو حکم قرآن کے ذریعے نافذ ہوا ہے وہ حکم حدیث کے ذریعے منسوخ ہوتا ہے یا نہیں، یہاں آیت اللہ خوئی رحمۃ اللہ نے اس کی چند اقسام بتائی ہیں۔

☆ آیت قرآنی کو تواتر حدیث کے ذریعے منسوخ کرنا۔

☆ حدیث آحاد کے ذریعے منسوخ کرنا۔

☆ ایک آیت کو دوسری آیت کے ذریعے منسوخ کرنا۔ اس کی اپنی جگہ دو قسم ہیں۔

۱۔ ایک دفعہ آیت پر عمل ہونے کے بعد آیت، قرآن سے حذف ہوئی ہے۔ وہ منسوخ شدہ آیت اب قرآن میں موجود نہیں ہے۔

۲۔ آیت تو قرآن مقدس میں موجود ہے اس کی تلاوت ضروری ہے، اس پر اجر وثواب بھی ہے، لیکن اس کا حکم منسوخ ہے۔

ہماری بحث اس حوالے سے ہے کہ آیا قرآن مجید میں ایسا کوئی حکم موجود ہے یا نہیں۔ بعض نے نسخ تلاوت کو منع کیا ہے

اور نسخِ حکم کو جائز سمجھا ہے۔

قرآن کریم میں ایک حکم، آیت قرآنی کے ذریعے سے نافذ ہوا تھا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ حکم منسوخ ہوئی اور دوسری آیت نیا حکم لے کر اس آیت کی جگہ جاگزین ہوئی۔ آیا قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت موجود ہے یا نہیں اس سلسلے میں اقوال علماء اصولی و مفسرین انتہائی مضطرب ہیں بعض نے ۲۲۷ دوسوستائیس آیات کو منسوخ قرار دیا ہے، بعض نے کسی بھی آیت منسوخ ہونے سے انکار کیا ہے، انہی میں سے ایک آیت اللہ ابو القاسم خوئی ہیں جنھوں نے ایسی آیات کا قرآن میں ہونے کو سرے سے مسترد کیا۔ اس کو آیت اللہ نے عام و خاص، مطلق و مقید قرار دیا ہے۔

بعض نے کہا ہے قرآن میں نسخ نہیں ہے، کیونکہ قرآن میں نسخ، اللہ سے بعید ہے یعنی ایک حکم آتا ہے کچھ وقت ان پر عمل ہونے کے بعد ثابت ہوتا ہے اس حکم میں نقص ہے۔ یہ انسانوں کی بنائے ہوئے قوانین جیسا نہیں انسان جب قانون وضع کرتا ہے تو بہت سی چیزیں اس سے مخفی رہتی ہیں، اسے حالات کے گزرنے کے بعد پتہ چلتا ہے وہ سوچتا ہے اب یہ حکم نسخ کرنا چاہیے اٹھانا چاہیے لیکن اللہ پہلے سے جانتا ہے۔ اللہ کی طرف ایسی نسبت دینا محال ہے، لہذا یہ ایک حقیقت ہے کہ اس معنی میں نسخ نہیں ہے۔

لیکن نسخ کا دوسرا معنی کہ ایک حکم کو اٹھا کر اس کی جگہ اور حکم رکھنا ہے ہم یہاں پر کہیں گے اللہ نے ایک حکم کو اٹھایا، لیکن اللہ نے ایک حکم کو ایک وقت محدود کے لیے وضع کیا تھا اب وہ مدت ختم ہو گی اور اس حکم کی جگہ پر نیا حکم آیا ہے۔

آیت اللہ خوئیؒ اپنی گرانقدر تفسیر البیان صفحہ ۲۹۷ پر لکھتے ہیں:

عقلائے مسلمین اور غیر مسلمین کا اتفاق ہے عالم تشریع اور انشاء میں کسی موضوع سے رفع حکم کرنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس تین مفروضے ہیں۔

۱۔ جو حکم قرآن میں پہلے موجود تھا لیکن اب صرف وہ آیت ختم ہوئی ہے لیکن حکم اپنی جگہ باقی ہے۔ ان کا کہنا ہے خلیفہ دوم قرآن جمع کرتے وقت آیت رجم لائے لیکن جامعین قرآن نے اسے قبول نہیں کیا۔

آیت رجم سے حکم رجم زانیہ ثابت ہے، لیکن آیت منسوخ ہے قرآن میں نہیں ہے اس کو کہتے ہیں "**منسوخ**

التلاوة" اب آیت منسوخ ہے۔آیت قرآن میں نہیں، لیکن حکم فی زمانہ موجود ہے۔

اس بارے میں آیت اللہ خوئیؒ فرماتے ہیں: یہ نظریہ بھی تحریف کے مترادف ہے اس نظریے کا مصدر اخبار آحاد ہے اخبار آحاد سے حکم فقہی ثابت ہوسکتا ہے، لیکن وہ کتاب اللہ جو اساس دین ہے اسی پر دین کی پوری عمارت قائم ہے وہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

۲۔حکم منسوخ ہو اور تلاوت موجود ہو یہی وہ مسئلہ ہے جو علمائے مسلمین کے لیے موضوع اختلاف بنا ہوا ہے۔

بعض نے اس قسم کی کوئی آیت ہونے سے انکار کیا ہے۔

آیت اللہ خوئیؒ فرماتے ہیں: ہم اس سلسلے میں ایک وضاحت پیش کرتے ہیں۔قرآن میں موجود ایک حکم قرآنی منسوخ ہونے کے بارے میں تین تصورات ہیں۔

☆ حکم، قرآن میں ثابت ہے لیکن وہ سنت متواتر کے ذریعے منسوخ ہوا ہے یہ عقلی طور پر محال نہیں ہے لیکن خبر آحاد سے ثابت نہیں ہوتا۔

☆ حکم، کسی اور ذریعے سے منسوخ ہوا ہے، یعنی اس حکم کے منسوخ ہونے کے بارے میں کسی آیت میں اشارہ ہے اس بارے میں بعض نے آیہ نجوی کی مثال دی ہے۔

۳۔آیت کا حکم دوسری آیت سے منسوخ ہوا ہے لیکن دوسری آیت میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا، ایسا کوئی حکم قرآن میں نہیں ہے، انہوں نے صرف ایک آیت سے دوسری آیت پر منافات دیکھنے سے پہلی آیت کو منسوخ دوسری آیت کو ناسخ قرار دیا ہے۔

صرف عدم تدبر یا کلمہ نسخ استعمال کرنے میں مسامحہ کرنے کی خاطر انہوں نے قرآن میں کثیر آیات دکھائی ہیں۔

تاریخ میں آیا ہے قرآن لکھنے والوں میں چار خلفاء کے علاوہ سعید ابن عاص شامل ہیں۔لیکن ان میں سے زیادہ لکھنے والے زیدؓ بن ثابت ہیں جو مکہ میں پیغمبرؐ کے کاتب تھے۔عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح یہ کاتب وحی تھے جو بعد میں مرتد ہوگئے، پھر فتح مکہ کے موقع پر دوبارہ اسلام قبول کیا۔مدینہ میں سب سے پہلے لکھنے والے ابی بن کعب

،اور زیدؓ بن ثابت تھے۔

نسخ ایک اور معنی

نسخ تبدیل کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی قاضی نے اس حکم کو بدل دیا، یعنی شریعت نے ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ پر رکھا۔ نسخ کا معنی تحویل بھی آتا ہے۔ شریعت میں تاسخ سے مراد ایک حکم کو آیت سے ثابت ہے اسے کسی اور حکم کے ذریعے ختم کرنا ہے اس کی علمانے یوں تعریف کی ہے یعنی حکم کو اٹھانا یا اس کے بدلے میں کوئی اور حکم لانا۔
اس وقت کے یہودی، مسیحی کہتے تھے: محمدؐ کیا کرتا ہے؟ ایک دن بیت المقدس کی طرف رخ کرتا ہے اور ایک دن کعبہ کی طرف نماز پڑھتا ہے۔ آج حکم دیتا ہے کل اس کے خلاف کہتا ہے۔ پہلا حکم صحیح ہے یہ بات غلط ہے۔

اس سلسلے میں، بقرہ کی آیت ۱۰۶ ہے۔ جب مسلمان، بیت المقدس کی طرف متوجہ تھے تو وہاں رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

یعنی وقت حالات کے پیش نظر ایک حکم آتا ہے جیسے طبیب نے مریض کے لیے دوا کی مدت محدود کہی تھی، وہ مدت ختم ہونے کے بعد اس دواء کو روکتا ہے یہاں جہالت نہیں یہاں پہلے سے علم ہے کہ فلاں مدت تک کے لیے ہے، اسی طرح ہے صاحب شریعت نے کسی حکم کو وہ ایک وقت کے لیے نافذ کیا تھا اور اس کے بعد دوسرا حکم آتا ہے۔

اس آیت میں خطاب ہے کہ ہم جلد یا دیر تم سے اس مشقت کو اٹھائیں گے، اجر ثواب کے لحاظ سے زیادہ ہے یا برابر تمہارا اس سے کوئی سروکار نہیں، اللہ علیم، قدیر ہے۔ اس سے خیر کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔ یہ گمان نہ کرو کہ یہ حکم جو تبدیل کیا ہے اس وجہ سے ہے کہ پہلے نہیں جانتے تھے یا اس لئے تبدیل کیا ہے اس سے پہلے لانے کی قدرت نہیں رکھتے تھے بلکہ بندوں کی مصلحت کی خاطر ہے وہ حق رکھتا ہے جو چاہے حکم کرے۔ تمہارے لیے اللہ کے علاوہ کوئی ولی نہیں ہے، ناصر مددگار نہیں ہے نہ اسکے علاوہ کوئی اور باعث معتمد ہے۔ قرآن کریم میں نسخ کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا جو چیز اللہ نے بندوں کے لئے نازل کی ہے خیر ہے جو پہلے سے آسان ہے یا اصلح ہے۔

جبکہ اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ ایک مدت گزرنے کے بعد بیت المقدس کی جگہ قبلہ کعبہ قرار پائے گا۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ جو حکم پہلے بیت المقدس کیلئے تھا وہ بھی اللہ کا حکم تھا ابھی کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ اس سے مومن کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ کوئی مسلمان یہ تصور نہیں کرسکتا کہ بیت المقدس کی طرف

رخ کرنا مقدس تھا اور کعبہ کی طرف رخ کرنا مقدس نہیں ۔ایک مقدس اور دوسرا نامقدس نہیں ہے، روئے زمین پر بنائی گئی تمام مساجد اللہ کے گھر ہیں، لیکن کعبہ وہ واحد مسجد ہے جس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف دی ہے، جس کے بانی حضرت ابراہیمؑ ہیں ۔تغیر قبلہ میں ہمیں فلسفہ نسخ نظر آتا ہے، کیونکہ اس وقت کوئی چیز پریشان کن نہیں تھی، کوئی یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا، لیکن اللہ نے از خود رخ بدل دیا، لہٰذا وہ حکم جو نسخ ہوا وہ ایک خاص مدت کے لیے تھا۔اللہ تعالیٰ نے یہاں ہمیں بیت المقدس کی طرف متوجہ کر کے یہ بتانا چاہا ہے کہ دین اسلام میں تمام ادیان سماوی شامل ہیں ۔اس کے پیش نظر بیت المقدس آئندہ آنے والے دور میں یہ مقدسات میں شمار ہوگا، لہٰذا اللہ نے اپنے نبی کو مکہ سے بیت المقدس کی طرف سیدھا بھیجا تاکہ ثابت کرے اللہ کے پاس اس مقام کی عزت وعظمت اب بھی باقی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اُسے قبلہ اول قرار دیا ۔گذشتہ حکم کو منسوخ کیا اور کعبہ کی طرف متوجہ کیا ۔یہاں یہ کہنا مقصود تھا کہ وہ حکم پہلے زمانے میں خیر تھا، لیکن جو نیا حکم آیا ہے اس میں زیادہ خیر ہے ۔(سورہ تغابن ۱۶)

اس میں کوئی اختلاف نہیں ۔اختلاف اس میں ہے کہ ایک حکم جو قرآن میں تھا ایک اور آیت یا پیغمبرؐ کی سنت یا اجماع فقہا یا عقل سے اس حکم کو منسوخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

کُتب اہل سنت میں بہت سی احادیث ہیں جن میں آیا ہے کہ بہت سی آیات پیغمبرؐ پر نازل ہوئی لیکن نامعلوم وجوہات کے تحت یہ قرآن سے محو ہوئیں ہے یا اس قرآن میں دستیاب نہیں ہے ۔ان آیات کو منسوخ التلاوۃ اور منسوخ الحکم کہتے ہیں ۔

نسخ اور تحریف دو مترادف لفظ ہے:

اہل تشیع کہتے ہیں :اہل سنت والجماعت نسخ سے تحریف قرآن کے قائل ہوئے ہیں کیونکہ منسوخ **التلاوۃ** اور منسوخ الحکم آیات کا ہونا ،دونوں سورہ مبارکہ فصلت کی آیت ۴۲ کے خلاف ہے ۔کسی آیت یا حکم کا خود نبی کی حیات میں منسوخ ہونا مثال باطل ہونا کیا ہو سکتا ہے ۔لیکن اہل سنت کے بعض علماء فرماتے ہیں: تحریف اور نسخ دونوں یکساں نہیں دونوں میں فرق ہے ۔تحریف عمل انسان ہے نسخ عمل اللہ ہے ۔

لیکن یہ جواب درست نہیں، کیونکہ قرآن کریم سے آیات چھٹنے یا کسی آیات چھٹنے کی کوئی ہمیں خبر انسان خبر دیتا ہے یہ آیات چھٹ گئی ہے اس آیت پر عمل رک گیا ہے ہم نسخ کلی کے منکر نہیں کیونکہ تغیر قبلہ کو تسلیم کرتے ہیں، اس

پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ یہ آیت سے ثابت ہے۔اس نسخ کا منکر آیت اور روایت کا منکر ہے۔

نسخ ناپذیری قرآن:

قرآن کی قومیت، عزت و جاودانی کی دو بنیادیں ہیں:

۱۔قرآن کریم میں جو اصول و مبادی ہیں وہ ثابت، دائمی اور تغیر ناپذیر ہیں، لہٰذا زمانہ جس قدر بھی طول پکڑے انسانی زندگی ترقی، تمدن تغیرات سے گذرے یہ ثابت رہیں گے۔

۲۔ثابت اور متغیر میں ربط، تناسب اور توازن پایا جاتا ہے، چنانچہ آیت میں ہے کہ یہ کتاب تغیر ناپذیر ہے:

﴿لا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لا مِنْ خَلْفِهِ﴾ (فصلت ۴۲)

مسلمانوں کی عظمت، عزت اور غلبہ سب اس قرآن میں پوشیدہ ہے، لہٰذا کفار تمام تر قوت، طاقت اور ارادہ کے ساتھ کہتے تھے کہ قرآن کو نہ سنو، قرآن کی تلاوت کے موقع پر شور شرابہ کرو۔دنیائے کفر اپنی تمام کوششوں کے باوجود قرآن کو مغلوب نہ کرسکی اور نہ کرسکیں گے۔گذشتِ زمان کے ساتھ حالات تبدیل ہوئے ہیں لیکن قرآن تبدیل نہیں ہوا، کیونکہ اس میں موجود شریعت ثابت ہے۔

اعجازِ عددی یا تحریفِ الفاظی:

تحریفِ قرآن کا ایک مصداق یہ ہے کہ انسان کو اس قرآن سے نظام حیات سمجھنے اور اپنانے کے بجائے اُسے الفاظ میں مستغرق رکھا جائے تا کہ وہ صرف کلمات میں اُلجھتا رہے اور کبھی بھی وہ اس جال سے نکل کر حقائق و معارف کے عالم میں داخل نہ ہوسکیں۔

اسی کا ایک مصداق جسے آج کل بہت شہرت دی جارہی ہے وہ قرآن کا ''معجزہ عددی'' ہے یعنی قرآن کے کلمات حروف کی تعداد گن کر معجزات بتائے جاتے ہیں۔یہ چیز نا قابل فہم و درک ہے اور اس کا نا قابل فہم و درک ثابت ہونے کے بعد کوئی غیر مومن مسلمان نہیں ہوسکتا۔کوئی منکر نبوت اس کو سمجھ کر ایمان نہیں لائے گا۔

اعجاز عددی کے داعیوں کا کہنا ہے:قرآن کریم میں کلمات جیسے حروف مقطعات یا علم و جہل، کفر و ایمان غرض جتنے بھی کلمات قرآن کریم میں تکرار کی صورت میں آئے ہیں وہ ایک تناسب اور توازن کے تحت آئے ہیں ۔اس سلسلے اسی صدی کے آخر میں بعض حضرات نے کتابیں لکھی ہیں۔جیسے:

۱۔المعجز کشف اعجاز جدید فی القرآن کریم تالیف مہندس عندنان رفاعی ہے۔

۲۔معجزہ قرآن جدیلہ بنیۃ آیات وسور تالیف عمر نجدی

۳۔اعجاز عددی قرآن تالیف عبدالرزاق نوفل۔

اس کے علاوہ مجلّات جرائد میں بھی،اس اعجاز کے بارے میں مختلف زاویے سے بحث وگفتگو کی گئی ہے، لیکن یہ اعجاز،اس اعجاز سے مختلف ہے جس کی علماء نے تعریف کی ہے، بلکہ یہ اعجاز اپنی جگہ پیچیدہ ومرموز ہے۔کوئی ایسی امید نظر نہیں آتی کہ یہ آئندہ واضح ہوجائے گا۔لہٰذا علماء محققین کے نزدیک یہ اعجاز شکوک وشبہات کا باعث بنا ہے۔کہیں اس اعجاز کا سلسلہ نسب ''مذہب حروفی'' سے تو نہیں ملتا جہاں وہ حروف ابجد اور عددی پر زور دیتے ہیں ان کا کہنا ہے:

۱۔ہر عدد ایک خاصیت واہمیت کی حامل ہے جو دوسرے اعداد سے مختلف ہے۔

۲۔خود الفاظ اور کلمات کے تلفظات،اپنی خاص،خاصیت واثر رکھتے ہیں یہاں سے انہوں نے قرآن کریم کے سور اور آیات کے لیے خصوصیات،افادیت اور بے حساب اجر وثواب وضع کیا ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے بہت سی دعائیں اختراع کی ہیں، بلکہ بعض اوقات جب انہیں کوئی سند نظر نہیں آتی تو اسے خضر سے نسبت دیتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں: نبی کریم نے یا فلاں امام نے یا فلاں صحابی نے یہ دعا خضر سے سیکھی ہے، یہ دعا خضر نے نبی کو تعلیم ہوئی ہے، جبکہ خضر اپنی جگہ ایک مشکوک شخصیت ہیں، ایسی کوئی ہستی وجود میں نہیں آئی ہے، اگر آئی ہے تو زندہ ہے یا نہیں؟ان کی حیات کے صفحات کے بارے میں جو تصورات پیش کئے گئے ہیں وہ آیات قرآن ضروریاتِ مذہب سے متصادم ہیں۔

مذہبِ حروفی وہ مذہب ہے جس نے حروف واعداد کے ذریعے خلق اللہ کو صراط مستقیم سے منحرف کیا ہے۔

قرآن کریم کے دعوائے تحدی میں سے ایک معجزہ عددیِ قرآن ہے جو ایک عرصے سے اُسے پرچار کیا جارہا ہے۔اس اعجاز کے داعی قرآن کریم کے کلمات کے اعداد وشمار جمع کرکے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم اپنی تعداد کلمات کے انتخاب میں بھی اعجاز ہے یعنی قرآن نے اعجاز عددی یا توازن کلمات سے تحدی کیا ہے۔

معجزہ عددی کوئی معجزہ نہیں ہے، کیونکہ معجزہ کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک یہ ہے کہ اُسے سب

تسلیم کرے۔دوسرا یہ کہ علما اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ جائیں ۔انبیاء کا معجزہ سب ایسے ہی تھا۔عصاء موسیٰ اژدھا بن گیا، اژدھا پوری رعیت نے دیکھا۔

حضرت ابراہیمؑ، آگ میں جلے بغیر سلامت باہر نکل آئے جسے سب نے دیکھا۔عصائے موسیٰ سے دریا شگاف ہوا اور وہاں سے جاہل و عالم سب گزر کر نکلے۔ان تمام معجزات کے بارے میں ماہرین نے اپنی عجز و ناتوانی کا اعتراف کیا ہے جبکہ اعجاز عددی سے متعلق ابھی تک علما نے کوئی اعتراف نہیں کیا ہے۔

معجزہ عددی صرف چند افراد کے علاوہ کسی پر ثابت نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی فائدہ جس سے سب استفادہ کر سکیں۔اگر اس سے کوئی فائدہ یا تقویت ملتی بھی ہے تو وہ بھی صرف فرقہ حروفی کو ملے گی۔فرقہ حروفی کی پہلی برگشت فضل اللہ حروفی استر آبادی پر ہوتی ہے۔اور اگر اس سے آگے جائیں تو اس کا سرا مغیرۃ بن سعید ملحد اور اس سے آگے جائیں تو فیثاغورث سے ملتا ہے۔

اس فکر کے بانی فضل اللہ حروفی ہے جو ۷۴۰ھ میں پیدا ہوا اور ۷۹۶ھ میں واصل جہنم ہوا۔یہ لوگ اپنے آپ کو "اہل حق" کہتے تھے۔اہل حق وہی ہیں جسے بعض علی الٰہی کہتے ہیں: انہوں نے حروف کے لئے بہت سے فلسفے تراشے ہیں اور حروف سے ہی اللہ کو تشبیہ دی ہے۔ان کا کہنا ہے: الف اللہ کے پاؤں اور ع اللہ کی آنکھیں ہیں۔

لیکن فرق شناسوں کا کہنا ہے: یہ چیزیں دوسری ہجری میں مغیرہ بن سعید عجلی نامی شخص نے ایجاد کی ہے۔جو شیعہ غُلات میں سے تھا۔لیکن یہاں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ غُلات تنہا شیعہ نہیں ہوتے، بلکہ یہ تصور جو کبھی اللہ کو تنزل کر کے بندوں میں حلول دیتے ہیں اور کبھی بندے کو ریاضت کے نتیجے میں اللہ میں ضم ہونے کی بات کرتے ہیں۔یہ کھیل اور عقیدہ فرق مسلمین کے علاوہ، دیگر فرق و ادیان حتیٰ ملحدین، مسیحی کے گروہ میں بھی موجود ہے۔انہوں نے پہلے مرحلے میں جادہ مستقیم سے ہٹا کر کنارے پر لگانے کے لئے عبادات، چلہ کشی، لاتعداد نمازیں پڑھنے اور دعائیں وغیرہ جعل کی ہیں، یعنی یہ دعا پڑھیں تو یہ حاجت روا ہوتی ہے۔یہ دنیا کو اسباب و مسببات سے نکال کر خرق العادۃ میں لے گئے یعنی ہر انسان خرق العادۃ عمل کر سکتا ہے۔دعاؤں کی اکثر کتابیں اسی پر مشتمل ہیں۔اسی کی ایک مثال، قرآن کی بعض آیات و سورے کے بارے میں خصوصیات اور تلاوت کے اجر و ثواب والی روایات ہیں۔جس کی بنیاد پر بہت سے مسلمان اس قرآن کو معاشرے میں آئین و نظام کے طور پر پیش کرنے اور اس میں خود کو حصہ دار

اور داعی بنانے کے بجائے صرف تلاوت پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ چودہ صدیاں گزر گئیں لیکن ہر دن مسلمانوں کی ہر گلی میں تنہا قرائت قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے، پورے ملک میں احیائے نظام قرآن کی بحالی کے لئے کوئی گروہ نہیں نکلتا۔ کوئی کہتا ہے: فقہ حنفی نافذ کریں، کوئی حنبلی جبکہ کوئی جعفری کہتا ہے، کوئی نظام مصطفیٰ، کوئی مرتضیٰ، قرآن کا کوئی نام نہیں لیتا، جبکہ نظامِ اسلام، صرف قرآن اور سنت محمد ہے، نہ صرف محمدؐ، نہ کوئی امام اس نوعیت کی جتنی بھی کاوشیں قرآن کے متعلق کی گئی ہیں وہ تمام تر حروفی فکر سے متاثر ہونے کی واضح نشانیاں ہیں۔ جس کا مقصد ہمیں قرآن کے نظام سے دور رکھنا ہے۔

تلاوت قرآن کے بارے میں وارد اجر وثواب

تحریف الفاظی میں سے ایک تمام تر توجہات اور توانائیاں تصحیح قرائت، حفظ آیات، اور تلاوتِ قرآن میں توانائیاں صرف و محور رکھنا ہے، چنانچہ اس کا منہ بولتا ثبوت، عالم اسلام کے دو بڑی طاقت وقدرت والی مملکت کا کروڑوں بلکہ اربوں مالیت، صرف حفظ قرآن میں اعلیٰ نمبر لینے والوں کے لئے انعامات کی مختص کرنا ہے، لیکن قرآن سے متعلق کسی بھی موضوع جیسے: اقتصادی، سیاسی، اجتماعی اور اخلاقی میں تحقیق کرنے والوں کے لئے کوئی انعام رکھا ہو نہیں سنا ہے۔ معنی سے فکر و نظر اور توجہ ہٹا کر الفاظ و کلمات میں توجہات مرکوز رکھنے کا فلسفہ بھی مذہب حروفی سے جا ملتا ہے اور اس مذہب کو فروغ دینے والے وہ افراد ہیں جنہوں نے قرآن کی تلات کے اجر وثواب میں روایات گھڑی ہیں، بعض آیات جیسے ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾ (نمل:۶۲)

بعض سوروں کی خواص اور نماز میں بعض خاص سورے کا تعین کرنے کے علاوہ بے سند دعاوں کا مجموعہ پیش کیا ہے۔ یہ سب ہمیں قرآن کریم کے آئین زندگی سے منصرف رکھنے کی سازش ہے۔

فضیلتِ تلاوت قرآن میں جعل کی گئی احادیث کے بارے میں قرطبی کہتے ہیں:

وہ احادیث جو قرآن کے سوروں، آیتوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اسے جعل سازوں اور حدیث سازوں نے از خود گھڑی ہیں۔ اسی طرح ایک خاص گروہ نے اپنے اغراض و مقاصد کے لئے اسے جعل کیا ہے۔ بعض نے قول ملحدین و زندیق سے نقل کیا مثل؛ مغیرہ بن سعید کوفی، محمد بن سعید شامی جس کو الحاد کی بنیاد پر سولی پر چڑھایا گیا۔ ان میں سے ایک محمد ابن سعد ہے جس نے انس ابن مالک سے اور اس نے رسول خدا سے نقل کیا ہے کہ میں خاتم

الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر خدا چاہے۔ **"الا ما شاء اللہ"** اس نے یہ حدیث از خود اس لیے گھڑی، کیونکہ اس کے بعد اسے خود نبی بننے کی خواہش تھی۔ بعض نے روایات، اپنی نفس و خواہشات کی بنیاد پر گھڑی ہیں۔ ایک خارجی شیخ، توبہ کرنے کے بعد کہتا ہے: یہ دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے لیتے ہو۔ ایک وقت وہ تھا کہ میرا دل جب چاہتا میں ایک حدیث جعل کرتا تھا۔ بعض نے احادیث **قربة الی اللہ** اور ثواب کے لئے گھڑی ہیں۔

ان لوگوں نے بعض اعمال کے لئے بھی فضائل بنائے ہیں ابی عصمہ نوح ابن ابی مریم المروزی، محمد بن عکاشہ الکرمانی، احمد بن عبداللہ الجویباری وغیرہ نے ابی عصمہ سے پوچھا: تم نے عکرمہ اور ابن عباس سے ہر سورہ قرآن کے بارے میں جو فضیلت جو نقل کی اس کو کہاں سے لیا۔ تو اس نے کہا میں نے دیکھا لوگ قرآن سے روگرداں ہیں، قرآن کی طرف متوجہ نہیں اور فقہ ابوحنیفہ، مغازی محمد ابن اسحاق میں مصروف ہیں تو میں نے یہ حدیث ثواب کے لئے گھڑی لیا۔

ابوعمرو عثمان بن الصلاح اس قسم کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: کسی محقق، تحقیق کنندہ نے ان احادیث کے مصادر تلاش کیا، تو انہوں نے کہا ہماری جماعت نے ان احادیث کو جعل کیا ہے یہ احادیث جعلی اور خود ساختہ ہیں واحدی اور دیگر مفسرین نے ان احادیث کو تفسیر میں شامل کر کے غلطی کی ہے۔

فضلیتِ تلاوت قرآن اور ہر سورے کی تلاوت کے لیے جو اجر معین کیا ہے اس بارے میں صاحب کتاب **فوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة،** تالیف **شیخ السلام الامام محمد بن علی الشوکانی،** متوفی ۱۲۵۰ھ ق لکھتے ہیں: یہ زندقہ اور بعض کذاب پیشہ افراد نے از خود، وضع کی ہیں۔

ا۔ قرآن کریم کے فرقوں کی بنیاد پر ترجے:

غیر عربی زبان والوں کو قرآن سمجھنے کے لئے ان کی زبان میں قرآن کا ترجمہ ایک عقلی اور منطقی وجہ بن سکتا ہے، مزید بر آں آیت کریمہ میں مشکل الفاظ و کلمات کی تشریح کرنا بھی فہم قرآن میں مدد بن سکتا ہے لیکن ضعیف اور بے سند روایتوں کے سہارے اپنے فرقہ کے حق میں قرآن پر حاشیہ لگانا، یہ ایک بڑی تحریف ہے، جس کی وجہ سے اب قرآن کریم کو بطور مطلق نہیں اپناتے، بلکہ پوچھتے ہیں کہ کس فرقہ کا ترجمہ ہے؟ چنانچہ اس ملک کا آئین بناتے وقت جب آئین کا مصدر و مرجع قرآن کریم کو قرار دیا گیا، فرقہ پرستوں نے قرآن مطلق کے بجائے ہر فرقہ کی تفسیر کے

مطابق کی تجویز دی،لہٰذا ایک عرصے سے قرآن فرقوں سے مختص ہوا ہے۔فلاں فرقہ کا ترجمہ یا اس فرقہ کا ترجمہ۔ہر فرقہ نے الگ اور مختلف ترجمہ کرنے پر مصرہ لیکن بدقسمتی سے اس پر اکتفا بھی نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اپنے فرقہ کے طالب دانش وحقیقت کو دوسرے فرقے کے ترجمے پڑھنے پر بھی بندش وپابندی لگائی ہے۔نسلِ جوان، اس وقت بدترین پابندیوں سے گزر رہی ہے۔وہ انجیل،تورات، قصے،کہانیوں،سحر وجادو، جنسیات پر مشتمل کتابیں پڑھنے میں آزاد ہیں،لیکن دوسرے فرقوں کے ترجمے پڑھنے پر پابندی ہے، بلکہ بعض اوقات ترجمے کے نام سے خود قرآن کی بھی اہانت وجسارت کرتے ہیں۔کہتے ہیں کہ ہم اس کو مفت میں بھی نہیں لیں گے،اس کو لینے سے گریز کرو، یا بطور طنزیہ کہتے ہیں،اچھا آپ یہ پڑھتے ہیں۔

مسلمان اس وقت، پہلے سے زیادہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔جب قرآن،فرقوں کے ہاتھوں ٹکرا ہو رہا ہے اور اس پر آپ نے کوئی آواز بلند نہیں کی جو ایک حق کے مقابلے میں سکوتِ شیطانی ہے،لیکن آپ کا مختلف قرائت کے بارے میں چیخ وپکارنا قابل ہضم وفہم ہے۔

متشابہات قرآن:

۱۔تحریفاتِ لفظی میں سے ایک،آیات متشابھات کی بنیاد پر قرآن کریم کو حجیت سے گراتا ہے۔

قرآن کریم میں آیات محکم اور متشابہ دونوں آئی ہیں،ایک جگہ فرمایا:قرآن کی تمام آیات محکم ہیں:

﴿الر كِتابٌ أُحْكِمَتْ آياتُهُ ثُمَّ فُصِّلَت﴾ (ہود:۱)

۲۔دوسری جگہ فرمایا ہے،قرآن کی آیات متشابہ ہیں۔

﴿اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَديثِ كِتاباً مُتَشابِهاً﴾ (زمر۲۳)

۳۔ایک اور آیت میں فرماتا ہے بعض آیات محکم اور بعض متشابہ ہیں:

﴿هُوَ الَّذی أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتابَ مِنْهُ آياتٌ مُحْكَماتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتابِ وَ أُخَرُ مُتَشابِهات﴾ (آلعمران ۷)

قرآن کو حجت سے گرانے والے انہی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔آیاتِ متشابہات کی پیروی کرنے والوں کو منافق زلیغ القلوب کہا ہے۔

۲۔ہمیں پتہ نہیں کونسی آیات محکم اور کونسی آیات متشابہ ہے۔قرآن کریم میں آیات متشابہات اور محکمات کے درمیان فرق واضح نہ ہونا بذات خود اس پر عمل کرنے کی راہ میں مانع ہے،قرآن کو اللہ نے کتاب ہدایت اور آئین زندگی بنا کر بھیجا ہے اس میں طرح طرح کی تشابہات، پیچیدگیاں اور مشکلات رکھنے کی کیا منطق ہے۔

۳۔قرآن کریم میں آیاتِ متشابہ ہونے کو جواز بنا کر ظاہری معنی سے چشم پوشی کر کے باطنی معنی تلاش کرنے کے درپے ہوئے ہیں۔

ان آیات کو آپس میں متضاد و متعارض قرار دیتے ہیں، حالانکہ ان آیات کے درمیان آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

جس آیت میں کُل قرآن کو محکم قرار دیا ہے اس سے مراد آیت کا منظم ہونا ہے۔اس میں باہر سے کوئی خلل واقع نہیں ہوسکتا۔یہ ایک محکم بنیاد ہے،لوگوں کے لیے تحدی ہے۔یہ شگاف یا ضعف پذیر کتاب نہیں ہے۔

جبکہ دوسری آیت میں تمام کو متشابہ قرار دیا ہے، اس سے مراد ایک آیت، دوسری آیات سے مشابہ ہے۔یہ الفاظ اور معنی کا اعجاز او رفصاحت و بلاغتِ قرآن کریم ہے کہ یہ ایک جیسی نظر آتی ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی کو حسن و خوبی میں ایک دوسری پر برتری نہیں دے سکتے۔یہ موتیوں کا ایک حلقہ ہے۔بعض آیات محکم ہیں اس سے مراد وہ آیات ہیں جہاں اللہ کے کلام سے اللہ کی مراد واضح و روشن ہے اور جہاں معنی واضح و روشن نہیں اسے متشابہ کہا گیا ہے۔

آیات متشابھات کی چند قسمیں ہیں:

۱۔وہ آیات جن کا کوئی معنی نہیں بنتا اُسے رمز کہا جاسکتا ہے یا اُسے لانے کا کوئی مقصد ضرور ہوسکتا ہے،لیکن اصل معنی وہی نہیں۔جیسے حروفِ مقطعات، تمام اہل لغت کا اتفاق ہے ان کا کوئی معنی نہیں،کون ہے ان حروف کا معنی بتانے والا۔

۲۔وہ آیات جن کے حقائق اور گہرائی کو اللہ نے اپنے لیے مخصوص کیا ہے، جیسے آیت

﴿وَ عِنْدَهُ مَفاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُها إِلاَّ هُوَ وَ يَعْلَمُ ما فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ﴾ (انعام:۵۹)

ان آیات کے مفاد و معنی، آج بھی آسانی سے کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔

۳۔اُن کے لیے جو روزمرہ آیات کی تلاوت کرتے ہیں،لیکن ایک آیت یا ایک کلمے کا معنیٰ سمجھ میں نہیں آتا (محکمات و متشابھات)سمیت سب آیات متشابہ ہیں۔

اس سلسلے میں علمانے آیاتِ متشابہ کی حکمتوں کو واضح فرمایا ہے،جن کی چند حکمتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔انسانِ ضعیف وناتواں پر رحم وکرم ہے: کیونکہ اس کی بساط میں نہیں کہ وہ تحمل کرسکے۔اگر اس پر واضح ہوجائے تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائے گا،مثلاً وقتِ موت کو اللہ نے چھپا کر رکھا ہے اگر واضح کردیتا تو دنیا کو کون آباد کرتا، لوگ سستی وکاہلی میں مبتلا ہوجاتے اور ہر وقت خوف وہراس چھایا رہتا،لہذا اللہ نے ان کی موت کو اس سے مخفی رکھا ہے۔

۲۔امتحان وآزمائش کے لیے: ایک انسان جب کسی مخبرِ صادق کی خبر سنتا ہے تو وہ غیب پر ایمان لے آتا ہے،اللہ نے آیاتِ متشابہ پر ایمان لانے والوں کو مومن اور رہبانہ تراشی کر کے ایمان میں توقف کرنے والوں کو منافق کہا ہے۔

۳۔انسان محدود اور جاہل ونادان ہے: انسان کتنی ہی استعداد وصلاحیت اور علم رکھتا ہو وہ تمام حقائق کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا اور ہر چیز اس کے احاطہ میں نہیں آسکتی۔احاطۂ علمی مخصوص بہ ذات تعالیٰ ہے۔

آیاتِ متشابہ کے نام سے کُل قرآن سے روکنا:

۳۔کلمہ ''متشابہ'' سورہ مبارکہ آل عمران کی آیت ۷ میں آیا ہے۔اسی سے استناد کرکے کل قرآن سے روکا جا رہا ہے یہ خود درحقیقت آیت متشابہ سے استناد ہیں۔قرآن نے متشابہات کی پیروی کرنے والوں کو مرضِ قلب میں مبتلا متعارف کیا ہے۔

ان کی ان کاوشوں میں سے ایک تفسیر بالرائے ہے۔جس کی روایات میں شدت سے نہی ومذمت آئی ہے۔ان کا اپنی تمام باتوں سے مقصود قرآن کو معطل اور غیر قابل عمل تعارف کرنا ہے۔

جن لوگوں نے قرآن کے ظاہری آیات سے چشم پوشی کر کے الفاظ کے ماوراء سے کوئی اور معنی مراد لینے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

وہ اس سلسلے میں ذیل کے نکات سے استناد کرتے ہیں۔

۱۔قرآن اصلاً عام انسان سے مخاطب نہیں اس کا خطاب صرف اہل بیتؑ سے ہے۔

۲۔قرآن کی آیات کے ایک ظاہری اور ایک باطنی معنی ہے۔اصل معنی و مراد ظاہری نہیں، بلکہ باطنی معنی ہے۔ایک باطن سے سات یا ستر بطون ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۳۔اصلاً ہم فہم قرآن پر مامور نہیں۔

۴۔وہ روایات جن سے ذیل کے نتائج نکلتے ہیں۔

الف)۔صرف تلاوت پر اکتفا کریں۔قرآن پڑھنے پر بے حد اجر و ثواب ہے جو آخرت میں نجات کے لئے کافی ہے۔

ب)۔حدیث کے بغیر قرآن سمجھنا ناممکن ہے۔

ج)۔قرآن صرف گذشتہ مفسرین کے تقاسیر سے سمجھنا ہوگا۔

د)۔قرآن اور حدیث میں تعارض و تضاد دیکھنے کی صورت میں حدیث کو مقدم رکھیں۔

کتاب خدا کی چار قسمیں ہیں۔عبارت۔اشارہ۔لطائف۔حقائق۔

تحریفات معنوی کا ایک مصداق تفسیر باطنی ہے:

قرآن کریم کو حجیت اور استدلال سے گرانے کے حوالے سے کی جانے والی سازشوں میں سے ایک ظاہر قرآن و آیت الفاظ اور کلمات کے سیاق و سباق سے جو معنی سمجھ میں آتا ہے اسے غیر مراد، غیر حجت گردانا ہے اور ظاہر پر عمل کرنے سے منع کرنا ہے۔ان مذموم، مخدوش عزائم کو علماء اور مفسرین قرآن نے اپنی استطاعت کے تحت مسترد کیا ہے۔

نسفی نے اپنی کتاب ''العقیدہ'' میں لکھا ہے: قرآن، نصوص ظاہر پر مبنی ہے،اہل باطن ظاہر قرآن کو چھوڑ کر ایک اجنبی معنی کا دعویٰ کرتے ہیں جو الحاد ہے۔تفتازانی نے لکھا ہے: ملاحدہ کو باطنی کہتے ہیں، کیونکہ ان کا کہنا ہے یہ آیات اپنے ظاہری معنی میں نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہے، جسے اصل معلم کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ان کے اس دعویٰ اور عمل کا مقصد شریعت کو معطل کرنا ہے۔

آیت اللہ خوئیؒ نے قرآن کو ظاہر کے حجت سے گرانے والوں کی چھ دلائل پیش کیے ہیں۔

۱۔قرآن، مختص بہ مخاطبین ہے جو اہل بیت ہیں اس سلسلے میں انہوں نے مرسلہ شعب ابن انس سے امام صادق سے منسوب وہ گفتگو پیش کی ہے جس میں امام صادق نے ابوحنیفہ کو فتویٰ دینے سے منع کیا ہے کہ تم کتاب اللہ کو نہیں جانتے ہو اللہ نے یہ صلاحیت تم کو نہیں دی ہے اس طرح قتادہ فقیہ اہل بصرہ کو بھی کتاب اللہ سے استناد کر کے فتویٰ دینے سے منع کیا ہے۔

۲۔تفسیر بہ رائے ہے، کثیر روایات میں اس کی منع آئی ہے۔

۳۔قرآن کے معانی انتہائی بلند شامخ و غامص ہیں عام انسانوں کی ادراک وہاں نہیں پہنچ سکتی ہے۔

۴۔پتہ ہے کہ قرآن میں عمومات کے لیے تخصیص ہے اور مطلقات کے لیے تقید ہے لہٰذا مخصصات ومقیدات کے بغیر عمومات و مطلقات کو سمجھنا ممکن ہے۔

۵۔متشابھات کی پیروی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۶۔قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے اس تحریف کو تسلیم کرنے کے بعد فہم قرآن کی ادعا بے معنی ہے۔

آیت اللہ خوئیؒ نے ان تمام متشابھات کی یکا یک جواب دیا ہے، لیکن بعض جوابات میں آپ نے ایک محقق و معتبر رجال شناس ہوتے ہوئے ابوحنیفہ اور امام صادقؑ کی ملاقات کے درمیان ہونے والی گفتگو پر صرف توجیہ کرنے پر اکتفا کیا ہے، لیکن ان کے درمیان کوئی ملاقات ہوئی ہے یا نہیں۔ اس بارے میں کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے یہ ایک سوالیہ فقرہ ہے؟ اس ملاقات میں تین فریق ہیں، تینوں میں سے ایک کو ثابت کرنا ضروری ہے۔

۱۔امام جعفر صادقؑ کا عراق تشریف لانا کسی معتبر و مستند تاریخ سے ثابت ہونا ضروری ہے۔

۲۔ابوحنفیہ کا جو فقیہ عراق ہیں آپ کا مدینہ کی طرف سفر کا وقت، تاریخ اور وجہ معلوم نہیں۔

۳۔منصور دوانقی نے امام کو اپنے ساتھ بغداد میں لایا ہو یا کسی شخص کو حکم دیا ہوا کہ امام صادقؑ کو حاضر کریں۔

ان کے علاوہ قتادہ فقیہ بصرہ ہیں اور ابوحنیفہ فقیہ عراق ہیں آپ دونوں شرعی مسائل بتانے کی اہل نہیں تو بتائیں اس عالم اسلامی میں ان دونوں کو نکالنے کے بعد کون رہے گا جو ان سے اونچا ہو؟ باقی اشکالات کے جواب کے لیے ''قرآن سے پوچھو'' میں رجوع کریں۔

جن لوگوں نے حجیت ظاہر قرآن کو گرایا ہے فرقہ باطنیہ ہیں جنہوں نے فکر اسلامی پر کاری ضربت لگائی ہے۔اس فرقہ کے بارے میں سید جمال الدین افغانی نے بتایا ہے۔ان کی فکر ہی مسلمانوں کے اقتدار کے زوال کا سبب بنی،اور مسلمانوں کی فکر میں انحطاط شروع ہوا ہے۔جس دن سے فرقہ باطلہ باطنیہ ظہور میں آیا ہے۔۔حشویہ کے بارے میں شہید مطہری فرماتے ہیں یہ بدترین شکل جمود اور رجعت کی مثال ہے۔جس دن انہوں نے حجیت ظواہر قرآن کو چھوڑا گویا انہیں قرآن کا اعتبار نہیں۔انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قرآن نہ پڑھو، کہا ہے پڑھو، اسے بوسہ دو لیکن سمجھنے کی کوشش نہ کرو، یہ ایک بڑی ضربت ہے جو عالم اسلام پر لگائی گئی ہے۔

قرآن فہمی اہل بیت سے غیر متوسلین کے لئے شجرۂ ممنوعہ ہے:

یہ فکر ابتداً میں فرقہ ضالہ باطنیہ نے اختراع کی۔اس کے بعد اخبار گراوں نے اس کو فروغ دیا، پھر دین و شریعت کے جاہل و نادان حامیوں نے آنکھ کان بند کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کی۔ان سے سوال ہے آپ جو محمدؐ پر صلوات بھیجتے ہیں، آپ جو قرآن کو چومتے ہیں اور صبح و شام اس کی تلاوت کرتے ہیں، اللہ کے حضور میں نماز پڑھتے ہیں، دوستداری اہل بیتؑ پر ناز کرتے ہیں۔کیا ابولہب مشرک و دشمن رسول و رسالت سے بھی نافہم ہیں جہاں ابولہب اپنے بارے میں نازل سورہ کو سمجھ لیا۔کیا ولید بن مغیرہ سے بدتر ہیں جو نبیؐ کا سخت دشمن تھا اور اسی دشمنی میں وہ دنیا سے گیا ہے۔قریش نے اس سے کہا کہ: ''اے عبدالشمس یہ محمدؐ کیا کہتے ہیں، شعر کہتے ہیں یا یہ کہانت ہے۔''تو مغیرہ نے کہا: ''مجھے مہلت دے دو میں ان کے کلام کو سنوں گا۔'' وہ محمدؐ کے پاس گیا اور کہا کہ: ''اے محمدؐ مجھے شعر سناؤ۔'' تو پیغمبرؐ نے کہا: ''یہ شعر نہیں، اللہ کا وہ کلام ہے جسے اللہ نے اپنے ملائکہ اور رسولؐ کے لئے پسند کیا ہے۔''تو اس نے کہا: ''اچھا اسی سے کچھ سناؤ''تو پیغمبرؐ نے فرمایا:

﴿**ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان**﴾ ولید پر رعشہ طاری ہوئی اور ڈرتے ہوئے اپنے گھر چلا گیا اور گھر جا کر چھپ کر بیٹھ گیا۔قریش مایوس ہو کر ابو جہل کے پاس گئے جو ولید کے برادر زادے تھے۔انہوں نے کہا اے اباحکم آپ کو پتہ ہے عبدالشمس دین محمدؐ میں چلا گیا وہ ہمارے پاس سے گیا اور واپس نہیں آیا، تو ابو جہل ولید کے پاس گیا اور کہا آپ نے ہمارا سر نیچے کر دیا اور ہمیں شرمندہ کیا۔اب دشمن ہمیں ملامت کرتا ہے کہ تم دین محمدؐ پر چلے گئے ہو تو اس نے کہا کہ میں اس کے دین پر نہیں گیا لیکن میں نے اس سے ایک ایسا کلام سنا ہے، جس سے جسم پر لرزہ طاری

ہو گیا۔

تو آپ لوگ سے سوال ہے کہ دشمن اسلام ولید کو یہ آیت سمجھ گئی آپ کو یہ آیت کیوں سمجھ میں نہیں آئی؟

بعثت کے ابتدائی دور میں ایام حج سے پہلے ایک دن قریش جمع ہوئے، تا کہ حج کے موقع پر باہر سے آنے والے حجاج جو سوالات محمدؐ کے بارے میں کریں گے سب کو ایک ہی جواب دیا جائے اختلاف نہ ہو جواب سب کا ایک ہو اور ایک دوسرے کو نہ جھٹلائیں۔ ولید نے کہا لوگ پوچھیں گے کہ محمدؐ کیا ہے تو آپ کیا جواب دیں گے تو لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہے تو ولید نے کہا اللہ کی قسم اس کے زمزمے اور اس کی سجع میں کاہن کی بو تک نہیں آتی ہے۔ تو لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے وہ دیوانہ ہے، تو ولید نے کہا واللہ وہ دیوانہ بھی نہیں ہے، نہ وہ وسوسہ کرتا ہے اور نہ بے اختیار اور قابو سے باہر ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے یہ شاعر ہے تو ولید نے کہا: ہم نے شاعروں کو بھی سنا ہے ہمیں پتہ ہے کہ شاعر کیا اور کیسے بولتا ہے۔ ہم نے ہر قسم کے رجز سنے ہیں۔ تو پھر ہم کہیں گے ساحر ہے تو ولید نے کہا وہ ساحر بھی نہیں، کیونکہ نہ وہ پھونکتا ہے اور نہ ہی گرہ لگاتا ہے، اللہ کی قسم اس کی بات میں مٹھاس و تازگی ہے، گہرائی میں جائیں تو گہرا ہے، اوپر کی دیکھیں تو ثمر بخش ہے، یہ انہیں کوئی بشر نہیں سکھا سکتا، چنانچہ ان سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ حجاج کو محمدؐ سے ملنے سے روکیں اور محمدؐ کی تلاوت کو سننے نہ دیں، کیونکہ ہم محمدؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی چارہ نہیں بہتر ہے اس سے کچھ نہ سنیں۔

اس گفتگو سے معلوم ہوا ولید جو مشرک، کافر اور دشمن اہل بیتؑ تھا بغیر اہل بیت کے قرآن کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔

طفیل بن عمرو دوسی قبیلہ دوس کے سربراہ اور رئیس تھے، وہ حج کی نیت سے مکہ آئے، تو قریش ان کے پاس گئے۔ دوسی کہتے ہیں: وہ لوگ مجھے ہمیشہ ہوشیار کرنے کیلئے آئے تھے کہ محمدؐ کے پاس نہیں جاؤں اور ان سے کچھ نہیں سنوں۔ جس پر میں بھی کانوں میں کپاس بھر کر مسجد الحرام میں جاتا تھا، تا کہ ان کی آواز مجھ تک نہ پہنچے۔ ایک دن رسول اللہ کعبے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے ان کی کچھ آیات سنی تو مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اپنے نفس سے خطاب کر کے کہا تمہاری ماں تم پر روئے تم تو ایک عاقل شاعر ہو۔ اور حسنِ کلام اور کلام قبیح میں تمیز کر سکتے ہو، شاید اسی لئے مجھے انہیں سننے سے منع کیا گیا ہے۔ پس میں غور سے سننے لگا یہاں تک کہ محمدؐ اُٹھ کر چلے گئے۔ تو میں ان کے

پیچھےان کے گھر گیا اور کہا: محمدؐ آپ کی قوم نے مجھے آپ کی باتیں سننے سے ڈرایا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی بھی بھر دی، لیکن آج آپ کا کلام سنا۔ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں مجھے بتائیں۔ پیغمبرؐ نے اس کے سامنے اسلام رکھا اور کچھ آیات پڑھیں۔ وہ کہتا ہے میں نے اس جیسا کلام پہلے کبھی نہیں سنا تھا، چنانچہ میں نے وہیں اسلام قبول کیا۔ بتائیں طفیل بن عمرو نے کون سے مفسر سے درس قرآن لیا تھا؟

۳۔ عمر ابن خطاب اپنی قوت اور شجاعت وجرأت پر مغرور انسان تھے، جب بعض مہاجرین ومومنین ہجرت کر کے حبش گئے تو ایک دن نیام سے تلوار نکال کر پیغمبرؐ کو قتل کرنے کی نیت سے نکلے۔ راستے میں نعیم بن عبداللہ سے ملاقات کی۔ نعیم بن عبداللہ نے ان سے کہا: بہتر نہیں کہ تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کے مسائل کو دیکھو اور انھیں سنبھالو۔ تمہارے چچازاد بھائی سعید بن زید اور فاطمہ بن خطاب دونوں مسلمان ہو کر دین محمدؐ کو اختیار کر چکے ہیں۔ یہ سن کر عمر اپنے گھر آئے تو اس وقت ان کی ہمشیرہ (بہن) اور بہنوئی قرآن پڑھ رہے تھے انھوں نے یہ دیکھتے ہی بہن اور اسکے شوہر کو مارنا شروع کیا۔ دونوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں تم جو چاہو کرو۔ اس پر عمر نے کہا جو تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی دکھاؤ۔ ان لوگوں نے کہا تم پہلے قسم کھاؤ یہ ہمیں واپس کرو گے اور دوسرا غسل کر کے آجاؤ تا کہ اسے مس کر سکو۔ عمر نے کہا کہ تم پڑھ کر سناؤ تو انہوں نے سورۂ طٰہٰ کی چند آیات پڑھ کر سنائیں، اس پر آپ نے کہا کہ کتنا اچھا کلام ہے بتائیں حضرت عمرؓ کو آیات کی تفسیر کس نے سکھائی تھی۔

کہتے ہیں کسی علاقے کے سربراہ نے خط لکھا اور اپنے بہترین اشعار میں سے چند شعر بھیجنے کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں چند آیات سورہ بقرہ لکھ کر ساتھ میں یہ بھی لکھا کہ جب سے ہمارے نبیؐ پر یہ قرآن نازل ہوا ہے، ہم شعر گوئی کے بجائے یہ آیات تلاوت کرتے ہیں، لیکن آپ کی محفلیں قرآن کو چھوڑ کر انحرافات اور جھوٹ سے پر اشعار سے گونجتی ہیں۔ جبکہ وہ سب آپ کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں۔

ایک طویل عرصہ سے مسلمان، قرآن سے مجالس اور محافل کی ابتدا کرنے، خطاطوں کی فن خطاطی اور صبح شام تبرک اور ثواب کی غرض سے تلاوت کتنے تک خود کو محدود کر چکے ہیں۔ اگر کسی نے اس سے آگے کوئی قدم اٹھایا بھی ہے تو وہ تجوید، مخارج لفظ، یا صرف ونحو، بدیع بیان اور دیگر علم لسانیات سے متعلق ہے۔ اس صورت سے نکلنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی یہاں عقول پابند سلاسل ہیں۔ دوسری طرف، اگر اہل مدارس سے اس کتاب مہجور کے بارے میں

تعاون کی درخواست کی جاتی ہے تو ارباب مدارس کہتے ہیں کیا آپ کو ہماری یہ بلند وبالا عمارتیں اور دن رات کی بیداری نظر نہیں آتی، ہم نے ایسی کتاب کو سمجھنے کیلئے اتنے سارے اہتمامات کئے ہیں۔ اگر مدرسے میں مقدمات فہم قرآن سے متعلق استفسار کیا جائے کہ حضور یہ مقدمات کتنے سال میں تیار ہوں گے اور خود قرآن کو سمجھنے کا دور کب آئے گا؟ جواب میں فرماتے ہیں: اس کے لیے یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اعلیٰ درسگاہوں میں جانا ہوگا، لیکن جب ان سے اس کتاب مجہور سے متعلق سوال کیا جاتا تو جواب دیتے ہیں ہم پہلے پہل اس میں فقہ اور اصول پڑھائیں گے، جن کے ختم ہونے کے بعد قرآن از خود سمجھ آجائے گا اس میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔

ان کے دروازے سے مایوس ہونے کے بعد جب ہم ان کے بقول برگزیدہ فقہاء کے پاس جاتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ حضور آپ اس کتاب پر کس حد تک توجہ اور عنایت رکھتے ہیں؟

تو آپ فرماتے ہیں: ہمارے تمام احکام پہلے اس کتاب سے دوسرے مرحلے میں ہم سنت سے استناد کرتے ہیں۔ گویا مصادر اربعہ میں سے قرآن ان کا پہلا مصدر رہے، لیکن جب ہم ان کے مکتوب وبحوث کے ذخائر کو دیکھتے ہیں تو جگہ جگہ یہ حدیث اور سابقہ فقہا کے اقوال وفتویٰ استناد کرتے ہیں، لیکن اس کتاب کے بارے میں کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ کو اسلامی ملکوں میں قرائت، تجوید اور لحن سیکھنے کے لئے اربوں، کروڑوں کے انعامات دینے کی خبریں تو ضرور ملیں گیں، لیکن ابھی تک قرآن کریم کو آئین زندگی کے عنوان سے تحقیقی مقالوں یا ایک درسگاہ قائم کرنے کی کوئی بات سننے میں نہیں ملے گی۔ اس صورتِ حال سے، قرآن کی مہجوریت عیاں ہوتی ہے، جیسا کہ سورہ مبارکہ فرقان کی آیت میں درگاہ اللہ میں شکایت کی گئی ہے۔

﴿وَ قالَ الرَّسُولُ یا رَبِّ إِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوا هذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً﴾ (فرقان: ۳۰)

اس پر سب سے زیادہ اصرار اور تاکید کرنے اور فہم قرآن سے روکنے والے ڈنڈا بردار گروہ فرقہ باطنی اور اسماعیلی ہیں۔ انہوں نے قرآن قابل فہم نہ ہونے کے حکم کو جاری رکھنے کے لئے چند مراحل کے تحت قرآن کو معطل کرنے کے لئے مذموم عزائم استعمال کیے ہیں جو وہ کافی حد تک ان عزائم میں کامیاب بھی رہے۔

اس کاوش کے مبتکر اولی فرقہ باطنیہ اور اس کی شاخیں ہیں ذیل میں ہم اس سلسلہ میں فرق شناس اور ماہرین ادیان شناسی کے ماہرین اقوال ونظریات پیش کرتے ہیں۔

[فرق بین الفرق ص ۲۸۱] پر لکھتے ہیں: باطنی کے کئی فرقے ہیں لیکن ان میں نمایاں یہ فرقے ہیں:

۱۔قرامطہ ۲۔اسماعیلیہ ۳۔سبعیہ

۴۔خرمیہ ۵۔بابکیہ ۶۔محمرہ

یہ تمام فرقے دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان فرقوں کے بارے میں کتب التبصیر ص ۸۳، سفارنی ص ۸۲ تاریخ ابن الاثیر فی حوادث ص ۲۷۸ وسنہ ۲۸۶ وسنۃ ۲۸۹ وسنۃ ۳۵۱ وسنۃ ۳۱۱ وسنہ ۳۱۷ میں دیکھیں۔

عبدالقاھر کہتے ہیں: مسلمانوں کے اکثر فرقوں پر باطنیہ کی ضرب، یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ ہے، بلکہ دھریہ اور دیگر فرقِ کفر سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ ان تمام کی نسبت، دعوت باطنیہ سے جو گمراہ ہوئے ہیں کئی گنا زیادہ ہیں۔اصحاب مقالات نے لکھا ہے: دعوت و مذہب باطنیہ کی بنیاد رکھنے والے ''میمون بن دیصان'' المعروف بالقداح ہے۔فہرست ابن الندیم فی الفہرس ص ۲۷۸ پر ملاحظہ کریں۔

دیصان، امام صادقؑ کے موالی میں سے تھا وہ اہواز سے تعلق رکھتا تھا ان میں سے ایک محمد بن الحسین الملقب بہ دندان ہے یہ اور میمون بن دیصان سجن (دندان) والی عراق میں جمع ہوئے اور وہاں مذہب باطنیہ کی بنیاد رکھی اور وہاں سے نکلنے کے بعد دندان نے اپنی دعوت کا آغاز ''توز'' سے کیا اور اس کے دین میں بہت سے لوگ شامل ہوئے، پھر میمون بن دیصان مغرب گیا، وہاں اس نے اپنے تعارف کو عقیل ابن ابی طالب سے نسبت دی۔جب اس کی دعوت میں لوگ شامل ہوئے تو اس نے دعویٰ کیا میں ''محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق'' سے تعلق رکھتا ہوں۔جبکہ محمد بن اسماعیل لاولد مرے تھے پھر ان کی دعوتِ باطنیہ ہیں حمدان قرمط شامل ہوا، پھر فرقہ قرمط سے منسوب ہوا۔پھر اس کی دعوت میں ابوسعید جنابی شامل ہوا پھر ان لوگوں نے بحرین میں غلبہ حاصل کیا۔

اصحاب تاریخ لکھتے ہیں: دعوت باطنیہ مامون کے زمانہ میں شروع ہوئی اور معتصم کے زمانہ میں نشر ہوئی، معتصم کے لشکر کے سربراہ افشین نے اسے قبول کیا۔

اصحاب تاریخ لکھتے ہیں: دین باطنیہ کی بنیاد اولاد مجوس پر تھی، لیکن مسلمانوں کے ڈر سے وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتے تھے انہوں نے آیاتِ قرآن اور سنتِ نبوی کو اپنے مذہب کے مطابق تفسیر کی ہے۔یہ لوگ آتش پرست تھے، انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور آگ کو مسجد میں لے گئے، انہوں نے کہا مسجد میں آگ جلانی چاہیے، تاکہ

وہاں پر خوشبو و روشنی ہو۔ برامکہ نے مامون کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کعبہ میں آگ لگائیں، تا کہ وہاں خوشبو ہو تا کہ پتہ چلے یہ آگ کا گھر ہے یہی ایک سبب تھا کہ انہوں نے برامکہ پر قابو پالیا۔ مزید تفصیل کے لئے کتاب الفرق بین الفرق سے رجوع کریں۔

[**موسوعة الميسرة** ج ۲ ص ۹۸۱] پر لکھتے ہیں:

یہ کافر مجوس تھے یہ کفر کو اپنے اندر چھپا کر محبت اہل بیت کے ذریعے مسلمانوں میں گھسے۔ انہوں نے تصوف اور فلسفہ کو ملایا اور کہا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر وہ ہے جسے محمدؐ لائے اور اسے تنزیل بھی کہتے ہیں اور باطن سے مراد علم تاویل ہے ان کی مراد اسلام کو محکوم کرنا تھا۔

صاحب کتاب مناھل العرفان ج ۱ ص ۵۴۲ پر، کہتے ہیں: باطنیہ ایک قوم ہے، جنہوں نے ظاہر قرآن اٹھانے کو رد کیا اور کہا قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور اللہ کی مراد باطن ہے، اور آیت (حدید ۱۳) پیش کیا۔

قرآن کو اس کے ظاہر سے ہٹا کر تاویل کرنے کی ام البدعۃ ہے، چونکہ اسی سے تمام فرق و مذاہب وجود میں آئے ہیں، سب سے پہلے اسلام میں بدعت کی بنیاد رکھنے والے مرتدین تھے، وہ کہتے تھے زکوٰۃ صرف رسول اللہ کو دی جاتی ہے غیر رسول اللہ کو نہیں دی جاتی۔ یہاں سے تاویلات شروع ہوئیں۔

ڈاکٹر محمد جواد مشکور اپنی کتاب فرہنگ فرق اسلامی میں لکھتے ہیں:

فرقہ باطنیہ کا کہنا ہے: ہر چیز کا ایک ظاہر اور باطن ہوتا ہے۔ اسی اصول کے تحت یہ آیات قرآنی اور احادیث کو تاویل کرتے ہیں، کہتے ہیں ان کے ظاہر درست نہیں بلکہ یہاں باطن مراد ہے اس کے معنی پوشیدہ ہیں، ہر شخص انھیں درک نہیں کرسکتا لہٰذا بشر امام کا محتاج ہے، کیونکہ وہ ظاہر کو تاویل اور باطن کو روشن کرتے ہیں۔ باطن کو باطنی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز یعنی قرآن و حدیث کا ایک باطن ہوتا اور ایک ظاہر جو چھلکا ہے اور باطن مغز جیسا ہے جیسے بادام۔ انہوں نے اپنے اس مدعا میں سورۂ حدید کی آیت ۱۳ کو شاہد کے طور پر پیش کی ہے۔

آیاتِ احکام سے مراد باطن لیتے ہیں۔ یہ چیز اسماعیلی فاطمیوں کی کتب سے سامنے آئی ہے جو حال ہی میں کتب اسماعیلیوں سے ملی ہیں، ان سے پتا چلتا ہے اسماعیلی ابتدا ہی سے باطنی تھے۔ انہوں نے اپنی فکر و آئین کو نظام باطنیہ پر قائم کیا ہے۔ انکا کہنا ہے: تنزیل کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، ایک خاص ہے اور ایک عام۔ لوگ

آیاتِ قرآنی، احادیث اور احکام شرعی کو باطنی اور حقیقی قرار دیتے ہیں۔ الفاظ ظاہر ہیں جو باطن سے بالکل مختلف ہے۔ ان کے نزدیک ظاہر و باطن دونوں کا الگ الگ میدان ہیں۔ وہ قرآن مقدس کے ہر دستور و آئین اور تمام اخلاق کے معنی کو رمزی اور باطنی قرار دیتے اور کہتے ہیں باطنی دین صرف اسماعیلیوں کے لئے ممکن ہے۔ یہاں تک انہوں نے حروف و ہندسہ کو بھی باطنی قرار دیا ہے۔ انہوں نے تنزیل کے مقابلے میں تاویل لائے ہیں۔ ان کے جتنے منابع ہیں ان کی بازگشت حقیر بن سعید کی طرف ہے جو رہبر غلات ہے، سب سے پہلے مسلمانوں میں اس نے عقیدہ غلو پھیلایا ہے، اس نے تمام حروف تہجی کو رمزی قرار دیا۔ وہ کہتا ہے جس امانت کا ذکر اللہ نے سورہ احزاب آیت ۷۲ میں کیا ہے جسے زمین و آسمان و پہاڑوں کو بھی پیش کی گئی وہ خلافت علی تھی۔ ابو منصور حلاج رہبر غلات منصوریہ نے بھی قرآن کی تاویل کی ہے اس نے قرآن کو آئمہ اطہار سے تشبیہ دی ہے اور زمین کو اس کے پیرو کاروں سے مثل دی ہے۔

ان کا کہنا ہے کعبہ نبی اور رباب علی ہے، صفا نبی اور مروہ علی ہے، ابراہیم کو آگ میں جلانا غصب نمرود کو جلانا ہے، عصا موسیٰ سے مراد خدا کی حجت ہے۔ یہ وہ خرافات فاسدہ ہیں جو اسلام و مسلمین پر لگائی گئی ہیں، یہ شریعت و دین کو گرانے کی مذموم کوشش ہے۔

قرآن کا ایک ظاہری معنی اور ایک باطنی معنی ہے ظاہری معنی وہی ہے جو تنزیل آیات اور ظاہر عبارت سے واضح ہے سمجھ میں آتا ہے، لیکن باطن، ظاہر لفظ سے ہٹ کر یا ظاہر لفظ کے خلاف کوئی اور معنی ہے غیر نا قابل فہم وہضم ہے۔ اس سلسلہ میں فرقہ باطنیہ نے مختلف نام سے قرآن کو ظاہری الفاظ سے ہٹا کر کسی اصول، ضابطے اور معیار کے بغیر از خود جعل کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ کبھی اسے تفسیر باطن، تفسیر رمزی، کبھی تفسیر عرفانی، کبھی تفسیر صوفی اور کبھی تاویل قرآن کہتے ہیں۔ تفسیر باطنی کے داعیوں کا زیادہ تر اعتماد تاویل آیات پر ہیں جو کہ تیسری صدی میں محمد سہل ابن عبداللہ تستری متوفی ۲۸۳ کی تفسیر سے اخذ کیا ہے۔ تستری کا نام بڑے علما اور عرفا میں لیا جاتا ہے، انہوں نے ایک تفسیر بصوفی طرز پر پیش کی ہے، انہوں نے آیات اور کلمات سے ہٹ کر حروف کے لیے بھی معنی وضع کیا ہے۔ باء سے بہاء اللہ، سین سے سناء اللہ، میم سے مجد اللہ، یا جواز تاویل سے کرتے ہیں۔

باطن کے دو مصداق:

علماء نے باطن کے دو مصداق بیان کئے ہیں۔ ایک مصداق وہ باطن ہے جو ظاہر کلام سے متصادم نہیں ہے

۔عقلاء اور علماء کلام کے سیاق اور سباق ،متکلم کی حالت تکلم سے کوئی معنی اخذ کرتے ہیں ۔اس قسم کے معنی میں اگر قرائن وشواہد ملتا ہےتو کوئی حرج نہیں ،لیکن سب سے اعلیٰ وارفع اولی امنع دلالت ،دلالتِ مطابقتی ہے۔

دوسرا وہ باطنی معنی جو ظاہری معنی سے مطابقت کی بجائے بالکل متصادم اور غیر مربوط ہوں ،ایسے معنی کو اخذ کرنے کی کوئی دلیل اور منطق نہیں ملتی ۔

فرقہ باطنیہ میں قرامطہ ،اسماعیلیہ ،صوفیہ ،بعض غالی اور بعض فلاسفہ شامل ہیں ۔ان میں سے سب سے شریر ضال وگمراہ قرامطہ ہے ،انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن اور اسلام کا ایک باطن ہے جو ظاہر قرآن کے خلاف ہے ۔ کلمہ صلاۃ جو قرآن میں آیا ہے اس سے مراد یہ نماز نہیں ،کیونکہ یہ صرف عام لوگوں کے لیے حکم ہے ،جبکہ خواص کی نماز ہمارے اسرار کو سمجھنا ہے ۔اسی طرح صیام سے مراد ہمارے اسرار کو چھپانا ،حج اپنے مقدس شیوخ کی زیارت کو جانا ہے ،جنت خواص کے لیے دنیا میں لذت اٹھانا اور شریعت کے بوجھ کو اٹھانا جہنم کا نام ہے ،کلمہ دابہ جس کا ذکر قرآن میں ہے ،اللہ اسے لوگوں کے لیے نکالیں گے وہ عالم ناطق ہے ۔اسرافیل جو نفخ سور کرتے ہیں وہ عالم ہے جو لوگوں کے دلوں پر نفخ کرتے ہیں ،جبرائیل عقل فعال ہے ۔علم ،عقل اول ہے ۔

فرقہ باطنیہ ،قرآن کو ظاہر سے ہٹا کر تمام احکام شریعت سے باطنی معنی اخذ کرتے ہیں ۔آیت اللہ خوئیؒ ساحتِ قرآن سے اس سوئے نیت کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اسلام کو باطن سے منہدم کرنے کے لیے مجوس و یہود اور صلیب کے اخلاقی اتحادی تنظیم ہے ۔انہوں نے سب سے پہلے قرآن کو حجت سے گرانے کے لیے تاویل کو اٹھایا ہے ۔تاویل اور باطن کو مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہے ۔انہوں نے تمام عبادات کی تاویل کی حتیٰ کہ تکالیفِ شرعیہ کو ساقط کیا ہے ،اسلام سے عداوت رکھنے والے گروہ یا وہ لوگ جو اسلام سے نکلے تھے انہوں نے اس گروہ اور اس بدعت سے تمسک کر کے آیات کی تاویلات پیش کیں ۔

معنائے تاویل:

تاویل ،قرآن کریم میں تین معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔تاویل آیات متشابہ: یعنی وہ آیات جن کے معنی ،ظاہری طور پر واضح نہیں اس کا ظاہر عقل اور نقل دونوں

حوالے سے قابل قبول نہیں۔ یعنی کل آیات کے سیاق وسباق جوڑنے کے بعد لفظ سے معنی اخذ کرتے ہیں۔ اسی کو تاویل کہتے ہیں۔

۲۔ تاویل سے مراد تعبیر خواب ہے جیسے سورہ یوسف میں آئی ہے۔

۳۔ کسی فعل اور کسی چیز کی عاقبت کے لیے استعمال ہوا ہے،

﴿وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ إِذا كِلْتُمْ وَ زِنُوا بِالْقِسْطاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلا﴾ (اسراء۳۵)

﴿فَإِنْ تَنازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلا﴾ (سباء۵۹)

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلاَّ تَأْوِيلَه﴾ (اعراف۵۳)

میں آیا ہے۔

تصوف:

دوسرا فرقہ صوفیہ ہے، کیا تصوف کسی عقیدے یا مکتب فقہ کا نام ہے یا کسی علم کا نام ہے یا یہ پیوندار لباس پہننے، ہاتھ میں تسبیح لینے کسب، عمل اور تعلیم وتعلم کو چھوڑ نے صرف خلوتوں میں اللہ اللہ کرنے اور اپنے طریقے سے بے کار، ست اور بے روزگاری سے تعیش کرنے کا نام ہے۔ اسلام تصوف کے بارے میں کیا کہتا ہے آیا اسلام تصوف کو تسلیم کرتا ہے؟ یا اسے مسترد کرتا ہے حقیقت میں تصوف نہ کسی عقیدہ کا نام ہے نہ اخلاق، نہ فقہ، نہ وہ شیعہ ہے اور نہ وہ سنی، کیونکہ شیعہ اور سنی کے درمیان بنیادی فرق خلافت علی کے بارے میں نص نبی ہونے یا اس سے انکار کرنے میں ہے، جو اس سے انکار کرتے ہیں وہ سنی ہے جو اس پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ شیعہ ہیں۔ جبکہ تصوف شیعہ، مسیحیوں اور ہندوؤں سب میں پایا جاتا ہے، لہٰذا یہ کہنا واضح غلط ہوگا کہ تصوف اہل سنت کے ایک فرقہ وگروہ کا نام ہے، یا شیعوں کے ایک گروہ کا نام ہے، بلکہ تصوف فرق ومذاہب اسلامی سے ماوراء کوئی چیز ہے۔

کہتے ہیں: غزالی عقیدے میں صوفی تھے اشعری، ابن سینا صوفی تھے، عقیدے میں امامیہ تھا جبکہ رئیس صوفی ابن عربی کا دین محبت ہے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں **"الاهل الدين الا الحب"** جس میں تمام ادیان وملل شامل

ہیں۔تصوف آج کی اصطلاح میں صحیح معنی میں سیکولرزم ہے، یعنی دین کو کنارے پر لگانا ہے،صرف اللہ والے بننا اور انسانیت سے دوستی کرنا،ان کے بقول تصوف کا معنی کسی سے عداوت و دشمنی نہ کرنا ہے۔یقیناً یہ قرآن وسنت سے ماوراکوئی دین ہے،انھوں نے جب دیکھا کہ ان کے مقابل میں نہ ٹوٹنے والی دیوارقرآن وسنت موجود ہے تو انہوں نے لوگوں کودھوکہ دینے کے لیےقرآن وسنت کوتسلیم کیااور اس کےظواہر کوچھوڑ کراس کی تاویل کرنا اوراس کے باطن کومرام ومقصود قرار دینا شروع کیا یہ کہنا نصوص شریعہ کاایک ظاہر اورایک باطن ہےاور باطن کےبھی چندبطون ہیں یہ فرقہ باطنیہ کی ابتکارات میں سے ہے،جس کا مقصدانہدام اساس دین واسلام ہے،لہٰذا ہم تصوف کوایک فرقہ دینی یا گروہ علم ودانش نہیں کہہ سکتے بلکہ تصوف بھی فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے۔گرچہ غالیوں جیسے فسق وفجور کے قائل نہیں، لیکن ان میں بھی کچھ ایسے افراد موجود ہیں جن کےنزدیک سورہ یسین کی آیت ۱۲ سے مرادعلی ہے۔سورہ لہب کی پہلی آیت سے مرادابوبکروعمر ہےتو پ۱۲سے مرادطلحہ وزبیر ہے(نعوذباللہ)۔اسراء۶۰ سے مرادبنی امیہ ہیں۔صوفی طہ۲۴ میں فرعون سے مرادقلب لیتے ہیں۔سورہ بقرہ ۶۷ میں ذبح بقرہ سے مرادنفس ہے۔سورۂ طہٰ کی آیت ۱۲ سے مرادترک دنیاوآخرت ہے۔

تصوف،فرزندحقیقی فرقہ باطنی ہے،چاہے کسی مادہ وصیغہ سے ماخوذ ہویا پسماندہ اورابتر حالات کی وجہ سے وجود میں آیا ہو جس کے بنیادی اہداف،دین اسلام کواس کے اندر سے ہی مضمحل اور بوسیدہ کرنا ہےاور جب قوت، طاقت کا حامل ہو جائےتو کفروشرک کے لیےراستہ ہموار کرتا ہے۔بعض علماء محققین صوفی ازم کے مخالف ہونے کے باوجودان کی چندسرگرمیوں اورشناخت پرمہر اسلام لگاتے ہیں ان کا یہ عمل ناآگاہی میں منافقین کومومنین کہنے کی مانند ہے۔ان کے دونوں دعوئ دنیا سے بیزاری اور تعلیم وتعلم کےبغیر کشف حقائق کا دعویٰ،اساسِ عقل اورقرآن وسنت کےخلاف ہے۔

☆ صوفی ازم کےدونوں دعویٰ یعنی دنیا سےبیزاری اوربغیر تعلیم وتعلم عالم ودانا ہونا،دونوں مخدوش ہے۔

پہلی شناخت:عملی یعنی دنیا سےنفرت بیزاری کواپنی شناخت بنانا۔یہ شناخت،اسلام کےایک جزء کوبطورکلی متعارف کرنے کی مانند ہےجیسے یزید نے **لاتقربوالصلاۃ وانتم سکارا** سےصرف **لاتقربو الصلاۃ** سے استدلال کیا۔

زہد اور دنیا سے بیزاری کا مقصد انسان کا دنیا سے گہرا وابستہ نہ ہونا اور دوسروں کے مال سے آنکھیں نہ باندھنا اور اپنی کمائی کو دوسرے نیازمندوں تک پہنچانا ہے۔یا کرہ ارض میں ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا جہاں کوئی بھوکا نہ رہے نہ کہ کام وکسب سے ہاتھ اٹھا کر دوسروں کیلئے بوجھ بننا ہے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلام نے زہد کو کلی طور پر نہیں اپنایا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو دنیا کی مقتدر ہستی بنایا ہے۔

خدا نے یوسف صدیقؑ،سلمان بن داودؑ،طالوتؑ کو ذخائر ارضی زمین پر مسلط کیا،لہٰذا ان کی اس حوالے سے تعریف کرنا درست نہیں۔

دوسری شناخت:زہد پرستی خانقاہ چلہ کشی اور اوراد کے رٹنے سے علم لدنی علم غیب علم کان ما یکون ہونے کا دعوی کرنا قرآن اور تمام انبیاءؑ کی سیرت کو پس پشت ڈالنا ہے۔

☆ انہوں نے علم کو درس وتدریس کے ذریعے حاصل کرنے کا مذاق اڑایا ہے۔

صوفی ازم،اسلام کے مخالف سمت ہونے کی ثبوت کے لیے کوئی دلیل نہیں دیتے،زیادہ تر شخصیات کی مثال دیتے ہیں،حالانکہ کسی اجمال کی تفصیل وتوضیح ہوتا ہے نہ کہ دلیل۔

مسلمان ان باتوں پر کان نہ دھرائیں کہ یہاں دین صوفیوں نے پھیلایا ہے یہ بات اس حوالے سے تو صحیح ہے کہ قرآن اور سنت نبی سے متصادم نام کا اسلام،انہوں نے ہی پھیلایا ہے،لیکن اسلام حقیقی کے نافذ ہونے کی راہ میں یہی لوگ کوہ ہمالیہ بنے ہوئے ہیں،لہٰذا ملک میں جب بھی الحادکی یلغار ہوئی تو صوفی ازم نے انہیں اپنا کاندھا ہمدردی کیلئے پیش کیا ہے۔یہی لوگ انہی کی مجالس اوران کے سروں کا سہرا بنے ہیں۔اسلام عزیز کو چند اذکار کے بعد رقص،بھنگ،چرس،گانہ خانوں میں محو اور دفن کرنے والے یہی لوگ ہیں۔انہی لوگوں نے کہا ہے کہ اسلام اخوت محبت کا پیغام دیتا ہے ان سے مراد تمام انسان ہے جو کہ آیات صریح قرآن کے خلاف ہے۔

﴿لا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ يُوادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ لَوْ كانُوا آباءَهُمْ أَوْ أَبْناءَهُمْ أَوْ إِخْوانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولئِكَ كَتَبَ في قُلُوبِهِمُ الْإِيمانَ وَ أَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْري مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهارُ خالِدينَ فيها رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ أُولئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (مجادلہ ۲۲)

قرآن کریم تحریف معنوی:

مرحوم آیت اللہ خوئی نے تفسیر البیان میں تحریف قرآن کی چند مثالیں بیان فرمائی ہیں: اس کا پہلا مصداق جس پر تمام علمائے مسلمین متفق ہیں کہ اس قسم کی تحریف قرآن میں واقع ہوئی ہے وہ قرآن کی آیت کے خلاف قرآن پر ٹھونسی جانے والی تفاسیر ہیں۔ فرقِ ادیان وملل باطلہ اور فرقِ ضالہ کی تفاسیر اس کا مصداق جلی ہیں۔ انھوں نے آیات متشابہ کے علاوہ آیات محکمات کی بھی تفسیر گھڑی ہے اور اس میں سے ایک تفسیر آیت سے باطنی معنی مراد لینا ہے۔ باطن میں غلو گیرائی کرتے ہوئے انہوں نے ہر آیت کے سات یا ۷۰ بطون بتائے ہیں۔

ان عزائم میں سرفہرست قرآن کریم کو مقاصد نزول سے انحراف، یہودیت ونصرانیت ومجوسیت اور دیگر فرق باطلہ کے عقائد کا پرچار کرنے، اسلام کے درخشان عقائد، اسلام میں حقائق اور انسانی زندگی کے لئے درکار شعبہ جات نظام سیاسیات واجتماعیات، اخلاقیات، تعلقات اور حقوق کے بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے قرآن کو کتاب سائنس، کتاب علوم بنا کر اللہ پرستی سے علم پرستی کی طرف مبذول کرانا ہے۔

حفظ قرآن بھی اعجاز ہے:

حفظ قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن ہر تحریف وتبدیلی جو عام طور پر کتب کو لاحق رہتی ہے اس سے محفوظ ہے۔

"**کتاب المحفوظ**" کے عنوان پر علامہ **یوسف قرضاوی** لکھتے ہیں:

یہ کتاب محفوظ ہے۔ خدا نے اس کے حفظ کو اپنے ذمہ لیا ہے اور اس کے حفظ کو کسی کی ذمہ داری میں نہیں دیا، جبکہ سابقہ کُتب مقدسہ کی حفاظت وذمہ داری امت کے ذمہ تھی۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت ۴۴ میں آیا ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾

قرآن کے الفاظ وجملوں اور آیات میں شیرینی، قرائت میں سلاست اور سہولت وروانی پائی جاتی ہے۔ جس سے ہر حفظ کنندہ کیلئے سہولت ہو جاتی ہے۔ جو شخص اپنے قلب وسینہ کو قرآن کیلئے ظرف بنانے کا ارادہ کرتا ہے

، وہ اس میں کامیاب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان قرآن کو حفظ کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر نابالغ ہوتے ہیں۔ اتنی تعداد میں حفظ کا اعزاز صرف قرآن کو حاصل ہے۔ کوئی کتاب اس کی مماثلت نہیں کر سکتی، چاہے کتاب مقدس آسمانی ہوں یا دوسری کتاب۔ اگر آپ کتاب مقدس انجیل کے بارے میں بحث کریں تو آپ ان پر ایمان لانے والوں میں سے تمام انجیل کے حافظ تو چھوڑیں آپ اس کے نصف بلکہ چوتھائی حصے کا حافظ بھی نہیں نکال سکیں گے، حتیٰ احبار او قسیسین بھی اپنی کتاب کو حفظ نہیں کرتے، لیکن آپ کو قرآن کے حفظ کرنے والے غیر عرب، ہندی، پاکستان، بنگالی، افغانی، ترک، سینیگالی، ایشیائی، افریقائی، یورپی وغیرہ ملیں گے، حالانکہ یہ لوگ عربی نہیں جانتے۔

کہتے ہیں: ہم نے ان میں سے بعض کو جو حفظ قرآن میں مسابقہ کیلئے آئے تھے، کیسٹ کی ریکارڈنگ شدہ آواز جیسا پایا۔ انہوں نے قرآن کا ایک کلمہ بھی اِدھر اُدھر نہیں کیا، لیکن جب ہم نے ان سے عربی میں پوچھا کہ "ما اسمک" یعنی آپ کا نام کیا ہے تو وہ جواب نہیں دے سکے، کیونکہ وہ عربی زبان نہیں جانتے تھے۔ یہ سب اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (حجر/۹)

اللہ نے اتنی تاکیدات کے ساتھ اس قرآن کے حفظ کی بشارت دی تھی کہ وہ خود اس کے حافظ و قاری ہر دور میں نکالے گا۔

میں نے خود قرآن دس سال کی عمر میں اچھی طرح حفظ کیا، بلکہ اس سے کم عمر میں بھی کر سکتا تھا۔ میں نے بنگلہ دیش میں ایک بچے کو دیکھا جو حافظ قرآن تھا، اس کی عمر ۹ سال تھی۔ اس کا حفظ قرآن اتنا بہتر اور متقن تھا کہ جس کا جواب نہیں۔ اسی طرح ۷ سالہ بچے کو دیکھا جو حافظ قرآن تھا اس کا تعلق مصر کے ایک گاؤں سے تھا۔

یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا خود بندوبست کیا ہے۔ یہاں قرآن کے بارے میں دو تصور ہیں۔ ایک مرحلہ عمل اور خطِ تطبیق قرآن ہے جسے اللہ نے امت پر چھوڑا ہے۔ چونکہ امت نے اس کی تطبیق نہیں کی اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے، لہٰذا امت اس سے محروم ہے۔ امت کے اوپر کافرین و مشرکین کا قانون لاگو ہے۔ اور محکوم کافرین ہیں۔

دوسرا مرحلہ حفاظتِ قرآن ہے، چونکہ اس حفاظت کواللہ نے لوگوں پرنہیں چھوڑا اوراس کی حفاظت کواپنے ذمہ لیا۔لہٰذا اتمام قسم کی مخالفت کے باوجودیہ کتاب محفوظ ہے۔کیونکہ یہ فعل،اللہ کا ہے۔

اسباب ودوافع حفظ قرآن:

مسلمانوں میں حفظ قرآن کے بہت سے اسباب ودوافع ہیں۔ان میں سرفہرست یہ ہے کہ قرآن ان کا آئین زندگی ہے۔اسی قرآن کے نہج وہدایت پرانہیں چلنا ہے۔فقہ،انہیں حلال وحرام بیان کرتا ہے کہ کیاچیز ان کیلئے ہےاورکون سی چیز کی ممانعت ہے،لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن کی تلاوت تکرار سے کریں۔

علامہ یوسف قرضاوی فرماتے ہیں:خصائص اورامتیازات قرآن میں سے ایک یہ ہے کہ جس طرح یہ کتاب حفظ وقرائت کیلئے ہرایک کی دسترس میں ہے،اسی طرح فہم ودرک کے حوالے سے بھی ہرایک کی رسائی میں ہے جیسا کہ خوداللہ نے سورۂ قمر میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ (قمر ۱۷)

لوگ قرآن اس لئے سیکھتے تھے،تا کہ اس کی آیات پرعمل کریں۔ان کی سرگرمیاں تعلقات لوگوں کے ساتھ اوامرونواہی،قرآن کی حدود میں تھیں۔صدراسلام کے مسلمان قرآن سے تعلق میں آجکل کے مسلمانوں جیسے نہیں تھے۔اس وقت کے مسلمان قرآن کوکسب ودرآمد کے لیے حفظ کرتے ہیں۔قرآن کے محافل واجتماعات،جشن اور افتتاحات میں تلاوت قرآن کرتے ہیں تا کہ لوگوں کوجمع کریں یاقبروں پرجا کرمردوں کے کانوں میں اسے پڑھتے ہیں۔انہیں پتہ نہیں کہ یہ ان کا دستورزندگی ہےاوریہ ان کی نجات اوردنیا وآخرت میں سعادت وبلندیہ ودرجات کا سبب ہے۔صدراسلام کے مسلمان اسی سے سعادت مند ہوئے،اسی قرآن کے ذریعے آقاوسروربنے،لیکن بعد میں آنے والے اسے چھوڑنے سے ذلیل وخوارہوئے۔غرض جائے پناہ صرف قرآن ہے۔سعادتِ صرف قرآن میں ہے۔

توجہ وعنایت مسلمین حفظ قرآن پر:

مسلمانوں کی نگاہیں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اوراجروثواب سے قطع نظر قرآن مصدرو مأخذ شریعت اورآئین حیات ہونے کی بنیاد پرمرکوزتھیں۔اسی بنیاد پرانہوں نے حد سے زیادہ اس کے حفظ کااہتمام کیااور

اسے اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔انھوں نے طویل خدمات اس سلسلے میں انجام دی ہیں اور اس پر عمل کرنے کیلئے ہر قسم کی جدوجہد کو اپنایا۔تاریخ دنیا میں کسی ملت وملل کی کتاب یا کسی انسان کی کتاب کو اتنی توجہ اور عنایت نصیب نہیں ہوئی، جتنی توجہ قرآن کی طرف ہوئی۔خود مسلمان جو اس کے معتقد ہیں اور غیر مسلمان جو اس پر ایمان نہیں رکھتے سب نے توجہ دی ہے۔مسلمانوں نے اس کو حفظ کرنا اور اس کا سمجھنا اپنا منشور اور بنیادی ہدف قرار دیا اور اس کو لکھنے کیلئے اپنے اندر شوق وذوق پیدا کیا۔یہاں تک کہ حرف بہ حرف ،کلمہ بہ کلمہ ،آیت بہ آیت تک کے مخارج کو تحسین کرنے پر مسابقہ اور مقابلہ پر اتر آئے۔یہاں تک عربی زبان سے ناآشنا عجمیوں نے عربوں پر سبقت حاصل کی۔مسلمانوں نے اس کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں اور اسے تحفظ دے کر مستقبل کے سپرد کیا۔مردوں کے علاوہ خواتین بھی مردوں کے ساتھ یا ان سے سبقت لے کر اس کی تلاوت اور حفظ کرنے لگیں۔ابن قریدہ، اپنی کتاب ''نجوم ظاہرہ'' میں لکھتے ہیں: زبیدہ زوجہ ہارون رشید کے محل میں سوکنیزیں قرآن پڑھتی تھیں اور وہاں سے شہد کی مکھیوں کی مانند تلاوتِ قرآن آواز گونجتی تھی۔

ابن فیاض نے اپنی تاریخ میں اخبار قرطبہ لکھتے ہوئے لکھا ہے: قرطبہ کے مشرقی حصے میں ۱۷۰ خواتین، خطِ کوفی میں قرآن لکھتی تھیں۔یہ ایک خطے کی بات ہے دیگر اطراف میں یہ کاوشیں کس حد تک تھیں وہ علیحدہ ہے۔مسلمان اپنے رب کی کتاب کے حوالے سے انتہائی اہتمام کرتے اور اس کی تلاوت اور تلفظ اور معنی کو اپنا مرکز توجہ بناتے تھے۔پیغمبر اسلام نے فرمایا: تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔قرآن اس وقت نازل ہوا جس وقت نشر علوم کو بخل کا سامنا تھا۔پڑھنے والے کم تھے۔یعنی لکھنا پڑھنا ناپید تھا۔اس وقت اگر کوئی پڑھنے لکھنے والا تھا تو وہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔قرآن کی سب سے پہلی آیت پڑھنے کے حوالے سے نازل ہوئی۔اور پیغمبر نے بھی فرمایا
:

﴿كِتابِ اللّٰهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ ،وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ ،هَوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ ،هُوَ الَّذِى لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهواءُ وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُمَماءُ ،وَلَا يَخْلُ عَلَى كَثْرَةِ الردِّ ،وَل ا تَنْقَضِى عَجَائِبُهُ﴾

جو کچھ پیغمبر نے قرآن کے بارے میں فرمایا ہے، اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن زندگی کے تمام شعب و

اطوار اور پہلوؤں، یہاں تک کہ وقوع ہونے والے حوادث پر بھی احاطہ رکھتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن بلند وبالا ہے سب پر محیط ہے۔اور یہ اس کے اعجاز میں سے ہے۔

عدم تحریف قرآن علماء کی نظر میں

عدم تحریف قرآن کے قائلین کون ہیں؟

حاکمیت قرآن کے داعیوں کا اصرار تھا اس عنوان پر کچھ تحریر کریں۔ کتب احادیث اور اصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے فرقے اس گیند کو جس طرف بھی پھینکیں گے کوئی فرق تحریف قرآن سے محفوظ نظر نہیں آتا ہے لہٰذا ہم فرقوں کے مفتیوں سے صرف نظر کر کے علماء مجتہدین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس طرح دشمنان اسلام نے قیل وقال کا بازار گرم کر کے فرقے جنم دیا ہے اس طرح خود فرقوں میں قیل وقال کی انبار لگا کر قرآن اور سنت کے خلاف اجتہاد کو جنم دیا پھر تضاد و تناقص کوئی کو مصیب و مخطی بنا کر اختلافات کا دروازہ کھول کر قرآن وسنت کی طرف جانے کا دروازہ بند کیا ہوا ہے یہاں سے کسی بھی فرقے کے علماء فقہا کی ایک نظریہ پر جمع کرنا مشکل بنا ہوا ہے لہٰذا ایسے مواقع پر بعض کو سفسطائیت کی راہ اپنانا پڑھا ہے یا کہتے ہیں سب جہنمی ہے کافر ایک ہی ناجی ہے یا کہتے ہیں سب اچھے ہیں لہٰذا ہم فرقوں کی مذہب کو چھوڑ کر دلیل و برھان کی مذہب کو اپناتے ہوئے جن جن نے اس بارے میں فرقوں کے مفتیوں سے چشم چرا کر قرآن وسنت کی طرف توجہ کر کے حکم شرعی کو ان دونوں سے استناد کیا ہے رجوع کرتے ہیں ان کا نام پیش کرتے ہیں۔

فرقوں کے عمائدین کی آراء کی گنتی سے دین نہیں بنا ہے۔ دین محکم عقلی دلائل اور قرآن وسنت سے بنتا ہے۔ قرآن کو فرقوں نے محفوظ نہیں رکھا ہے۔ فرقوں نے اپنے فرقے کی بقا کی خاطر تمام کاوشیں بذل کی ہیں تاکہ قرآن کو کنارے پر لگائیں۔ فرقہ چاہے سنی ہو یا شیعہ، اگر دونوں صحیح ہے تب بھی دونوں پر غالیوں کا چھاپ ہے۔ غالی چاہے یہود و مسیحی شکست خوردہ سے بنا ہو یا مجوس سے، ان کے دل سے اسلام اور قرآن محمد سے کینہ و حقد نہیں نکل سکتا۔ قرآن، صرف اللہ تعالیٰ کے وعدے سے محفوظ ہے، کیونکہ اللہ اپنے ارادے میں مغلوب نہیں ہوتا ہے۔ اگر دین اسلام کا نام، قرآن کریم کی رسم تلاوت، یا نام گرامی محمد آج باقی ہے تو یہ اس وعدہ الٰہی کے تحت ہے جو اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم کی سورہ حجر کی ۹، فصلت ۴۲ اور سورہ قیامت کی آیت ۱۶ میں دیا ہے۔

ہم مسلمان دین کو قرآن اور نبی کریم سے لیتے ہیں قرآن اپنی جگہ محفوظ و مسلم ہے۔ حدیث کی صحت وسقم قرآن سے ہوتی ہے کسی مذھب مجوھر سونے اور جواھرات سے مذین مرصع القاب پوش سے نہیں ہوتی۔ اس سے استدلال نہ

کریں کہ ''ہم نے دین کوانہی ذوات سے لیا ہے۔'' یہ بات انتہائی خطرناک بات ہے۔اس سے بوئے تجدید نبوت آتی ہے۔

یہ حضرات اپنے دور میں آج کے دور کے علماءوفقہا جیسے تھے انہیں اس وقت حکومت وقت کی طرف سے وسائل و سہولتیں حاصل تھیں تو انہوں نے اتنی کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ آج کے وسائل سہولیات کے حامل فقہاومجتہدین مساجد حسینیات اور مدارس قصور رفراعہ مانند بناتے ہیں۔جن علمائے اعلام نے یہ روایات اپنی کتب حدیث میں جمع کی ہیں ان راویوں سے بلند درجہ اونچا مقام نہیں رکھتے ان کی حیثیت راویوں کی ہے۔اس سے زیادہ نہیں۔

علماءفقہانے اپنی تمام توانا ئیاں فرقوں کے کھاتے میں ڈالی ہیں۔انہوں نے ہمارے لئے تمیز نہ کرسکنے کی خام مواد کا مجموعہ چھوڑا ہےاور چھانٹی کرنے والوں کے سر پر ڈنڈابردار پہرہ کھڑا کیا ہوا ہے۔اسلام کے کھاتے میں کچھ نہیں ڈالا ہے اگر مزید کچھ حق ان کا بنتا بھی ہے تو وہ لوگوں سے حاصل کر کے گئے ہیں۔

☆ ابوجعفرطبریؒ:(متوفی ۳۱۰ھ ق)

[تفسیر طبری ج ۷ ص ۴۱۳ تالیف ابوجعفر محمد ابن جریر طبری]

آپ اپنی تفسیر میں سورہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہاں ''ذکر'' سے مراد قرآن ہے،''حافظون'' سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم،غیر قرآن سے کسی چیز کا اضافہ ہونے یا احکام وحدود میں کسی چیز کی کمی ہونے سے محفوظ ہے۔پھر مجاہد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:''اللہ رب العالمین نے فصلت کی آیت ۴۲ میں فرمایا ہے:اللہ نے اس کو نازل کیا خود ہی اس کا حافظ ہے نہ ابلیس اس میں باطل کا اضافہ اور نہ حق کو کم کرسکتا ہے۔''

☆ شیخ صدوقؒ:(متوفی ۳۸۱ھ ق)

شیخ صدوق فرماتے ہیں:''ہمارا اعتقاد ہے کہ ''قرآن'' جو اللہ نے محمد پر نازل کیا ہے وہی ہے جو دفتین کے درمیان مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔نہ اس سے زیادہ ہے نہ کم جس کے سورے ۱۱۴ ہیں۔''

☆ شیخ مفیدؒ:(متوفی ۴۱۳ھ ق)

شیخ مفید سے موجودہ قرآن کے بارے میں سوال کیا گیا،آیا یہ قرآن جو دفتین میں ہے پورا ہے یا اس میں سے کوئی چیز

چھوٹ گئی ہے؟

جواب میں آپ نے فرمایا: جو چیز دفتین میں ہمارے پاس موجود ہے وہ کلام اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس میں کلام بشر سے کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ روایت بیان کی جو بخاری اور ترمذی میں وارد ہوئی ہیں جس میں ذکر ہوا کہ ابا بکرؓ اور عمرؓ نے جنگ یمامہ کے بعد زید ابن ثابت کو جمع قرآن پر مأمور کیا۔ انہوں نے کتبوں پر اور لوگوں کے سینوں میں موجود قرآن کو یکجا کیا، یہاں تک کہ سورۂ توبہ کی آیت ۱۲۸ سب سے آخر میں ملی، جو خزیمہ بن ثابت کے پاس تھی۔ اس کے بعد یہ مصحف حضرت ابوبکر کے پاس رہا۔ ابا بکرؓ کی وفات کے بعد عمر کے پاس رہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل اسے حفصہؓ بنت عمر کے پاس رکھا۔ جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو حزیمہ شام کی سرحد سے واپس آئے اور عثمان سے کہا کہ اس امت کو سنبھالو قبل اس کے کہ وہ کتاب خدا میں اختلاف کریں، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی کتاب میں اختلاف کر چکے ہیں تو عثمان نے کسی کو حفصہؓ کے پاس بھیجا اور انہیں کہا کہ جو مصحف آپ کے پاس ہے وہ ہمیں بھیجیں تا کہ ہم اس سے نسخہ گیری کر کے آپ کو واپس کر دیں تو انہوں نے مصحف کو عثمان کے پاس بھیجا۔ عثمان نے زید ابن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہاشم کو مامور کیا کہ اس کے نسخے بنائیں۔ انہوں نے اس کے چند نسخے بنائے۔ پھر عثمان نے قریش سے کہا کہ اگر تم اور زید ابن ثابت کے درمیان کسی آیت کے بارے میں اختلاف ہو تو اس کو زبان قریش میں لکھو، کیونکہ قرآن زبان قریش میں نازل ہوا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر عثمان نے مصحف کو حفصہ کے پاس واپس بھیج دیا اور اس سے جو نسخے بنائے گئے، دیگر علاقوں کیلئے بھیجا اور باقی جتنے مصحف اصحاب کے پاس تھے انہیں جلانے کا حکم دیا۔

☆ سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ: (متوفی ۴۳۶)

سید مرتضیٰ علی ابن الحسین معروف بہ علم الہدیٰ، آپ نے مسائل 'طرابلسیات' کے جواب میں فرمایا: بہ تحقیق اس قرآن کا ہم تک پہنچنے کا علم، اس علم کی مانند ہے جو ایک انسان دوسرے شہروں کے وجود، بڑے بڑے واقعات و حوادث اور مشہور تالیفات کے بارے میں رکھتا ہے۔ قرآن کی نقل ہم تک صحیح پہنچنے کی مثال وہ چیزیں ہیں جو تالیف شدہ کتب کے بارے میں جاری ہیں۔ کتاب سیبویہ، کتاب مزنی، ان کتابوں سے لگاو رکھنے والے اس کتاب کی ابتداء، تفصیل، جزئیات سب کے بارے میں جانتے ہیں۔ اگر کسی نے کتاب سیبوہ میں از خود داخل کیا جو اس کتاب

میں نہیں ہے تو یہ لوگ جانتے ہیں کہ اس میں اضافہ کیا ہے، جو کہ سیبویہ یا مزنی کا عمل نہیں۔نقل قرآن، حفظ وضبط قرآن ان کتابوں اوران دیوان اشعار سے بہت بلند و بالا ہے، کیونکہ مسلمانوں کی قرآن سے حمایت و دفاع اور قرآن کی طرف عنایت وتوجہ حد سے زیادہ تھی۔مسلمانوں کی جتنی توجہ قرآن کے بارے میں تھی اتنی کسی اور کے بارے میں نہ تھی کیونکہ قرآن مسلمانوں کے نبی کا معجزہ ہےاور تمام علوم شریعہ اوراحکام دین کا مصدر و مأخذ ہے۔مسلمان حتیٰ اس کی آیات وحروف تک شمار کئے ہوئے ہیں۔کیسے ممکن ہے کہ ان توجہات کے ساتھ اس میں کوئی کمی کرے قرآن پیغمبر کے زمانے میں محفوظ جمع، تالیف اور ترتیب شدہ تھا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن اس وقت تدریس ہوتا تھا اور صحابہ کے حضور میں اسے حفظ کرتے تھے پھر پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

اگر امامیہ سے یا حشویہ میں سے کوئی اس کے خلاف بولتا ہے تو اس کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں ہوگی۔اس بارے میں جو کچھ امامیہ سے نقل ہوا ہے وہ اخباریوں سے نقل ہوا ہے۔اخباری اخبار ضعیف کو صحیح سمجھتے ہیں ہم ہرگز قطعی روایات سے ہاتھ اٹھا کر ان باطنی باتوں کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے علماء اہل سنت سے نقل کیا ہے:

''جو شخص قرآن کی تحریف اور زیادہ ہونے کا یا آگے پیچھے ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے وہ کافر ہے۔''

☆ شیخ طوسیؒ:(متوفی ۴۶۰ھ ق)

محمد ابن حسن طوسی نے اپنی کتاب **التبیان فی تفسیر القرآن** کے مقدمے میں لکھا ہے:''قرآن میں زیادتی کی نسبت ایک نا مناسب، ناسزاوار اور ناشائستہ بات ہے، کیونکہ قرآن میں زیادتی ہونے کا اعتقاد، باطل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔جو اعتقاد عام مسلمانوں کا ہے وہی ہمارا اعتقاد ہے، چنانچہ ہماری بات کی تائید سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے کی ہے البتہ کچھ روایات فریقین کی کتب میں بعض آیات کی کمی یا آیت اِدھر اُدھر ہونے اور آگے پیچھے ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جو سب آحاد اور خبر واحد ہیں، جس پر عمل کرنا درست نہیں بہتر یہ ہے کہ ان سے صرف نظر کیا جائے۔''

☆ علامہ زمخشریؒ:(متوفی ۵۳۸ھ ق)

علامہ زمخشری اپنی گرانقدر تفسیر کاشف ج ۲ ص ۵۷۲ پر سورہ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: یہ آیت ان لوگوں کی رد میں ہے جنھوں نے نبی کریمؐ کی دعوت کو مسترد کیا اور ان کا مذاق اڑایا کہ ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِی نُزِّلَ عَلَیْهِ

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴾ اللہ اس آیت میں فرماتے ہیں: ہم نے ہی قطع ویقین کے تحت اس قرآن کو جبرائیل کے ذریعے محمدؐ پر نازل کیا اور یہ قرآن آگے پیچھے سے درست ہے یہ شیاطین سے محفوظ ہے اور اللہ ہر وقت ہر قسم کی زیادتی نقصان تحریف تبدیلی سے اس کی حفاظت کرنے والا ہے بہ خلاف ان کتب مقدسہ کے جن کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ نہیں لی بلکہ اس تحفظ کو ان کے علماء ورہبانیین سے طلب کیا ہے، لیکن انھوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ جس کے نتیجے میں وہ تحریف ہوئی لیکن قرآن کو اللہ نے کسی غیر پر نہیں چھوڑا۔

علامہ زمخشری نے اس اعتراض کیا یہ حفاظت کا ذکر، ان کے استہزاء اور انکار کی رد میں ہے، پھر ﴿إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کو اس سے کیوں جوڑا، کے جواب میں کہتے ہیں: یہ بتانے کیلئے یہ قرآن خود اس کی طرف سے نازل ہوا اگر یہ کسی بشر کا قول ہوتا تو اس میں ضرور اختلاف ہوتا۔ پھر آپ سورہ مبارکہ فصلت کی آیت ۴۲ کے ذیل میں فرماتے ہیں: یہ کتاب عزیز ہے، اللہ کی حمایت میں مصون ہے، اس کے آگے پیچھے سے باطل اور باطل کنندہ کی رسائی ممکن نہیں ہے کسی بھی طرف سے باطل کی رسائی نہیں اور اللہ ایسی قوم کو پیدا کرے گا جو ان طعن کنندہ اور باطل کرنے والوں کی کاوشوں کا مقابلہ کرے گی اور ان کی کاوشیں نابود ہوں گی۔

پھر آپ سورہ قیامت کی آیت ۱۶ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

جب نبی کریمؐ پر قرآن کی وحی ہوتی تھی تو آپ قرآن کی تلاوت جبرائیل کے ساتھ ساتھ کرتا تھا۔ اس کا انتظار نہ کرتے کہ جبرائیل اس کو مکمل کریں، اس خوف سے کہ کہیں کوئی آیت نہ چھوٹ جائے، لہٰذا اللہ نے آپ کو قرأت نہ کرنے کی ہدایت کی اور توجہ سے وحی ختم ہونے تک سننے کا حکم دیا پھر اللہ نے تسکین دیتے ہوئے فرمایا: ہم اس کو آپ کے سینے اور قلب دونوں میں جمع کریں گے، آپ جبرائیل کی قرأت کے بعد قرأت کریں آپ مطمئن رہیں کوئی آیت آپ کے حافظے سے ضائع نہ ہوگا، کیونکہ ہم اس کی حفاظت کی ضمانت دیتے ہیں۔

☆ علامہ طبرسیؒ: (متوفی ۵۴۸ھ)

[نقل از کتاب صیانۃ القرآن من التحریف ص ۴۷]

طبرسی اپنی گرانقدر تفسیر کی ج ۱ ص ۱۵ پر لکھتے ہیں: ''قرآن میں زیادہ یا کمی کا تصور بھی قرآن کیلئے سزاوار نہیں ہے۔ قرآن میں زیادہ کے باطل ہونے کے بارے میں تمام کا اتفاق ہے، لیکن اس میں کمی کے بارے میں ہماری جماعت

قائل ہے اور علمائے اہل سنت کی طرف سے ایک جماعت قرآن میں تغیرات کی قائل ہے لیکن صحیح وہی ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہے۔ اس کی منطق و دلیل وہی ہے جسے سید مرتضیٰ نے واضح انداز میں بیان فرمائی ہے۔

صاحب مسائل طرابلسیات نے بعض جگہ کہا ہے: اس قرآن کے نقل سے ہٹ کر یہ عقیدہ دنیا کے بڑے شہروں اور وہاں رونما ہونے والے حوادث جیسا ہے۔ مسلمانوں کی توجہ اس کی نقل اور حفاظت پر فراواں تھی، کیونکہ قرآن معجزہ نبوت، ماخذ شریعت اور منبع دین ہے۔ علمائے دین اس کی حفاظت کے معتقد ہیں یہاں تک کہ قرآن کی قرأت، حروف، آیات تک کو انہوں نے ضبط کیا کیسے ممکن ہے ان میں تغیر یا نقص ہو۔

☆ علامہ ابن جوزیؒ: (متوفی ۵۹۷ھ ق)

علامہ جوزی صاحب تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر سورۂ قیامت کی آیات ۱۶ تا ۱۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''ان آیات میں چار (۴) نکتے ہیں۔ ہم آپ کی زبان پر جاری کریں گے آپ اسے پڑھیں جس طرح جبرائیل نے پڑھا ہے ہم آپ کو قیامت کے دن اس میں موجود وعدہ وعید کے تحت جزاء دیں گے۔ اس میں موجود حلال وحرام کے احکام بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''

سورہ قیامت کی آیت ۱۶ کے بارے میں علامہ جوزی فرماتے ہیں: نبی کریمؐ قرآن کے حفظ کے بارے میں حریص تھے۔ جونہی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی جبرائیلؑ کے قرأت سے فارغ ہونے سے پہلے آپ زبان کو حرکت میں لاتے تھے تاکہ آپ اسے حفظ کرسکیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو آپ پر نازل کیا جس میں فرمایا: ''آپ کے سینے میں قرآن کو جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے، جب جبرائیل قرأت سے فارغ ہوں تب آپ پڑھیں۔''

☆ امام فخر الدین الرازیؒ: (متوفی ۶۰۶ھ ق)

[تفسیر الکبیر ج ۷ص ۱۲۳]

سورۂ حجر کے ذیل میں فخر الرازی لکھتے ہیں: ''تاریخ بشریت میں کسی کتاب کو اس جیسا حفظ نصیب نہیں ہوا۔ کوئی ایسی کتاب نہیں گزری جس میں رد و بدل، کمی و بیشی، تغیر و تبدل وقوع نہ ہوا ہو، لیکن یہ کتاب تمام اقسام تحریف سے ابھی تک محفوظ ہے یہاں تک کہ ملحدین و نصاریٰ اور مشرکین کے متحدہ سب اس کو باطل اور خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کا معجزہ ہے، اللہ نے ہمیں خبر دی ہے یہ کتاب ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہے گی۔ پانچ سو سال گذرنے

کے باوجود یہ ایک خبر ہے کہ یہ معجزہ غالب رہے گا۔"

آپ اپنی تفسیر **طبع جدید دار احیاء تراث العربی بیروت** ج ۷ ص ۱۲۲ میں سورہ حجر کی آیت ۹ کے تفسیر میں فرماتے ہیں: "اس میں چند مسائل ہیں جب قوم نے حضرت محمد سے کہا اے وہ ہستی جس پر ذکر نازل ہوا ہے ان کی جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یہاں ۳ صیغے جمع کیلئے ہیں، لیکن ان سے مراد خود ذات باری تعالیٰ ہے یہ جمع تعظیم و تفخیم کیلئے ہے لفظ لہ کی برگشت ذکر کیلئے ہے یعنی اس ذکر کو زیادہ و نقصان سے ہم بچائیں گے، جیسا کہ فصلت ۴۲ اور سورہ نساء ۸۲ میں فرمایا ہے۔ یہ درست نہیں کہ ذکر سے مراد خود حضرت محمد ہیں علامہ فخر الدین رازی نے یہاں پھر شیعہ امامیہ پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ آیات ان کی عقیدہ کے خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر ہوا ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ قرآن محفوظ نہ رہتا۔"

ہم یہاں فخر الدین رازی اور ان کے ہم فکر و نظر سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو کہنا چاہیے کہ قرآن میں تغیر و تبدیل کا اعتقاد فرقہ امامیہ کے کس فرقے کا ہے کیونکہ امامیہ کے چند فرقے ہے۔

علامہ فخر الدین رازی ج ۹ ص ۵۶۸ پر سورہ فصلت کی آیت ۴۲ کے ذیل میں فرماتے ہیں: جب لوگوں نے آیات قرآن میں الحاد و انحراف کرنا شروع کیا تو اللہ نے ان کے جواب میں عظمت و بزرگی قرآن کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "یہ کتاب عزیز ہے۔" عزیز کے دو معنی ہیں۔

۱۔ غالب و قاہر کے ہیں۔

۲۔ جس کی کوئی نظیر نہ ہو۔

یعنی قرآن اپنی قوت حجیت سے تمام کتابوں پر غالب ہے۔ **عدیم النظیر** ہے یہ معنی بھی درست ہے، کیونکہ اس کے مقابلہ و معارضہ کرنے سے اولین و آخرین سب کے سب عاجز رہے ہیں، جس طرح اس آیت میں فرمایا ہے اس کے آگے سے اور نہ پیچھے سے باطل کنندہ آئے گا، نہ گذشتہ کتاب تورات، زبور اور انجیل نہ بعد میں آنے والی کتابیں اس کو جھٹلا سکے گیں، جس چیز کو قرآن نے حق کہا ہے وہ باطل نہیں ہوگا، جس کو باطل قرار دیا ہے وہ حق نہیں ہوگا، یہ قرآن محفوظ رہے گا، جیسا کہ سورہ حجر کی آیت ۹ اس کی دلیل ہے۔ اس میں باطل سے مراد زیادہ و نقصان ہے آئندہ اس کتاب کا کوئی معارض نہیں آئے گا۔ یہاں علامہ فخر الدین رازی نے ابو مسلم اصفہانی کو ایک پیغام بھیجا۔ ابو مسلم

اصفہانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں نسخ نہیں، کیونکہ نسخ ابطال ہے اگر نسخ آیا ہے تو کہہ دیں کہ اس میں باطل پیچھے سے آ گیا ہے یہ آیت قرآن میں نسخ ہونے کے خلاف ہے پھر ذیل میں فرمایا ہے یہ قرآن اپنے احوال میں مخلوق کیلئے محمود پسندیدہ نعمتوں سے بھری کتاب ہے۔

پھر ج ۱۰ص ۷۲۶ پر سورہ قیامت کی آیت ۱۸ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

بعض رافضیوں کا کہنا ہے اس قاان میں تغیر و تبدیل زیادہ و نقصان آیا ہے اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آیت اور اس سے ماقبل آیت سے کوئی تناسب نہیں ہے اگر قرآن کی آیات کی ترتیب اللہ کی طرف سے ہے تو یہ ترتیب درست نہیں ھرفخر الدین اس کی چند جواب دیتے ہیں۔

۱۔ یہاں تعجیل پیغمبر نے خوف فوت آیات کی وجہ سے کیا ہے تو نہی یہاں پر ہونا ضروری ہے جس طرح استاد شاگرد کو درس میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے منع کرتا ہے تو جہ سے درس سننے کہتا ہے۔

۲۔ اللہ نے کفار کی دنیا دوستی کے بارے میں نقل کرتا ہے کہ تم دنیا دوستی میں غرق ہو تو اُس کیلئے جلدی کرتے ہو جلدی جہاں بھی کریں بُرا ہے چاہے وہ دین میں ہی کیوں نہ ہو۔

سورہ قیامت کی آیت ۵ میں اللہ فرماتا ہے: یہ لوگ حصول دنیا میں جلد بازی کرتے ہیں، اللہ فرماتا ہے جلد باز غلط ہے س طرح حصول دنیا میں جلد بازی غلط ہے اس طرح حصول معنویات میں جلد بازی غلط ہے ان باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن جلد بازی کی مذمت میں دونوں ایک جیسے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے: آپ اس کیلئے جلدی کرتے ہیں تاکہ اس کو حفظ کریں لیکن آپ کی جلدی کی ضرورت نہیں۔

☆ عبدالرازق بن رزق اللہ رسعنیؒ: (متوفی ۶۶۱ھ ق)

آپ اپنی گرانقدر تفسیر **رموز الکنوز فی تفسیر الکتاب العزیز** ج ۳ص ۵۸۴ پر سورہ مبارکہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: مشرکین نے اپنے شرک کے عناد میں نبی کریمؐ کو اپنی استہزاء و مسخرہ کا نشانہ بنایا اور یوں خطاب کیا ﴿ یَاأَیُّهَا الَّذِی نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ إِنَّکَ لَمَجْنُونٌ ﴾ اللہ نے سورہ قلم کی آیت ۲ میں اس کا جواب دیا ﴿ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُونٍ ﴾ بلکہ خود اللہ فرماتا ہے کہ یہ اُن کی بے ادبی کی بات ہے کہ انہوں نے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اسے مجنون کہا۔ استاد عزالدین فرماتے ہیں: ایک دن میرا بیٹا محمد جس کی عمر اس وقت ۱۰ سال تھی یہ سورہ

تلاوت کررہا تھا وہ جب اس آیت پر پہنچا تو میں نے اس سے امتحان کیلئے کہا: ان کافروں نے کس طرح یہ کہا﴿ یَا اَیُّھَا الَّذِی نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُونٌ ﴾ تو اس نے جواب دیا انہوں نے استہزاء و مسخرہ کیا جس طرح فرعون نے موسیٰ کے ساتھ مسخرہ کیا تھا۔ عز الدین کہتے ہیں میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے اس کو صحیح جواب دینے کی توفیق دی۔

عز الدین فرماتے ہیں:﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ﴾ یہ جملہ مشرکین کے انکار و استہزاء کی رد میں ہے، جس ذات نے اس کو نازل کیا اس نے اس آیت کو جبرائیل کے ذریعے محمد پر نازل کیا ہے ہم اسے و نقصان تحریف و تبدیل سے بچائیں گے جبکہ اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی حفاظت کو اللہ نے اپنے ذمہ نہیں لیا تھا بلکہ اس کی حفاظت کو علمائے یہود کے ذمہ دیا تھا لیکن علمائے یہود نے اس کو ضائع کیا اور اس میں تغیر و تبدیل و تحریف کی اللہ نے اس قرآن کو نازل کیا اس کے حفظ کا ذمہ بھی اپنے ذمہ لیا اب ابلیس اس میں باطل اضافہ نہیں کرسکتا اللہ نے اپنے اوپر واجب قرار دیا ہے کہ اس کتاب کو حفظ کریں گے باطل اس تک نہیں پہنچے گا نہ آگے سے نہ پیچھے سے تا کہ وہ اس میں اپنی مرضی سے تحریف کرسکیں۔

رموز الکنوز کی ج ۷ ص ۳۰۷ پر سورہ فصلت کی آیت ۴۲ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:﴿ وَاِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ ﴾**(منیع محمی)** اللہ کے نزدیک یہ کتاب کریم ہے عزیز ہے باطل اس کے آگے اور نہ اس کے پیچھے سے داخل ہو سکتا ہے۔ ابلیس اس سے کچھ چرا نہیں سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی چیز اضافہ کرسکتا۔ یہاں پر آپ خود ایک سوال اٹھاتے ہیں، کیا منحرفین ملحدین نے آیات میں تحریف نہیں کی؟ چنانچہ آپ نے خود سورہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں بیان کیا ہے اللہ نے اس کتاب کی حفظ کا بندوبست خود کیا ہے باطل اس سے نہیں ملتا ہے، جہاں تک غالیوں اور تحریف کرنے والوں کی تحریف و تاویل کو رد کرنے کیلئے ایسے افراد کو انتخاب کیا ہے جو ان کے ناپاک عزائم اور نیات کو فاش کر کے باطل کو واضح کریں اور جو اس سے نہیں ہیں اُسے رد اور انکار کرتے ہیں۔

سورہ قیامت کی آیت ۱۶ کی تفسیر میں آپ اپنی کتاب **رموز الکنوز** کی ج ۸ ص ۳۵۸ پر فرماتے ہیں: جب پیغمبرؐ پر آیت نازل ہوتی تھی تو وہ اپنی زبان کو ہلاتے تھے تا کہ اس کو حفظ کریں۔ اللہ نے پیغمبر سے فرمایا: آپ جلدی کرنے کیلئے اپنی زبان کو نہ ہلائیں چنانچہ یہ آیت سورہ طہ کی آیت ۱۱۴ میں بھی آیا ہے۔ آپ زبان نہ ہلائیں ہم اس کو آپ کے

سینے میں جمع کریں گے اور ہم اس کو آپ کی زبان پر قرأت کرائیں گے، قرأت کروانا اور جمع کرنا ہمارا کام ہے آپ اس کی اتباع کریں اس کی پیروی کریں اور اس سے تمسک کریں۔

☆ علامہ قرطبیؒ: (متوفی ۶۷۱ھ ق)

آپ تفسیر الجامع الاحکام القرآن آپ نے عدم تحریف قرآن کے بارے میں بھی لکھتے ہیں:

قرطبی قرآن میں کمی یا زیادتی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف کہتے ہیں: اہل سنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کلام اللہ کا کلام کا نام ہے، جو محمدؐ کا معجزہ تھا۔ جس طرح پہلے موجود تھا اسی طرح آج بھی سینوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر تلاوت ہوتا ہے۔ سورہ و آیات سب کیلئے معلوم ہیں اور زیادہ و نقصان سے بھی پاک ہیں۔ اگر کوئی تحریر میں قرآن کے حروف و کلمات کو محدود کرنے کی غرض سے زیادہ یا کمی کا دعویٰ کریں تو وہ اجماع کے خلاف ہیں یہ غلط گوئی ہے اور جو قرآن پیغمبرؐ لائے ہیں اس کے خلاف ہے۔﴿ قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتْ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَيَأْتُونَ بِمِثْلِهِ ﴾ (اسراء:۸۸) اگر کسی نے اس میں کمی و بیشی کا ارادہ کیا تو اللہ فرماتا ہے کہ یہ کسی کیلئے مقدور نہیں۔ قرآن میں زیادہ یا کمی کا قائل شخص کتاب اللہ یعنی جو چیز رسول اللہؐ لائے اس کو رد کرنے والا ہے۔ اور اس کی مانند ہے جو کہتا ہے: واجب نمازوں کی تعداد ۵۰ رکعت ہے یا ۹ بیویاں زوجیت میں لینا حلال ہے یا رمضان کے علاوہ باقی دنوں میں بھی روزہ واجب ہے۔

☆ علامہ حلیؒ: (متوفی ۷۲۶ھ ق)

آپ سے سوال ہوا: قرآن کریم کے بارے میں ہمارے بعض لوگ کہتے ہیں اس میں کمی یا زیادتی ہوئی ہے یا ترتیب میں آگے پیچھے ہوا ہے یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ جواب میں فرمایا: ''قرآن میں نہ تبدیل ہے نہ تاخیر، نہ تقدیم ہے نہ اس میں اضافہ ہوا ہے نہ کمی ہوئی ہے، میں پناہ لیتا ہوں ان لوگوں سے جو ایسے اعتقاد رکھتے ہیں۔ ایسے اعتقاد پیغمبرؐ کے معجزہ کو مشکوک کرنے کی سازش ہے۔

☆ حسن بن محمد نیشابوریؒ: (متوفی ۷۲۸ھ ق)

آپ اپنی تفسیر غرائب قرآن ج ۴ ص ۱۱۷ سورہ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں: اگر یہ قول بشر ہوتا اللہ کا معجزہ

نہ ہوتا تو یہ اختلاف سے محفوظ نہیں رہتا۔ بعض نے ذکر سے مراد نبی لیا ہے، لیکن قول اول واضح اور راجح ہے۔ قرآن کو کس طرح سے حفظ کیا ہے، اس بارے میں کہتے ہیں: اس کو کلام بشر کے خلاف پیش کیا ہے۔ یعنی اگر بشر اس میں کوئی چیز اضافہ کرے تو عقلا سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ بعض نے کہا درس و بحث سے محفوظ رہتا ہے، ہمیشہ سے ایک گروہ اس کا تلاوت و کتابت میں انتہائی بالغ اور کمال توجہ کے ساتھ مصروف رہے ہیں اگر غلط تلاوت ہو تو وہ اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ قرآن کے معجزہ ہونے اور سچ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ کتاب تغیر اور تحریف سے محفوظ رہے گی۔ اس خبر کے مطابق ۹۰۰ سال گزر گئے ہیں کسی موحد مسلمان کو اس کے معجزہ ہونے میں شک نہیں۔ یہاں ایک نکتہ قابل ذکر ہے کہ خود اللہ نے اس کے حفظ کا بندوبست کیا ہے۔ اس نے اس کی حفاظت کسی اور پر نہیں چھوڑی ہے، لہٰذا وہ گذشت زمان کے ساتھ دیگر کتب مقدسہ کے خلاف اس کی حفاظت کررہا ہے۔ جبکہ دوسری کتب کی حفاظت کو اللہ نے علماء و دانشمندان اور رامت پر چھوڑا تھا، لہٰذا انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور ان کتابوں میں تحریف ہوئی، لیکن قرآن کو خود اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔

علامہ نیشابوری اس کتاب کی ج ۶ ص ۶۱ پر سورۂ فصلت کی آیت ۴۲ میں فرماتے ہیں: یہ کتاب عزیز و حمید کی طرف سے نازل ہوئی ہے عزیز غالب و قاہر کو کہتے ہیں جو اپنی حجت میں دیگر کتابوں پر غلبہ رکھتا ہے۔ یہ عدیم النذیر کتاب ہے۔ اولین و آخرین بشر اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آیا۔ پھر تائید فرماتے ہیں کہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے باطل آئے گا، پھر استناد کرتے ہیں صاحب کشاف کے قول سے یعنی باطل اس کتاب کے تمام اطراف سے کھٹکھٹا نہیں سکتا نہ کچھ زیادہ ہوگا اور نہ کچھ کم، نہ گذشتہ کتابیں اس کو جھٹلا سکتی ہیں اور نہ بعد میں آنے والی کوئی کتاب۔

پھر آپ سورہ قیامت کی آیت ۱۸ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

سعید ابن جبیر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے: پیغمبر کیلئے حفظ قرآن کا تصور شدت پکڑ چکا تھا، لہٰذا جب بھی وحی نازل ہوتی تو آپ زبان کو حرکت دیتے تھے۔ جبریل سے پہلے زبان ہلاتے تھے، اس ڈر سے کہ بھول نہ جائیں۔ اللہ نے نبی کو اس عمل سے روکا، چنانچہ اس جیسی آیت ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ ﴾ (طہٰ ۱۱۴) اور ﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَى ﴾ (اعلیٰ: ۶) ہے۔

ابومسلم نے اس آیت سے قرآن میں نسخ نہ ہونے کا استدلال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے نسخ ایک قسم کا بطلان ہے یہ ایک

غلط تصور ہے، کیونکہ کسی بھی حکم کی مدت کا ختم ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حکم ہی باطل تھا، بلکہ صرف اس کی مدت ختم ہوگئی ہے قرآن کریم، یہ حکیم حمید کی طرف سے جمیع الخلائق کیلئے نازل ہوا ہے۔

☆ علامہ ابو حیان اندلسیؒ: (متوفی ۷۴۸ھ ق)

سورۂ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

قرآن کریم کو کسی قسم کی زیادتی یا کمی تحریف یا تبدیلی عارض نہیں ہوگی۔ جس طرح اس سے پہلے کی کتابوں کے ساتھ ہو چکا ہے ایسا قرآن کے ساتھ ہونے والا نہیں چونکہ اللہ نے سابقہ کتابوں کی حفظ کی ذمہ داری نہیں لی تھی، بلکہ اسے علمائے احبار پر چھوڑا تھا لہٰذا ان میں اختلاف ہوا۔ اللہ نے قرآن کریم کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری لی ہے یہ کلام اللہ ہے جسے اس نے نازل کیا ہے۔ اگر یہ کلام بشر ہوتا تو اس پر وہی چیزیں عارض ہوتیں جو کلام بشر پر طاری ہوتی ہیں۔

☆ علامہ بقاعیؒ: (متوفی ۸۸۵ھ ق)

علامہ بقاعی اپنی گرانقدر کتاب **نظم الدر فی تناسب الآیات و السور** جلد ۴ ص ۲۰۷ پر فرماتے ہیں:

اللہ نے اپنی تمام عظمت و بزرگی کے ساتھ قرآن کریم کو جبرائیل کے ذریعے نازل کیا اور اپنے مخالفین و محاسدین کی مخالفت کے باوجود اس کی حفاظت کی۔ زید بن ثابت سے نقل کرتے ہیں: مقتل یمامہ کے بعد مجھے ابا بکرؓ نے اپنے پاس بلایا اس وقت ان کے پاس عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، ابا بکرؓ نے زید بن ثابت سے کہا: یہ مجھے کہتے ہیں: ''اگر جنگ گرم ہوگیا تو حافظان قرآن کی تعداد ختم ہو جائے گی۔ اللہ کیلئے قرآن کو جمع کر دو ورنہ قرآن ختم ہو جائے گا۔ تو میں (ابو بکر) نے عمرؓ سے کہا: جو کام پیغمبرؐ نے نہیں کیا اسے ہم کیسے کر سکتے ہیں؟ تو عمرؓ نے اس قدر اصرار کیا کہ میری شرح صدر ہوئی۔

☆ علامہ بیضاویؒ: (متوفی ۶۹۱ھ ق)

آپ سورہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت ان لوگوں کے انکار و استہزاء کی رد میں ہے۔ اللہ نے تاکید کے ساتھ فرمایا: ہم اس کی قطعاً حفاظت کریں گے یہ ہر قسم کی زیادہ و نقصان سے محفوظ رہے گا ہم نے اسے معجزہ بنایا ہے یہ

عام کلام بشر سے مبانیت رکھتا ہے تا اینکہ اس میں ہونے والی تغیر وتبدیل کسی سے پوشیدہ نہ رہے ہم ضمانت دیتے ہیں کہ اس میں کوئی خلل داخل نہیں ہوگا۔

سورہ فصلت کی آیت ۴۲ میں فرماتے ہیں: یہ کتاب کثیر النفع ہے **عدیم النظیر ومنیع** ہے۔باطل کنندہ اس کی طرف نہیں آسکتا اور اس میں تحریف نہیں کرسکتا ہے۔باطل کسی بھی جہت سے اسے دستک نہیں دے سکتا۔اس میں موجود گذشتہ کی اور آنے والی خبروں کو باطل قرار نہیں دے سکتا کیونکہ یہ اُس حکیم حمید کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کی ہر مخلوق حمد وستائش کرتی ہے۔

سورہ قیامت کی آیت ۱۸ کے ذیل میں فرماتے ہیں محمد کلمہ چُھٹنے کے ڈر سے وحی مکمل ہونے سے پہلے پڑھتے تھے۔ اللہ نے فرمایا: ہم اس کو آپ کے سینے میں جمع کریں گے۔پھر آپ کی زبان پر جاری کریں گے، جب جبرائیل آپ کی قرأت مکمل کریں تا کہ آپ کے اندر یہ راسخ ہوجائے پھر آپ کیلئے بیان کریں گے۔یہ آیت دلیل ہے کہ تبیین وتوضیح خطاب کے بعد بھی ہوسکتا ہے۔

☆ علامہ کرکیؒ:(متوفی ۹۹۵ھ ق)

[صیانت القرآن عن التحریف ص ۵۷]

اعرجی نے کہا ہے میں نے فاضل محقق قاضی القضاۃ علی ابن عبد عالی کے رسالہ **فی نفی النقصیه** کو دیکھا ہے اس کی ابتداء کلام صدوق سے ہوئی ہے اور پھر ان روایات کو چھیڑا ہے جو قرآن میں نقص ہونے کے بارے میں ہیں اس کے بعد اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے، اگر کوئی حدیث قرآن کی آیات کے خلاف یا سنت متواترہ یا اجماع کے خلاف نظر آئے اور اس کی تاویل اور توجیہ ممکن نہ ہو تو اسے دیوار پر پھینکا جائے پھر آپ نے اس ضابطہ پر اجماع کے علاوہ اور بھی دلائل نقلی میں اخبار عرض کو پیش کیا ہے۔ممکن نہیں جو کتاب دیگر احادیث کے صحت کا سند ہو اور جو چیز ہمارے پاس تواتر سے ثابت اور وہ بھی صحیح ہو تو تکلیف مالا یطاق لازم آئے گا تو ضروری ہے اخبار کو کتاب کے سامنے پیش کریں اخبار نقیصہ قرآن کے سامنے پیش کریں تو یہ اخبار قرآن کے خلاف پائے گا کیونکہ یہ اخبار کہتا ہے یہ وہ قرآن نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا جھوٹ ہوسکتا ہے۔

☆ شہید سعید تستری:(متوفی ۱۰۱۹ھ ق)

[الاءالرحمٰن للبلاغی ج۱ص۲۵]

صاحب الاءالرحمٰن نے عامہ تستری سے نقل کیا ہے۔''جو تحریف قرآن کے بارے میں شیعہ امامیہ کی طرف نسبت دیتے ہیں وہ جمہور علماء امامیہ کا نظریہ نہیں، بلکہ یہ قلیل و بے اعتبار گروہ کے رائے ہے۔

☆ شیخ محمد حسن مشغری عاملیؒ:(متوفی ۱۰۳۰ھ ق)

[نقل از آلاءالرحمٰن ج۱ص۲۶]

آپ میں فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم تحریف سے محفوظ کتاب ہے نہ اس میں زیادہ ہے نہ کم۔اس میں آیت حفظ دلالت کرتی ہے اور جو کچھ آیات قرآن سے تحریف کی باتیں ہیں وہ اخبار،علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہیں۔صاحب صیانت القرآن نے صاحب اعلیٰ الرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے: جو کچھ شیعہ امامیہ کی طرف تحریف قرآن کے حوالے سے نسبت دی جاتی ہے جمہور امامیہ اس کے قائل نہیں ہے جبکہ اس کے قائلین ایک شرذمہ قلیلہ ہے شیعہ میں ان کی اہمیت نہیں ہے۔

☆ علامہ تونیؒ:(متوفی ۱۰۷۱ھ ق)

آپ اپنے رسالہ وافیہ میں لکھتے ہیں:مشہور یہ ہے کہ قرآن مضبوط و محفوظ ہے اس میں کسی قسم کی تبدیل وتقدیم نہیں ہوئی ہے، کیونکہ حکیم خبیر نے اس کے محفوظ ہونے کی ضمانت دی ہے،جیسا کہ وعدہ دیا ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾

☆ سید مرتضیٰؒ بحرالعلوم:(متوفی ۱۲۲۶ھ ق)

علامہ بحرالعلوم اپنی کتاب فوائد فی علی الاصول میں لکھتے ہیں:ضیاءونور اور معجزہ باقی رہیں گے جب تک زمانہ چلے گا یہ کتاب حق ہے اس کی طرف باطل آگے سے اور نہ پیچھے سے آئے گا، کیونکہ حکیم حمید کی طرف سے نازل ہوا ہے۔عربی مبین میں ہے۔متقین کیلئے ہدایت ہے عالمین کیلئے بیان ہے۔

☆ شیخ جعفر کاشف الغطاء:(متوفی ۱۲۲۸ھ ق)

[کتاب صیانۃ القرآن ص ۴۸]

آپ اپنی موسوعۃ فقہیہ موسوم بہ کشف القضاء میں لکھتے ہیں: قرآن میں ایک سورہ یا ایک بسم اللہ حتیٰ ایک کلمہ ایک حرف تک بھی زیادہ نہیں ہے جو کچھ ان دفتین کے درمیان میں ہے اسکا کلام اللہ ہونا ضرورت دین و مذہب اور اجماع مسلمین ہے، اسی کے بارے میں اخبار آئمہ طاہرینؑ بھی قائم ہے۔اسی طرح اس میں جائے شک وشبہ نہیں کہ یہ کتاب ہر قسم کی نقص و کمی سے محفوظ ہے، اس پر صریح آیات قرآن دلالت کرتی ہے۔

[نقل از تفسیر نمونہ ج ۱۱ ص ۲۰]

آیت اللہ نے اس کتاب کی پہلی جلد میں فرماتے ہیں: قرآن مجید اسی شکل میں پیغمبرؐ کے دور میں جمع شدہ تھا اور مسلمان اس کو یاد اور حفظ کرتے تھے۔اس زمانے میں بہت زیادہ حفاظ قرآن پیدا ہوئے۔یہاں تک کہ جب مسلمان ایک دوسرے سے ملتے تو پوچھتے تھے آج کتنی آیات یاد کی ہیں۔حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ایک جنگ میں ۴۰۰ حفاظِ قرآن کی شہادت کا ذکر بھی موجود ہے۔مسلمانوں نے قرآن کے حفظ پر بہت توجہ دی کیوں کہ قرآن مسلمانوں کا آئین زندگی ہے اور قانون اساسی ہے۔مسلمان سمجھتے تھے کہ اُن کی عزت و آبرو قرآن میں ہے، اس لئے اس کی تعلیم اور تلاوت ہوتی تھی یہ کتاب آج کی طرح گوشہ مساجد میں گرد آلود نہ تھی قرآن کے حفظ کرنے کا رواج تمام مسلمانوں میں تھا۔جب کتاب کی صورت میں آیا تو ہر جگہ پہنچا۔جب چھاپ خانے وجود میں آئے تو سب سے زیادہ نشر ہونے والی کتاب قرار پائی۔

تحریف قرآن کے بارے میں موجود روایات چند نوعیت کے ہیں۔بعض وہ روایات ہیں جو تحریف لفظی کی طرف اشارہ کرتی ہیں جن میں آیا حضرت علیؑ نے دور پیغمبرؐ میں قرآن کو جمع کیا اور وفات پیغمبرؐ کے بعد اسے اصحاب کے سامنے پیش کیا۔جسے انہوں نے قبول نہیں کیا، حضرت علیؑ نے اسے محفوظ کیا اور کہا اب ہم اسے تمہیں نہیں دیں گے۔اس روایت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو قرآن علیؑ کے پاس تھا اس میں اور اس قرآن میں فرق بہت تھا۔

بعض روایات تحریف معنوی کی طرف اشارہ کرتی ہیں، یہ تمام جعلی روایات ہیں جیسا کہ احمد ابن محمد ابن سیار کے بارے میں علمائے رجال نے کہا ہے: یہ لوگ نا قابل اعتماد، اہل غلو منحرف، کذاب اور تناسخ کے قائل ہیں۔مزید

تفصیل کیلئے تفسیر نمونہ کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اس میں جائے شک نہیں کہ قرآن نقص و کمی سے وعدہ اللہ کے مطابق محفوظ ہے، چنانچہ صریح آیات قرآن ، اجماع علماء ہر زمان و مکان ہے۔ ان روایات کی کوئی حیثیت اور اعتبار نہیں جو قرآن کی کمی کے بارے میں وارد ہوئی ہیں خاص کر کے وہ ہدایت قرآن کا ایک ثلث یا اس سے زیادہ کم ہوا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یہ بات تواتر سے نقل ہوتی ، کیونکہ یہ عظیم حادثہ قرآن کیلئے ہونا اور دشمنان اسلام اس کو ایک بڑے طعن کے طور پر اٹھاتے۔ مسلمان قرآن کی آیات کو حتیٰ کہ حروف تک کو ضبط کرنے پر سرگرم رہے ہیں۔

☆ سید محسن الأعرجی الکاظمیؒ: (متوفی ۱۲۲۸ھ ق)

[التحقیق فی نفی عن التحریف ص ۲۰]

محقق بغدادی نے شرح وافیہ میں لکھا ہے: تمام کا اتفاق ہے قرآن میں زیادہ نہ ہونے پر اخبار کا اجماع ہے اور آئمہ تفسیر اس پر گواہ ہیں۔ کمی ہونے کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے قرآن میں کمی کا تصور علی ابن ابراہیم کی تفسیر قمی سے شروع ہوا ہے اور اس کے بعد آنے والوں نے ان کے اخبار کی بنیاد پر بات کی ہے جس طرح اس تفسیر میں موجود اخبار تفویض کی روایات سے ملتی ہیں۔ جیسا کہ کتاب اصول کافی میں پائی جاتی ہیں۔

☆ محقق ابی القاسم گیلانیؒ: (متوفی ۱۱۳۱ھ ق)

[البرھان للبروجردی ص ۱۱۲]

صاحب کتاب قوانین الاصول نے کہا ہے کہ جمہور مسلمین عدم تحریف قرآن پر قائم ہیں۔

☆ سید محمد طباطبائیؒ: (متوفی ۱۲۶۰ھ ق)

آپ لکھتے ہیں: جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب تواتر سے ملا ہیں، ہر ایک اپنے موقع و محل ترتیب میں واقع ہے۔ اسی طرح اہل سنت کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ قرآن تواتر سے ملا ہے، کیونکہ یہ ایک عظیم معجزہ، دین قویم کی بنیاد اور صراط مستقیم ہے یہ سب قرآن کے تحفظ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کے منافی جو احادیث ہیں وہ اخبار آحاد ہیں اور تواتر کی حد میں نہیں پہنچی ہیں۔

☆ شیخ ابراہیم الکرباسی الاصفہانیؒ: (متوفی ۱۲۶۱ھ ق)

[صیانت قرآن ص ۵۷]

کرباسی صاحب **تحقیق و تدقیق عنیق فی مباحث الاصولیه المبسوطه**، مسئلہ تحریف میں مبسوط و مفصل بحث کی ہے اور قائلین تحریف کی منطق کو باطل قرار دیا ہے اور کتاب عزیز القرآن حکیم سے بہت ہی بدیع انداز میں دفاع کیا ہے۔ عبارت عالی کے ساتھ محکم دلائل سے امتزاج کے ساتھ پیش کیا آپ نے ''ظواہر کتاب حجت ہے یا نہیں'' کے بارے میں اشارۃ الاصول میں بحث کی ہے۔ یہ ایک موسوعہ اصولی ہے۔ کتاب معتمد و معتبر عند الاصولین ہے اس میں بھی شبہ تحریف کو اس کتاب کے بہترین مباحث میں قرار دیا ہے۔ یہ اپنی جگہ ایک رسالہ مفصل اور جامع کتاب کہے جانے کے لائق ہے۔ اسکا ہر پہلو عمیق اور گہرا ہے اس میں بحث کنندہ موضوع کو ہر زاویہ سے اجاگر کیا ہے اس کے ابحاث میں گراں بہا موتی موجود ہیں اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

☆ شیخ طاہر جزائریؒ: (متوفی ۱۳۳۸ھ ق)

[تصحیح ابو الفتاح بوغدۃ چاپ مکتبہ مطبوعات اسلامی تالیف شیخ طاہر جزائری دمشقی متولد ۱۲۶۸ھ]

آپ اپنی کتاب [**تبیان لبعض المباحث المتعلق بالقرآن** ص ۸۹] آپ جمع قرآن و ترتیب عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا تھا اور پیغمبرؐ اپنے کاتبان وحی کو اس کے لکھنے کا حکم دیتے تھے۔ بہت سے صحابہ اس کو اپنے سینوں میں حفظ کرتے تھے لیکن پیغمبرؐ کے دور میں یہ آیات ایک جگہ جمع نہیں تھیں۔ خلیفہ اول کے دور میں واقعہ مرتدین، جنگ یمامہ میں بہت سے قراء قتل ہوئے تو مسلمان ڈر گئے کہ اگر اس کو یکجا جمع نہیں کریں گے تو قرآن کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے گا تو اس کو یکجا جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ حالت رہی یہاں تک کہ قرآن کی قرأت کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔ جب دور خلیفہ سوم عثمان آیا تو یہ اختلاف شدت پکڑ گیا تو انہوں نے اس قرآن کو چند مصحف میں قرأت قریش پر لکھنے کا حکم دیا اور اسے تمام اسلامی بڑے شہروں میں ایک ایک نسخہ بھیجا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اختلافی قرأت کو چھوڑیں اور اس ایک قرأت پر اختصار کریں۔ اس پر سب نے اتفاق کیا اور انہوں نے اس کو بہتر سمجھا۔ اس کے بعد صاحب کتاب نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

☆ **میرزا شیرازیؒ:(متوفی ۱۳۸۰ھ ق)**

آپ نے ایک اعلامیہ صادر کر کے تحریف قرآن کے شبہات کو مسترد کیا۔جس کا آغاز کچھ اس طرح ہے:

قرآن کریم اپنے ابتدائی نزول سے لے کر آج تک اعلیٰ مرتبہ،بلند درجہ عزوجلال پر فائز ہے۔مسلمان اس سے کمال رغبت رکھتے تھے۔جتنی بھی آیات نازل ہوتیں انھیں اپنے سینوں میں حفظ اور صبح وشام اپنے گھروں میں آہستہ اور اونچی آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے۔جتنے بھی سورے اور آیات قلیل ہوں یا کثیر انھیں لکھتے تھے۔اور یہ بھی نقل ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو پیغمبرؐ اسے فلاں سورہ میں فلاں جگہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔مسلمان نزول قرآن کے پہلے دن سے اس کی طرف متوجہ اور اسے حفظ کرتے اور اس میں موجود احکام پر عمل کرتے تھے۔وہ اس سے قرب اور رضائے الٰہی چاہتے تھے۔اس قرآن کو مسلمانوں کا شعار سمجھتے اور اس پر خوشی مناتے تھے۔ان کے بعد تابعین آئے جن پر اللہ احسان کرے،ان میں حفاظ قرآن امین اور علماء تھے۔پیغمبرؐ کے دور سے ہی کتابت شروع ہوئی۔جیسا کہ کتاب بحار سے نقل ہے کہ:"پیغمبرؐ اسلام نے قرآن کو بلاد کفر میں سفر کرتے وقت ساتھ لیجانے سے منع کیا کہیں دشمن کے ہاتھ اس پر نہ لگیں۔"

پس ان تمام توجیہات کے تناظر میں محال ہے کہ کوئی دست خیانت اس تک پہنچ جائے کہ جس کا اللہ نے وعدہ دیا ہو کہ اس کے آگے یا پیچھے سے کوئی تحریف نہیں آئے گی۔اس کے چار سو،اللہ نے حفاظتی حصار کھینچا ہے۔اس کی رفعت وبلندی سے جو زیادہ ونقصان کے خلاف ہے۔اللہ ہی اس کا حامی وحافظ ہے اور وہ اخبار جن کا ظاہر یہ ہے کہ بعض آیات میں تحریف ہوئی ہے وہ ثابت نہیں۔

ان روایات کی سند صحیح نہیں ہے ان روایات کا سلسلہ سیار سے ملتا ہے جسے علماء رجال نے جیسے شیخ الطائفہ، علامہ نجاشی اور قمی نے رد کیا ہے اور کہا کہ یہ ضعیف اور فاسد المذہب ہے،اس کی روایات حقیقت سے عاری ہیں اور زیادہ تر مراسل نقل کرتے تھے۔

دوسرا یہ کہ ان کی دلالت بھی ضعیف ہے۔

تیسرا یہ کہ ہر روایت دیگر بہت سی روایات سے متصادم ہے۔مثلاً کچھ روایات میں آیا ہے آیہ تبلیغ میں "علی امیر المومنین" کا جملہ گرا ہے۔بعض روایت میں

﴿بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْکَ مِنْ رَبِّکَ﴾

آیا ہے۔جبکہ کچھ روایات میں آیا ہے؛علی کا نام قرآن میں کبھی بھی نہیں آیا ہے،جیسا کہ امام صادق نے اس سوال کے جواب میں کہ بعض کہتے ہیں کہ علی کا نام قرآن میں ہے یا نہیں فرمایا: اللہ نے یہ قرآن محمد پر نازل کیا ہے اور تین یا چار جگہ سے زیادہ انکا نام نہیں آیا ہے۔

چوتھا۔بعض روایات نظم وترتیب قرآن کے ساتھ اختلاف رکھتی ہیں۔

پانچواں: کہتے ہیں:بعض اخبار اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو چیز گری ہے وہ تفسیر ہے جسے اصحاب نے اپنی طرف سے لکھا ہے۔

تو کیسے ان اخبار پر اعتماد کر کے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔اس کے علاوہ امام شیرازی کہتے ہیں:یہ بات جو کہتے ہیں کہ عثمانؓ نے قرآن کو جمع کرتے وقت بعض مصاحف کو جلایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تفسیر ان چیزوں سے پاک رکھنی چاہیے جو اللہ کی طرف سے یا پیغمبرؐ کی طرف سے اہل بیتؑ کی شان میں آیا ہے نہ اینکہ نفس قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔جو مطلب ہم نے پہلے بیان کیا ہے وہی ہے جو ہمارے مذہب کے قدیم و جدید روٴسا نے پیش کی ہے۔شیخ کاشف الغطاء نے اپنی کتاب میں قرآن کے بارے میں فرمایا ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن نقصان سے محفوظ ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کے حفظ میں ہے۔جس کی یہ قرآن خود تصریح کرتا ہے، ہر زمانے کے علماء کا اجماع بھی ہے لہٰذا وہ اخبار جو نقص قرآن کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مردود ہیں۔

☆ سید محمد ہادی میلانیؒ: (متوفی ۱۳۹۵ھ ق)

صاحب صیانت نے نقل کیا ہے: ہمیں یقین و قاطع حاصل ہے قرآن کریم میں کمی، بیشی اور نہ اسکے الفاظ میں تغیر وتبدیل ہے۔اگر تحریف کے بارے میں کچھ روایت ملتی ہیں تو ان سے مراد بعض الفاظ کے معنی ہیں جو منحرف لوگوں نے گھڑی ہیں۔یہ روایات مجہول یا قطعاً ضعیف ہیں، بلکہ وہ روایات جن میں کسی نئی سورہ یا آیت کا قرآن میں شامل ہونے کا ذکر آیا ہے وہ سب کتاب اتقان یا دبستان مذہب سے لی گئی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کو اسلوب بیان، نظم وترتیب اپنی جگہ ان روایات کے جعلی، خود ساختہ اور من گھڑک ہونے پر واضح دلائل ہیں۔

☆ علامہ آلوسی بغدادیؒ:(متوفی ۱۲۷۰)

[روح المعانی ج۸ص ۱۶]

آپ سورہ مبارکہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:مشرکین نبیؐ کو استہزاءو مسخرہ کرتے تھےتو اللہ تعالیٰ نے ان کی رد میں نبی کی تسلی کیلئےفرمایا کہ ہم نے اپنی تمام عظمت بزرگی کے ساتھ اس قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے،ہم ہی اس کے حافظ ہیں یہ ہرقسم کے نقص،عیب،تحریف وزیادتی اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔اگر کوئی بوڑھا ایک نقطہ یا کلمہ حذف کرے تو بچہ اس کو مسترد کرے گا اور کہے گا کہ آپ نے غلط تلاوت کی ہے۔صحیح یہ ہے اس آیت میں ان جھٹلانے والوں کیلئے جواب ہے،اللہ نے اس کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا ہےیعنی پیغمبر کی یہ شریعت قیام قیامت تک باقی رہے گی،چنانچہ آیات جملہ اسمیہ سے شروع ہوتی ہیں،جملہ اسمیہ دوام وبقاء کی طرف استدلال کرتا ہے،اللہ سبحانہ نے کوئی کتاب اس جیسی نہیں بھیجی۔اس سے پہلے کتابوں کے حفظ کی ذمہ داری علماء ربانی اور احبار پر چھوڑی تھی لہٰذا ان میں تحریف واقع ہوئی،لیکن یہاں حفظ قرآن کو اپنے ذمہ لیا ہے لہٰذا یہ ہمیشہ محفوظ رہا اور رہے گا۔

☆ علامہ شہشانیؒ:(متوفی ۱۲۸۷)

آپ کتاب عروۃ الوثقیٰ میں بحث قرآن میں کہتے ہیں:"یہ ہمارے جمہور مجتہدین کا عقیدہ ہے یہی قول امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے:"ہر وہ شخص جو تحریف قرآن کا قائل ہے وہ کافر ہے۔"اس سے واضح ہوا قرآن کریم اسلام اور مسلمین کی رگ حیات ہے۔اس کی قدامت اور طہارت متفق علیہ ہے۔فرق ومذاہب اسلامی کے نزدیک قرآن کریم کے بارے میں کسی حرف اور کلمہ میں اختلاف نہیں ہے۔اسی طرح شیعہ زیدیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ان کے پاس بھی شریعت کا پہلا مصدر قرآن ہی ہے۔یہ وہی قرآن ہے جو محمدؐ پر ایک معجزانہ صورت میں نازل ہوا اور یہی قرآن بغیر کسی کمی وبیشی کے امت اسلامی کے ہاتھوں میں ہے۔لہٰذا آیات قرآن ان تمام مذاہب کے پاس متواتر ہیں۔کوئی بھی مذہب غیر متواتر کو قرآن نہیں سمجھتا تو اتر قرآن جبرائیل امین کی تلاوت سے شروع ہوتے ہوئے صحابہ تک اور ان سے گزرتے ہوئے عصر حاضر کے مسلمانوں کے پاس ایک ہی صورت میں ہے۔"

☆ مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ: (متوفی ۱۲۹۷ھ ق)

آپ تحریف قرآن کے بارے میں سورۂ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''اس کلام سے پر زور طور پر کافروں کے انکار اور استہزاء کی تردید کردی گئی ہے۔ حفاظت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہر قسم کے الفاظ کے تغیر رد و بدل اور کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ اب کسی طور پر بگاڑ او تغیر اس میں ممکن نہیں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں تحریف کا امکان ہوتا اور دین کے دشمن نکتہ چینی کرسکتے تھے۔ افسوس کہ رافضی گروہ اس آیت کے باوجود بگڑا ہوا (اور ناقص) قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (چالیس پارے تھے) حضرت عثمان نے دس پارے جلوا دیئے۔

بعض اہل تفسیر کے نزدیک لہ کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے۔ اسی کے ہم معنی آیت یہ ہے

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

یعنی رسول اللہ کو کوئی بد اندیش ضرر نہیں پہنچا سکے گا، اللہ ان کا حافظ ہے۔'' لیکن یہ ایک حقیقت قرآنی اور محسوس ہمگانی ہے رسول موت سے محفوظ نہیں رہا قرآن زندہ ہے۔

سورۂ فصلت کی آیت ۴۲ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''باطل (شیطان) اس کے پاس نہیں آسکتا نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ قتادہ اور سدی نے کہا ہے باطل سے مراد شیطان ہے، شیطان قرآن میں کوئی کمی بیشی یا تبدیلی و تغیر نہیں کرسکتا۔ شیطان انس ہو یا جن سب پر لفظ باطل حاوی ہے۔ فرقہ شیعہ نے قرآن میں دس پاروں کا اضافہ کیا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ قرآن ان کے پاس بھی تیس پاروں کا رہا۔ پھر بعض آیات میں الفاظ کی کمی بیشی کی۔ جیسے ﴿**لکل قوم هاد**﴾ کے آخر میں لفظ علی بڑھایا اور ﴿**سیعلمون الذین ظلموا**﴾ کے آخر میں آل محمد کا لفظ زیادہ کیا، لیکن اللہ نے ان کی اس کوشش کو بار آور نہیں ہونے دیا اور بڑھائے ہوئے الفاظ جزء قرآن نہ بن سکے۔

زجاج نے کہا: آگے سے باطل نہ آسکنے کا معنی ہے کمی نہ ہو اور پیچھے سے باطل نہ آنے کا معنی ہے زیادتی نہ ہونا۔ اس تفسیر پر باطل سے مراد ہوگی کمی بیشی۔ مقاتل نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کتب سابقہ سے اس قرآن کی تکذیب نہیں ہوتی نہ اس کے بعد کوئی ایسی کتاب آئے گی جو قرآن کو باطل اور منسوخ کردے۔''

☆ سید حسین الکوہ کمریؒ:(متوفی ۱۲۹۹ھ ق)

آپ اپنی کتاب بشری الاصول ای علم الاصول میں لکھتے ہیں: مجتہدین اور اخباریں میں تحریف قرآن کے بارے میں اختلاف ہے۔ اصولیین نے تحریف کی سختی سے منع و مذمت کی ہے اور اُسے معتقدات امامیہ میں قرار دیا ہے۔ حسین کوہ کمری فرماتے ہیں: حق وہی ہے جو مجتہدین نے انتخاب کیا ہے، کیونکہ تحریف معجزہ ہونے کے منافی ہے۔ اگر تحریف ہوا ہے تو معجزہ خود بخود ختم ہو جائے گا اور اہل کتاب کی زبان اہل اسلام کے خلاف دراز ہوگی اور آیت کریمہ کے خلاف بھی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے سورہ فصلت کی ۴۲ میں ذکر کیا ہے۔ آپ عدم تحریف قرآن پر مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ تحریف خلاف اصل ہے کیونکہ یہ ایک حادثہ ہے، شک ہے ہوا ہے یا نہیں۔

۲۔ اجماع علماء ہے۔

۳۔ تحریف قرآن کے معجزہ ہونے سے متصادم و منافی ہے۔

۴۔ آیت میں ہے کہ اس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا۔

۵۔ حدیث ثقلین ہے۔

۶۔ وہ روایات ہیں جن میں قرآن سے تمسک کرنے کا حکم ہے۔

۷۔ روایات کو قرآن سے موازنہ کرنے کا حکم ہے۔

☆ شیخ موسیٰ طبریؒ:(متوفی ۱۳۰۷ھ ق)

آپ شرح رسائل میں فرماتے ہیں: ''قرآن کا تحریف نہ ہونا کثرت دلائل سے ثابت ہے۔''

☆ سید محمد حسین شہرستانی حائریؒ:(متوفی ۱۳۱۵ھ ق)

آپ اپنے ایک رسالے میں جس کا نام رسالۃ فی حفظ الکتاب شریف عن شبھۃ القول التحریف میں لکھا ہے:

''قرآن تحریف نہیں ہوا ہے اور یہ وافیہ کافیہ دلائل سے ثابت ہے۔''

☆ شیخ محمد حسن آشتیانیؒ :(متوفی ۱۳۱۹ھ ق)

آپ فرماتے ہیں: "مشہور بین علمائے اصول اور محدثین یہ ہے کہ قرآن میں قطعاً کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے جس پر بہت سوں نے اجماع کیا ہے۔"

صاحب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ج۳ ص۴۴ پر لکھتے ہیں:

کتاب **بحر الفوائد فی شرح فرائد الاصول** تالیف شیخ الاسلام میرزا محمد حسن آشتیانی طہرانی آپ شیخ انصاری کے برجستہ شاگردوں میں سے ہیں آپ ان کے دروس میں شرکت کرتے تھے، آپ نے بحث حجیت قرآن کی مناسبت سے عدم تحریف قرآن کے بارے میں لکھا ہے۔

[کتاب صیانت القرآن ص۵۴]

☆ شیخ حسن مامقانی نجفی :(متوفی ۱۳۲۳ھ ق)

انہوں نے **بُشر الاصول الی اسرار علم الاصول** مبحث حجیت ظواہر الکتاب میں یہ لکھا ہے:" مشہور بین مجتہدین اور اصولین بلکہ اکثر محدثین یہ ہیں کہ قرآن میں تغیر بالکل واقع نہیں ہوئی ہے۔" پھر کہتے ہیں: بہت سوں نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

[التحقیق ص ۲۱]

☆۔ جمال الدین قاسمی :(متوفی ۱۳۳۲)

آپ اتجاھات فی تفسیر ج ا ص ۱۷۱ پر لکھتے ہیں: جمال الدین قاسمی سورہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ لوگ قرآن کے ساتھ ہر قسم کی بغاوت کید و مکر کریں گے، لیکن یہ نور لا یزال جو اللہ کا ذکر اپنی ہدایت بھیجتا رہے گا۔ اس کے علوم کی حقانیت، آفاق تک پہنچے گی کید کایدین اور فساد مفسدین سے اس کو بچائیں گے، چنانچہ اللہ نے اس آیت کریمہ میں وعدہ دیا ہے، لوگ چاہتے ہیں اللہ کے نور کو بجھا دیں لیکن اللہ اس نور کو تکمیل تک پہنچائے گا، مذکورہ آیت میں جملہ اسمیہ اور استرار پر دلالت کرتا ہے سورہ فصلت ۴۲ کے معنی میں فرماتے ہیں: **"منیع محمی عن التغیر والتبدیل وعن محاکاته بنظیر"**

☆ آیت اللہ بروجردیؒ: (متوفی ۱۳۳۸ھ ق)

صاحب دانش نامہ قرآن، ج اص ۲۷۲ میں آپ سے نقل کرتے ہیں

تحریف قرآن کے بارے میں ایک چوتھائی اخبار تفسیر فرات سے نقل کی گئی ہیں۔اور مؤلف، ارباب رجال کی نظر میں مورد نقد وطعن ہے، اس کا مذہب اور حدیث خراب ہے۔لہٰذا اس کی کتاب کو سند بنا کر کوئی حدیث ثابت نہیں کر سکتے۔اس کے علاوہ ان میں سے بعض اخبار کے مضامین بھی خراب ہیں: مثلاً ان اخباروں میں سے ایک ''کاش میں مٹی ہوتا'' ہے یا یہ جملہ کہ آیت بلغ میں لفظ ''فی علی'' آیا تھا۔حالانکہ ایسا ہوتا تو ضرور حضرت علیؑ اپنی خلافت کے بارے میں اس سے احتجاج کرتے یا کسی ایک خطبہ میں اس آیت کو بطور سند پیش کرتے اور کہتے دیکھو میرا نام قرآن مقدس میں بھی آیا ہے یا کسی جگہ ذکر کرتے کہ اس آیت قرآنی سے میرا نام حذف کیا گیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: جو چیز امیر المومنین نے لکھی ہے وہ کتاب خدا ہے آپؑ نے پیغمبر کی تجہیز کے بعد قسم کھائی کہ عبا نہیں پہنیں گے اگر پہنیں گے تو نماز یا پھر جمع قرآن کیلئے۔آپؑ نے قرآن کو نزول کے حساب سے ترتیب دیا اور یہ لکھا کہ کون سی آیت عام، کون سی خاص، کون سی مطلق، کون سی آیات محکم ہیں کون سی متشابہ، کون سی ناسخ، کون سی منسوخ، کس آیت میں عزیمت اور کس میں رخصت ملتی ہے اور آیات کے سنن، آداب اور ان کے اسباب نزول لکھے ہیں۔'' ابن حجر نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے، صواعق المحرقہ میں آیا ہے، اگر مجھے یہ کتاب ملتی تو اس سے بہت علم ملتا۔تاویل وتعبیر آیات میں صحابہ علی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

مرحوم آیت اللہ بروجردی مرجع فقید تشیع نے انتہائی شدت اور سخت لہجے میں تحریف قرآن کے پروپگنڈے کا جواب دیا ہے۔آپ علوم رجال پر بھی احاطہ رکھتے تھے، لہٰذا تحریف قرآن سے متعلق تمام جعلی اور خود ساختہ سمجھتے تھے۔ہم یہاں پر ان کے بیان کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں: فریقین شیعہ وسنی سے جمع قرآن کے بارے میں کتابوں میں روایات ملتی ہیں اور انہیں روایات کو بنیاد و سند بنا کر تحریف قرآن کے قائلین شور کرتے ہیں۔دوسری طرف نادان دوست تھے، ان روایات کو اپنے پیش روؤں اور مقتداؤں کی منقبت قرار دیتے ہیں۔بطور اجمال و خلاصہ سمجھ لیں کہ تحریف قرآن کے بارے میں دو تہائی روایات و اخبار کا راوی احمد ابن سیار جو کاتب ومنشی آل طاہر تھا اور امام حسن عسکری کا ہم عصر تھا اس نے یہ روایات جعل کی ہیں۔ارباب علم رجال اسے اور اس کے مذہب کو فاسد قرار

دیتے ہیں۔ان سے مروی بیشتر روایات مرسل اور مبہم ہیں۔

☆ محقق تبریزیؒ: (متوفی ۱۳۴۰ھ ق)

آپ اپنی کتاب **شرح الوسائل فی علم الاصول** میں ان روایات کو جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہے ان کی تاویلات پیش کرنے کے بعد کہا ہے: ''اصل میں یہ روایات قرآن کے معجزہ ہونے کے خلاف ہے۔اسی طرح اس آیت کے بھی خلاف ہے جو سورہ فصلت کی ۴۲ میں ہے اور اخبار ثقلین اور وہ اخبار جو موافق قرآن کو اخذ کریں اور مخالف کو رد کریں۔''

☆ امام حمید الدین فراہیؒ: (متوفی ۱۳۴۹ھ ق)

[مجموعہ تفاسیر فراہی ص۲۱۲ تا ۲۱۳]

آپ اپنے ''مجموعہ تفاسیر فراہی'' میں عدم تحریف کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں کسی کمی بیشی یا کسی تبدیلی کا امکان نہیں ہے کیونکہ یہ باتیں قرآن مجید کی حفاظت کے منافی ہیں۔چنانچہ قرآن مجید کے متعلق یہ امر مسلم ہے کہ وہ پوری طرح محفوظ ہے۔نہ اس میں ایک نقطہ کا اضافہ ہوا ہے نہ ایک شوشہ کی کمی واقع ہوئی ہے۔یہ جو امامیہ کی نسبت مشہور ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا کچھ حصہ غائب کر دیا گیا تو یہ بات ان کے اکابر علماء کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔سید مرتضٰی علم الھدیٰ، شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی، ابو علی طبرسی صاحب مجمع البیان، محمد بن علی بن بابویہ قمی سب نے اس لغو خیال کی پوری شدت کے ساتھ تردید کی ہے۔محمد بن بابویہ قمی کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالٰی نے پیغمبرؐ پر اتارا تھا وہی قرآن ہے جو مابین دفتین امت کے ہاتھوں میں موجود ہے۔قرآن مجید اس سے زیادہ ایک حرف نہیں تھا اور جو شخص ہماری طرف منسوب کرتا ہے کہ ہم قرآن مجید کے اس سے زیادہ ہونے کے قائل ہیں، وہ جھوٹا ہے۔''اس بارے میں ان کے ہاں جو روایات ہیں ان کے متعلق سید مرتضٰی کہتے ہیں کہ امامیہ اور حشویہ میں سے جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، ان کے اختلاف کی کوئی وقعت نہیں ان کے سارے اختلافات کا دارومدار چند ضعیف روایات ہیں جن کو یہ حضرات صحیح سمجھتے ہیں، حالانکہ ان روایات کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ ان کی بنیاد پر ایک ایسی بات سے انکار کر دیا جائے جس کی صحت قطعیت کے ساتھ معلوم ہے۔سید مرتضٰی نے اس پر دوسری دلیلیں بھی قائم کی ہیں، لیکن یہاں ہم ان کی تفصیل

میں نہیں پڑنا چاہتے ۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ سورۂ قیامت کی آیات ۱۷ تا ۱۹ سے تین باتیں نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں:

۱۔قرآن آنحضرتؐ کے عہد میں جمع ہو کر ایک خاص ترتیب سے آپ کو سنا دیا جائے گا۔اگر یہ وعدہ آپؐ کی وفات کے بعد پورا ہونے والا ہوتا تو آپؐ کو اس قرأت کی پیروی کا حکم نہ دیا جاتا۔

﴿ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴾ (قیامت ۱۸)

۲۔آپ کو حکم تھا جمع قرآن کے بعد دوبارہ جس طرح آپ کو سنایا جائے اسی طرح آپؐ اس کو پڑھیں اور یہ بات عقلاً و نقلاً دونوں اعتبار سے بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ پر کوئی بات وحی کے ذریعے سے آئے اور آپؐ اس کو امت تک نہ پہنچائیں ۔عقلاً اس کی غلطی بداہۃً واضح ہے کسی تفصیل کی ضرورت ہی نہیں ۔نقلاً یہ یوں غلط ہے کہ قرآن مجید فرماتا ہے:

''اے رسول جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر اتارا گیا ہے اس کو پورا پورا پہنچا دو ۔اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم نے اس پیغام کو نہیں پہنچایا جو تم کو دیا گیا ۔''

یہ ایک عام حکم ہے ۔اس حکم کا تقاضا ہے کہ آنحضرتؐ نے امت کو اس ترتیب کے مطابق قرآن سنایا ہو جس ترتیب پر اس کی آخری قرأت ہوئی ہے اور یہ ترتیب وہی ترتیب ہوگی جو لوح محفوظ میں ہے، کیونکہ آخری قرأت کا اصل کے مطابق ہونا ضروری ہے ۔

۳۔تیسری بات یہ نکلتی ہے کہ اس جمع و ترتیب کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بھی بیان فرما دیں جو تعمیم و تخصیص یا تخفیف و تکمیل سے تعلق رکھتی تھیں ۔

یہ باتیں قرآن مجید سے ثابت ہیں اور ان کی تصدیق روایات سے ہوتی ہے کہ یہ تمام باتیں ٹھیک ٹھیک پوری ہوئیں ۔چنانچہ آنحضرتؐ قرآن مجید کی پوری پوری سورتیں لوگوں کو سناتے تھے اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ آپؐ کو وہ سورتیں اس خاص ترتیب پر سنائی گئی ہوں ۔اور صحابہ نبیؐ کی اس پیش کردہ ترتیب کے مطابق قرآن مجید کو سنتے اور محفوظ کرتے تھے ۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؐ خاص خاص آیتوں کو خاص خاص سورتوں میں خاص خاص مقامات میں لکھواتے تھے اور صحابہؓ اس کی پابندی فرماتے تھے ۔پھر جب کوئی توضیحی آیت اترتی تو آپؐ اس کو بھی

قرآن مجید میں لکھواتے اور ان کے لکھوانے میں دو اصول ملحوظ رکھے جاتے یا تو وہ ان آیات کے ساتھ ملا دی جاتیں بشرط یہ کہ جن کی وہ تشریح کرتیں ۔یا سورہ کے آخر میں رکھ دی جاتیں ۔اگر ان کا تعلق سورہ کے مجموعی مضمون سے ہوتا ۔

☆ شیخ عبداللہ مامقانیؒ :(متوفی ۱۳۵۱ھ ق)

آپ **ربیع بن خثیم** سے نقل کیا ہے: ''جو کچھ محدث نوری سے صادر ہوا ہے ان کے عقیدہ ضعیف اور عقل میں کمی کی نشانی ہے انہوں نے تحریف قرآن کا اعلان کرکے بہت بڑی جسارت کی ہے ۔'' آپ کی کتاب **غایۃ** المامول فی علم الاصول ہے ۔

[التحقیق ص ۲۲ نقل از تنقیح المقال ج ا ص ۴۲۴]

☆ شیخ محمد جواد بلاغیؒ :(متوفی ۱۳۵۲ھ)

آپ فرماتے ہیں: ''ہم نے روایات شاذو نادر سے تحریف قرآن اور ضیاع بعض آیات کے بارے میں سنا ہے، لیکن ان روایات کی کوئی اہمیت وقعت نہیں ۔ان روایات کے بارے میں کچھ کہنا چاہئے تو یہ کہیں کہ وہ اپنی جگہ مسترد ہیں ۔راوی بھی ضعیف ہے اور یہ لوگ مسلمین کے مخالفین میں سے ہیں ۔قولِ تحریفِ قرآن ،قرآن کے ساتھ اہانت وجسارت ہے ۔''

☆ ڈاکٹر مصطفیٰ رافعیؒ :(متوفی ۱۳۵۶ھ ق)

آپ کی کتاب **اسلامنا فی التوفیق بین وسنة والشیعه**، کے ص ۵۷ پر لکھتے ہیں: ''یہ قرآن جو اس وقت لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے ۔اس سلسلے میں شیعہ امامیہ کی طرف سے جو بات نقل کی جاتی ہے کہ ''قرآن میں اہل بیتؑ سے متعلق آیات حذف ہوئی ہیں، کیونکہ جو قرآن علی بن ابی طالبؑ کے پاس تھا وہ مصحف تھا۔' علماء شیعہ نے ان نقطہ نظر اور رقیل وقال کو سختی کے ساتھ رد کیا ہے ۔ان میں شیخ طوسی، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، شہشانی قابل ذکر ہیں انہوں نے صراحت سے کہا ہے قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ۔''

☆ علامہ طنطاوی جوہری المصریؒ :(متوفی ۱۳۵۸ھ ق)

آپ سورۂ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اللہ نے مشرکین کو طنز کرکے فرمایا: تم وہ

جھوٹی وگمراہ قوم ہو جو ہمارے نبی کا استہزاء کرتے ہو، لیکن تمہارا استہزاء انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا، کیونکہ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ۔تم اگر کہو کہ یہ مجنوں ہے تو ہم نے جو نازل کیا ہے اس میں ہر قسم کی تحریف اور اضافہ ابطال سے بچائیں گے ۔اور ہم اس کیلئے ایسے علماء ہر دور میں بنائیں گے جو اس کی حفاظت کریں، اس سے دفاع کریں، لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں اور لوگوں کو اس میں موجود علوم وحقائق سے آگاہ کریں۔ اے محمد ان کی باتوں سے آپ مایوس نہ ہوں ہم نے آپؐ کو ہر دور میں محفوظ رکھنے کی بشارت دی ہے۔''

☆ مصطفیٰ الھاشمی المصری متوفی ۱۳۶۲ھ ق:

آپ اپنی کتاب جواھر الادب مطبوعہ دارالکتاب علمی ص ۲۷۰ سورہ ہود آیت ا کے ذیل میں لکھتے ہیں: اس میں آیات بینات اور واضح دلائل ہیں یہ اخبار صادقہ ،مواعظ رائعہ ،شرائع راقیہ اور آداب عالیہ ہے ۔ایسی عبارات پر مشتمل ہے جو دل سے بات کرتی ہے اس کا انداز بیان ایسا ہے کہ بشر چاہے کتنا ہی فصاحت و بلاغت کی چوٹی پر پہنچا ہو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا یا نقل حکایت کرنے میں اعلیٰ درجہ مہارت پر فائز ہے ۔قرآن، اللہ کی آیت دائمی اور رجحت خالدہ ہے ۔پھر آپ نے سورہ فصلت کی آیت ۴۲ سے استدلال کیا ہے ۔اللہ نے اپنے رسول پر یہ کتاب نازل کی تا کہ آپ اپنی قوم تک پہنچائیں جو سروران بلاغت، امراء کلام، ظلم وزیادتی سے نفرت کرنے والے تھے، اباۃ الضیم، غیرت وحمیت کے نمونے انہیں اس آیت نے حیرت و دہشت میں مبتلا کیا ہے وہ اس کی عبارات کے فریفتہ ہوگئے بعض نے ایک ہی نظر میں ہدایت پائی، اس کی عقل کی صفائی ہوئی اور اس کے ذوق میں لطف آیا، اس کتاب نے اہل عناد وتکبر، اباطیل کے غرور ومجادلہ کو تحدی کیا کہ وہ اس جیسی ایک کتاب لائیں وہ نہیں لا سکے ان کا سر جھک گیا، پھر کہا دس سورے لاؤ نہیں لا سکے پھر ایک سورہ لانے کو کہا لیکن وہ عاجز ہوئے اس کے بعد اللہ نے آئندہ آنے والوں کو بھی اس کا مقابلہ کرنے سے مایوس کیا ۔حتیٰ اگر جن وانس سب مل کر ایک دوسرے کی مدد بھی کریں تو اس جیسی کتاب نہیں لا سکیں گے ۔قرآن نبی کریم پر حسب وقت اور واقعات کے تقاضے اور تناسب کے تحت ۲۰ سے چند سال زائد عرصے میں نازل ہوا ۔آپ اپنے کاتبان وحی کو حکم فرماتے تھے جو کچھ نازل ہوتا اسے لکھیں ۔رسول اللہؐ نے جب وفات پائی تو قرآن کی حفظ اور کتابت مکمل ہو چکی تھی ۔بعض اصحاب کے سینوں میں محفوظ تھا، جبکہ بعض کے پاس اوراق میں ثبت تھا ۔جب خلیفہ سوم کے زمانے میں فتوحات زیادہ ہوئیں اور قراء ملکوں میں منتشر ہوئے تو حضرت عثمان نے زید ابن

ثابت، عبداللہ ابن زبیر، سعید ابن عاص، عبداللہ ابن حارث بن ہشام سے اس کے نسخے بنانے کو کہا اور اس میں لغت قریش پر اعتماد کرنے کو کہا، کیونکہ یہ قریش کی لغت میں نازل ہوا تھا۔

☆ احمد مصطفیٰ مراغیؒ: (متوفی ۱۳۶۴ھ ق)

[تفسیر مراغی ج ۵ ص ۹]

سورہ حجر کی آیت ۹ میں فرماتے ہیں اے وہ گمراہ قوم جو ہمارے نبی کی استہزاء کرتے ہو تمہاری استہزاء انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے کیونکہ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہے تم کہو یہ مجنون ہے لیکن ہم اس پر نازل شدہ کتاب کو ہر قسم کی زیادہ نقصان تغیر تبدیل تحریف معارضہ افساد اور ابطال سے بچائیں گے اور آئندہ آنے والے زمانوں میں ایسے افراد پیدا ہوں گے جو اس کی حفاظت بھی کریں گے اور اس سے دفاع بھی کریں گے اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت بھی دیں گے اور اس میں موجود حکم عبرتیں اور نصیحتیں آداب علوم کو بھی نکالیں گے۔ جو عقل بشر فکر بشر کی اختراعات سے مناسب رکھتا ہو پھر آپ اللہ نے اپنے رسول سے خطاب کر کے فرمایا آپ ان کی باتوں اور عمل سے مایوس نہ ہو جاؤ یہ لوگ جو کچھ غلط حرکتیں و باتیں کرتے ہیں آپ کو مجنون کہتے ہیں یہ ان کی پہلے سے سنت و سیرت رہی ہے

آپ اپنی تفسیر کے ج ۸ ص ۱۳۸ پر فصلت آیت ۸ کے ذیل میں فرماتے ہیں ذکر کے منکرین جنہوں نے اس قرآن کا انکار کیا اور اس کے محتویٰ کو جھٹلایا حالانکہ یہ کتاب عزیز ہے اس کا معارضہ مقابلہ یا طعاعنون کی طعن اس تک نہیں پہنچ سکتا ہے ہر عیب کو رد کرتے ہیں حمایت الٰہی میں وہ محفوظ ہے باطل کو اس تک رسائی نہیں ہے نہ کتب سابقہ اسے جھٹلا سکتا ہے جیسے تورات و انجیل نہ اس کے بعد کوئی کتاب اسے جھٹلانے کیلئے آئی گی زجاج سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا ہے یہ کتاب کسی نقص سے محفوظ ہے نہ اس کے آگے سے باطل آ سکتا ہے نہ اس میں کوئی اضافہ کر سکتا ہے غرض باطل اس کو نہیں کھٹکھٹا سکتا کسی بھی جہت سے کسی بھی طرف سے اس تک رسائی نہیں ہے جو کچھ اس میں ہے وہ حق و صدق ہے اور کوئی بھی چیز واقعیت سے مطابقت نہ رکھتا ہو اس میں نہیں ہے حکیم حمید کی طرف سے آیا ہے۔

☆ سید محسن امین عاملیؒ: (متوفی ۱۳۷۱ھ ق)

آپ نے ابن حزم اور صادق رافعی اور دیگر علماء کی طرف سے اہل تشیع کے تحریف قرآن کے قائل ہونے کی رد میں لکھا ہے: امامیہ میں سے کوئی بھی اس کا معتقد نہیں، نہ متقدمین میں سے اور نہ عصر حاضر میں۔ قرآن میں کوئی اضافہ ہوا ہے نہ کمی ہوئی ہے۔ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ سب کا اتفاق ہے اس میں زیادتی و کمی نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ وہ متفق ہیں کہ اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوئی ہے اگر کوئی نسبت دے تو وہ جھوٹ ہے، وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر جھوٹ کی نسبت دیتا ہے۔ اسی طرح آپ نے شیعہ کیلئے ''المنار'' کے نام سے لکھی گئی کتاب میں لگائی گئی اس تہمت کو رد کیا ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں جو کچھ صاحب المنار نے شیعوں کی طرف نسبت دی ہے شیعوں سے کھلی دشمنی کا مظہر ہے۔ بعض علماء مسلمین کی تحریف قرآن کی نسبت فرقہ امامیہ کی طرف دینا اپنی جگہ ظلم و زیادتی ہے۔ جس سے اس قول کے مخالف بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔ اسی طرح وہ علماء جنھوں نے اس کی رد میں لکھا ہے وہ بھی آتے ہیں علماء امامیہ پر یہ ایک تہمت و افتراء ہے۔

لیکن علامہ محسن امین کا باطنی اور غالیوں کو اپنی چھتری میں رکھ کر ان سے دفاع کرنے کی مثال ایسے ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر میں چوروں کو پناہ دیکر یہ کہے کہ ہمارے گھر میں چور نہیں ہیں۔ ان کے علم میں ہے کہ فرقہ امامیہ اپنی جگہ پندرہ فرقے ہیں جس میں غالی، باطنی، اخباری او رمعتزلہ، سب شامل ہیں۔

☆ سید محمد معروف بہ حجت: (متوفی ۱۳۷۲ھ ق)

انہوں نے عدم تحریف قرآن پر ایک فتویٰ دیا ہے۔ ''قرآن تحریف نہیں ہوا ہے۔''

☆ محمد حسین کاشف الغطاءؒ: (متوفی ۱۳۷۳ھ ق)

آپ اپنی کتاب عقائد شیعہ ''اصل و اصول شیعہ'' میں لکھتے ہیں:

جو کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے وہی کتاب ہے جو اللہ نے پیغمبر پر نازل کی ہے اس میں تعلیم ،احکام حلال و حرام میں تمیز کا بیان ہے اس میں کسی قسم کا نقص تحریف یا زیادتی نہیں ہے، جس پر امت کا اجماع ہے ۔مسلمانوں میں سے کوئی گروہ یا فرقہ قرآن میں نقص اور تحریف ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ خطاء اور غلطی پر ہے۔ اسے

خود قرآن نے سورہ نحل کی آیت ۴۰ کے تحت مسترد کیا ہے۔اور جو کچھ اخبار تحریف قرآن اور تغیر وتبدیل کے حوالے سے اہل تشیع واہل سنت کی کتب میں موجود ہیں وہ شاذ اور آحاد ہیں اور موجب علم وعمل نہیں ہیں۔یا تو ان کی تاویل کی جائے یا انہیں دیوار سے مارا جائے۔

☆ احمد امینؒ:(متوفی ۱۳۷۳ھ ق)

آپ کتاب فجر الاسلام ص ۱۹۰ پر لکھتے ہیں:

''قرآن کا نزول متفرق اور تدریجی صورت میں ۲۳ سال کے عرصہ میں مکمل ہوا۔آیات،حسب حوادث اور مقتضائے حال کے تحت نازل ہوتی تھیں۔پیغمبرؐ دنیا سے رخصت ہوئے تو قرآن ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا، بلکہ کاتبان وحی کے پاس متفرق صحف میں مکتوب تھا۔بعض صحابہ کے سینوں میں حفظ تھا۔ابو بکرؓ نے اپنے دور میں قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا،اصحاب اور مکتوبات منتشر کو یکجا جمع کیا،جس میں قرآن کی آیات اور سورہ تھیں ان کو اور جو کچھ لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا اس سے ایک مصحف بنایا،یہ قرآن ابو بکرؓ کے پاس تھا جسے زید ابن ثابت نے جمع کیا تھا۔ابو بکرؓ کی وفات کے بعد یہ مصحف عمرؓ کے سپرد کیا،حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے بعد اسے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے سپرد کیا۔جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو اسے حضرت حفصہؓ سے لیا اور ایک گروہ صحابہ کو اس سے نسخے بنانے پر مأمور کیا۔ان میں زید بن ثابت،عبداللہ بن زبیر،سعید ابن عاص تھے۔انہوں نے سب کو ایک مصحف میں جمع کیا اور اس سے چند نسخہ بنائے اور اس مصحف کے خلاف قرأت والے تمام مصاحف کو جلایا۔

قرآن چونکہ عربی زبان میں تھا اور اسلوب بیان عرب کے تحت وحی کے الفاظ عربی تھے،لیکن بہت قلیل الفاظ،دوسری لغات سے لئے گئے تھے جو عرب زبان میں رائج تھے،چنانچہ اللہ نے اس کتاب میں ہی فرمایا ہے کہ یہ کتاب عربی میں نازل ہوئی ہے۔تمام قرآن اصحاب کی استطاعت میں نہیں تھا کہ وہ اس کے اجمال اور تفسیر دونوں کو سمجھے۔

آپ لکھتے ہیں:ابن خلدون کی یہ بات درست نہیں کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوئی ہے اور ان کے ادب کے مطابق ہے وہ تمام قرآن کو سمجھتے تھے اور تمام معانی کو درک کرتے تھے۔کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہونے کی صورت میں ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کی تمام تفسیر کو سمجھ سکے۔اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ کوئی بھی کتاب کسی

بھی زبان میں ہو۔تمام اہل زبان سب کچھ سمجھ نہیں پاتے، چنانچہ ایسی آیات ہیں جو صرف لغت سمجھنے سے سمجھ میں نہیں آتیں، جیسے ذاریات وعادیات۔

☆ عبدالقادرعودہؒ: (متوفی ۱۳۷۴ھ)

آپ اپنی کتاب **"تشریع الجنائی الاسلامی مقارناً بالقانون الوضعی"** ص۱۶۵ پر لکھتے ہیں ؛قرآن وہ کتاب ہے جو اللہ کے رسول محمدؐ پر نازل ہوئی ہے یہ دوجلدوں میں مدون کتاب ہے جس کا آغاز فاتحہ سے اور اختتام الناس پر ہوتا ہے۔نصوص قرآن قطعی ہیں ہمیں قرآن طریقہ تواتر سے کتابی اور شفاہی صورت میں ملا ہے۔تواتر صحت منقول پر جزم اور یقین کا سبب منتج ہے اس لئے قرآن کے نصوص قطعی الورود ہیں۔ایک قطعی بات ہے ہمیں یہ رسول سے تواتر کتابت او رشفاہت دونوں طریقوں سے ملا ہے،بعینہ اسی صورت میں جو آپ پر نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب رسول کی طرف بھیجا پھر کاتبان وحی نے اسے لکھا۔بہت سے اصحاب نے اس کو حفظ کیا ہے۔ممکن نہیں کہ ان سب نے جھوٹ پر اتفاق کیا ہو۔اس جماعت سے ایک اور جماعت نے نقل کیا ہے لیکن وہ کسی لفظ میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک کتنی بعید اور مختلف جنسیات کے کیوں نہ ہو اختلاف نہیں کیا ہے۔نصوص قرآن کی دلالت میں قطعی اور ظنی دونوں ہیں۔قرآن کے نصوص قطعی الصدور ہیں۔مسلمانوں میں اختلاف نہیں کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے اس کی اطاعت واجب ہے۔اس کے احکام واجب الاتباع ہیں۔احکام قرآن امور دینی اور اخروی دونوں کیلئے تشریع ہوئی ہیں اور یہ انسان کے دین ودنیا دونوں کی سرمایہ اور سعادت کا باعث ہے۔احکام شریعت ناقابل تجزیہ وتقسیم ہے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر نہ لائیں۔چنانچہ ایسے لوگوں کی قرآن نے مذمت کی ہے۔

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ (بقرہ:۸۵)

شریعت قرآن واسلام دیگر زمینی شرائع سے چندیں زاویے سے ممتاز ہے شریعت اسلام دین ودنیا دونوں کیلئے ہے،لہٰذا اس کی اطاعت سر وعلانیہ اور سختی اور راحت دونوں صورت میں واجب ولازم ہے، کیونکہ اطاعت بذات خود عبادت اور اس پر ثواب ہے۔

بہت سے مومنین جرائم کی خواہش ہوتے ہوئے اسے چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ انھیں یقین ہے کہ اس کے

ارتکاب پر عتاب آخرت اور غضب اللہ کا سبب بنتا ہے۔

☆ فہد سلیمان رومیؒ:(متوفی ۱۳۷۶ھ ق)

آپ اپنی کتاب **اتجاھات التفسیر فی قرآن لرابع عشر** ج اص ۱۰۲ پر سلام القرآن من تحریف کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں: اللہ نے حفظ قرآن کے بارے میں اس آیت کریمہ میں نص کیا ہے۔فیصل مبارک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے ایک اور آیت سورہ فصلت کی آیت ۴۲ میں بھی ذکر کیا ہے: اللہ نے اس کتاب کو نازل کیا ہے پھر اس کی حفاظت کی لہٰذا ابلیس اس میں نہ کوئی باطل اضافہ کرسکتا ہے نہ حق کم کرسکتا ہے اللہ نے اس کی حفاظت کی ہے۔پھر ابن کثیر سے نقل کرتے ہیں اللہ نے اس ذکر کو نازل کیا ہے وہ اس کے تغیر وتبدل کا حافظ ہے۔دیگر آسمانی کتب سے ہٹ کر قرآن کو حفظ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ آخری کتاب ہے جسے خاتم الانبیاء نے لایا ہے وہ بطور حجت اپنے مخلوقات پر باقی رہے گی۔

شیخ عثمان قاضی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: آیت میں لہ کا ضمیر ذکر کی طرف برگشت کرتا ہے ہم نے اس ذکر کو محمد پر نازل کیا ہے ہم اس کے حافظ ہے اس میں زیادہ ونقصان تغیر وتبدیل وتحریف نہیں آئے گا۔قرآن ان چیزوں سے محفوظ ہے جن وانس اس میں کلمہ واحد حرف واحدہ تک اضافہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں یہ قرآن کی خصوصیات میں سے ہے جو دیگر کتب آسمانی کو حاصل نہیں اس میں تغیر وتبدل زیادہ ونقصان عارض ہوا ہے۔قرآن کے حفظ کی ضمانت خود اللہ نے کی ہے تو یہ ابد تک محفوظ رہے گا۔یہی بات شیخ محمد حسین مخلوف نے اپنے تفسیر میں کہی ہے

۔

شیخ عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله آل سعدی التمیمی الحنبلی کی تفسیر **تیسر الرحمن فی تفسیر الکلام المنان** صاحب "**اتجاھات التفسیر فی القران الرابع عشر**" جلد نمبر اص ۱۵۳ پر "**سلامت القران من التحریف**" میں سورہ فصلت کی آیت ۴۲ کے ذیل میں فرماتے ہیں: قرآن سے شیاطین جن وانس میں سے کوئی کچھ بھی چرا نہیں سکتے اور نہ غیر قرآن کو اس میں داخل کرسکیں گے۔یہ اپنے نزول میں اور الفاظ ومعانی میں محفوظ ہیں۔اسکی کفالت اسکے نازل کنندہ کے ذمہ ہے اللہ تعالی سورہ حجر کی آیت ۹ میں فرماتا ہے : ہم اسکے محافظ ہیں نزول میں اور نزول کے بعد بھی ہم نے قرآن کو نازل کرتے وقت بھی شیاطین کے اشتراک سے

محفوظ رکھا تھا اور نازل کرنے کے بعد بھی قلب رسول میں محفوظ رکھا اور اس کے بعد قلوب امت میں حفظ کیا ہے۔ نہ اس میں کوئی زیادتی کرسکتا ہے نہ نقصان نہ تغیر و تبدیلی اور نہ ہی اس سے کوئی حرف کم کرسکتا ہے۔

☆ سید عبدالحسین شرف الدینؒ: (متوفی ۱۳۷۷ھ ق)

آیت اللہ سید عبدالحسین شرف الدین نے مذہب شیعہ کی جانب تحریف قرآن کی نسبت دینے والوں کی رد میں لکھا ہے: یہ نسبت جھوٹ اور ظلم پر مبنی ہے اور مسلمانوں کو منتشر کرنے کی سازش ہے ہر وہ شخص جس نے شیعہ کی طرف تحریف قرآن کی نسبت دی ہے اس نے ان پر ظلم اور تہمت باندھی ہے، کیونکہ قرآن کی طاہر و پاکیزگی کا اعتقاد ان کی دینی اور مذہبی ضروریات میں شمار ہوتا ہے۔ اگر کوئی بھی فرد صیانت قرآن اور قطعیت قرآن کے بارے میں شک کرے تو ملت اسلام اسے مرتد سمجھتی ہے۔ قرآن کی نصوص تو درکنار اس کا ظاہر حجت ہے۔ اہل امامیہ کے قوی ترین دلائل میں سے ایک قرآن ہے، لہٰذا وہ احادیث جو مخالف قرآن ہیں اسے دیوار سے مارتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی جھجک ہچکچاہٹ نہیں کرتے گرچہ وہ روایات اپنی جگہ صحیح کیوں نہ ہوں علماء امامیہ کی فقہی اصول حدیث کی کتاب ہمارے اس مدعا پر شاہد ہے۔

قرآن وہ ہے جس کے آگے سے اور نہ پیچھے سے باطل کنندہ آئے گا، قرآن وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے نہ اس میں کوئی حرف کم ہے نہ کوئی دوسرا حرف آیا ہے۔

قرآن کا ہر حرف ہر دور میں نزول قرآن سے ''الی یومنا ھذا'' تک تواتر سے نقل ہے۔

[فصل المہمہ''ص ۱۶۳]

آپ نے اپنی کتاب اجوبۃ مسائل جاراللہ ص ۲۸ میں لکھا ہے: میں قول تحریف کے بارے میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس بارے میں برائت و بیزاری کا اعلان کرتا ہوں ہر وہ شخص جس نے تحریف قرآن کو ہماری طرف نسبت دی ہے یا تو وہ ہمارے مذہب سے جاہل ہے یا ہماری طرف تہمت باندھنے والا ہے، کیونکہ قرآن کریم کی آیات، کلمات، حروف، حرکات اور سکنات سب ہمیں آئمہؑ سے تواتر سے ملا ہے اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

☆ سید قطب شہیدؒ: (متوفی ۱۳۸۷ھ ق)

سید قطب کا سب سے عظیم کارنامہ ان کی تفسیر قرآن ہے جو ''فی ظلال القرآن'' کے نام سے ۸ جلدوں میں چھپ چکی

ہے۔قرآن میں تحریف کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر سورۂ قیامت کی آیات ۱۶ تا ۱۹ کی تفسیر سے آشکار ہوتا ہے کہ اس قرآن میں تحریف ممکن ہی نہیں ہے۔

''یہ یقین دہانی اس لئے کرائی گئی ہے کہ یہ وحی اس کا نزول اور اس کی حفاظت، اس کا جمع کرنا اور اس کا سمجھانا اور بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے۔ آپ کا کام صرف اخذ کرنا اور تبلیغ کرنا ہے۔ لہٰذا آپ مطمئن رہیں اور آپ کے دل میں بھول جانے کے بارے میں جو خدشات ہیں ان کو نکال دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قرآن کی تعلیم بھی آج تک ویسی ہی موجود ہے کیونکہ یہ اللہ کا فرمان تھا اور اللہ کا فرمان اسی طرح حقیقت بنتا ہے جس طرح فرمان ہوتا ہے۔ اسے کوئی رد نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کا فرمان ہے اور کتاب اللہ کا حصہ ہے۔ لہٰذا کلام الٰہی کے حفظ میں شک کرنا کفر ہے۔ قرآن نے یہ ہدایت اس سورت میں اس مقام پر اس لیے دی ہے کہ قرآن بھی اللہ کے دوسرے کلمات کی طرح ایک کلمہ ہے اور اللہ کے کلمات میں تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے۔ جس طرح اللہ کے کائناتی قوانین میں تغیر ممکن نہیں، اسی طرح قرآن کے کلمات میں بھی تغیر ممکن نہیں اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے اس لیے قرآن کا کوئی ایک حرف بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا کیونکہ وہ حق ہے، سچ ہے، نہایت اہم اور قابل قدر ہے۔

☆ شہید محمد باقر الصدر:

شہید صدر تفسیر قرآن اپنے تقصیر و کوتاہی کی یوں توجیہ فرماتے ہیں: تفسیر تقلیدی میرے لے لیے منزل بعید کی طرف سفر کی مانند ہے جس کیلئے طویل عمر درکار ہے لہٰذا بہت سے علماء جو اس میں مصروف ہوئے ہیں سوائے چند افراد کے سب ناکام رہے ہیں وہ اس افتخار میں بہت کم کامیاب ہوئے اور مجھے اپنی عمر اور اس میں درپیش مسائل کو سامنے رکھنے کے بعد یقین ہوتا ہے کہ میں اُس تک نہیں پہنچ سکوں گا یا پورا نہیں کر سکوں گا۔

لہٰذا ہماری عمر جو کہ گزر گئی ہے اب جو محدود وقت ہمیں میسر ہے وہ قرآن کی پوری تفسیر کرنے کیلئے کافی نہیں ،لہٰذا مجھے ایک مختصر تفسیر کیلئے قدم اٹھانا چاہیے۔ اگر ایک شخص اپنے تمام شوق و عشق کے باوجود خدمت بہ قرآن کیلئے وقت نہ نکال سکے تو اس کو چاہیے کہ اس کیلئے اتنی فرصت چھوڑے جو تفسیر کامل کے اثرات سے کم نہ ہو۔

شہید صدر قرآن کریم میں تحریف کے بارے میں دو زوایہ نسخ اور سقوط آیات سے وسیع دائرے میں بحث کو پھیلاتے ہوئے مسلمانوں میں بہت سوں کو قرآن کو محرف کرنے میں معتوب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: پوری تاریخ

میں بہت محدود افراد ہی تمام قرآن کی تفسیر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔شہید صدر نے تفسیر قرآن میں اٹھائے گئے مناہج کو نقد وتنقید سے جانچا پھر آپ نے منہج تفسیر اور فہم نص قرآن کیلئے دو طریقے مفروض کیے جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے ۔ہم نص قرآن کو سمجھنے کے بارے میں ان دونوں میں کون سی نہج کو اپنائیں ۔

☆ ۔ا۔وہ تفسیر ہے جو زندہ متحرک ہے جو اس کے فکر وعمل کی قیادت ورہبری کرے،اور زندگی کی تنظیم کرتا ہے ۔۲۔ایک قرآن طلسمی ہے جو حجاب درحجاب پوشیدہ ہے اس تک کسی کی رسائی نہیں ۔

☆ ۔ا۔ایک طرقہ ہے جو تفاسیر قرآن میں تمیز کرتا ہے کونسا صحیح ہے اور کونسا صحیح نہیں ۔

۲۔وہ کتاب ہے جو قرآن کو اپنے فرقے کی جواز سند میں پیش کرتا ہے ۔

☆ ۔ا۔ایک قرآن عربی مبین ہے وہ عربی زبان کے اصول وضوابط کے مطابق آئی ہے ۔

۲۔ایک قرآن رمزی ہے ڈھنڈوالی ہے جس کے الفاظ صرف فرق باطنی کے مقاصد شوم کی سواری ہے ۔جو ان کے بقول لوح محفوظ میں مکتوب ہے ۔

☆ ۔ا۔ایک قرآن وہ ہے جو انسان عاقل سے مخاطب ہے،ہدایت وضلالت دو مناروں کے سایے میں واضح وروشن ہے ۔

۲۔ایک وہ قرآن جو عام انسانوں سے مخاطب نہیں ہیں بلکہ انسان رمزیات شناس،ملکوئیات کے افراد ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں ۔

☆ ۔ا۔ایک قرآن وہ ہے جسے قول ،فعل صادق رسول اللہ سے تبسیر وتبیین ہوتی ہے ۔

۲۔ایک وہ قرآن ہے جو کھل کر کہتا ہے اس کو چھوڑو ۔۔

☆ ۔ا۔ایک قرآن ہے کہ قرآن کو اس کی متن قواعد ضوابط سے سمجھیں ۔

۲۔ایک قرآن وہ ہے جو صرف اپنے فرقے کی تفسیر پڑھیں دوسروں کی نہ پڑھیں ۔

اب جب تمیز ہی ختم ہو جائیں کس طریقے سے قرآن کو سمجھیں اور کس تفسیر کو پڑھیں تو پھر کیا ہوگا ۔یقیناً پہلا نہج اس دنیا میں ناپید ہے جبکہ دوسرا رائج ہے ۔اس سے بڑھ کر تحریف قرآن کیا ہو سکتا ہے ۔

(نقل از منہج امام الصدر فی تفسیر القرآن ،صاحب عبدالحمید ۳۵۹)

شہید صدر اور حجیت ظواہر قرآن:[کتاب شہید صدر ص ۳۸۴]

اصول فقہ میں ایک بحث حجیت ظواہر قرآن ہے جہاں مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں۔بعض نے ظواہر قرآن کو حجت کہا ہے۔اس کے مقابلے میں بعض نے کہا ہے ظاہر قرآن حجت نہیں ہے اور ظاہر قرآن چھوڑ کر باطن قرآن سے متمسک ہوئے ہیں انہوں نے ظاہر قرآن سے تمسک کو تفسیر بالرائے قرار دیا ہے۔

جو شبہ دیا گیا کہ اللہ نے قرآن کو مبہم اس لئے رکھا ہے کہ لوگ امام کی طرف رجوع کریں یہ تصور دو لحاظ سے غلط ہے۔

۱۔یہ حکمت مقصد نزول قرآن کے خلاف ہے۔

۲۔لوگوں کو امام سے جوڑ کر رکھنا ایک مسئلہ فرعی ہے اصل دین ہے۔پہلے دین ثابت ہو پھر امام کی ضرورت پڑتی ہے ہے۔دین ثابت کرنے کیلئے فہم قرآن اور درک قرآن کی ضرورت ہے۔اس کے بعد نوبت امام تک پہنچتی ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ قرآن کے معانی اتنے بلند ہیں کہ عام لوگوں کی پہنچ تک نہیں قرآن کا اتنا بلند مقام ہے کہ وہاں تک نہیں پہنچا جا سکتا جہاں ہدف نزول قرآن سے بھی بلند ہو۔ایسی بلندی پر نہ لے جائیں جہاں قرآن ہدف نزول سے بھی گر جائے۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ظواہر قرآن ظواہر حجت ہے۔

ظاہر قرآن حجت ہونے کے بارے میں استدلال ان آیات سے کیا گیا ہے،جس میں قرآن کو غیر عجمی کہا گیا ہے۔

شہید الصدر ظواہر قرآن سے تمسک کو رد کرنے والوں کی رد میں فرماتے ہیں:ان لوگوں نے فہم قرآن میں اپنی عقل اور دیگر آیات سے مدد لینے سے منع کیا ہے۔انہوں نے ایسے دلائل و روایات سے تمسک کیا ہے جو ظاہر قرآن پر عمل کرنے سے منع کرتیں ہیں۔یہ وہ روایات ہیں جن میں کہا گیا ہے:قرآن وہی سمجھ سکتا ہے جن سے خطاب ہے۔اور غیر معصوم کے علاوہ اس تک کوئی نہیں پہنچتا۔اس سلسلے میں شہید نے فرمایا:یہ تمام روایات ضعیف السند ہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ جھوٹ ہیں کیونکہ ان روایتوں کے اکثر راوی فرقہ باطنیہ منحرف سے تعلق رکھنے والے ہیں جیسا کہ ان کے بارے میں لکھی گئی کتب رجال کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

ظواہر قرآن کو حجت نہ ماننا انتہائی خطرناک اور سوچنے کی بات ہے کیسے آئمہ اطہار جو دین کی ایک اساس اور اصول بیان کر رہے تھے وہ اصول بیان کرتے وقت اس کو ان لوگوں سے مختص کریں جو مشکوک ہیں جبکہ اس وقت کے اصحاب جن پر اعتماد ہوتا تھا اور ان پر بھروسہ کرتے تھے ان کو نہیں بتایا۔ یہ روایات صریح آیات قرآن کے خلاف ہیں کہ یہ قرآن بیان ہے۔ ہدایت ہے۔ ابلاغ ہے اور وہ روایات جو کتاب اللہ کے خلاف ہوں اخبار احادہوں وہ حجت نہیں اگر تسلیم کریں تو وہ خلاف کتاب اللہ ہیں اس لئے بھی حجت نہیں ہوں گی۔

☆ شہید مرتضیٰ مطہریؒ: (متوفی ھق)

[مجموعہ آثار ج ۲ص ۲۱۲]

شہید مطہریؒ فرماتے ہیں: قرآن کریم حضرت محمدؐ کا معجزہ دائمی ہے۔ یہ کتاب ۲۳ سال کی مدت میں تدریجاً محمد مصطفیٰؐ پر نازل ہوئی قرآن جہاں آپ کے دین شریعت کی کتاب ہے وہاں یہ عصائے موسیٰؑ دم عیسیٰؑ و دیگر انبیاء کرام کی نبوت کے معجزات کی مانند بھی ہے، لیکن یہ ایک امتیاز کے ساتھ ہمارے نبیؐ کو عنایت ہوئی ہے۔ یہ معجزہ اپنی جگہ معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خاص جذابیت اور کشش بھی رکھتا ہے۔ مسلمان صدر اسلام سے عصر حاضر تک اس کتاب کے بارے میں ایک خاص اہمیت کے قائل ہیں۔ قرآن، نبی کریمؐ پر نازل ہوتے ہی آپ کی طرف سے معین کاتبان وحی کے ذریعے سے سینوں کے علاوہ وسائل نقش پر بھی ثبت ہوتا تھا۔ قرآن کی حفظ جاودانی کی ایک وجہ عبادت و بندگی یعنی نماز میں قرآن کی تلاوت ضروری گردانا ہے، مسلمان ہر دور اور ہر زمانے میں اپنی نماز میں اس کی تلاوت کرتے ہیں، بعض نے قرأت اور حفظ کے ذریعے اس کا مظاہرہ کیا، بعض نے اس کی حسن قرأت بعض نے تفسیر معنی، توضیح وتشریح لغات قرآن سے کی ہے بعض نے اِسے حقوق اجتماعیات اور اخلاقیات اور ثقافت کا مصدر ومنبع قرار دیا ہے۔

قرآن کے نزول میں، معجزے کا کردار اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا ابتداء ہی سے اپنے مخالف و معارض گروہوں کو اس کے ساتھ مقابلہ بہ مثل کرنے کی دعوت دی ہے اور ساتھ ہی ان کی اعصاب شکنی اور مایوسی کی خاطر انہیں یہ بھی بتایا کہ اگر جن وانس متحد ہو کر ہماری اس کتاب کا مقابلہ کریں تو نہیں کر سکیں گے، قرآن کے اس شجاعانہ جرأت مندانہ عمق و یقین سے مخالفین عاجز آئے۔ قرآن مختلف زاویہ سے معجزہ مافوق بشر ہے اعجاز قرآنی کے بارے

میں دو حوالے سے اشارہ کریں گے:

۱۔ اعجاز لفظی

۲۔ اعجاز لغوی الفاظ کی حسن ترتیب کلمات اور سجع آیات سے ہے، لیکن اعجاز معنوی اس کی علمی زوایہ سے ہے یہ بذات خود اپنی جگہ چند یں مراتب ہیں:

اعجاز لفظی: سبک قرآن نہ شعر ہے نہ نثر کیونکہ اس میں وزن اور قافیہ نہیں، شعر عام طور پر تخیلات سے ممزوج ہے اس کی خوبی مبالغہ میں استغراق ہے جب مبالغہ ہوتا ہے تو وہ جھوٹ ہوتا ہے قرآن نثر بھی نہیں ہے، کیونکہ اس کی ترتیب، آہنگ، دل ربائی کشش اور جاذبیت اس حد تک ہے کہ مشرکین معاندین رات کے وقت نبی کریمؐ کی تلاوت قرآن کے موقع پر پشت دیوار سے اسے سنتے تھے۔ مشرکین عرب نے قرآن کریم کے مقابلہ بہ مثل سے عاجز آنے کے بعد انہوں نے طاقت وقدرت کے ساتھ صاحب قرآن کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو کچلنے اور خاتمہ کرنے کی خاطر اعلان جنگ کیا۔ یکے بعد دیگر آپ پر انفرادی اجتماعی جنگیں مسلط کیں، لیکن انھیں ہر میدان میں شکست ہوئی اور قرآن کی صدا، جزیرۂ عرب پر چھا گئی ان کے بعد تاریخ میں مردنما افراد جیسے ابن راوندی، ابو العلاء معری، ابو طیب متنبی نے قرآن کا مقابلہ کرنے کی بیوقوفانہ جسارت کی۔ وہ سمجھتے تھے قرآن بشر کی ساخت ہے اور ہم اس بشر کے نابغہ روزگار ہیں، جس طرح چند لوگوں نے قرآن کے مقابلہ میں قرآن بنانے کی کوشش کی اس طرح بعض نے نبیؐ کے مقابلے میں نبی بنانے کی کوشش بھی کی۔

شہید مطہریؒ فرماتے ہیں: ''تعجب کی بات ہے، جس نبی کی زبان سے یہ قرآن نکلا ہے، خود ان کے کلمات اس سے بالکل مختلف ہیں آپ کی سنت قولی، خطبہ دعا کلمات قصار ہم تک پہنچے ہیں جو وہ انتہائی فصاحت بلاغت پر مشتمل ہیں لیکن کسی بھی صورت میں ان سے قرآن کا رنگ و بو نہیں آتی، امیر المومنینؑ دس سال کی عمر سے اس قرآن کی تلاوت کرتے رہے آپ سے منسوب خطبات وکلمات اور کتب ہم تک پہنچے ہیں، لیکن وہ قرآن سے مماثلت نہیں رکھتے، رنگ بوئے اعجاز قرآن ان میں نظر نہیں آتی۔ اگر آپ قرآن کریم کو معنی اور مضامین کے حوالے سے دیکھیں گے یہ کس نوعیت کی کتاب ہے آیا یہ کتاب علمی، فلسفی، تاریخی، فقہی وغیرہ ہے تو جواب واضح ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں لیکن ان تمام کتب کی خوبیوں کے ساتھ کوئی اور چیز بھی اس کتاب میں موجود ہے، بلکہ ان سب کی خوبیاں اس

میں پائی جاتی ہیں، یہ کتاب رہنمائے انسان ہے اور انسان شناس کتاب ہے۔اس کتاب نے انسان کی جسمانی اور روحانی حقیقت کو اٹھایا ہے، جس وقت انسان اپنی جسمانی ساخت اور عناصر ترکیبی سے جاہل و نادان تھے۔اسی طرح یہ کتاب خود انسان کیلئے اپنی ذات سے باہر کتاب رہنما ہے۔انسان کو جاننا چاہئے کہ وہ کہاں سے آیا ہے، ابھی کہاں ہے، آگے کہاں تک جانا ہے وہ کیا کر رہا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے، یہ تمام سوالات قرآن انسان کے سامنے رکھتا ہے"۔

☆ استاد مصطفیٰ حسون خیریؒ: (متوفی ھ ق)

آپ اپنی تفسیر **المقتطف من عیون التفاسیر** ج ۳ ص ۴۷ پر سورۂ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں: یہ آیت مشرکین کے انکار اور استہزا کا توڑ ہے۔جس میں اللہ اپنی جلالت و الوہیت کی شان سے فرماتے ہیں: اے محمدؐ! یہ قرآن آپ پر نازل کیا ہے۔جو اپنے بیان ساطع میں معجزہ ہے۔اپنے بیان میں روشن ہے۔ہم اس کتاب کو ہر قسم کی تحریف، کمی بیشی اور اعتراض سے محفوظ بنائیں گے۔اگر کسی بڑے سے بڑے عالم نے بھی اس میں ایک نقطہ کا اضافہ کیا تو چھوٹے چھوٹے بچے اس سے پوچھیں گے اور اس کو روکیں گے کہ تم یہ کیسے پڑھ رہے ہو۔اس طرح سے اس کی حفاظت ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے تمام کتب آسمانی میں سے صرف قرآن مجید کو ہی محفوظ بنایا ہے۔اور اس کی ہی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے۔اس لئے یہ کتاب ابھی تک محفوظ ہے اور محفوظ رہے گی۔اس کے اندر کسی قسم کی تحریف نہ ہوگی باوجود یہ کہ یہود و نصاریٰ کی تمام تر کوشش جاری ہے جو اس کتاب مقدس کی سالمیت کو خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔اس کی حفاظت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن ایک بڑا معجزہ ہے۔اللہ نے اس کو محفوظ بنا کر اپنے وعدہ کو تحقق بخشا ہے۔اور فرماتا ہے۔ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ جملہ اسمیہ سے ثابت ہے کہ یہ کتاب اللہ کی حفاظت میں ہے اور قیام قیامت تک محفوظ رہے گی۔

اسی طرح سورۂ فصلت کی آیت ۴۱ کے ذیل میں فرماتے ہیں: جب پہلی بار آیات قرآنی آئیں اور جن لوگوں نے اسے جھٹلایا، انہوں نے اس پر نہیں سوچا اور نہ اس کا اعجاز دیکھا۔یہ کتاب اپنی جگہ عزیز ہے۔کتاب قدرت مند اور بے مثال ہے۔اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔باطل کسی بھی جہت سے اس کو چھو نہیں سکتا۔باطل سے مراد کسی قسم کی کمی یا زیادتی ہے کیوں یہ اللہ کی طرف سے نازل شریع حمید ہے اور اپنے بندوں کے پاس محمود ہے۔

اسی تفسیر کے ج۵ ص۴۷۶ پر سورہ قیامت کی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں اللہ نبی کریمؐ سے خطاب کر کے فرماتا ہے:
اپنی زبان کو قرآن کیلئے حرکت میں نہ لائیں جب تک اس کی وحی تمام نہ ہو جائے ہم اس کو آپ کے سینے میں جمع کریں گے، ہاں قرأت کو اللہ نے اپنی طرف نسبت دی ہے آپ اس وقت قرأت کریں جب جبرائیل قرأت سے فارغ ہو جائیں پھر ہم آپ کو بیان کریں گے یہی مطلب اللہ نے سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۱۴ میں بھی فرمایا ہے۔﴿ وَلَاتَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُقْضَى اِلَيْكَ﴾ نبی کریمؐ نزول قرآن کے موقع پر اس کے حفظ پر شدت سے حریص ہوتے اور اپنی زبان کو ہلاتے تھے اللہ نے آپ سے فرمایا: اپنی زبان کو نہیں ہلائیں ہم آپ کو قرأت کرائیں گے۔

☆ صیانت قرآن شنقیطیؒ: (متوفی ۱۳۹۳ھ ق)

[دانشنامہ قرآن ج۲ ص۱۳۳۲]

آپ صیانت قرآن کے بارے میں اپنی تفسیر کی ج۳ ص۱۲۰ میں سورۂ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''اللہ نے اس آیت میں واضح کیا ہے کہ وہ ذات جس نے اس کو نازل کیا ہے وہی اس کی محافظ ہے کہ کوئی اس میں اضافہ کرے یا کمی کرے یا تغیر دے یا ردو بدل کرے۔

یہی مطلب اللہ نے قرآن کی دیگر جگہوں پر بھی واضح کیا ہے جہاں فصلت کی آیت ۴۲ میں فرمایا ہے: اس قرآن کی تلاوت اور جمع دونوں کو اللہ نے اپنے ذمہ لیا، سورۂ قیامت میں فرمایا ہے: قرآن کی تلاوت میں آپ جلدی نہ کریں پریشان نہ ہوں کہ یہ ضائع ہو جائے گا ہم ہی اسے جمع کرنے والے ہیں۔ یہاں اس آیت کریمہ میں ذکر سے مراد قرآن ہے۔

اسی تفسیر کی ج۸ ص۳۹ میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: نبی سے کہا گیا ہے کہ آپ اپنی زبان کو زیادہ تیزی سے حرکت نہ دیں ہم اسے آپ کیلئے جمع بھی کریں گے اور پڑھائیں گے بھی۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جو کچھ آپؐ پر نازل ہوا ہے اسے حفظ کرانے اور اس میں سے کچھ نہ چھوٹنے کی ذمہ داری اللہ کی ہے۔ نبی کو اس حرص سے اللہ نے منع کیا۔ کسی اور آیت میں اس تعجیل کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَلَاتَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُقْضَى اِلَيْكَ﴾ (طٰہٰ ۱۱۴)

اس میں حکم ہے کہ آیات قرآن کی تلاوت کے موقع پر حسن توجہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک اور آیت میں

آداب تلاوت قرآن کے بارے میں فرمایا:

﴿وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا﴾ (اعراف ۲۰۴)

☆ هادی حسینی میلانیؒ: (متوفی ۱۳۹۵ھ ق)

عدم تحریف قرآن پر ہمیں یقین محکم ہے نہ اس میں زیادہ ہے نہ اس میں نقصان اور نہ اس کے الفاظ میں تغیر وتبدل ہے۔ اگر بعض جگہ تحریف قرآن کی کوئی بات ملتی ہے تو وہ قرآن کریم کے بعض معنی سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے ہے، اس وجہ سے بعض بیمار نظریں باطل تاویلات پر منتہی ہوتیں ہیں۔

لیکن وہ روایات جو اس کتاب معجزہ ابدی کو گرانے کے بارے میں آئی ہیں وہ روایات مجہول النسب ہیں یا کتاب دبستان مذاہب جس میں بہت سی خرافات کو دین سے منسوب کر کے کسی مستشرق نے لکھا ہے سے لیا گیا ہے۔ ایسی کتاب سے علامہ محدث نوری نے تحریف قرآن کے بارے میں نقل کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے یہ خود ساختہ ہیں مسلمانوں میں سے کسی نے زیادہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جبکہ کمی کا دعویٰ کرنے والوں پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ سورہ قیامت کی آیات، سورہ حجر کی آیت (۹) فصلت کی آیت (۴۲) میں خبر دی گئی ہے۔

☆ مفتی محمد شفیعؒ: (متوفی ۱۳۹۶ھ ق)

آپ اپنی گرانقدر تفسیر معارف قرآن میں حفاظت وصیانت قرآن کے بارے میں وارد آیات کی تفسر کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے حفاظت قرآن کے وعدے میں قرآن کے ساتھ حدیث بھی شامل ہے اور فرماتے ہیں: تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ قرآن نہ الفاظ قرآنی اور معانی قرآنی، نام ہے بلکہ دونوں کے مجموعے کو قرآن کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ معانی اور مضامین قرآنیہ تو دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں، اور اسلامی تصانیف میں تو عموماً مضامین قرآنیہ ہی ہوتے ہیں مگر ان کو قرآن نہیں کہا جاتا، کیونکہ الفاظ قرآن کے نہیں ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص قرآن کریم کے متفرق الفاظ اور جملے لے کر ایک مقالہ یا رسالہ لکھ دے تو اس کو بھی کوئی قرآن نہیں کہا جائے گا اگر چہ اس میں ایک لفظ بھی قرآن سے باہر نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن صرف اس مصحفِ ربانی کا نام ہے، جس کے الفاظ اور معانی ساتھ ساتھ محفوظ ہیں۔

اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کہ کوئی بھی زبان خواہ اردو ہو یا انگریزی وغیرہ میں جو صرف ترجمہ قرآن

شائع کر کے لوگ اس کو اردو یا انگریزی قرآن کا نام دیتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں، کیونکہ وہ قرآن نہیں، اور جب یہ معلوم ہوا کہ قرآن صرف الفاظِ قرآن کا نام نہیں، بلکہ معانی بھی اس کا ایک جزو ہیں تو حفاظتِ قرآن کی جو ذمہ داری اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ قرار دی ہے اس میں جس طرح الفاظ قرآنی کی حفاظت کا وعدہ اور ذمہ داری ہے اسی طرح معانی اور مضامین قرآن کی حفاظت اور معنوی تحریف سے محفوظ رکھنے کی بھی ذمہ داری اللہ تعالیٰ ہی نے لے لی ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ معانیِ قرآن وہی ہیں جن کی تعلیم دینے کیلئے رسول اللہ کو مبعوث فرمایا گیا، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾

یعنی آپ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ بتلا دیں لوگوں کو اس کلام کا مفہوم ان کیلئے نازل کیا گیا ہے اور یہی معنی اس آیت کے ہیں۔

﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور اسلئے آپؐ نے فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا﴾

،یعنی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معانی قرآن کے بیان اور تعلیم کیلئے بھیجا گیا تو آپؐ نے امت کو اقوال وافعال کے ذریعہ تعلیم دی، انہی اقوال وافعال کا نام حدیث ہے۔

مطلقاً احادیث رسول کو غیر محفوظ کہنے والا درحقیقت قرآن کو غیر محفوظ کہتا ہے:

جو لوگ آج کل دنیا کو اس مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ احادیث کا ذخیرہ جو مستند کتب میں موجود ہے وہ اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ وہ زمانہ رسول اللہؐ سے بہت بعد میں مدون کیا گیا ہے۔ اول تو ان کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ، کیونکہ حدیث کی حفاظت وکتابت خود عہد رسالتؐ میں شروع ہو چکی تھی، بعد میں اس کی تکمیل ہوئی، اس کے علاوہ حدیث رسولؐ درحقیقت تفسیر قرآن اور معانیِ قرآن ہیں، ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کے صرف الفاظ محفوظ رہ جائیں معانی (یعنی احادیث رسولؐ) ضائع ہوجائیں؟

ہم نے کتاب ہذا کی تمہید میں عرض کیا تھا تحریف قرآن یعنی قرآن کریم کو ناقص دیکھانے کا مسئلہ امت مسلمہ میں خاص کر کے مدعیان علم و دانش والوں کے جبین پر داغ سیاہ ہے جو دھلے گا نہیں ورنہ حدیث کو بھی کمی بیشی

سے محفوظ بتانا اور حدیث کو قرآن پر قاضی دیکھانے کی کوئی منطق نہیں ہے۔ قرآن کے حفظ کے بارے میں آیت ہے حدیث کے حفظ کے بارے میں کون سی آیت ہیں دیکھائیں۔

(معارف قرآن مفتی محمد شفیعؒ ج ۷ ص ۶۶۱)

سورۂ فصلت آیت ۴۲ کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں:

جمہور مفسرین نے فرمایا کہ ذکر سے مراد یہاں قرآن ہے اور جملہ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ یہ سابق جملہ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ سے بدل ہے اور بقاعدہ عربیت بدل اور مبدل منہ کا ایک حکم ہوتا ہے اس لئے اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ لوگ ہم سے چھپ نہیں سکتے اور عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ آگے قرآن کے محفوظ منجانب اللہ ہونے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ کتاب عزیز ہے یعنی یہ کتاب اللہ کے نزدیک عزیز و کریم ہے کوئی باطل اس میں راستہ نہیں پا سکتا۔

قتادہ اور سدی نے فرمایا: باطل سے مراد شیطان ہے اور مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ یعنی نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے اس سے مراد تمام جوانب ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان کا کوئی تصرف و تدبیر اس کتاب میں نہیں چلتی کہ وہ اس کتاب میں کمی و بیشی یا کوئی تحریف کر سکے۔

تفسیر مظہری میں اس کو نقل کر کے فرمایا: شیطان اس جگہ عام ہے شیطان جن ہو یا انس کسی کی تحریف و تبدل قرآن میں نہیں چلتا۔ جیسے بعض روافض نے قرآن میں دس پاروں کا، بعض نے خاص خاص آیات کا اضافہ کرنا چاہا مگر کسی کی بات نہ چلی۔

ابو حیان نے بحر محیط میں فرمایا: لفظ باطل اپنے الفاظ کے اعتبار سے شیطان کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ہر باطل و مبطل چاہے شیطان کی طرف سے ہو یا کسی دوسرے کی طرف سے قرآن میں نہیں چل سکتا۔ پھر بحوالہ طبری آیت کا یہ مفہوم بتایا کہ کسی اہل باطل کی مجال نہیں کہ سامنے آکر اس کتاب میں کوئی تغیر و تبدیل کرے اور نہ اس کی مجال ہے کہ پیچھے سے چھپ کر اس کے معانی میں تحریف اور الحاد کرے۔

پھر فرماتے ہیں:

خلاصہ آیاتِ مذکورہ کے مضمون سے یہ ہو گیا کہ جو لوگ بظاہر مسلمان ہیں، اس لئے کھل کر قرآن کا انکار تو

نہیں کرتے مگر آیات قرآنی میں تاویلات باطلہ سے کام لیکران کو ایسے مطلب پر محمول کرتے ہیں جو قرآن اور رسول اللہ کی قطعی تصریحات کے خلاف ہے۔ان کی تحریف سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ایسا محفوظ کر دیا کہ یہ گھڑے ہوئے معانی کسی کے چل نہیں سکتے۔قرآن اور حدیث کی دوسری نصوص اور علماء امت اس کی قلعی کھول دیتے ہیں۔

آیت میں حفظ قرآن کے ساتھ حدیث بھی محفوظ ہے، یہ بلا دلیل ہے:

مولانا کا یہ نظریہ کہ مذکورہ آیت سے قرآن اور حدیث دونوں محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے ایک دعوائے بلا دلیل ہے، جس کے چند مفروضات بنتے ہیں:

۱۔یہاں ''ذکر'' سے مراد صرف قرآن ہے، سنت اس میں شامل نہیں ہے۔

۲۔ذکر سے مراد صرف پیغمبرؐ ہیں، سنت مراد نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہاں کلمہ ذکر آیا ہے اس سے مراد خود نبی کریم کو لیا گیا ہے نہ سنت کو۔

۳۔دونوں کے محفوظ ہونے کی آیت میں گنجائش نہیں کیونکہ ذکر سے ایک ہی معنی مراد ہو سکتا ہے۔

۴۔حدیث سب کیلئے عیاں ہیں جس میں جعلیات بھی داخل ہوئی ہیں، چنانچہ سب کا اس پر اتفاق ہے۔

۵۔علمائے حدیث کا اتفاق ہے کہ پیغمبرؐ کے قول کا ترجمہ ہوا ہے قول اصلی نہیں ہیں۔

لہٰذا اس آیت سے حدیث کے محفوظ ہونے کی منطق قابل ہضم نہیں ہے بلکہ یہ قرآن پر حدیث کی حاکمیت کا نظریہ ہے۔

آیات حفظ قرآن میں قرآن کے ساتھ حدیث کے حفظ کی ضمانت دینا انتہائی حیرت انگیز اور دلیل کے مقابلہ میں طاقت کا استعمال ہے آیہ کریمہ میں نزول ذکر اور حفاظت ذکر کا بیان ہے اور آیت کا ماسبق بھی قرآن کے بارے میں ہے۔اس کے باوجود قرآن میں حدیث کے تحفظ کی ضمانت کو شامل کرنے کی کلمات، آیات میں کوئی گنجائش نظر نہیں آتی یہاں کلمات کی بجائے حدیث گراؤں کی طاقت جوئی اور قدرت نمائی نظر آتی ہے۔یہاں سے قرآن سے دفاع کا جو عنصر نظر آتا تھا وہ بھی ختم ہو گیا لیکن دین کے عقائد ڈنڈے اور طاقت وقدرت سے ثابت نہیں ہوتے، بلکہ دلائل سے ثابت ہوتے ہیں۔یہاں جمہوریت اور رائے شماری نہیں یہاں لوگوں کے قد و قامت کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ یہاں دلائل سے صحت وسقم، صحیح یا غلط کی تمیز کی جاتی ہے۔دعویٰ کی بجائے آپ کو ان حقائق میں سے

ایک کوتسلیم کرنا پڑے گا۔ ہمارے پاس دین کے عقائد، اصول فروع کو ثابت کرنے کیلئے چار دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ ان چار دلائل میں سے ایک دلیل کو حاکمیت دینا ہوگی، لیکن اختلاف کی صورت میں فیصلہ کس پر چھوڑیں گے؟ اگر اجماع اور عقل سے دین ثابت ہوتا تو کب سے دین کی چھٹی ہو جاتی۔ الحاد و کفر کب اجازت دے گی کہ دین حق ہے صحیح ہے۔ دوسری طرف فرقے کس طرح اسلامی اصول و فروع میں متحد ہونے پر اتفاق کریں گے۔ لہٰذا ہمارے پاس قرآن و سنت نبی رہ جاتے ہیں۔ اب ہمیں دیکھنا ہوگا کہ قرآن اور سنت نبی کو یکساں طور پر مانا جائے اور ایک دوسرے پر فوقیت نہ دیں تو یہ ظلم اور خلاف عدل ہوگا کیونکہ آپ نے کلام اللہ اور کلام رسول کو ایک ہی ترازو میں تولا ہے۔ جب دونوں کا کلام برابر ہوگا تو دونوں ذات بھی برابر ہو جائیں گی۔ آیات تحدی اور مقابلہ بالمثل نے صرف آیات کی تحدی کا اعلان کیا ہے۔ یہاں سنت کی تحدی نہیں کی ہے۔ اگر کہیں خود سنت رسول اور قرآن کے درمیان میں تضاد و تصادم ہو جائے تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا قرآن کی حاکمیت ہوگی اور سنت محکوم ہوگی یا سنت کی حاکمیت ہوگی اور قرآن محکوم ہوگا۔ جیسا کہ حدیث گراؤں کی خواہش ہے چونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

﴿ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ ﴾ (یوسف ۲۱)

اللہ اپنی ذات فیصلہ میں مغلوب نہیں ہوتا اس نے اپنی ذات کے بارے میں کہا ہے

﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ﴾ (انعام ۱۴۹)

اللہ کیلئے حجت بالغہ ہے۔

☆ عبدالحلیم محمودؒ: (متوفی ۱۳۹۸ھ ق)

شیخ الازہر علامہ محمود قرآن کی تعریف میں فرماتے ہیں: جزیرۃ العرب اس وقت دین کے بارے میں مختلف آراء و نظریات سے گونج رہا تھا۔ جس میں نصرانی، یہودی، حنفی، زندیق، مشرکین، موحدین ملحدین سب مخلوط تھے لیکن سب منتظر تھے کہ کوئی نئی روشنی آئے گی تا کہ ان کی حیرت کا خاتمہ ہو اور یہ جدال اختلاف ختم ہو۔ اس انتظار میں رسول اسلامؐ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ آپ کی دعوت اس طرح نہیں تھی کہ جو ایک انسان ایک عرصہ کی فکر اور سوچ کا نظریہ ہو۔ یہ اللہ کی وحی سے تھا یہ خطا سے محفوظ آیات تھیں، یہ غلط آراء اور وہمیات سے محفوظ تھیں۔ قرآن وہ کتاب مقدس ہے جس کی آیات پہلے خلاصہ پھر تفصیل سے اذن حکیم خبیر سے آتی ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے آگے پیچھے سے کوئی

باطل نہیں آئے گا، جس کے بارے میں پیغمبرؐ نے فرمایا: تم پر واجب ہے کہ اس کتاب سے تمسک کرو جس میں گزشتہ اور آئندہ کی خبریں اور عصر حاضر کی قضاوت ہے۔ یہ مذاق نہیں جس نے اس کو پیچھے چھوڑا اللہ اس کی کمر شکنی کرے گا۔ جس نے ہدایت کو اس کتاب سے ہٹ کر تلاش کیا وہ گمراہ رہے گا۔ یہ اللہ کی محکم رسی ہے، صراط مستقیم ہے۔ یہ خواہشات ونظریات سے زائل ہونے والی کتاب نہیں۔ اسے پڑھ کر علماء سیراب نہیں ہوتے۔ کثرت تلاوت سے یہ کہنہ نہیں ہوتی۔ اس کے عجائبات کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ جس نے قرآن سے استدلال کیا وہ صادق ہے۔ جس نے اس سے قضاوت کی وہی عدالت پر ہے۔ جس نے اس کے ذریعے مقابلہ کیا وہ کامیاب ہوا۔ جس نے اس کی طرف دعوت دی وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔ قرآن ہمارے پاس تواتر سے آیا۔ اس میں شک کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ ہمارے پاس محمدؐ کے ذریعے پہنچا اس میں نہ زیادہ ہے اور نہ کم۔

مستشرقین اسلام پر حملہ کرنے کے باوجود اس حوالے سے کامیاب نہیں ہوئے۔ مستشرق فرانسوی استاد دیوموبین نے اسلام کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے؛

انصاف یہ ہے کہ جو اس کتاب کو پڑھے اس کے پاس چارہ نہیں کہ وہ یہ تسلیم کرے کہ اس وقت جو قرآن مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہی ہے، جس کی محمدؐ تلاوت کرتے تھے۔

☆ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ: (متوفی ۱۴۰۰ھ ق)

[تفہیم القرآن ج ۲ ص ۴۹۸]

مرحوم مودودی سورہ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں لکھتے ہیں: ذکر سے مراد یہاں قرآن ہے جس طرح اس سے پہلے نازل ہونے والی کلام کو ذکر کہا ہے، کیونکہ یہ انہیں ہوشیار رہنے اور انہیں نصیحت کرنے کی یاد دلاتا ہے، یہاں اس سے پہلے آیت میں مشرکین نے پیغمبر سے طنز کے طور پر کہا تھا کہ یہ ذکر نبی کریم پر نازل نہیں ہوا ہے، بلکہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ جس طرح فرعون نے درباریوں سے کہا تھا کہ یہ جو پیغمبر تمہاری طرف آیا ہے وہ مجنون ہے۔ یہ ذکر جس کے لانے والے کو تم مجنون کہتے ہو یہ ہمارا نازل کردہ ہے اس نے از خود نہیں گھڑا ہے اور یہ خیال تم اپنے دل سے نکال دو کہ تم اس ذکر کا کچھ بگاڑ سکو گے یہ براہ راست ہماری حفاظت میں ہے، نہ تمہارے مٹانے سے مٹ سکے گا نہ تمہارے دبانے سے دب سکے گا۔ نہ تمہارے طعنوں اور اعتراض سے اس کی قدر گھٹ سکے گی۔ نہ تمہارے روکنے

سے اس کی دعوت رک سکے گی۔ اس میں تحریف اور نہ ردو بدل کرنے کا کسی کو موقع مل سکے گا۔

[تفہیم القرآن ج ۴ص ۴۶۳]

سامنے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن پر کوئی شخص براہ راست حملہ کر کے اُس کی کسی بات کو غلط اور کسی کو باطل و فاسد ثابت کرنا چاہے تو اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پیچھے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کوئی حقیقت وصداقت ایسی منکشف نہیں ہوسکتی جو قرآن کے پیش کردہ حقائق کے خلاف ہو، کوئی ایسا علم نہیں آسکتا جو فی الواقع "علم" ہو اور قرآن کے بیان کردہ علم کی تردید کرتا ہو، کوئی تجربہ اور مشاہدہ ایسا نہیں ہوسکتا جو یہ ثابت کردے کہ قرآن کے عقائد نے اخلاق، قانون تہذیب وتمدن، معیشت و معاشرت اور سیاستِ مُدن کے باب میں انسان کو جو رہنمائی دی ہے وہ غلط ہے۔

☆ استاد احمد شرباصیؒ: (متوفی ۱۴۰۰ھ ق)

[یسالونک فی الدین ج ۷ص ۸۳]

آپ سے سوال ہوا: قرآن مکمل صورت میں کب جمع ہوا اور یہ سہرا خلفائے راشدین میں سے کس کے سر پر ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا: سنت سے ثابت ہے کہ قرآن ابوبکرؓ صدیق کے دور میں جمع ہوا۔ جب جنگ یمامہ میں سینکڑوں اصحاب شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا: میدان یمامہ اس وقت خون قراء سے گرم ہے مجھے ڈر ہے کہ آئندہ جنگوں میں قتل میں اضافہ ہو جائے گا اور ان کے قتل کے ساتھ قرآن بھی ضائع ہو جائے گا، میرے خیال میں آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اس سلسلے میں گفتگو نے طول پکڑا تو ابوبکرؓ نے کہا: اللہ نے مجھے شرح صدر عطاء کیا اور میں نے زید ابن ثابتؓ سے کہا تم ایک جوان دیندار ہو اور ہمیں تم پر اعتماد ہے۔ تم پیغمبر کیلئے وحی کی کتابت بھی کرتے تھے، لہٰذا دیکھو کہ قرآن کہاں کہاں ہے اس کو جمع کرو۔ زیدؓ کہتے ہیں: اگر مجھے کسی پہاڑ کو اٹھانے کیلئے حکم دیتے تو مجھے گراں نہیں گزرتا جتنا مجھے جمع قرآن کا حکم گراں گزرا۔ زیدؓ نے قرآن کو کھجور کی چالوں پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا مشہور ہے کہ قرآن سب سے پہلے عثمانؓ نے جمع کیا۔ اور صحیح نہیں کہ قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے والے ابوبکر صدیقؓ ہیں، لیکن حضرت عثمانؓ نے اختلاف

قرأت سے خوف کھا کر چند مصحف لکھنے کا حکم دیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ لوگ سب اس قرأت پر اتفاق کریں جو نبی محمدؐ سے نقل ہوئی ہے اور باقی تمام قرأتوں کو چھوڑ دیں۔ اس حوالے سے واضح ہوا جمع قرآن ابوبکرؓ نے کیا اور دوسرا جمع عثمانؓ نے کیا جس میں ترتیب سورہ ہوئے۔ عثمانؓ نے اس کے چند نسخے بنائے اور انہیں اطراف میں بھیجا۔

☆ علامہ جواد مغنیہؒ: (متوفی ۱۴۰۰ھ ق)

آپ نے تفسیر کاشف میں سورۂ حجر آیت ۹، فصلت ۴۲ اور سورۂ قیامت کی آیت ۱۸ سے قرآن کی عدم تحریف پر استدلال کیا ہے۔

آیت کریمہ کے ذیل میں اپنی گراں قدر کتاب تفسیر کاشف کی ج ۴ کے ص ۴۵۸ پر لکھتے ہیں: اللہ نے اس کتاب کو اس کے دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے، اسرائیل نے ہزار ہا بار قرآن میں تحریف کی کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ جو کچھ اس قرآن میں ہے ثابت ہے اس دور میں راسخ ہے نا قابل محو ہے۔ علامہ جواد مغنیہ، الشیعہ فی المیزان ص ۱۴۳ پر لکھتے ہیں: بعید ہے قرآن میں زیادہ یا نقصان کرنے کی ہاتھ اس تک پہنچ جائے کیونکہ اللہ نے سورہ حجر کی آیت ۹ فصلت ۴۲ میں اس تصور کو مسترد کیا ہے۔ امامیہ کی طرف قرآن میں آیات گرنے کا افتراء اور تہمت باندھی ہے، جبکہ علمائے متقدمین اور بعد میں آنے والے حضرات کی یہ بات حجت ہے خاص کر جہاں انہوں نے تصریحاً کہا ہے: ہمارے پاس قرآن وہی ہے جو لوگوں کے پاس ہے متقدمین میں شیخ صدوق اعتقاد میں، مرتضی طرابلسیات میں، طوسی تبیان میں، کاشف الغطاء کتاب کشف الغطاء، میں بغدادی شرح وافیہ میں، کرکی اسی موضوع پر ایک رسالے میں، محسن امین اعیان میں بلاغی الاالرحمٰن میں کہا: نقصان کے قائلین شیعوں کے علمائے شذاذ میں سے ہیں یا اہل سنت کے حشویہ میں سے ہیں۔ ان کی قول پر اعتماد نہیں ہے چاہے شیعہ سنی کی طرف نسبت دے دیں یا سنی شیعیت کی طرف نسبت دے دیں، دونوں بے اساس ہیں۔

☆ علامہ محمد حسین طباطبائی متوفی ۱۴۰۴:

مفسر عظیم، آیت اللہ محمد حسین طباطبائی صاحب "**المیزان فی تفسیر القرآن**" ج ۱۲ ص ۸۹ پر سورۂ مبارکہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کے سیاق وسباق حصر بتاتے ہیں کہ کفار نے جب نبی کریمؐ پر الزام مجنون اور تہمتیں، استہزاء، لجاجت، جنونیت اور شعر گوئی کی ناسزاوار تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تسلی کی

خاطر فرمایا: یہ ذکر آپؐ نے اپنی طرف سے پیش نہیں کیا ہے تا کہ یہ لوگ آپ کو عاجز کریں اور یہ دشمن اپنے غیض و غضب اور غصے سے قرآن کو نا قابل عمل قرار دیں۔ اور آپ اس کی حفاظت کیلئے پریشان ہو جائیں اور اس کی حفاظت نہ کر سکیں۔ اور یہ ملائکہ کی طرف سے بھی نازل نہیں ہوا کہ ملائکہ آ کر لوگوں کو بتائیں کہ ہم نے محمدؐ پر قرآن نازل کیا ہے، بلکہ اس ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ یہ ایک ذکر ہے جو زندہ ہے، دائم ہے اور موت سے محفوظ رہے گا۔ اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں یہاں کوئی بھول اور فراموشی نہیں ہے یہ بغیر کسی تبدیلی کے اسی شکل و صورت میں باقی رہے گا کیوں کہ یہ ذکر اللہ کا ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کتاب اللہ، تمام انواع واقسام کی تحریف سے محفوظ رہے گا۔ یہ ذکر خدا ہے ذکر زندہ و جاوید ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے سورۂ فصلت آیت ۴۲ میں آیا ہے۔ پس الف و لام جو الذکر (حجر: ۹) پر ہے اپنے سیاق و سباق کے تحت قرآن کی حفاظت کے بارے میں ہے کہ قرآن نازل ہونے کے بعد ابدا لآباد تک باقی رہے گا۔ قرآن کی آیات محفوظ ہے اس کو چند فصلوں میں بیان کرتے ہیں:

فصل اول: ضروریات تاریخ میں سے ہے کہ نبی نے ۱۴۰۰ سال پہلے اعلان نبوت کیا۔ عربوں اور غیر عربوں میں سے ایک تعداد نے نبیؐ پر ایمان لائے۔ محمدؐ ایک کتاب مقدس لائے اس کا نام قرآن تھا اور اس قرآن مقدس کو اللہ سے منسوب کیا اس کتاب میں تمام معارف کا اجمال موجود ہے جسے آپ اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔ محمدؐ نے اس کتاب کے ذریعے اپنی نبوت کو چیلنج کیا ہے۔ جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے وہی قرآن ہے جو رسول خداؐ لائے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے دور میں لوگوں کو سنایا تھا یہ قرآن پہلے دن سے محفوظ ہے ایسا نہیں کہ اس میں سے کچھ کھو جائے پھر اس کی جگہ نئی کتاب لا کر رکھیں اور پھر بتائیں یہ وہی کتاب ہے جو محمدؐ پر نازل ہوئی۔ قرآن کے اندر غور و فکر کرنے والے افراد کو کسی قسم کا شک و تردید نہیں ہے کہ قرآن میں مخالفین و معاندین کی طرف سے تحریف ہوا۔

بعض مخالفین و معاندین کی طرف سے اتنا سا شک ضرور وارد ہوتا ہے کہ اس میں سے آیت کا معمولی حصہ یا کلمہ میں اعراب بدل گیا ہو، لیکن کُل کتاب وہی ہے جو پیغمبرؐ کے دور میں تھی اس میں کوئی بھی چیز ضائع اور گم نہیں ہوئی ہے۔

قرآن جو چیلنج کرتا ہے وہ اپنی تمام آیات کے ذریعے چیلنج کر رہا ہے جو دفتین میں موجود ہیں اس میں کوئی کمی بیشی اور تبدیلی اور قرآن اپنی فصاحت و بلاغت کو چیلنج کر رہا ہے، قرآن جیسی نظم و نسق بدیع والی کوئی کتاب لائیں کہ جس میں ایسا نظم و نسق موجود ہو، جیسا کہ سورۂ مبارکہ نساء آیت ۸۲ میں آیا ہے۔

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾

اگر یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف کثیرہ ہوتا۔ اور جو کچھ قرآن ہمارے پاس ہے بہتر ہے، کافی ہے اور اس سے تمام مبہم و خلل کا ازالہ ہوتا ہے۔ قرآن اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل میں چیلنج کرتا ہے۔ یہ کتاب نور، ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف ہادی ہے۔ اس کتاب مقدس سے نہ کچھ کم ہوا ہے نہ ہی زیادہ اور یہ کسی قسم کی ہدایت و رہنمائی میں مہمل نہیں ہے۔ وہ تمام صفات جو قرآن نے قرآن کیلئے ذکر کی ہیں وہ اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ کتاب مقدس یاد خدا دلاتی ہے۔ اس آیت میں ایسی اوصاف ملتے ہیں جس میں ان اوصاف کا تحدی کیا ہے وہ اوصاف اس وقت ہمارے پاس موجود دفتین میں پائے جاتے ہیں جس کی کسی قسم کی تحریف نہیں۔ کبھی اس میں نظم و نسق کا خلل نہیں پایا جاتا۔ آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراؤ اور تضاد نہیں پایا جاتا۔ صنع و ایجاد میں اللہ کی سنت کا ذکر ہے۔ ملائکہ، کتب و رسل کا ذکر موجود ہے۔ یہ کتاب اللہ کی شریعت و احکام بیان کرتی ہے۔ اس کے اندر خلقت کائنات کا ذکر ہے۔ لوگوں کے حشر کا ذکر ہے۔ جنت اور دوزخ کا ذکر ہے اس میں وہ تمام اہداف و مقاصد متوازن صورت میں موجود ہیں جو مفہوم ذکر میں کوئی کمی نہیں ہے۔

فصل دوم: عدم تحریف قرآن پر وہ روایات کثیرہ دلالت کرتی ہیں جو آپ سے مختلف اسناد سے مروی ہیں جن میں ہمیں اختلاف، افتراق اور حل مشکلات کے موقع پر اس قرآن سے رجوع کرنے کا حکم ہے۔ جیسے حدیث ثقلین اور روایات عرض بہ کتاب۔ کیونکہ کسی بھی چیز یا کتاب سے متعلق تحریف کا تصور آنے کے بعد، اس سے تمسک کرنے والوں سے گمراہی نہ ہونے کی ضمانت اور نفی خود بخود بے معنی ہو جاتا ہے جبکہ یہ دونوں روایت موجودہ قرآن کا اس قرآن کے جو علی نے جمع کیا تھا مخالف ہونے کے دعویٰ کو صریحاً رد کرتی ہے۔

تیسری فصل: بعض شیعہ محدثین اور حشویہ، اہل سنت کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ قرآن کے الفاظ اور ترتیب بدل چکا ہے۔

چوتھی فصل: تاریخ یعقوبی میں آیا ہے عمرؓ نے ایک دفعہ ابوبکرؓ سے کہا: جنگ یمامہ میں حافظان قرآن کی ایک کثیر تعداد شہید ہو چکی ہے ایسا نہ ہو کہ ان جاری جنگوں میں تمام حفاظ قرآن ختم ہو جائیں آپ جمع قرآن کیلئے کام کریں تو ابوبکر نے کہا کہ وہ کام میں کیوں کروں جو رسول خداؐ نہیں کئے۔ عمر نے اصرار کیا یہ کار خیر ہے کہ قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرو۔ تو انہوں نے ۲۵ آدمی قریش سے اور ۵۰ آدمی انصار میں چنے اور کہا قرآن کو لکھو، ایک مصحف کی صورت میں بناؤ اور سعد بن عاص کے پاس رکھو وہ ایک فصیح انسان ہے۔

بعض روایات میں ہے قرآن کو وفات پیغمبرؐ پر علی نے جمع کیا تھا اور آپ اس کو سات اونٹوں پر لاد کر خلیفہ کے پاس لائے اور کہا یہ قرآن میں نے جمع کیا ہے۔ تاریخ فدا میں ہے کہ جنگ مسیلمہ کذاب میں بہت سے اصحاب شہید ہوئے۔ ان میں اکثر حفاظ قرآن تھے، جو حفاظ بچ گئے تھے ان سے قرآن کو پتوں، لکڑی، کاغذ اور چمڑے پر لکھا اور اس کو حضرت حفصہؓ کے پاس بطور امانت رکھا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق زید بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ عمر کو بلانے کیلئے بھیجا تو زید نے دیکھا عمر ابوبکر کے پاس بیٹھے ہیں اور عمر نے ابوبکر سے کہا جنگ میں کثیر حفاظ شہید ہو گئے آپ جمع قرآن کریں تو ابوبکر نے کہا کہ جو کام رسول اللہؐ نے نہیں کیا میں کیوں کروں۔ تو عمر نے کہا کہ یہ خیر کا کام ہے۔ عمر اصرار کرتے رہے تو انہوں نے اس کو جمع کرنا مناسب سمجھا اور کہا اگر لوگ مجھے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانے کا حکم دیتے تو شاید یہ میرے لئے اتنا مشکل نہ ہوتا جس قدر یہ جمع قرآن گراں ہے۔ پھر قریش و انصار نے مل کر چمڑوں، لکڑی اور پتوں پر قرآن جمع کیا۔

پانچویں فصل: یعقوبی لکھتے ہیں: عہد عثمانؓ میں جب انہوں نے دیکھا لوگوں کے مختلف مصاحف ہیں۔ عثمان نے قرآن کو جمع کیا اس کی تنظیم کی، بڑے سوروں کی بڑے سوروں کے ساتھ چھوٹی سوروں کی چھوٹی سوروں کے ساتھ اور پھر اطراف میں اعلان کیا۔ بس یہی ایک قرآن ہوگا اور باقی کو ضبط کیا اور صرف ابن مسعود جو کہ کوفہ میں تھے انہوں نے مصحف دینے سے انکار کیا تو عثمان نے ان سے زبردستی مصحف لیا۔ عثمان نے تمام اسلامی ممالک کے بڑے شہروں جیسے: مکہ، مصر، شام، بحرین، یمن، ایک ایک مصحف بھیجا اور سب کو حکم دیا کہ اسی ایک نسخہ کی تلاوت کریں۔

☆ عبدالرزاق نوفلؒ:(متوفی ۱۴۰۴ھ ق)

[کتاب الاسلام والعلم الحدیث ص ۱۶۷]

آپ فرماتے ہیں: ہمارے نبی کریم دور جاہلیت کی شرک پرستی، خرافات پرستی کے حوالے سے پریشان رہتے۔ رمضان کے مہینے میں حضرت مسیح کی ولادت کے ۶۰۰ سال گزرنے والے سال میں ۴۱ سال کی عمر شریف گزرنے کے بعد آپ پر وحی ہوئی کہ کہیں ''اقراء'' چنانچہ یہ آیت آپ پر نازل ہوئی۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے اس آیت نے اپنی بلاغت میں اہل ادب، شعر ونثر والوں کو مبہوت وحیران کیا۔ قرآنی آیات حسب نیاز بشریت حوادث و واقعات کے دوران ۲۳ سال کے دور میں نازل ہوا اس کی آخری آیت

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (مائدہ:۳)

ہے۔

اسکے سورہ ۱۱۴ ہیں آیت ۶۲۳۶ ہیں اس میں سے ایک آیت ایک لفظ بھی نہ حذف ہوا اور نہ اضافہ، ۱۴۰۰ سال گزر گئے اور بھی گزریں گے، لیکن یہ ایک ایسا نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے جس سے ہر طالب علم وحکمت وفن استفادہ کرسکتا ہے۔ جب نبی کریم نے وفات پائی، قرآن سینوں اور کتاب وحی کی مکتوبات میں منتشر تھا۔ ابوبکر نے ان سب کو یکجا کیا یہاں تک دور عثمان آیا تو اس نے ان تمام متفرقات کو جمع کیا اور آج جو قرآن ہم تلاوت کررہے ہیں وہی قرآن ہے جو عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔ قرآن ایک کتاب معجزہ ہے اس کے اعجاز میں سے ایک یہ ہے کہ اسے پڑھنے والا تھکتا نہیں اور اسے اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تکرار سے اس کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حفظ کرنے والوں کیلئے کتاب آسان ہے۔ اللہ نے اس کے حفظ کو آسان بنایا ہے، سننے والے حفظ کرنے والے کے دل میں خود بخود نفوذ کرتا ہے اور اسے باور کرواتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اس میں تمام تشریحات کے ساتھ ان علوم کی طرف اشارہ ہے جو بشریت کیلئے اس وقت مخفی اور پوشیدہ تھے۔ ہم یہاں پر بعض آراء جو اس عظیم کتاب کے بارے میں علمائے عرب نے پیش کی ہیں انھیں بیان کرتے ہیں: ڈاکٹر مورث فرانسی نے کہا ہے:

قرآن افضل کتاب ہے جو عنایت اور الطاف ذات ازلی نے بشریت کیلئے نازل کیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں ہے۔

ایک مستشرق کہتے ہیں؛قرآن افکار پر حاوی ہے اور دلوں کو تھامتا ہے۔یہ محمدؐ پر نازل ہوا ہے تا کہ آپ کی رسالت کا گواہ بنے۔

ایک اور مستشرق کا کہنا ہیں ؛محمد نے عالم کیلئے ایک کتاب چھوڑی جو عالم کیلئے اخلاق و بلاغت میں اعلیٰ نمونہ ہے۔وہ کتاب مقدس ہے جس میں نئے دور کے انکشافات اور آئندہ ہونے والی انکشافات اس کی آیتوں سے متصادم نہیں ہیں۔قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیل تعالیم قرآن اور قوانین طبیعت میں ہے۔

بعض مستشرقین کہتے ہیں:قرآن بلند ارفع وخوان پر مشتمل ہے۔

جوتھا کہتے ہیں:قرآن کی تعلیمات فکری حاجتوں کے مطابق ہیں۔

لیون کہتے ہیں:قرآن کی جلالت وعظمت و بزرگی کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے نزول کے ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد نہ اس میں کمی آئی ہے نہ اس کے انداز میں تھکاوٹ آئی ہے گویا یہ کل ہی نازل ہوا ہے۔

☆ صبحی صالحؒ:(متوفی ۱۴۰۶ھ ق)

استاذ علوم اسلامی اور فقہ اللغہ کلیہ آداب جامعہ لبنان،آپ اپنی گرانقدر کتاب مباحث علوم قرآن ص ۶۵ پر جمع قرآن اور اس کی کتابت کے ذیل میں لکھتے ہیں:جمع قرآن کے دو معنی ہیں اور دونوں قرآن میں ذکر ہوئے ہیں۔حفظ اور کتابت،جہاں تک حفظ کا معنی اور مصداق جلی ہے نبی کریمؐ خود سید الحفاظ تھے اور سب سے پہلے جمع قرآن کرنے والے تھے۔آپ کو اپنے دور میں ایسے برگزیدہ اصحاب ملے ہیں جنہوں نے قرآن کو سینہ اور کاغذ پر حفظ اور جمع کیا۔یقیناً یہ تعداد محدود نہیں تھی۔اگر سرسری نظر سے دیکھیں گے تو جو روایات میں آئی ہیں،وہ محدود نظر آتی ہیں۔ان سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں نے حفظ قرآن کرنے کے بعد پیغمبرؐ کے سامنے پیش کرنے کی توفیق ملی۔ان کو حفظ قرآن میں پیغمبرؐ کا شاگرد کہیں گے۔لیکن جنہیں پیغمبرؐ کے سامنے پیش کرنے کا موقع نہیں ملا ان کی تعداد زیادہ ہے۔بعض نے پیغمبر کی وفات کے بعد حفظ قرآن شروع کیا۔جمع قرآن کرنے والوں میں جو بھی ہو تمام کی ہمت اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ قرآن کی تلاوت کریں اور قرآن سنیں۔مدینہ کے گھروں میں صبح و رات قرآن کی صدائیں گونجتی تھیں یہاں تک کہ وہ قرآن کو ایک دوسر کے سامنے تلاوت کرتے تھے۔دن رات نمازوں میں تلاوت کرتے تھے۔پیغمبر بھی ان کے اس طریقے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور سب سے بہتر کو مقدم رکھتے تھے۔اگر کوئی مہاجر آتا

تھاتو پیغمبرؐ اسے ایک صحابی کے حوالے کرتے تھے۔اس کے علاوہ مسجد تلاوت قرآن سے گونجتی تھی۔ ہر صحابی کے پاس بہت سے شاگرد ہوتے تھے۔بعض حفظ قلوب پر اکتفا کرتے تھے۔اس کے علاوہ نبی کریم نے اپنے لئے کتاب قرآن معین کی تھی۔قرآن نبی کے دور میں لکھا گیا ہے،لیکن وہ قرآن متفرق تھا آیات وسورے لوگوں میں منتشر تھا۔سب سے پہلے ان منتشر آیات سے ۵ رکوع جمع کرنے والے ابوبکرؓ صدیق تھے جو ایک مصحف میں جمع کیا۔لیکن عثمان کے زمانے میں جمع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے نسخے بنائے گئے جن لوگوں نے قرآن میں کوئی نہ کوئی شان نزول تاویل یا وغیرہ لکھی تھی ان کو ختم کیا گیا۔

☆ امام خمینیؒ:(متوفی ۱۴۰۹ھ ق)

(مجلّہ توحید عربی صادر از تہران شمارہ ۷۴ص ۳۸)

آپ فرماتے ہیں موجودہ زمانے میں بھی جو افراد مسلمانوں کے جمع قرآن، حفظ وضبط ،قرأت اور کتابت قرآن پر عنایت واہتمام رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ تحریف قرآن کی بات باطل محض ہے،تحریف قرآن کے بارے میں وارد اخبار جن سے ان لوگوں نے تمسک کیا ہے،ضعیف ہیں جو قابل استدلال نہیں یا پھر جعلی وخود ساختہ ہیں جیسا کہ ان روایات کے جملات سے واضح ہے،جہاں یہ غریب اور انوکھی ہیں وہاں تعجب وحیرت آور ہیں اگر ان میں کوئی صحیح ہے یا تاویل ہے یا تفسیر ہے یعنی اس کی تاویل میں تحریف ہوئی ہے۔اسکی تفصیل لکھنے کیلئے ایک بڑی کتاب کی ضرورت ہے جہاں قرآن کی تاریخ بیان کریں اور طول تاریخ میں کیا کیا گزرا ہے بیان کیا جائے۔خلاصہ یہ ہے کہ کتاب عزیز وہی ہے جو بین دفتین ہمارے پاس ہے نہ اس میں زیادہ ہے نہ کم۔قرأت میں اختلاف ایک نیا حادثہ ہے جو لوگوں کے اجتہادات سے جنم لیتا ہے۔جو کتاب روح الامین کے ذریعے پیغمبر اسلامؐ کے قلب مبارک پر نازل شدہ ہو اس میں ایسا نہیں ہوسکتا۔

علامہ سبحانی کہتے ہیں:امام خمینی نے یہ بیان ممبر پر انتہائی شجاعت جرأت اور قطعیت کے ساتھ فرمایا تھا۔ آپ اس گروہ شاذہ پر نقد کرتے تھے جنہوں نے کتاب خدا میں تحریف کا دعویٰ کیا ہے۔

آیت اللہ سبحانی نے **ملامح قرآن و ابعاد المختلفہ فی رأی الامام الخمینی** کے عنوان سے ایک عنوان پیش کیا ہے۔**اسطورئہ التحریف القرآن** یعنی افسانہ تحریف قرآن۔ایک زمانے سے مسیحی مبشرین

نے تحریف قرآن کی جو کہانی چلائی ہے اس کا سلسلہ دوسری یا تیسری ہجری سے جاملتا ہے۔اس فکر کو مسلمانوں میں اخباریوں نے فروغ دیا ہے۔وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی کتاب بھی کتب عرف ہے۔۱۳۷۴ھ ق کو امام خمینی نے تحریف قرآن کی افتراء کو اپنی تہذیب الاصول میں لکھا۔مسلمانوں کی توجہ اپنی کتاب کی جمع،حفظ،ضبط،قرأت اور کتابت میں اس قدر تھی کہ یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں گمان تحریف ایک باطل ہے اس کی طرف کسی بھی صاحب عقل و شعور کو توجہ نہیں کرنی چاہے۔پھر امام خمینی نے ان روایات کی چار نوع بتائی ہیں۔

۱۔ضعیف ہے جس پر استدلال نہیں ہوسکتا۔

۲۔جعل اس سے نمایاں نظر آتا ہے۔

۳۔حدیث اپنی جگہ غریب اور انوکھی ہے جسکے معانی واضح نہیں ہیں۔

۴۔صحیح ہے یہ دلالت کرتا ہے آیت کی تفسیر و بیان ہے۔

پھر آپ اظہار تمنا کرتے ہیں کہ اگر میرے پاس کافی وقت ہوتا تو میں ان روایات کو جمع کرتا اور بتاتا کہ یہ بجز افسانہ اور جعل کے علاوہ کچھ نہیں۔مجھے ڈر ہے کہ اگر میں بحث کو تفصیل سے بیان کروں تو میں موضوع سے نکل جاؤں گا،اور میں واضح کرتا ہوں کہ یہ وہی قرآن ہے جو دفتین میں آج ہمارے پاس موجود ہے۔

علامہ سبحانی پھر لکھتے ہیں:ایک دن امام نے فرمایا:اگر میرزا شیرازی فصل الخطاب نشر ہوتے وقت زندہ ہوتے تو اس کتاب کو جھٹلاتے اور اس کا اعتبار ختم کردیتے اور اعلان کرتے کہ یہ کتاب روایات مرسلہ اور ضعیفہ کا ایک غبارہ ہے جو ہمیشہ محققین کے اعتراض کا نشانہ بنی ہے۔پھر امام تحریفِ قرأت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں قرآن کریم کی ایک ہی نص ہے ایک ہی قرأت ہے اس سے زیادہ نہیں اور نبی کریمؐ نے لوگوں کو ایک ہی قرأت سکھائی ہے۔اگر خلیفہ سوم کے دور میں کوئی چیز نئی سامنے آئی ہے تو وہ صرف مختلف قرأت کو ایک قرأت پر جمع کرنا ہے اور وہ قرأت قریش تھی،کیونکہ قرآن ام القرائی کے لہجہ میں نازل ہوا ہے۔یہی لہجہ محفوظ ہونا چاہیے۔

امام خمینی کا موقف قرأت سبعہ کے بارے میں بالکل منفی تھا۔آپ فرماتے ہیں:قرأتوں میں سے صرف ایک کے علاوہ سب ان کی اپنی سوچ اور اختراع ہے۔ہر ایک نے اپنی قرأت کو رواج دی اور اس پر دلیل دی ہے کہ ہمارا قرآن صحیح ہے۔اگر یہ بات منطقی بن جاتی اور اس دلیل کی کوئی حیثیت ہوجاتی تو میں اپنے قرآن کو دوسروں پر ترجیح دوں

گا۔ہماری تفسیر کا ایک بڑا حصہ قرأت کے بارے میں ہے۔اگر یہ قرأتوں کا سلسلہ رسول اللہ سے ملتا تو ہاں اس پر دلیل قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔یہ دلیل ہے کہ انتشار قرأت ان افراد کے شوق اور ذوق اور اجتہاد پر مبنی ہے،جس نے اختلافات پیدا کیے۔امام بعض مترجمین قرآن سے بہت نالاں اور اختلاف کرتے تھے جو اختلاف قرآن کے بارے میں اپنا ترجمہ قرآن کے حواشی میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت فلاں قرأت کے مطابق اس طرح ہے۔کیا یہ قرآن بشر کی ساخت ہے تاکہ وہاں ایک نسخہ اصل اور فوٹوکاپی بیان کی جائے۔پھر آیت اللہ سبحانی کہتے ہیں:اس بساط پر امام کی بہت جید مستحکم آراء موجود ہیں۔

☆ آیت اللہ علی فانیؒ:(متوفی ھ ق)

آیت اللہ شہید علی فانی نجف اشرف اور قم کے مراجع تقلید میں شمار ہوتے ہیں۔آپ نے ایک کتاب ''آراء حول القرآن'' میں موجودہ قرأت عثمانی کے تواتر پر اور عدم تحریف قرآن پر استدلال کیا ہے۔اس کتاب میں تحریف قرآن کے قائلین کی متمسک روایات کو نقد و بررسی کرنے کے بعد ص۱۰۳ پر نفی تحریف والوں کے دلائل پیش کئے ہیں،اس میں سید مرتضیٰ اور شیخ مفید،شیخ طوسی کے عدم تحریف کے بارے میں دلائل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: قائلین تحریف کی پیش کردہ روایات میں سے کوئی بھی ایسی روایات نہیں جس کی سند صحیح ہو اور دلائل واضح و روشن ہوں۔ شیخ صدوق کی کتاب باب العقائد عقائد شیخ صدوق میں لکھا ہے:ہمارا اعتقاد قرآن کے بارے میں وہی ہے،جو چیز محمدؐ پر نازل ہوئی ہے وہ دفتین میں ہمارے پاس موجود ہے اس میں نہ کمی ہوئی ہے نہ بیشی اس کے سورے ۱۱۴ ہیں۔اس کے علاوہ اگر کوئی بات ہماری طرف نسبت دے تو وہ جھوٹ ہے۔

☆ آیت اللہ خوئیؒ:(متوفی ۱۴۱۳ھ ق)

اس سلسلے میں اگر ایک **وافی و کافی اور مبسوط** بحث تلاش کریں تو آپ کو **" البیان فی تفسیر القرآن "** تالیف آیت اللہ سید ابو القاسم موسوی الخوئی رحمۃ اللہ علیہ میں ملے گی۔آپ نے اپنی اس گرانقدر بیش بہا سرمایہ وراثت کتاب کے صفحہ ۲۱۵ پر تحریف کے بارے میں بطور مبسوط و مفصل بحث کی ہے۔آپ نے تحریف کے چند مصادیق بیان کیے ہیں:

۱۔تحریف معنوی اس تحریف کے بارے میں مفسرین متفق ہیں۔ایسی تحریف مسلمانوں میں موجود ہے۔یہ وہ تحریف

ہے کہ آیت کو اپنے مفہوم و معنی اور مراد سے نکال کر کسی اور معنی میں مراد لینا، چنانچہ ہر وہ شخص جو قرآن کریم کو اپنی ہوس، خواہشات کی بنیاد پر تفسیر کرے گا اور اس کے اصلی معنی سے ہٹا کر ایک خارجی معنی پر محمول کرے گا، جیسا کہ اہل بدعت، فرق و مذاہب باطلہ نے ارتکاب کیا ہے جہاں انہوں نے آیات کی اپنی آراء اور خواہشات کے مطابق تفسیر کی ہے۔ انہی لوگوں کی مذمت میں یہ آیت ہے۔

﴿مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ (نساء/۴۶)

روایت میں قرآن کی اس قسم کی تحریف کرنے والوں کی سختی سے مذمت کی گئی ہے، چنانچہ ان کے بارے میں امام باقرؑ نے ایک خط سعد خیر کے نام لکھا:

"وكان من نبذهم الكتاب أن اقاموا حروفه و حرفوا حدوده فهم يروونه ولا يرعونه، والجهال تعجبهم حفظهم للرواية، والعلما حذنهم تركهم للرعاية۔"

انہوں نے کتاب کو چھوڑا اور حروف کو اٹھایا حدود کو موڑا اور وہ اس کی روایت کرتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ جاہل انہیں دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ کیسے حافظ ہے لیکن علما محزون ہیں کیونکہ انہوں نے عمل چھوڑا ہے۔

۲۔ قرآن میں حروف یا حرکات میں زیادتی نہیں ہوئی، یعنی قرآن اپنی جگہ محفوظ ہے اس سے کچھ ضائع نہیں ہوا ہے۔ اگر کسی حرف یا حرکت میں اختلاف پایا گیا تو معنی میں بھی کوئی چنداں فرق نہیں پڑتا۔ اس قسم کی بھی قرأت موجود ہے۔

۳۔ ایک یا دو کلمہ اصل قرآن سے کم یا زیادہ ہوئے ہیں۔ اس قسم کی تحریف پیغمبرؐ کی وفات کے بعد واقع ہوئی تھی، لیکن عثمان نے اپنے دور میں اس قسم کے تحریف شدہ مصاحف کو جلایا اور اطراف میں اپنے والیوں کو بھی حکم دیا کہ ان کی جمع شدہ قرأت کے علاوہ تمام دیگر قرائتیں جلا دیں۔

۴۔ آیت اور سورہ میں تحریف: قرآن کے سورے اور آیات میں کسی قسم کے زیادہ اور نقص کو مسترد کر کے قرآن محفوظ ہونے کے اقرار کے بعد فرمایا: یہی پیغمبرؐ کی قرأت ہونے پر اتفاق ہے۔ قرآن میں کمی کا جو تصور ہے کہ جو قرآن ہمارے پاس ہے اس میں تمام قرآن نہیں جو آسمان سے نازل ہوا ہے۔ اس سے کچھ حصہ ضائع ہوا ہے۔ یہی موضوع بحث علماء ہے۔ معروف بین المسلمین یہ ہے کہ اس قسم کی تحریف واقع نہیں ہوئی ہے اور جو قرآن ہمارے پاس

ہے وہ کل قرآن ہے اور اس پر تمام علماء اعلام نے تصدیق کی ہے ۔جس میں محمد بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق، شیخ طوسی، علم الھدیٰ نے مفصل دلائل دیئے ہیں ۔اسی طرح صاحب مجمع البیان اور شیخ جعفر کاشف الغطاء نے کتاب کشف الغطاء میں دعویٰ اجماع کیا ہے ۔اسی طرح علامہ شہشہانی نے اپنی کتاب عروۃ الوثقیٰ میں علوم تحریف کو جمہور مجتہدین کی طرف نسبت دیا ہے اس میں سے مجاہد اعظم شیخ محمد جواد بلاغی اپنی تفسیر آلاء الرحمٰن میں بیان کیا ہے ۔اس کے علاوہ شیخ بھائی، کافی، شوشتری نے نقل کیا ہے ۔

۵ ۔بعض مصحف میں کوئی ایسی آیت یا کلام جو اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوا اور قرآن میں موجود ہو اس قسم کی تحریف نہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے ۔اس قسم کی تحریف کا عقیدہ **عند الجمیع الامة** باطل عقیدہ ہے ۔

٦ ۔جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے وہ قرآن کل قرآن نہیں ہے جو نبی کریم پر نازل ہوا ہے بلکہ اس کی بعض آیات یا سورے ضائع ہوئے ہیں ۔یہ اور تعدد قرأت دونوں مترادف تحریف ہے ۔ہر قسم کی تحریف یا زیادتی یا کمی جو قرآن کریم کو اللہ کی طرف سے حجت قاطعہ ہونے میں خلل اور شکوک وشبہات پیدا ہونے کا باعث بنتی ہے یہ قرآن میں نہیں ہوئی ہے ۔

اس سلسلے میں آیت اللہ خوئی **البیان فی تفسیر القرآن** ص ۱٦۵ پر لکھتے ہیں: قراء کے حالات اور سوانح حیات جو ہم ذیل میں پیش کریں گے ۔اس سے قطع اور یقین محکم حاصل ہوتا ہے کہ اس سلسلے کے اختلاف اور قرأت کے اخبار تمام کے تمام آحاد ہیں اور بعض راوی آحاد ہونے کے علاوہ غیر موثق بھی ہیں، لہٰذا ان پر اعتماد اور بھروسہ ظن و گمان پر بھروسہ کرنے کے مترادف ہے ۔

آیت اللہ خوئی نے عدم تحریف پر ایک اور دلیل بھی قائم کی ہے ۔جتنے علمائے شیعہ نے امامت پر بحث کرتے وقت مطاعن و مسالب خلفاء بیان کی ہے ۔انہوں نے تحریف قرآن کو ان کی مطاعن میں بیان نہیں کیا ہے ۔اگر قرآن میں انہوں نے کوئی تحریف کی ہوتی تو وہ خلفاء کے حق میں ایک بڑا طعن ہوتا ۔

☆ امین احسن اصلاحیؒ: (متوفی ھ ق)

آپ نے صیانت قرآن کا دفاع کرتے ہوئے سورۂ حجر، سورۂ فصلت اور سورۂ قیامت کی آیات میں واشگاف الفاظ میں تحریف قرآن کو رد کیا ہے ۔ذیل میں ہم ان کی تفسیر سے اخذ کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کر

رہے ہیں۔

قرآن کی حفاظت کا ذمہ دار خود اللہ ہے:

[تدبر قرآن امین احسن اصلاحی ج ۴ ص ۳۴۸]

"پیغمبرؐ کو نہایت پرزور الفاظ میں یہ تسکین و تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ (قریش) اس قرآن عظیم کی قدر نہیں کر رہے ہیں تو تم اس کا غم نہ کرو۔ یہ کتاب، تمہاری طرف سے کسی طلب و تمنا کے بغیر ہم ہی نے تم پر اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس کو رد کر رہے ہیں تو رد کر دیں، خدا اس کیلئے دوسروں کو کھڑا کر دے گا جو اس کو قبول کریں گے اور اس کی دعوت و حفاظت کی راہ میں کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ یہی مضمون سورۂ انعام میں یوں بیان ہوا ہے۔

﴿فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ﴾ (انعام:۸۹)

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اس کو قبول کرتے ہیں تو اس میں ان کی اپنی ہی دنیا و آخرت کی سعادت ہے اور اگر یہ اپنی بدقسمتی اور شامت اعمال سے اس کو رد کر دیتے ہیں تو دوسرے اس کے قبول کرنے کیلئے آگے بڑھیں گے۔ چنانچہ جب قریش نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انصار کے سینے اس کیلئے کھول دیے، انہوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کی حفاظت کی راہ میں کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ میں حصر در حصر کا جو مضمون پایا جاتا ہے اس سے اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ یہ کتاب تم نے ہم سے مانگ کے تو لی نہیں کہ تم پر لوگوں سے اس کو قبول کروانے کی ذمہ داری ہو۔ تم پر ذمہ داری صرف تبلیغ و دعوت کی ہے۔ تم اس کو ادا کرو، رہا اس کتاب کی حفاظت اور اس کے قیام و بقا کا مسئلہ تو یہ ہم سے متعلق ہے، اس کی حفاظت اور اس کے قیام و بقا کا انتظام ہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کن کن شکلوں میں پورا فرمایا، تاریخ میں اس سوال کا پورا جواب موجود ہے۔ اس تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں ہے۔"

سورۂ فصلت آیت ۴۲ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

یہ قرآن کی عظمت اور اس کے شرف کا ایک جامع بیان ہے جس کے دو پہلو خاص طور پر اہمیت رکھنے والے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن اپنے آگے اور پیچھے دونوں سے بالکل محفوظ ہے۔ اس کو اتارنے والا اللہ تعالیٰ ہے، اس کو لانے

والے جبریل امین ہیں۔اس کے حامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کو نقل وقبول کرنے والے اس خلق کے پاکیزہ ترین اخیار و صالحین ہیں۔گویا ابتداء سے لے کر انتہا تک "اینکہ کَاَنَّہٗ ہمہ آفتاب است"۔اس میں کہیں بھی شیطان کی در اندازی کیلئے کوئی روزن نہیں ہے،نہ اس کے آغاز کی طرف سے نہ اس کی انتہا کی طرف سے۔

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کیا،جیسا کہ **وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** کے الفاظ سے واضح ہے،خود اہتمام فرمایا اور یہ قرآن کا وہ امتیاز ہے جو اس سے پہلے نازل ہونے والے صحیفوں کو حاصل نہیں ہوا۔تورات وانجیل وغیرہ کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے حاملین پر ڈالی گئی تھی جو اس کا حق ادا نہ کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ صحیفے بالکل محرف ہو کے رہ گئے اور ان کے اندر حق و باطل کا امتیاز ناممکن ہو گیا،لیکن قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا اور اس کو قیامت تک کیلئے ہر قسم کی آمیزش سے بالکل محفوظ کر دیا۔

اس حفاظت کے کئی پہلو ہیں:

ایک یہ کہ قرآن کے زمانہ نزول میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کا خاص اہتمام فرمایا کہ قرآن کی وحی میں شیاطین کوئی مداخلت نہ کر سکیں۔یوں تو اس نظام کائنات میں یہ مستقل اہتمام ہے کہ شیاطین ملا اعلیٰ کی باتیں نہ سن سکیں لیکن سورۂ جن کی تفسیر میں ہم واضح کریں گے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں یہ اہتمام خاص طور پر تھا کہ شیاطین وحی الٰہی میں کوئی مداخلت نہ کر پائیں۔تا کہ ان کو قرآن میں اس کے آگے سے ﴿ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ﴾ کچھ گھسانے کا موقع نہ مل سکے۔

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے اپنے جس فرشتہ کو منتخب کیا اس کی صفت قرآن میں **ذی قوۃ مطاع، قوی ،امین** اور **عند اذی العرش مکین** وارد ہوئی ہے۔یعنی وہ فرشتہ ایسا زور آور ہے کہ ارواح خبیثہ اس کو مغلوب نہیں کر سکتیں،وہ تمام فرشتوں کا سردار ہے۔وہ کوئی چیز بھول نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو امانت اس کے حوالہ کی جاتی ہے وہ اس کو بالکل ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہے۔مجال نہیں ہے کہ اس میں زیر زبر کا بھی فرق واقع ہو سکے۔وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقرب ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تمام مخلوقات سے برتر ہے۔ظاہر ہے یہ اہتمام بھی اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ قرآن میں اس کے منبع کی طرف سے کسی باطل کے گھسنے کا امکان باقی نہ رہے۔

تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو اٹھانے کیلئے جس بشر کو منتخب فرمایا اول تو وہ ہر پہلو سے خود خیر الخلائق تھا ثانیاً قرآن کو یاد رکھنے اور اس کی حفاظت وترتیب کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے تنہا اس کے اوپر نہیں ڈالی بلکہ یہ ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ چنانچہ سورۂ قیامت کی آیت ۱۶ تا ۱۹ میں فرمایا ہے۔

﴿ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ،ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ، كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ﴾

چوتھا یہ کہ قرآن اپنی فصاحت الفاظ اور بلاغت معنی کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ جس کے سبب سے کسی غیر کا کلام اس کے ساتھ پیوند نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ نبیؐ کا اپنا کلام بھی باوجودیکہ آپ اس قرآن کے لانے والے اور افصح العرب والعجم ہیں، اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس وجہ سے اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کسی غیر کا کلام اس کے ساتھ مخلوط ہو سکے۔ چنانچہ جن مدعیوں نے قرآن کا جواب پیش کرنے کی جسارت کی ان کی زٹل فات کے نمونے ادب اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ ان کو قرآن کے مقابل میں رکھ کر موازنہ کرلیجئے۔ دونوں میں گہرا فرق نظر آئے گا۔ اس طرح گویا پیچھے سے بھی

﴿وَلاَمِنْ خَلْفِه﴾

قرآن میں دراندازی کی راہ مسدود کر دی گئی ہے۔

پانچواں یہ کہ قرآن کی حفاظت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی زبان کی حفاظت کا بھی قیامت تک کیلئے وعدہ فرمالیا۔ دوسرے آسمانی صحیفوں میں تو ان کی اصل زبانیں مٹ جانے کے سبب سے، بے شمار تحریفیں ترجموں کی راہ میں داخل ہوگئیں جن کا سراغ اب ناممکن ہے، لیکن قرآن کی اصل زبان محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی اس وجہ سے ترجموں اور تفسیروں کی راہ سے اس میں کسی باطل کے گھسنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔''

سورۂ قیامت کی آیت ۱۶ تا ۱۹ میں فرماتے ہیں:

''نبیؐ کو اس عجلت و بے قراری سے روکا گیا ہے جو آپ پر اس وقت طاری ہوتی جب وحی آتی۔ اگرچہ شوق عجلت کا مضمون ادب کے پامال مضامین میں سے ہے، لیکن اس عجلت و بے قراری کی تعبیر کون کرسکتا ہے جو نبیؐ پر اس وقت طاری ہوتی ہوگی جب ایک طویل وقفہ کے انتظار کے بعد اور مخالفین کے شور شرابوں کے طوفان کے اندر جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کے نامہ و پیام کے ساتھ نازل ہوتے رہے ہوں گے۔ ایک بچہ بھوکا ہو اور ماں اس کو چھاتی سے لگائے

تو وہ چاہتا ہے کہ ماں کی چھاتی کا سارا دودھ ایک ہی سانس میں ہڑپ لے۔صحرا کا مسافر پیاس سے تڑپ رہا ہو اور طویل انتظار کے بعد اسے پانی کا ڈول مل جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ پورا ڈول ایک دفعہ پیٹ میں انڈیل لینا چاہتا ہے۔ ایک فراق زدہ کو جدائی کی کٹھن گھڑیاں گزارنے کے بعد نامہ محبوب مل جائے تو وہ چاہے گا کہ ایک ہی نظر میں اس کا ایک ایک حرف پڑھ ڈالے۔اگر چہ یہ مثالیں، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا۔ناقص ہیں، تاہم ان سے کچھ اندازہ اس شوق، اس عجلت اور اس اضطراب کا کیا جا سکتا ہے جن کا اظہار آپ کی طرف سے بے اختیارانہ اس وقت ہوتا رہا ہوگا۔جب آپ وحی سے مشرف ہوتے رہے ہوں گے۔

اس کا سبب کوئی ایک نہیں تھا بلکہ جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا متعدد تھے۔مثلاً

☆۔یہ کہ آپ جس فریضہ منصبی پر مامور تھے اس کا سارا پروگرام اسی سے معلوم ہوتا تھا۔

☆۔آپ کی عقلی ایمانی اور روحانی زندگی کا تمام تر انحصار اسی پر تھا۔

☆۔حاضر اور مستقبل کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کیلئے رہنمائی اسی سے ملتی تھی۔

☆۔دشمنوں کے نت نئے اعتراضات و مطالبات کے فیصلہ کن جوابات اسی کے ذریعہ حاصل ہوتے تھے۔

☆۔علم کا غیر معمولی شوق اور اس کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری کا صحیح احساس بھی اس کا ایک بہت بڑا سبب تھا۔

پھر فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾

اس آیت سے یہ حضور کی اس تشویش کو رفع فرمایا ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا کہ چونکہ ایک عظیم آسمانی خزانہ آپ کی تحویل میں دیا جا رہا تھا اس وجہ سے قدرتی طور پر اس کو اپنی امانت میں لیتے ہوئے آپ ایک ایک لفظ کو اس طرح محفوظ کرنے کی کوشش کرتے کہ کوئی حرف ضائع نہ ہونے پائے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطمینان دلایا کہ اس کو محفوظ کرنے اور اس کو سنانے کی ذمہ داری ہم نے اپنے اوپر لے رکھی ہے۔

لفظ جمع یہاں ایک جامع لفظ ہے۔اس سے مراد اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ میں محفوظ کرنا بھی

ہے۔اوران منتشر موتیوں کوایک لڑی میں پرونا بھی ۔چنانچہ آپؐ کواللہ کی طرف سے برابر رہنمائی حاصل ہوتی رہی کہ مختلف مواقع پرنازل ہونے والی آیات کوالگ الگ سورتوں میں کس ترتیب سے آپ جمع کرائیں۔[ج۹ص۸۵تا۸۶]

☆ **آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانیؒ:(متوفی ۱۴۱۴ھق)**

آپ نے شبہ تحریف قرآن کے بارے میں استفتاء کے جواب میں فرمایا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حمد،اس ذات کیلئے ہے،جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اورا سے صاحبان عقل کیلئے نورقرار دیا ہےاور قیام قیامت تک اس نور کو محفوظ رکھا ہے پھر آپ نے سورہ فصلت کی آیت سے استدلال کیا ہے۔اللہ تعالٰی نے اس کتاب کو تغیر وتحریف،زیادتی ونقصان اور مٹ جانے سے محفوظ رکھنے کا وعدہ دیا اوراپنے نبیؐ اورامت کوسورہ حجر کی آیت ۹ سے بشارت دی ہے۔سلام ودرود،اس ہستی پر جسے اس قرآن کے ذریعے بشریت کی طرف بھیجا ہے۔تاکہ قیام قیامت تک باقی رہے اوراللہ نے اپنے نبی اورانبیاء سے عہدو پیمان لیا ہے کہ اس کی تعلیم وتبلیغ کریں گے۔

﴿ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیهِمْ ﴾ (جمعہ:۲)

ہمارے مذہب میں صحیح یہ ہے کہ کتاب اللہ جوہمارے ہاتھوں میں ہے یہ وہی کتاب ہے،جس میں جائے شک وتر دد نہیں کہ یہ عزیز حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔اس کی جمع ترتیب خود نبی کریمؐ کے زمانے آپؐ کی نظارت میں ہوئی۔اس میں کسی قسم کی تحریف تغیر نقص نہیں،یہ مسلمانوں میں تواتر سے جاری ہے اس کی ہر چیز حتیٰ قرأت تک تواتر سے ثابت ہے،کیونکہ یہ مسلمانوں کی توجہ اورعنایت کا محوراورمرکز ہے۔دین کی اساس اورنبوت محمدؐ کا معجزہ ہے،پھر آپ نے اس سلسلے میں علم الھدیٰ اورشیخ طوسی کے کلمات سے استناد کیا ہے۔

☆ **خالد محمد خالدؒ:**

[کتاب اسلامیات ص ۱۲۷]

آپ فرماتے ہیں:قرآن کریم اپنے بارے میں ۲۳۰ سے زائد آیات میں ذکر کیا ہےاوراس ضمن میں قرآن سے متعلق بہت سے سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔سوال یہ ہے کہ قرآن کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟اور

کیوں آیا ہے؟ کیا یہ سحر ہے؟ شعر ہے؟ جھوٹ ہے؟ افتراء ہے؟ پرانی کہانیاں ہیں؟ یا گزشتہ کے خلاف ہے ۔یا پیشنگوئی ہے؟ قرآن اگر نازل ہوا ہے تو ایک دفعہ کیوں نازل نہیں ہوا؟ قرآن کیا صرف قریش کیلئے آیا ہے یا تمام عالمین کیلئے آیا ہے؟ قرآن نے اپنے بارے میں مختلف شکوک وشبہات اور مخاصمت وعداوت رکھنے والوں کو تفصیل سے جواب دیا ہے ۔ان ۲۳۰ سے زائد آیات میں ان سوالات کو اٹھایا ہے اور ان کا واضح بیان میں جواب دیا ہے ۔

﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ،الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ،وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ،أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (بقرہ:۲تا۵)

پہلا سوال: جب آپ قرآن کو اٹھاتے ہیں تو پہلی آیات میں صفات متقین ہیں ۔

۱۔ایمان بالغیب ۲۔اقامہ صلوۃ

۳۔انفاق فی سبیل اللہ ۴۔قرآن پر ایمان

۵۔گزشتہ پر ایمان ۶۔آخرت پر ایمان

جو ان نکات پر ایمان لائے وہ لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت اور نجات پانے والے ہیں ۔یہ قرآن کا ڈھانچہ ہے ۔اور یہی قرآن کا خاندان ہے ۔اس میں قرآن نے اپنے سے اقلیت،عنصریت، طائفیت سب کو مسترد کیا ہے ۔ہر وہ شخص جو ان نکات پر ایمان لاتا ہے اس کے لے یہ ہادی ہے ۔لہٰذا وہ گزشتہ کو توڑنے کیلئے نہیں آیا بلکہ وہ گزشتہ کو تمام کرنے کیلئے آیا ہے ۔وہ گزشتہ پر ایمان رکھتے ہیں اور خاص کر اپنے سے پہلے نازل شدہ کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں ۔

لیکن وہ گروہ جو بعض کتب سابقہ پر ایمان لاتے ہیں وہ بعض کتاب پر ایمان لانے والے بعض سے کفر کرنے والے ہیں ۔لیکن یہ ایسی کتاب نہیں ہے ۔

﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ،مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ (آل عمران:۳تا۴)

جب تورات وانجیل دونوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تو یہ جھوٹ نہیں اور نہ

ہی یہ کتاب گمراہ ہے بلکہ یہ کتابیں لوگوں کیلئے راہنما ہیں ۔اسی طرح قرآن کتب گزشتہ کی تصدیق کرنے والا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (یونس:۳۷)

﴿وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ (انعام:۱۱۴)

جبکہ ایک گروہ بعض کتب سابقہ پر منجمد ہوا ہے۔جب ان سے کہتے ہیں کہ اس کتاب پر ایمان لاؤ تو وہ کفر کرتے ہیں اور منہ موڑتے ہیں۔جب ان سے کہتے ہیں کہ جو چیز اللہ نے نازل کی ہے اس پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم صرف اپنے اوپر نازل ہونے والے پر ایمان لاتے ہیں اس کےعلاوہ کفر برتتے ہیں حالانکہ یہ کتاب اللہ ہے اوران کے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ﴾ (بقرہ:۹۱)

ان آیات میں قرآن نے یہودیوں کے اس انکار کو اٹھایا ہے جو قرآن کے بارے میں کررہے ہیں حالانکہ یہ لوگ پہلے اس کے انتظار میں تھے۔اس قرآن کے نزول کے بارے میں انتظار کررہے تھے۔آج انکار کررہے ہیں۔

یہ بات بھی غلط ہے کہ ہم صرف اپنے اوپر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔اگر ایسا ہے تو قرآن کہتا ہے کہ تم پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے۔حالانکہ قرآن ان کی کتابوں کی تجلیل واحترام کرتا ہے۔اس سے بڑھ کر تجلیل وتعظیم کیا ہوگی۔فرماتے ہیں اس قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی۔

﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً﴾ (احقاف:۱۲)

کہتے ہیں کہ اہل انجیل کو اس پر عمل کرنا چاہیے جو انجیل میں ہے۔﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فِيهِ﴾ (مائدہ:۴۷)

قرآن نے ہر اس چیز پر ایمان لانے کو کہا ہے جو اللہ کی طرف سے آئے ہوں نبی یا رسول ہوں یا کتاب

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ

وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾

(بقرہ:۱۳۶)

پھر پیغمبرؐ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں: یہ لوگ جو قرآن اور پیغمبرؐ دونوں کے منکر ہیں وہ کسی دلیل و منطق کے تحت نہیں بلکہ انہیں کوئی املا دے رہا ہے اور ان پر سابقہ حسد و کینہ مسلط ہے یہ جہالت سے نکلی ہوئی بات ہے یہ اندھا تعصب ہے۔ جب انسان کے پاس حسد و کینہ جاہلیت ہو تو دلیل کتنی ہی واضح و روشن کیوں نہ ہو اس میں عداوت و دشمنی کے اضافہ کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔ آپؐ اپنے راستے پر چلیں ان کی پرواہ نہ کریں۔ یہی صورتحال جو قرآن نے اہل کتاب کے ساتھ رکھی ہے، مشرکین و بت پرستوں کے ساتھ بھی رکھی ہے۔ مشرکین سے کہا ہے کہ یہ افتراء و شعر نہیں ہے۔

﴿بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ﴾ (انبیاء:۵)

پھر کہا کہ ہمارے کانوں میں روئی بھری ہوئی ہے۔

﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾

(فصلت:۵)

پھر کہا کہ یہ گذشتہ کی کہانیاں ہیں جو محمدؐ کو املا دی گئی ہیں۔

﴿وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (فرقان:۵)

پھر کہا کہ یہ پرانا اور قدیم جھوٹ ہے۔

﴿هَذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ﴾ (احقاف:۱۱)

پھر کہا کہ کوئی بشر محمدؐ کو تعلیم دے رہا ہے۔

﴿إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ﴾ (نحل:۱۰۳)

گویا ان کو قرآن کے بارے میں جو بھی تہمت ملی وہ کہہ بیٹھے ہیں اس میں انہوں نے بخل نہیں کیا ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ قرآن میں وہ چیز آئی ہے جو ان کے بتوں کی موت کی خبر اور انکی گمراہی کی خبر لائی ہے جن کی ان کے آباؤ اجداد پرستش کررہے تھے۔ قرآن نے اپنی جگہ ان کے اندر موجود انانیت کو جو ان لوگوں کو اکسانے اور

بھڑکانے کیلئے اٹھارہے ہیں کاذکر کیاہے کفار قریش سے سوال کرتے ہیں تم کیوں قرآن سے دشمنی کرتے ہو۔آیا تمہیں اپنے جد کی بزرگی کا ختم ہونے کا خوف ہے۔کسی قوم کے بزرگ اپنی نسل کو مجد و بزرگ کی عظمت و کبریائی وراثت میں نہیں چھوڑتے اس کو دوام و بقا نہیں بخشتے اگر تم اپنی بقاء کے خواہشمند ہو تو اس قرآن کو اٹھاؤ۔یہ بھی تمہاری بڑائی کو اٹھا رہا ہے۔

۱۔یہ قرآن عربی ہے۔

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ (یوسف:۲)

۲۔زبان عربی میں ہے۔

﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾ (شعراء:۱۹۵)

۳۔قرآن غیر ذی عوج ہے۔

﴿قُرآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ﴾ (زمر:۲۸)

یہ آیات مشرکین کو یاددلاتے ہیں اور انہیں سفیہ قرار دیتا ہے۔قرآن مشرکین کو یاددلاتا ہے کہ اگر ایمان لائے تو اس کا نفع ہمیشہ کیلئے ان کیلئے رہے گا۔اور ان رمت رکھ رہی ہے جو ان کی زبان میں نازل ہوئی ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ (ابراہیم:۴)

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا﴾ (مریم ۹۷)

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (دخان:۵۸)

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ،فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ﴾ (شعراء:۱۹۸،۱۹۹)

ان کیلئے کوئی عذر باقی نہیں رکھا۔قرآن اس زبان میں نازل کی ہے جسے وہ سمجھتے ہیں۔انہیں اس خدا پر ایمان لانے کیلئے کہا،جس کے وہ مشرک ہیں۔جب دشمنان قرآن نے قرآن سے دشمنی میں برائی کے راستے اور طریقے کو اپنایا تو قرآن نے ان کی منطق کو رد کرتے اور ان کو باطل قرار دیتے ہوئے ایک آسان انداز بیان اپنایا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی باتوں کو نہیں جھٹلا رہا ہے، بلکہ اشارہ کررہا ہے کہ اس قرآن مجید میں کیا خوبی ہے اس میں کیا نفع ہے۔انہوں نے قرآن کے بارے میں کہا کہ ہم اسے سن نہیں سکتے، کیونکہ ہمارے کانوں میں روئی ہے۔

﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾
(فصلت:۵)

تو جواب دیا ہے کہ یہ مومنین کیلئے ہدایت وشفا ہے۔ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ہڈی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُوْلَئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ﴾ (فصلت:۴۴)

جب ان کے دلائل ختم ہو گئے تو قرآن کو رد کرنے کی کوئی اور دلیل ان کو نہیں ملی کہنے لگے کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ تو قرآن نے ان کی کروٹ بدلنے کے انداز فکر سے پردہ ہٹایا۔ کہا یہ مشکل قرآن سمجھ میں نہیں آتا۔ بلکہ تمہارے اندر ایمان نہیں ہے، تم نے فیصلہ کیا ہے کہ ایمان نہیں لاؤ گے۔ جب تک اللہ واحد پر ایمان نہیں لاؤ گے اور اس کی لقاء پر امید نہیں ہوگی وہ اندھیرے اور گمراہی میں رہیں گے۔ اگر وہ لوگ آیات اور اللہ کی حاکمیت پر ایمان لاتے تو اس قرآن کو بدلنے کی بات نہیں کرتے۔

﴿وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ، قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾
(یونس:۱۵،۱۶)

مشرکین کے قرآن نہ سننے کا اصرار اور قرآن سے مخاصمت کا کردار دیکھ کر نبی کے ضیق صدر کا لحاظ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ مجھے جھٹلا رہے ہیں تو پیغمبرؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں نور قرآن نے ان کی آنکھیں نابینا کی ہیں۔ اور ان کے دلوں پر پردہ ڈالا ہے۔ قرآن کے سچ ہونے کے بارے میں وہ شک نہیں کرتے لیکن ان کے راستے میں جو رکاوٹ ہے وہ بت ہیں۔ فرماتے ہیں یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ وہ اللہ کو جھٹلا رہے ہیں۔

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ (انعام:۳۳)

﴿وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا﴾ (اسراء:۴۶)

آپ ہماری وحی سے تمسک کریں آپ صراط مستقیم پر رہیں یہ آپ اور آپ کی قوم کیلئے ذکر ہے۔

﴿فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِی أُوحِیَ إِلَیْکَ إِنَّکَ عَلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ، وَإِنَّهُ لَذِکْرٌ لَکَ وَلِقَوْمِکَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ،وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَانِ آلِهَةً یُعْبَدُونَ﴾ (زخرف:۴۳تا۴۵)

مشرکین اور یہود نے قرآن میں تشکیک پھیلانے کیلئے ایک اور حربہ استعمال کیا۔ کہا کہ اللہ کسی بشر پر وحی نازل نہیں کرتا۔ تو قرآن نے پوچھا کہ یہ جو کتاب موسیٰ پر نازل ہوئی وہ کس نے نازل کی ہے۔

﴿قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْکِتَابَ الَّذِی جَاءَ بِهِ مُوسَی نُورًا وَهُدًی لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِیسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ کَثِیرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُکُمْ﴾ (انعام:۹۱)

پھر پیغمبرؐ سے کہتے ہیں کہ ان کو چھوڑ دو اور اپنے میدان میں جنگ کرتے رہو۔

﴿قُلْ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِی خَوْضِهِمْ یَلْعَبُونَ﴾ (انعام:۹۱)

بلکہ یہ لوگ جس کو وہ نہیں جانتے اس کو جھٹلاتے ہیں۔

﴿بَلْ کَذَّبُوا بِمَا لَمْ یُحِیطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا یَأْتِهِمْ تَأْوِیلُهُ﴾ (یونس:۳۹)

جب انہیں گناہ اور نافرمانی کے غرور نے گھیر لیا تو انہیں تعجب ہوا کہ کیا اللہ کو محمدؐ کے علاوہ وحی کیلئے کوئی اور نہیں ملا۔ تو اللہ نے کہا کہ وہ خود بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔

جب اس پروپیگنڈہ میں ناکام ہوئے تو ان کے جھوٹے غرور اور عزت نے انہیں گھیر لیا تو کہنے لگے اگر یہ قرآن حق ہوتا تو ان کے دلوں میں ایمان لاتا۔ اگر قرآن حق ہوتا تو محمدؐ کے گرد مستضعف اور فقرا جمع نہ ہوتے قرآن نے اُن کی اِس بات کا جواب دیا۔

جب کافرین نے مومنین سے کہا کہ اگر قرآن حق ہوتو تم ہم سے سبقت نہ کرتے۔

﴿وَقَالَ الَّذِینَ کَفَرُوا لِلَّذِینَ آمَنُوا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَیْهِ وَإِذْ لَمْ یَهْتَدُوا بِهِ فَسَیَقُولُونَ هَذَا إِفْکٌ قَدِیمٌ﴾ (احقاف:۱۱)

کفار کو اپنے جھوٹ پر اصرار ہے دلائل سے محرومی کو چھپاتے ہیں اور صاف انکار کرتے ہیں۔ اور اپنی دشمنی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ یہ سحر ہے۔ پھر کہا شعر ہے پھر کہا افتراء ہے۔ پھر کہا کہانت ہے تو قرآن نے ان سے ان

باتوں کے جواب میں کہا:

﴿فَلاأُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُون ، وَمَا لاتُبْصِرُونَ ، إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيم، وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُون، وَلابِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُون، تَنزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ، فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ، وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ، وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُمْ مُكَذِّبِينَ، وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ، وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ﴾
(حاقہ:۳۸تا۵۱)

پھر اللہ نے گفتگو کارخ آخر میں محمدؐ کی طرف موڑا اور فرمایا:

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ (حاقہ:۵۲)

قرآن نے ان تمام چیزوں کو بالکل چھوڑ دیا تا کہ وہ اپنی گمراہی میں مستغرق رہیں اور وہ حشرات کی طرح پاؤں کے نیچے رہیں۔ آپ ان پر اعتناء نہ کریں۔ اپنے آپ کو ان کی باتوں میں مشغول نہ رکھیں۔ آپ انشاءاللہ کامیابی کے ساتھ آگے بڑھیں اور دلوں کو فتح کرتے جائیں۔ اللہ کی طرف بڑھیں اور صراط مستقیم کی طرف جائیں۔ مشرکین سے کہا یہ کتاب تمہارے خلاف تیر و نیزہ نہیں بلکہ ان حروف سے مرکب ہے جن سے تم بات کرتے ہو:

﴿الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ﴾ (یونس:۱)

﴿طسم (۱) تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ﴾ (شعراء:۱،۲)

﴿طس تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (نمل:۱)

﴿الم (۱) تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ﴾ (لقمان:۱،۲)

یہ ان ہی کلمات و حروف سے بنا ہے جس سے تم اپنا کلام بناتے ہو۔ قرآن نے فرمایا ان کے مکر و فریب کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں کرنے دو۔

جب قرآن اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے کہاں، کیوں نازل ہوتا ہے اور کیسے نازل ہوتا ہے۔ تو ان آیات میں جواب دیا:

﴿هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران:۱۳۸)

﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ،نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ،عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾

(شعراء:۱۹۲تا۱۹۴)

﴿نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ﴾

(نحل:۱۰۲)

اس کا موضوع کیا ہے کس لئے نازل ہوا ہے، تو فرماتے ہیں حق پر نازل ہوا ہے۔

﴿وَبِالْحَقِّ أَنزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ (اسراء:۱۰۵)

﴿مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى، إِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَى﴾ (طہ:۲تا۳)

﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (ابراہیم:۱)

یہ آیات لوگوں کی خواہشات کے مطابق کیوں نہیں آتی ہیں۔

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾

(مریم:۶۴)

اس طرح قرآن نے اپنا تعارف کیا ہے۔

☆ محمد متولی الشعراوی: (متوفی ۱۴۱۹ھ ق)

علامہ مفسر کبیر متولی اپنی کتاب معجزہ القرآن الکریم ص ۱۴۰ اور ۱۴۱ پر لکھتے ہیں: معجزہ قرآن دیگر معجزات سے اس حوالے سے بھی مختلف ہے اس کتاب کو خود اللہ نے حفظ کیا، ہے جبکہ گذشتہ معجزات کی تحفظ کو بشر پر چھوڑا تھا انہوں نے اس میں تحریف کی، کچھ اس میں گرایا اور کچھ اضافہ کیا، لیکن اللہ نے قرآن میں ہر قسم کی تبدیل اور تغیر سے بچایا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے وہ کلام ہے جسے آدم سے شروع کیا اس کی اساس بشر کی تعلیم ہے قرآن آیا ہے عرب سے لغت میں بلاغت میں تحدی کرنے کیلئے معجزہ قرآن دیگر انبیاء کی معجزات سے اس حوالے سے مختلف ہے کوئی قضیہ کوئی مسئلہ جو انسان کی حیات سے مربوط ہو اس کا حل اور رد کر اس کتاب میں ملے گا کیونکہ قوانین ہمیشہ اس وقت نازل ہوتی ہے

جب معاشرے میں کوئی مسائل درپیش ہے اور فساد منتشر ہے تو اس وقت قرآن نازل ہوا ہے تا کہ ان کا علاج اور حل پیش کریں۔ جو افراد کہتے ہیں کہ قرآن میں ہمارے مسائل کا حل نہیں یہ وہی لوگ کہتے ہیں جنہوں نے اس کو کھولا نہیں، اگر کھولا ہے تو دقت اور گہرائی سے پڑھا نہیں۔

☆ علامہ ذیشان حیدر جوادی: (متوفی ۱۴۲۱ھ ق)

حق و انصاف کے ساتھ یہ کہنا ضروری ہے کہ موصوف نے قرآن کی حفاظت سے متعلق آیات کا حاشیہ و تفسیر لکھتے وقت انصاف اور امانتداری کا پاس رکھا ہے۔ آپ سورۂ حجر کی آیت ۹ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں؛

''یہ رب العالمین کی طرف سے عظمت قرآن کا اعلان ہے کہ اسے ہم نے ہی نازل کیا ہے اور اس میں کسی بندے کا ایک حرف یا ایک آیت کے برابر حصہ نہیں ہے اور پھر ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں کہ اس میں باطل کی آمیزش یا اس کی تباہی و بربادی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ واضح اعلان ہے کہ قرآن میں کسی طرح کی تحریف ممکن نہیں ہے نہ اس میں کوئی آیت کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ۔

اس کی ترتیب بھی وحی الٰہی کے مطابق ہے، تنزیل کے مطابق نہیں کہ تنزیل حالات کے اعتبار سے ہے اور ترتیب مقصد اور مضامین کے اعتبار سے ہوئی ہے جس طرح انسان مکان کی تعمیر کے دوران سارے سامان کو مختلف اوقات میں جمع کرتا ہے اور عمارت سلیقہ سے تعمیر کرتا ہے، یہاں خریداری کی ترتیب ملحوظ نہیں ہوتی۔''

اسی طرح سورۂ فصلت کی آیت ۴۲ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں؛

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پروردگار عالم نے اپنی کتاب کو مختلف جہات سے محفوظ بنا دیا ہے۔ اس کے الفاظ کو فصاحت و بلاغت کے ذریعہ محفوظ بنایا ہے کہ کوئی اسکی تحدی نہ کر سکے اور اس کے معانی کو حقائق و معارف کے ذریعہ محفوظ بنایا ہے کہ کسی طرح کی غلط بیانی کا شبہ پیدا نہ ہو سکے۔ پھر اس کے مجموعہ کو بھی ہر طرف سے تحریف و ترمیم سے محفوظ بنا دیا ہے کہ نہ ایک لفظ کا اضافہ ہو سکے اور نہ کسی طرح کی کمی ہو سکے اور جب بھی کوئی فرد یا جماعت اس میں کسی طرح کی تحریف اور ترمیم کرنا چاہے تو اسے رسوائی کا سامنا کرنا پڑے اور قرآن اپنی عظمت کا خود تحفظ کرے جیسا کہ ماضی قریب میں صاحب تفسیر کاشف کے بیان کے مطابق اسرائیل نے اپنے ریڈیو سے محرف قرآن نشر کرنا شروع کیا تھا اور اس میں یہودیوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات میں تحریف شروع کر دی تھی اور بعض

سادہ لوح ملا اور ضمیر فروش مسلمان حکام بھی اسرائیل کے ہمنوا بن گئے تھے کہ وہ اپنے ریڈیو سے قرآن نشر کر رہا ہے اور چند ہی دنوں میں سارا راز فاش ہو گیا اور قرآن حکیم کی عظمت و قداست محفوظ رہ گئی اور تحریف کرنے والوں کو رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اگر قوت الٰہی کارفرما نہ ہوتی تو مسلمان اس تحریف کو بھی کمال فصاحت و بلاغت قرار دیدیتے اور قرآن کا مفہوم تہہ و بالا ہو جاتا۔''

یہ قرآن کی عظمت و بزرگی ہے جو بھی قرآن کی تحریف کے بارے میں منہ کھولتا ہے اس کے منہ سے بدبو نکلتی ہے اگر آنکھ نیچے کریں گے تو مور کے پاؤں نظر آتے ہیں۔

☆ شہید محمد باقر الحکیمؒ: (متوفی ۱۴۲۴ھ ق)

علامہ محمد باقر حکیمؒ اپنی کتاب [شبہات حول القرآن] میں لکھتے ہیں: قرآن کے اعجاز کے خلاف مستشرقین و مبشرین نے بہت سے شبہات اٹھائے ہیں۔ ہمارا کہنا ہے کہ قرآن ساخت بشر نہیں، بلکہ یہ کلام الٰہی ہے۔ مستشرقین نے اس قرآن پر دو قسم کے شبہات عائد کیے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کے انداز بیان اور مضمون و محتوٰی میں نقص و کمی ہے۔ قرآن معجزہ نہیں ہے کیونکہ اس جیسا بشر بھی لا سکتا ہے۔

پہلے شبہ کے بارے میں علامہ حکیم لکھتے ہیں: اعجاز قرآن، فصاحت و بلاغت کی صورت پر مشتمل ہے، لیکن مستشرق کا کہنا ہے کہ یہ بات درست نہیں ہم جانتے ہیں کہ عربوں نے فصاحت و بلاغت جاننے کیلئے خاص اصول قانون بنائے ہیں۔ علمائے لغت نے فصاحت و بلاغت کی کسوٹی بنائی ہے۔ کلام بلیغ و غیر بلیغ کی تمیز کی ہے۔ اس حقیقت کی نظر سے جب ہم قرآن کو اٹھاتے ہیں تو بہت سی آیات ملتی ہیں جو قواعد اور لغت عربیہ کے خلاف ہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ قواعد و اصول عربیہ کے تحت نہیں بنایا گیا ہے۔

اس شبہ کے جواب میں علامہ حکیم فرماتے ہیں: قواعد اور لغت عربی نزول قرآن کے ایک دو صدی گزرنے کے بعد بنے ہیں۔ جب حکومت اسلامی کو اپنے مقابل دو بڑی حکومتوں کو شکست دینے کی توفیق ہوئی اور وہ لوگ مملکت اسلامی میں داخل ہوئے تو ان کے اختلاط سے عربی زبان پر بہت اثر پڑا۔ اب لوگوں نے عربی زبان کو خراب کر کے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں سے انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ عربی زبان کیلئے قواعد بنائے جائیں۔ ایسا نہیں کہ قواعد لغت عربی پہلے سے ایک وضع شدہ قواعد ہیں۔ یہ قواعد لوگوں نے اس کے بعد اصل عربی کی گفتگو کو دیکھ کر

کشف کیے ہیں۔اس کے تحت قرآن قواعد اور مصدر قواعد میں سے ہے،جنہوں نے قواعد بنائے ہیں انہوں نے قرآن کو دیکھ کر بنایا ہے۔لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ قواعد زبان، تابع قرآن ہونے چاہیے نہ کہ قرآن تابع قواعد۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جن لوگوں نے قواعد عربی میں مہارت حاصل کی ہے وہ قرآن کے خلاف ایک کلام بنا سکتے تھے۔تو نہ یہ لوگ بنا سکے یا اگر بنایا تو کامیاب نہیں ہوئے۔قرآن نے قصص انبیاء بیان کرتے وقت تورات اور انجیل کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں کو موازنہ کرتے وقت تورات وانجیل میں موجود بعض مواد کی مخالفت کی ہے۔یہاں سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا مصدر تو ارت وانجیل نہیں ہے۔قرآن نے ان کتابوں کی وحی کا اعتراف کیا ہے۔اور ساتھ ہی ان میں موجود تحریف وتغیر کے بارے میں بولا ہے۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ قرآن نے لوگوں کے افکار و مفاہیم کو پیش کرتے وقت عربی اسلوب بیان کے ساتھ مطابقت کی رعایت نہیں کیا ہے۔قرآن کی لوگوں سے گفتگو کرتے وقت قواعدِ عربی سے مطابقت نہیں رکھتی ہے۔وہ ایک ہی آیت میں چندین موضوع کو یکجا کر کے پیش کرتا ہے یعنی ایک جگہ قرآن نے تاریخ کا ذکر کیا تو فوراً وعید کی باتیں شروع کر دیتا ہے۔اگر ترتیب سے گفتگو کرتے تو زیادہ قابل استفادہ ہوتا اور سمجھنے کیلئے بھی آسان ہوتا۔

علامہ حکیم فرماتے ہیں: یہ آپ کا اشتباہ ہے۔یہ کتاب نہ علمی ہے، نہ کتاب درسی، نہ یہ کتاب فقہی، تاریخی یا اخلاقی ہے۔بلکہ یہ کتاب ہدایت وتربیت ہے۔اس کا ہدف اجتماع کو بدلنا ہے۔قرآن نے اپنا اسلوب بیانی پیش کرتے وقت ان اہداف کو مدنظر رکھا ہے۔نزول قرآن میں اپنے اہداف کو مدنظر رکھا ہے۔ناسخ ومنسوخ محکم ومتشابہ اسی مقصد کیلئے ہے۔یہی قرآن کی خاص شناخت وامتیاز ہے کہ کس طرح انسان اپنے اندر موجود افکار ونظریات کو چھوڑتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں۔سب سے بڑے نتائج قرآن نے دور جاہلیت میں حاصل کیے ہیں یہ ایک بڑا شاہد وگواہ ہے کہ قرآن اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب تھا۔اس طریقے سے یہ انداز بذات خود قرآن کا اعجاز ہے۔قرآن نے موضوعات میں متشابہات ہونے کے باوجود حسن اسلوبی قوت تائید اور قوت سماعت میں تاثیر چھوڑی ہے۔یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ وہ کس طریقے سے موضوعات اور افکار کو پیش کرتا ہے۔عربی زبان کی قدرت، فصاحت اور بلاغت رکھنے والے ایسے کلمات قرآنی لانے سے عاجز ہوئے۔

محمد باقر حکیم، ثبوت نص قرآنی:

[مجلّہ رسالت الاسلام صادر از کلیہ اصول دین بغداد ص ۱۴]

سید حکیم لکھتے ہیں: نص قرآنی کے بارے میں اٹھائے جانے والے شبہات میں سے ایک شبہ تحریف قرآن ہے۔ جسے بعض نے علمائے امامیہ اور بعض نے غیر امامیہ کی طرف نسبت دی ہے۔ اور یہ قرآن کو مطعون کرنے کیلئے ایک بڑا اسلحہ و وسیلہ بنا ہے۔ غرض جو بھی ہو، ہم کہتے ہیں قرآن نبی کریم کے دور ہی میں جمع تھا۔ قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں جمع ہوا ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے پاس بہت سے شواہد و دلائل ہیں۔ ان میں سے ایک وقت اور حالات کا تقاضا بنا ہے کہ قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں ہی جمع و تدوین ہو۔ یعنی جن حالات میں نبی کریم اور امت مسلمہ تھے اور نزول قرآن، یہ تینوں کو جوڑنے کے بعد ہم قانع ہوئے ہیں یا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پیغمبرؐ نے قرآن جمع کرنے کا اہتمام اپنے زمانے میں از خود کیا ہے۔

قرآن امت اسلامیہ کا دستور ہے جو امت اسلامی کے عقائد و افکار اور نظام تشریعی اور ثقافت و اخلاق، تعلقات اجتماعی کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ دین اسلام کی تاریخ میں یہ بہترین اور متین ترین مصدر ہے۔ مسلمان جس دن سے وجود میں آئے ہیں ان کا فکری، اجتماعی اور ثقافتی ترجمان بنا۔ جس دن امت اسلامی وجود میں آئی، ان کے پاس ثقافت اللہ کے بارے میں عقیدہ اور دیگر ادیان کے قرین ہونے کے بارے میں، مبداء و معاد کے بارے میں قرآن کے علاوہ کوئی اور دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔ ان کی زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن ہی مصدر و منبع تھا۔ مسلمان پہلے دن سے ہی قرأت قرآن کی طرف متوجہ تھے وہ اس کی اہمیت کو اپنی اجتماعی زندگی میں اس کے مقام کو درک کرتے ہوئے پیش نظر رکھتے تھے۔ اس اہتمام اور غیر عادی استقبال اور توجہ حفظ قرآن اور قرأت قرآنی نے ایک ایسی جماعت وجود میں لائی جو بعد میں حافظان قرآن اور قاری قرآن کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہاں دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ مجوس اور ان کے نمک خوار مسلمان، منافق روشن خیال یہ کہہ سکتا ہے: امت اسلام کی قرآن کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے قرآن میں اجاب کی دست اندازی وئی ہے یا جامعین اور حافظین کی خطاء اور اشتباہ سے بچنے کی ضمانت نہ ہونے کی وجہ سے قرآن یں بھی تحریف ناگریز ہے اصحاب مہاجرین اور انصار کتنے ہی عالم و پرہیز گار و امانتدار و مخلص کیوں نہ ہوں یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ خطاء و نسیان سے مبّرا

انسان ہے لہٰذا یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ امت کی حفظ قرآن پر توجہ حفظ قرآن کیلئے کافی ہے یہ عین ممکن ہے کہ خلیفہ اول کے ذیر نظر جمع قرآن کرتے وقت آیات رہ گئی ہے سورو آیات میں تقدیم وتاخیر کے تحت بعض صحیح قرأت پر مرکوز کیا تھا وہاں عوامل داخلی اور خارجی کے تحت بعض صحیح قرأت کو مسترد کرتے کرتے ہیں۔

ان سب کا جواب ایک ہی ہے یہ ایک احتمال ہے لیکن اس احتمال کے وقوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ امت کا بانی اس کا رہبر جس کی نبوت اور رسالت کی صحت وحقیقت اس قرآن سے وابستہ ہو اور یہ قرآن اس امت کی رہن وسہن مرنا وجینا کے آئین ہو یہی اس کے ضامن بقاء اور اس سے محروم اس کی شقاوت وبدبختی اور زوال ونابودی کا دروازہ ہو، یہی امت کی امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا ہو یہی نام درد والم کا مدوا ہو۔ان سب سے یہ نبی پہلے دن سے آگاہ وواقف ہو یہ نبی اپنی زندگی کی مظلومیت مقہوریت تنگ وضیقی اور محاصرے دشمنان مشرکین ویہود کے نرغے میں زندگی گزراے ہوئے وہ ذات بشر کی طبیعت نسیان فراموشی اور مفاد پرستی وغیرہ سے آگاہ وواقف ہو منافقین کی دروغی کارشکنی کی مراحل سے گزرا ہو غرض سخت ترین اور ناگوار ترین حالات میں اس امت کی اجتماعی سیاسی ثقافتی قیادت کی ہو انحراف ،گمراہ تاریک راستوں سے گزرکر نورحق کی سرچشمہ کی ساحل پر لایا ہو آپ نے یہ احساس نہیں کیا ہوگا کہ آئندہ اس امت کے بارے میں درپیش ہونے واے مسائل سے غافل ہو۔خاص کر کے اپنی امت دونوں کی ضامن اس کتاب میں ہو اور اس کی حفاظت کو سادہ سرسری اور غیر معمولی حالات پر چھوڑا ہو اگر نبی اور امت سب متحد ہو کر اس پر توجہ دیا ہوتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس احتما کو عمی جامہ پہنانے کی موقع مل جائے امت نے اس نبی کیلئے اپنی تمام تر وجود کو طبق اخلاص میں رکھ کر نمائش کر کے مشرکین اور کافرین کو حیرت زدہ کیا تھا جس کا مظاہرہ مشرکین نے بارہا دیکھا ہے۔لہٰذا پیغمبر اور امت پہلے دب سے اس قرآن کی حفظ وصیانت کتابت میں دقیق ترین توجیہات کے مرکز بنے ہوئے تھے یہاں تک پیغمبر نے غیر قرآنی کلمات حروف اس میں شامل ہونے سے بچانے کی خاطر فرمایا قرآن کے علاوہ کوئی بھی کلمہ سوال نام اس میں لکھنے سے شدت سے منع کیا تھا پیغمبر اور امت کی قرآن کی طرف توجہ بتاتی ہے کہ اس احتمال کیلئے عندالعقلا کوئی گنجائش نہیں۔

آپ جانتے تھے کہ قرآن کا معجزہ آپ کی دعوت کی دلیل ہے۔یہ وہ چیز تھی جس سے آپ نے مشرکین کو مقابلہ بالمثل لانے کی دعوت دی تھی۔ایسی کتاب کے حفظ کے بارے میں آپ کا انتہائی حریص اور مخلص ہونا ناگزیر

ہے اور ایسے اخلاص اور حرص کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ان پانچ خصوصیات کے تحت کیوں یقین نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن کریم پیغمبرؐ کے دور میں ہی جمع ہوا ہے۔خود قرآن جس کیلئے خطرہ لاحق تھا مزاحمت و مقابلہ کا خطرہ تھا اور آپؐ کے پاس حفظ کے تمام وسائل موجود تھے تو کیا پیغمبرؐ اس پر توجہ نہ دیں گے جب یہ تقاضے سب موجود ہوں تو شک کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن کے حفظ و کتابت کا بندوبست ہوا ہے۔یہاں یہ احتمال کوئی کرسکتا ہے کہ ٹھیک ہے پیغمبرؐ کے زمانے میں اس کا قیام نہیں ہوا ہے اس میں تغیر یا تبدیلی نہیں آئی ہے لیکن خلیفہ اول دوم کے دور میں بطور اتفاق قرآن سے کوئی چیز حذف ہوئی ہو یا اس میں غفلت ہوئی ہو یا کوئی آیت ان کے ہاتھ میں نہ آئی ہو یا اصحاب کی توجہ بعض چیزوں سے چھٹ گئی ہو یا خلیفہ سوم کے دور میں کوئی تحریف واقع ہوئی ہو یا ان کے بعد کوئی تحریف ہوئی ہو۔ان تمام احتمالات پر سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں۔کیونکہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ حاکم وقت جو قرآن کو جانتے ہیں اس کو غلط ہاتھوں اور کھیلنے والوں کیلئے چھوڑ دیں کیونکہ یہی ان کا تخت و تاج اور آئین و دستور کا مصدر و مرجع ہے۔یہی امت کا کلمہ ہے۔

لہٰذا قرآن پیغمبرہی کے زمانے میں جمع ہوا ہے دقیق متن پیغمبرؐ کی رعایت میں جمع ہوا ہے۔جبکہ خود رسول اللہ کی رسالت کی سند ہوتے ہوئے امت کی رمز و بقاء کا یہ نشان ہوتے ہوئے خلفاء وغیرہ کو اس میں کوئی غفلت یا اشتباہ ہوا ہو یہ انتہائی غلط مفروضہ و احتمال ہے ایک گروہ موجود تھا جو اس قرآن کو ہر حوالے سے سلامتی کے ساتھ خلفاء کے سامنے بغیر کسی نقص و زیادتی کے پہنچا دیتے۔

قرآن، بنیادی طور پر مسلمانوں کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ان کی ثقافت و افکار و عقائد سب اسی سے وابستہ ہیں۔یہی وجہ تھی کہ پیغمبرؐ پہلے دن ہی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسلمانوں کو اس کے حفظ و قرأت کی طرف دعوت دی۔

☆ آیت اللہ محمد ہادی معرفتؒ: (متوفی ۱۴۲۸ھ ق)

[نقل از دانش نامہ قرآن ص ۲۱۲۱]

ہمارے استاد بزرگوار خادم دین و شریعت، خادم قرآن کریم اپنی آخری عمر میں حاکیت قرآنی کی آواز اٹھانے کی وجہ سے حدیث گراؤں اور اخبار فروشوں کی جانب سے مطعون تھے۔وہ صاحب **تفسیر الاثری**

تفسیر والمفسرون،صیانت القرآن من التحریف ہیں۔ جوعصر حاضر میں نفی تہمت یا شبہ تحریف قرآن کے بارے میں کی جانے والی جوان شبہات اور تہمتوں کا بہترین جواب ہے۔

اس کتاب کی فصل اول میں تحریف کے لغوی، اصطلاحی معنی و مفاہیم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔پھر نسخ تلاوت آیات اور منسوخ التلاوت کو اٹھایا ہے۔فصل دوم میں مولف نے قرآن کی عدم تحریف پر اپنے دلائل پیش کئے ہیں جس میں مولف نے آیات حفظ قرآن، آیہ عدم اتیان باطل ،ضرورت تواتر قرآن،حیث پر کتاب اللہ کی فوقیت ،مسئلہ اعجاز اور اخبار اہل بیت پر نصوص جیسے موضوعات کا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

فصل سوم میں بزرگان شیعہ کی آراء ونظریات جو انہوں نے عدم تحریف پر قائم کیے ہیں، شیخ مفید سے لے کر آیت اللہ خوئی تک اور پھر بعض بزرگان اہل سنت کے عدم تحریف قرآن پر نظریات پیش کئے ہیں۔فصل پنجم میں عہدین یعنی تورات وانجیل میں تحریف ہونے کا تذکرہ ہے۔فصل ہفتم میں اخبارین کے اخبار کے بارے میں لکھا ہے۔فصل ہشتم میں فصل الخطاب نوری کے بارے میں مفصل لکھا ہے۔اس کتاب سے کچھ اقتباسات بھی پیش کرتے ہیں۔

آپ اپنی گراں قدر کتاب **صیانة القرآن عن التحریف** کے ص ۲۷ پر لکھتے ہیں: ہم اس کتاب کے آئندہ صفحات پر بطلان تحریف قرآن کے دلائل پیش کریں گے،لیکن اس سے پہلے ضروری اور لازم سمجھتے ہیں تفصیلاً بحث سے ماخوذ نتائج کا خلاصہ پیش کریں۔اللہ نے حفاظت قرآن کی ضمانت دی ہے اور یہ وعدہ الٰہی کبھی بھی نہیں بدلے گا، کیونکہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔قرآن محافظ اسلام ہے اور اس کی سند باقی ہے۔ہم مرحلہ وار ذیل کے دلائل سے استدلال کریں گے:

۱۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ حجر کی آیت ۹ میں فرمایا ہے: ہم قرآن کو ہمیشہ دائم و جاوید اور خطرات تغیرات سے سالم رکھیں گے۔

۲۔سورہ رعد کی آیت ۳۱ کے تحت یہ اللہ کی طرف سے ایک ضمانت ہے،جس کی مخالفت ناممکن ہے خدا ایسے وعدے کو پورا کرے گا۔اس میں شک نہیں کہ قرآن اسلام کا ستون ہے جب تک اسلام باقی ہے قرآن اس کی سند ہے اسلام آسمان سے نازل ہونے والے تمام ادیان میں خاتم الادیان ہے لہٰذا اس کی اساس وبنیاد بھی پائیدار رہے

گی جس میں تزلزل، سقم اور نقص پیدا نہ ہوگا۔گرچہ اہل بدعت اور دشمنان دین کتنا ہی کوشش کریں یہ ایک وثیق سند ہے جو ہمیشہ قائم رہے گی۔تا کہ اللہ تعالٰی کی حجت گذشت زمان کے ساتھ باقی رہے۔قرآن کا گذشت زمان کے ساتھ لوگوں کے درمیان لوگوں کی رسائی میں ان کے سینے اور اعمال میں باقی رہنا ہی قرآن کا معجزہ ہے۔یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن آسمان میں بیت المامور میں محفوظ ہے اس کا کوئی مفہوم اور معنی نہیں بنتا یہ بات انتہائی بیوقوفی پر مبنی ہے، جو اہل تحریف کہتے ہیں۔اللہ قرآن کو اس جگہ پر محفوظ رکھیں گے جہاں پہلے تھا قرآن کو جبرائیل نے نبی کریم کے دل پر نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کو انذار کریں اللہ نے اس قرآن کے تحفظ کی بات کی ہے جو قلب رسول اللہ پر نازل ہوا ہے ،اللہ تبارک وتعالٰی نے یہ آیت اس وقت نازل فرمائی جب اس کتاب کے بارے میں دیگر کتب آسمانی کی مانند خوف تحریف لاحق ہوا،اسے دور کرنے کیلئے نبی کریم کو اعتماد وسکون دینے کیلئے اللہ کی طرف سے یہ آیت بطور ضمانت نازل ہوئی ہے۔

☆ آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی متوفی ۱۴۲۸ھ:

آیت اللہ مرحوم ومغفور شیخ فاضل لنکرانی اپنی کتاب ''المدخل فی تفسیر''ص ۱۳۵پر تواتر قرأت ہفت گانہ کو علماء اہل سنت میں مشہور قرار دیتے ہیں۔ان کا کہنا ہے یہ تمام قرأت نبی کریم سے بہ تواتر ثابت ہیں اور بعض سے دس قرأتیں ثابت ہیں بعض نے کہا ہے ان قرأت کے منکرین کافر ہیں، جبکہ شیعہ امامیہ کا کہنا ہے کہ یہ قرأتیں متواتر نہیں ہوتا بلکہ یہ قرأتیں خود قارئین کی اجتہاد ہے یا انہوں نے خبر واحد سے نقل کیا ہے۔چنانچہ یہی قول محققین علماء اہل سنت کا بھی ہے۔ثبوت قرآن یا کسی آیت کا قرینہ گردانا محتاج تواتر ہے۔آیت قرآن کو اللہ کی طرف نسبت دے کر پڑھنا اور ایک حکم شرعی کو خبر واحد سے ثابت کرنے میں فرق ہے۔خبر واحد ایک عمل انجام دینے کیلئے ہوتی ہے، جبکہ کلام کو اللہ کی طرف نسبت دینا اساس اسلام ہے۔آیت اللہ لنکرانی فرماتے ہیں: یہاں یہ بھی روشن کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ قراء سبعہ یا عشرہ کس دور میں تھے اور انہوں نے کتنے واسطوں سے اس قرأت کو نبی کریم سے نقل کیا ہے۔اگر قراء ہفتگانہ یا دہگانہ نے قرأت تواتر سے لی ہیں، لیکن خود ان سے جو قرأت ہم تک پہنچی ہیں ان میں تواتر نہیں جبکہ تواتر کا ایک طبقہ میں ہونا کافی نہیں بلکہ اس کا تمام طبقات میں تواتر ہونا ضروری ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی نے جس طرح قرأت سبعہ یا عشرہ کو منافی صیانت قرآن اور تحریف قرآن کے

مترادف قرار دیا ہے، اسی طرح تحریف قرآن کو بھی جہالت قول سخیف قرار دیا ہے۔ اور اسے مخالفین و معاندین از یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلام و مسلمین کے عقائد اور شریعت میں دست اندازی قرار دیا ہے۔ جنہیں اس دین کی عظمت اور شان و شوکت مسلمین نا قابل تحمل اور گراں محسوس ہوتی ہے۔ مختصر سا شعور رکھنے والا ان سے برائت کا اعلان کرتا ہے۔ یہ عمل ایک مشکوک ہاتھ انجام دے رہا ہے جو اسلام و مسلمین کے خلاف ہمیشہ چوکنا رہتا ہے۔ وہی ایسے عقائد کو اچھالتے اور اس کی تائید کرتے ہیں۔

آیت اللہ لنکرانی اس کتاب کے ص۱۸۳ میں بحث عدم تحریف پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: معروف بین المسلمین یہ ہے کہ اس کتاب میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے۔ نہ زیادتی میں نہ کمی میں، جو قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے وہی پیغمبر پر نازل ہوا ہے۔ چنانچہ علمائے امامیہ کے بزرگ فقہا مراجع متقدمین اور متاخرین نے فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے متقدمین و متاخرین علماء کے بیانات کو بیان کیا ہے۔

☆ محمد رضا حکیمیؒ:

آپ اپنی کتاب "**القرآن علومه وتاريخه**" ص۲۹ پر سورہ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں یہ نکات پیش کرتے ہیں:

۱۔ آیت کریمہ سورہ حجر/۹، چنانچہ یہ کتاب اعلیٰ الرحمٰن کی طرف سے حفاظت میں ہے۔ مرزا مہدی شیرازی نے عدم تحریف قرآن کے بارے میں ایک بیان دیا ہے جو مجلّہ اجوبۃ المسائل الدینی صادر از کربلا میں نشر ہوا ہے۔

۲۔ قرآن خود نبی کے دور میں حفظ ہوتا تھا اور اسی وقت نشر اور جمع ہوتا تھا آپ نے بعض اصحاب کو حفظ و جمع کیلئے منتخب کیا تھا۔ بعض پیغمبرؐ کے بعد جنگ مرتدین میں شہید ہو گئے تو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ حافظان کی شہادت کے بعد قرآن ضائع نہ ہو جائے۔ اِن خطرات کے پیش نظر اصحاب نے اس کی جمع آوری کی اور اس کو ایک مصحف میں جمع کیا۔ جمع مکمل ہونے کے بعد دور عثمان بن عفان آیا اس وقت خلیفہ سوم نے اپنی نظارت میں اصحاب کا ایک گروہ تشکیل دیا جو قرآن کو تدوین کریں، چونکہ یہ خطرہ تھا کہ کچھ مفاد پرست منافقین اس میں اضافہ کریں تو خلیفہ سوم نے اس گروہ سے کہا کہ کسی بھی وقت کسی سے ایک آیت بھی قبول نہ کریں جب تک اس کے پاس اس کے بیان کے علاوہ دو گواہ نہ ہوں۔ اور وہ یہ نشاندہی نہ کریں کہ یہ آیت فلاں جگہ پر رکھی تھی۔

۳۔ یہ مصحف اس مصحف سے مطابقت رکھتا ہے جسے اہل بیتؑ اپنی نمازوں، گفتگو اور دعاؤں میں پڑھتے تھے۔ اس مصحف کے علاوہ کچھ اور مصاحف بھی ہیں جو امیر المومنینؑ، امام حسن اور امام حسین سے منسوب ہیں جو دنیا کے عجائب گھروں میں موجود ہیں۔ جو اس موجودہ مصحف سے کسی قسم کا اختلاف نہیں رکھتے۔

۴۔ یہ مشہور رہوا کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو کاتب وحی بنے تھے۔ وہ مرتد ہو کر دوبارہ مسلمانوں میں گھس کر آیا اور پیغمبرؐ کی نقل کر کے آیہ تخلیق کرتا تھا۔ پیغمبرؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اس کا خون ہدر کیا تھا، چنانچہ اس نے دوبارہ توبہ کرنے کے بعد ایسا نہ کرنے کا اعلان کیا۔

۵۔ کیسے ممکن ہے اہل بیتؑ سے یہ نسبت دے دیں کہ قرآن میں کمی یا تحریف ہوئی ہے جسے خطیب بغدادی نے اپنے خطوط عریضہ میں کہا ہے، حالانکہ اہل بیتؑ نے اپنے تابعین کو حکم دیا تھا کہ وہ خلفاء کے ساتھ ساتھ رہیں اور ان کے احکام کی پابندی کریں تا کہ کلمہ وحدت باقی رہے۔

☆ سید مہدی صدر:

آپ اپنی کتاب **"اصول عقیدہ فی التوحید و العدل"** ج۲ ص ۱۵۱ پر فرماتے ہیں:

قرآن ایک علمی کتاب نہیں کہ جس میں طب، ہندسہ، فلکیات، کتب حیوانات و نباتات وغیرہ کی کتب کی مانند رموز و مفاہیم بیان ہوئے ہوں، بلکہ یہ کتاب آسمانی ہے جو ارفع مفاہیم، شریعت، اخلاق و آداب کی حامل ہے، قرآن کریم کی واضح و روشن خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ نے اس میں کائنات کے حقائق و دقائق کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان مسائل علمی و فکری کو اٹھایا ہے جو نزول قرآن کے زمانے میں یا اس سے پہلے ترقی یافتہ ملکوں کیلئے مجہول تھے، یہ اسرار اس وقت سے اب تک مبہم و مجمل رہے یہاں تک علم جدید نے اس کے آثار کو کشف کیا۔ قرآن نے اپنے علمی نظریات کو اپنے مدعیٰ پر دلیل روشن اور اپنے من وحی اللہ ہونے کو ثابت کیا ہے۔ یہ علمی حقائق پیغمبرؐ کی گنجائش میں نہیں تھے کہ وہ امی ہوتے ہوئے جاہلیت عرب میں زندگی گزارنے اور تمدن کے محیط سے دور ہوتے ہوئے یہ حقائق لائیں، لیکن ان کا عطا کرنے والا اللہ تھا۔ جیسے منظومہ شمسی کے بارے

﴿لاَ الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلاَ اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ (یٰس:۴۰)

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (انعام:۹۷)

میں آیا ہے۔

قرآن کریم نے ۱۴۰۰ سال پہلے جس زمانے میں علماء کے وہم و خیال میں نہیں تھا کہ ہر چیز میں مذکر و مونث ہے اس کلیہ کو بیان فرمایا، کہ ازدواج تنہا زندہ موجودات میں نہیں، بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہے۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ﴾ (یٰس ۳۶)

﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ﴾ (حجر:۲۲)

قرآن کریم کے اعجازات میں سے ایک غیب گوئی ہے۔ اللہ نے اس کتاب میں غیبی خبریں اور راسرار رموز طبیعت بتائی ہیں جن سے بشر قاصر ہے اور ان تک رسائی ممکن نہیں تھی۔

۱۔ گزشتہ اقوام اور انبیاء کی خبریں دی جن کی کوئی تاریخی اسناد کسی کے پاس نہیں تھیں۔ جیسے اصحاب کہف، ذوالقرنین، یوسف، موسیٰ، یہ خبریں نہ عرب جانتے تھے اور نہ خود نبی کیونکہ نبی امی تھے۔ جبکہ یہ سب اس نبی پر یہ آیات صورت میں نازل ہوئیں۔

قصص القرآن، بشر کو وقت گزارنے اور تھکاوٹ دور کرنے کیلئے نہیں بتائے گئے، بلکہ ان سے عبرت دینا مقصود تھا کہ کیسے مومنین کامیاب و سعادت مند اور اشقیاء کیسے شقی ہوئے۔

۲۔ آنے والے واقعات و حوادث جو ابھی لوگوں کی نظروں میں غیب تھی اس کی خبر دی کہ یہ چیزیں رونما ہوں گی۔

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ﴾ (اسراء:۸۸)

۷ تا ۸ سال کے عرصہ میں روم موحد و خدا پرست کو مشرک فارس پر غلبہ کی خبر دی۔

﴿غُلِبَتِ الرُّومُ، فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ، فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (روم:۲ تا ۴)

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾ (یوسف:۳)

﴿ وَلاَيَنفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ (ھود:۳۴)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جس وقت اسلام تازہ پیدا ہوا تھا۔پیغمبرؐ کو مشرکین کی طرف سے، دردناک اذیت کا سامنا تھا،لیکن اللہ نے بشارت دی کہ جولوگ آپ کے ساتھ سرسخت عداوت اور استہزاء کررہے ہیں یہ سب ہلاک ہوجائیں گےاور آپ کو کامیابی حاصل ہوگی۔

۳۔یہاں تک کہ قرآن کی حفاظت وصیانت کی ضمانت کی خبر دی کہ جن وبشر جمع ہوجائیں گے،لیکن اس قرآن کامقابلہ نہیں کرسکیں گےاور ابھی تک اس کا مقابلہ نہیں کرسکے۔اس کتاب کوہم حفظ کریں گے۔

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ (حجر:۹)

اللہ اس قرآن کوہر قسم کے عوارض تحریف وتبدیلی اور جلاؤ سے بچا کر رکھے گا۔

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنْ الْمُشْرِكِينَ ،إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ، الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴾ (حجر:۹۴تا۹۶)

۴۔پیغمبرؐ نے مکہ میں کفار کی اذیت وآزار سے تنگ آکر ہجرت کی اور جب آپ کے ساتھ تمام مہاجر کعبہ کی زیارت کیلئے ترس رہے تھے۔اللہ نے بشارت دی کہ آپ ضرور وہاں جائیں گے۔

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُئُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لاَتَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾ (فتح:۲۷)

۵۔غیبی اخبار میں سے ایک خبرنفسیات ہے،جس کے صدق پر کوئی انسانی گواہ نہیں ہوسکتا،کیونکہ یہ اندرون نفس کا معاملہ وخبر ہے۔اللہ نے اس کوخبر بنا کر پیش کیا جیسا کہ منافقین کے عزائم،اسلام ومسلمین سے دشمنی اور پیغمبرؐ سے عفوودرگزر مانگنے کی خبر دی۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَتَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (انفال:۲۷)

﴿يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ ما قالُوا وَ لَقَدْ قالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلامِهِمْ وَ هَمُّوا بِما لَمْ يَنالُوا وَ ما نَقَمُوا إِلاَّ أَنْ أَغْناهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْراً لَهُمْ وَ إِنْ

يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذاباً أَليماً فِي الدُّنْيا وَ الْآخِرَةِ وَ ما لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَ لا نَصيرٍ﴾
(توبہ:۷۴)

﴿وَ مِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْها رَضُوا وَ إِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْها إِذا هُمْ يَسْخَطُونَ ☆ وَ لَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا ما آتاهُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ قالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ رَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ راغِبُونَ﴾ (توبہ:۵۸تا۵۹)

☆ شیخ محمد مظفرؒ:

علامہ مظفرؒ اپنی کتاب عقائد امامیہ ص ۵۹ پر لکھتے ہیں:

ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن وہ ہے جو اللہ کی طرف سے اپنے نبی محمدؐ کے قلب پر نازل کیا ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے یہ آپ کا دائمی معجزہ ہے جس نے بشر کو فصاحت و بلاغت اور دیگر حقائق و معارف میں مقابلہ بالمثل سے عاجز کیا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیل تغیر یا تحریف نہیں۔ یہ کتاب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور جس کی تلاوت کرتے ہیں یہ وہی قرآن ہے جو اللہ نے حضرت محمدؐ پر نازل کیا ہے۔ اگر ان کے علاوہ کوئی شخص کچھ اور کا دعویٰ کرے تو وہ شخص جعل کو اور گمراہ ہوگا۔ یہ کلام وہ ہے جس کے آگے پیچھے سے کوئی باطل نہیں آسکے گا۔

قرآن کے معجزہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ جتنا زمانہ گزر جائے اور علوم وفنون میں ترقی ہو، یہ کتاب اپنی تازگی شیرینی، بلند مقاصد اور اعلیٰ افکار پر باقی رہے گی یہ بات طے شدہ اور مسلم ہے کہ کوئی بھی اس کو ناقص و عاجز اور کمزور و مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے برعکس کتب علماء فلاسفہ جتنے بلند مقام کی حامل کیوں نہ ہوں، اعلیٰ مراتب فکری پر فائز کیوں نہ ہوں۔ ان کے کچھ نہ کچھ نظریات میں زمانہ گزرنے کے بعد فرسودگی، غلطی اور نا آگاہی و جہالت کی بو آنا حتمی و ناگزیر ہے۔ جس قدر علم اور تحقیقات بڑھ جاتی ہیں، نئے نظریات اس کی جگہ لیتے ہیں۔ جیسا کہ سقراط، افلاطون ارسطو جن کی نبوغ فلسفہ کی بنیاد پر انہیں ابوالفلسفہ کہتے ہیں، ان کے بھی بہت سے نظریات غلط ثابت ہوئے ہیں۔ ہم اس عظیم معجزہ الٰہی کے بارے میں اعتقاد کے ساتھ ساتھ اس کی تعظیم وتکریم اور احترام کو بھی واجب گردانتے ہیں بلکہ قرآن کو نجس کرنا حرام ہے۔ اس طرح بغیر طہارت مس نہیں کیا جاسکتا، چاہے حدث اکبر، جنابت، حیض یا حدث اصغر ہو۔ اسی طرح اس کتاب کی اہانت کرنا مثلاً پھینکنا، روندنا یا غلط جگہ پر چھوڑنا اسلام سے خارج ہونے کا

سبب ہوگا اور ایسا کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا۔

☆ علامہ مرتضیٰ عسکریؒ:

علامہ مرتضیٰ عسکری اپنی کتاب معالم المدرستین بحوث ممھدۃ لتوحید کلمۃ المسلمین ج ۲ ص ۲۷ پر الفصل موقف المدرستین من القرآن الکریم کے نیچے لکھتے ہیں:

نبی کریم پر عام مسلمانوں کے حضور میں جب بھی آیات نازل ہوتی تھیں ان کے سامنے تلاوت کرتے تھے اور انہیں جہاں جہاں تفسیر کی احتیاج ہو تفسیر فرماتے تھے اور خاص کر کے امام علیؑ کو تلقین فرماتے تھے کہ اور آپ کو حکم کرتے تھے اس کو لکھیں۔

جب نبی کریمؐ نے مدینہ ہجرت کی تو آپؐ نے مسلمانوں کو کتابت سیکھنے کی دعوت دی۔ اور مسلمان بھی اس میں سبقت لینے لگے اور پھر ان کو رغبت دلائی اور کہا کہ قرآن کو لکھیں اور حفظ کریں۔ آپ جو بھی فرماتے تھے مسلمان اسکی تائید کرتے تھے اور اس کو اپنے ہاں میسر چمڑے وغیرہ پر لکھتے تھے۔ نبی کریمؐ ان سوروں کے نام بتاتے تھے اور یہ آیت کون سے سورہ میں رکھنا ہے وہ بھی فرماتے تھے۔ جب آپ وفات پائے تو مدینہ میں بہت سے صحابوں نے قرآن حفظ کیا تھا اور اکثر نے اس کو لکھا تھا۔ ان میں اکثر نے قرآن کو پورا جمع کیا تھا، ایک کتابت کی صورت میں مکتوب نہیں تھا جس طرح آج موجود ہے، بلکہ وہ ٹکڑوں میں لکھا ہوا منتشر تھا۔ جب رسول اللہ وفات پائے تو علیؑ نے قرآن کو جمع کرنے کیلئے سبقت کی۔ اسی طرح علی کے علاوہ ابن مسعود نے بھی قرآن کو ایک مرتب صورت میں رکھا تھا، لیکن ابابکر نے اس مسودہ پر اعتماد نہیں کیا بلکہ بعض گروہ صحابہ کو اس جیسا لکھنے کو کہا۔ پھر اس قرآن کو ام المومنین حفصہ کے پاس رکھا جب خلیفہ سوم کا دور آیا اور فتوح اسلامی بڑھ گئیں۔ مسلمان منتشر ہوئے تو خلیفہ نے اس قرآن کے چند نسخے بنانے کا حکم دیا جو حضرت حفصہؓ کے پاس موجود تھا۔ اور اسے بلاد مسلمین میں منتشر کرنے کیلئے کہا۔ مسلمانوں نے اسی نسخہ کے مطابق نسخہ گیری کی اور یکے بعد دیگرے آج تک یہ قرآن ہم تک پہنچا ہے یہ قرآن وہی ہے۔

کسی غیر مسلمان کے پاس اس نسخہ کے علاوہ کوئی اور نسخہ نہیں تھا۔ نہ کسی مسلمان کے پاس کوئی ایسا نسخہ ہے کہ جس میں ایک کلمہ کم یا زیادہ ہو۔ مسلمان فرقوں کے درمیان قرآن کے بارے میں کوئی فرق نہیں چاہے وہ سنی ہو، شیعہ ہو، اشعری ہو، معتزلہ ہو، شافعی ہو، حنفی ہو، حنبلی ہو، مالکی ہو، زیدی ہو، امامیہ ہو، یا وہابی ہو۔ حتیٰ کہ خوارج بھی

،کسی بھی فرقہ کے پاس یا آئندہ آنے والے فرقوں کے پاس کوئی ایسا قرآن جس میں کوئی حکم زیادہ یا کم ہو یا سوروں یا آیات کی ترتیب ایک دوسرے سے مختلف ہو نہیں ہے،لیکن بعض کتب حدیث میں قرآن کی کمی کے بارے میں جو گمان ہے وہ اپنی جگہ باقی ہے۔احادیث میں جو باتیں ہیں،قرآن میں سرایت نہیں ہوئی ہیں، جیسے صحاح ستہ ،بخاری،مسلم،ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے۔

☆ **محمد تقی حکیمؒ:**

استاذ محمد تقی حکیم اپنی کتاب اصول عامہ فقہ مقارن کے ص۹۹ پر لکھتے ہیں: کتاب عزیز سے ہماری مراد وہ کتاب ہے جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کی ہے۔اس کے الفاظ،معانی اور اسلوب کے انتخاب اور ترکیبِ صیانت میں محمد کا کوئی دخل نہیں۔اس قرآن میں اللہ نے احکام کو خاص طریقے سے نازل کیا ہے۔اسی طرح حدیث قدسی اور دیگر وحی بھی اس میں شامل نہیں۔انبیاء گزشتہ پر نازل ہونے والی کتب تورات زبور اور انجیل کا بھی کوئی کلمہ قرآن میں شامل نہیں اور تفسیر قرآن ترجمہ قرآن کو بھی قرآن نہیں کہہ سکتے بلکہ ان پر احکام قرآن لاگو ہیں۔

تفسیر قرآن حجت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ تفسیر نبی یا اہل بیت کی طرف سے ہو تو ہم اس کو سنت کہتے ہیں جو کتاب میں شامل نہیں۔اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔قرآن وہی ہے جو دفتین کے درمیان میں ہے نہ اس میں ایک حرف زیادہ ہے اور نہ کم۔قرآن کی آیات گنی گئی ہیں۔یہ ۶۳۴۲ آیات ہیں جن میں سے ۵۰۰ آیات احکام سے متعلق ہیں۔اس کی ۱۱۴ سورتیں ہیں۔اول حمد، آخر ناس ہے۔آخری آیت جو نازل ہوئی وہ مائدہ کی تیسری آیت ہے۔قرآن دو طریقہ سے حجت ہوتا ہے۔

پہلا:اس کا تواتر ہے،اس میں کسی بھی مسلمان کو جائے شک نہیں۔جن کے ایمان کو اللہ نے امتحان سے ثابت کیا ہے۔

دوسری:یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے اور مسلمانوں کا اتفاق ہے یہ کتاب اللہ کی ہے۔

مسلمان یہ اللہ کی کتاب ہونے کی دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ اس کے اسلوبِ مضامین، اعجاز سے ثابت ہوئے ہیں۔قرآن نے مقابلہ بالمثل کی دعوت دی۔لیکن لوگ اسکا مقابلہ نہیں کر سکے۔اس نے غیب گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دی۔اس کے علاوہ ان آیات سے استدلال کیا ہے۔

﴿وَ قالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنا قالُوا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذی أَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَ هُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (فصلت:۲۱)

﴿هُوَ الَّذی أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتابَ مِنْهُ آياتٌ مُحْكَماتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتابِ وَ أُخَرُ مُتَشابِهاتٌ فَأَمَّا الَّذينَ فی قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ ما تَشابَهَ مِنْهُ ابْتِغاءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغاءَ تَأْويلِهِ وَ ما يَعْلَمُ تَأْويلَهُ إِلاَّ اللّٰهُ وَ الرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنا وَ ما يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُولُوا الْأَلْبابِ﴾ (آل عمران:۷)

﴿وَ لا تَهِنُوا فِی ابْتِغاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَما تَأْلَمُونَ وَ تَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ ما لا يَرْجُونَ وَ كانَ اللّٰهُ عَليماً حَكيماً﴾ (نساء:۱۰۴)

﴿إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْیٌ يُوحی ☆عَلَّمَهُ شَديدُ الْقُوی﴾ (نجم:۴،۵)

حجت قرآن اتنا واضح وروشن ہے کہ اس کے بارے میں گفتگو زائد ہے۔

☆ سید اسماعیل صدرؒ:

آپ اپنی کتاب محاضرات فی تفسیر القرآن صادر از منشورات **دار الاضواء فی النجف الاشرف** ص۱ پر لکھتے ہیں: ہم قرآن کی عظمت وبزرگی، اس کی قدر وقیمت اور اس کی بلندی، وسعت اور احاطہ کے بارے میں از خود لکھنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ ہم اس سلسلے میں مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ان کلمات کو مشعل اور مصدر قرار دیکر کچھ سطور تحریر میں لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

﴿**ثم انزل عليه الكتاب نوراً لا تطفاء مصابيحه و سراجاً لا يخبأ توقده و بحراً لا يدرك قعره و منهاجاً لا يضل نهجه وشعاعاً لا يظلم ضوء وفرقاناً لا يخمد برهانه و تبياناً لا تهدمه اركانه و شفاءاً لا تخشع اسقامه و عزاً لا تهزمه انصاره و حقاً لا تخزل اعوانه** ﴾ان کلمات سے صرف اس ٹکڑے ﴿**نور لا تطفاء مصابيحه** ﴾ کے بارے میں کہیں گے۔ ان مختصر کلمات سے چند حقائق استفادہ کرتے ہیں۔

۱۔قرآن، نبی محمدؐ کی نبوت کا معجزہ ہے اور دین وشریعت کی صحت، ظہور اسلام سے قیام قیامت تک رہنما

ہے پیغمبرؐ دین وشریعت کے خاتم ہیں۔تمام بشر اپنے اعتقاد اور اعمال میں ان کے تابع ہونے کے پابند ہیں۔دین خاتم ایک معجزہ دائمی کا محتاج مند ہے تا کہ ہر زمانے میں اسکے بارے میں آگاہی حاصل کریں اور اس کے معجزہ ہونے کو کشف کریں۔اور یہ معجزہ اپنی بقاء اور استمرار کے حوالے سے دیگر معجزات سے ممتاز ہے۔دیگر معجزات اپنے زمانے تک محدود ہیں۔اس معجزہ کو صرف وہی جانتے تھے جو اس زمانے میں موجود تھے یا ان کے بعد ان کیلئے اس کے بارے میں تواتر سے ثابت ہو۔لیکن اسلام ایک ایسے معجزہ باقیہ کا حامل ہے کہ اس کیلئے ممکن ہے اس زمانے کے لوگوں کو بھی ثابت کرے اور اس میں پوشیدہ اسرار سے لوگوں کو آگاہ کرے نبی کریم کا یہ معجزہ قیام قیامت تک رہنے والے تمام انسانوں کیلئے ہر حوالے سے معجزہ ہے۔

۲۔قرآن کے معجزہ ہونے کا ایک زاویہ قرآن کا بحیثیت عالمی دائمی نظام کا قانون وآئین ہونا ہے۔اس کا دستور عمل عالمی ودائمی اور شامل تمام ازمان ہے،ہر دور کے انسان کیلئے سعادت،انصاف،عدالت کا منبع ومصدر ہے،کیونکہ اس قانون کی مشعل زمان ومکان فرد واجتماع سے بالاتر ہے۔

۳۔قرآن کا نور خاموش نہ ہونے والا نور ہے،کیونکہ یہ آسمانی کتب میں سے وہ واحد کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف زیادتی وکمی سے محفوظ وسالم ہے۔لہٰذا یہ کتاب اپنی نص میں بغیر کسی تغیر وتبدیلی کے دستیاب ہے۔اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور کمی نہ ہونے کے بارے میں محققین علماء کا اتفاق ہے۔پھر آپ نے ان بزرگ زعامت وریاست رکھنے والے علماء کا ذکر کیا۔تمام علماء نے قرآن کی عدم تحریف اور صیانت وحفاظت کے بارے میں سورۂ حجر کی آیت ۹ سے استدلال کیا ہے۔اس آیت میں ذکر سے مراد قرآن ہی ہے۔جن لوگوں نے اس آیت میں ذکر سے مراد رسول اللہ کو قرار دیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ ظاہر آیات سے یہ بات واضح ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے۔

سید اسماعیل صدر فرماتے ہیں:عدم تحریف کے بارے میں ان علما کے مقابل میں بعض علماء نے بعض آیات اور روایات سے قرآن میں تحریف اور نقص کا استدلال کیا ہے،لیکن ان کا استدلال قابل اعتماد وبھروسہ نہیں ہے اور صریح آیات اور مستند روایات سے متصادم ہے۔

☆ شیخ عبداللہ نعمہ رئیس:

آپ اپنی کتاب ''عقیدہ تنافی خالق ونبوۃ واخرۃ'' میں انبیاء کیلئے معجزے کے بارے میں ص ۲۹۱ پر رسول

اسلامؐ کے معاجز کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپ کا معجزہ غیر مادی ہے، یہ قرآن عزیز ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے،ہم اسے لکھتے ہیں اور سنتے ہیں یہ معجزۂ خالدہ ہے جس کی دن رات تلاوت ہوتی ہے یہ معجزہ اپنے تمام سورے، آیت،حرف کے تحت محفوظ ہے،جس طرح نازل ہوا تھا اس میں کسی قسم کی تحریف وتغیر نہیں ہے،لہذا یہ ایک مأمون وثقہ ہے، جس کی طرف شک نہیں کیا جاسکتا، چودہ سو سال گزرنے کے بعد قرآن کا یہی امتیاز ہے جو اسے عہد قدیم یعنی تورات سے جدا کرتا ہے جو تغیر وتحریف سے سالم نہیں رہ سکی۔

خاص کر جب بابلیین نے بنی اسرائے پر حملہ کیا اور تورات کو اُن سے لے گیا وہ اسی صورت میں ۷۰ سال لاپتہ رہے پھر بعض نے دعویٰ کیا کہ ہمیں مل گیا، اس کا مطلب یہ ہے توریت کے وجود کا ثبوت ایک شخص تک محدود ہے لہٰذا سند قطعی نہیں ہے، سند وقیمت کھوچکی ہے اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصل نص موجود ہے جہاں تک اس کا متن ہے وہ بھی تناقض سے پر ہے۔اسی طرح عہد جدید،انجیل بھی تو ریت سے زیادہ مستند نہیں۔ چنانچہ مجموعہ اساقفہ (علمائے نصاریٰ) نے نیقیہ (روم کا دارالحکومت) میں اس سے بہت سے اخبار کو نکالا ہے جس کی وجہ سے اس کی باقی شقوں میں شک ہے یہ جو موجود ہے کہ وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ناقدین نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح کے ایک سو سال گزرنے کے بعد حواریین عیسیٰ نے اس کو اس کی (انجیل) طرف نسبت دی ہے اس طرح اس کی نصوص اصلی گم ہیں، لہٰذا انجیل حقیقی اور موجودہ انجیل میں فرق ہے یہاں تک کہ ۲ ہزار سال گزرنے کے بعد اسے دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔اس طرح اصل نسخہ کے بارے میں شک طاری ہوا جیسا کہ ایک امریکی دانشور، کریس موریسون کہتا ہے۔لیکن قرآن اپنی تمام تشخصات کے ساتھ چودہ سو سال گزرنے کے بعد اب بھی ایک سند مدون و مامون ہے کسی قسم کی تحریف وتغیر نہیں ہوا ہے اعجاز قرآن کے دو زاویے ہیں ایک ظرف زمانی صدور ہے دوسرا اس کا طبعی پہلو ہے اس کے اصل صادر ہونے کا پہلو ہے۔اس کی غرض و غایت اثبات رسالت محمدؐ ہے اور اس کا داخلی پہلو طبعی پہلو ہے، جو چند حقائق سے متصل ہے:

۱۔قرآن کا اسلوب بیانی منفرد ہے،ایک ایسا اسلوب کہ جو عرب کی تاریخ میں نہیں ملتا ہے عربوں کی ادائیگی بیان میں ایک شعر اور دوسرا نثر ہے یہ نہ شعر ہے نہ نثر، اس کی کوئی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی نہ اس کی مثال بعد میں کوئی لاسکے گا، وہ اپنے اسلوب متن غایات و مقاصد میں کسی قسم کا تضاد اور تفاوت نہیں رکھتا، ایک ہی نظام ہے نہ اس

میں ضعف رکھتا ہے نہ تنزلی۔آیات دوحصوں میں ہیں مکی ہوں یا مدنی دونوں یکساں ہیں۔انسان کتنی طاقت وقدرت یا غیر عادی صلاحیت کے مالک کیوں نہ ہو وہ حوادث کے سامنے ضعیف ہیں وہ حالات دگرگوں ہونے کے بعد افکار نظریات اہداف وکلمات پر تسلط وضبط کھو بیٹھتا ہے،لہذا وہ محتاج ہوتا ہے اس میں تعدیل،ترمیم اور اضافہ ضرور ہوتا ہے اگر قرآن کسی انسان کی کاوش سے صادر کلام ہوتا اس میں انسان کی خصوصیات اور بدلے ہوئے حالات کے آثار اور تناقض اور اختلافات کے نمونے آسانی سے ملتے لیکن قرآن کریم ان چیزوں سے محفوظ ومصون نظر آتا ہے۔

﴿ وَ لَوْ كانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فيهِ اخْتِلافاً كَثيراً﴾ (نساء:۸۲)

۲۔قرآن نے عرب اور غیر عرب تمام رنگ نسل،زمان ومکان کی قید کے بغیر مقابلہ بہ مثل کرنے کی دعوت دی ہے اور ان سے کہا ہے اس جیسا قرآن لائیں یا ایک سورہ یا چند سورہ لائیں،لیکن سب کو شرمندگی اور ہزیمت حسرت کا سامنا ہوا جب کہ اس کا مقابلہ کرنے کے اسباب عوامل اور دواعی بطور فراوان موجود تھے اگر دواعی نہ ہوتے تو وہ جنگ پر نہیں نکلتے،جب کہ جنگ میں انہیں بہت سے خسارے اٹھانا پڑا۔مال جان آبرو،ذلت خواری اٹھانا پڑی اور یہ مقابلہ بہ مثل کی دعوت چند مہینے چند سال کیلئے نہیں تھی،بلکہ وہ اعلان رسالت سے قیام قیام تک ہے۔

﴿وَ إِنْ كُنْتُمْ في‏ رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنا عَلى‏ عَبْدِنا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَ ادْعُوا شُهَداءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقينَ ☆فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَ لَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتي‏ وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكافِرينَ﴾ (بقرہ:۲۳،۲۴)

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَراهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَ ادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقينَ﴾ (یونس:۳۸)

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَراهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَياتٍ وَ ادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقينَ ☆فَإِلَّمْ يَسْتَجيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّما أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَ أَنْ لا إِلهَ إِلاَّ هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (ھود:۱۳،۱۴)

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلى‏ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هذَا الْقُرْآنِ لا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَ لَوْ كانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهيراً﴾ (اسراء:۸۸)

قرآن نے چار بار اعلان بہ مثل دیا ہے تین دفعہ مکہ میں ایک دفعہ مدینہ میں، مکہ میں تین بار نازل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی اس وقت توجہ فصاحت و بلاغت پر تھی اور اس وقت بازار عکاظ میں اجتماع ہوتا تھا جبکہ اہل مدینہ کی توجہ زراعت اور تجارت پر تھی۔

۳۔ایک ایسی اخبار پر مشتمل ہے جو زمان نزول کے وقت تک وقوع پذیر نہیں ہوئی تھیں جہاں اللہ نے روم شکست خوردہ کو فارس پر غالب آنے اور فتح ہونے کی خبر دی تھی اور وہ بھی وقت معین کیا تھا یعنی دس سال سے پہلے ہوگا ،کیونکہ عربی زبان میں کلمہ بضع تین سے نو سال تک یعنی اب سے نو سال کے دور میں ہوگا۔قرآن نے انتہائی اطمینان سے کہا کسی کے بس میں نہیں میری اس خبر کو جھٹلائے ،چاہے آج ہو یا آئندہ۔ ہماری دعوت مقابلہ ہمیشہ کیلئے ہے اسی طرح بہت سی خبریں ہیں جو قرآن نے دی ہیں۔

۴۔قرآن نے آئندہ آنے والے حالات کے بارے میں خبریں دیں جو اس وقت کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔

﴿حَتّٰی إِذا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَ مَأْجُوجُ وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ (انبیاء:۹۶)

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّماءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ ☆يَغْشَى النَّاسَ هذا عَذابٌ أَلِيمٌ﴾(دخان:۱۰،۱۱)

قرآن نے گزشتہ اقوام و ملل پر گزرنے والی خبریں دی ہیں جس کی خبریں کسی کتاب میں نہیں ملتی ہیں یہ خبریں کسی کو پتہ نہیں تھیں،انہوں نے کسی سے نہیں سنا تھا قرآن نے یہاں تک خبر دی ہے کہ آدم ابولبشر سے پہلے اس نوع جنس جیسی مخلوق پہلے گزر گئی ہے۔

۵۔قرآن گرچہ ایسی کتاب نہیں جو علوم کے قوانین کو بتائے اور معدلات کو بتائے ۔جیسے:فلکیات،طبیعات، کیمیاء، ریاضیات اور علم ارضیات لیکن کسی نہ کسی جگہ ان علوم کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ایک روشنی ڈالی ہے شاید وقت نزول کے لوگ متوجہ نہیں ہوئے یا متوجہ ہونے کے بعد ان کی سمجھ میں نہیں آیا ہو ،لیکن وہ افراد جنہوں نے ان علوم کو پڑھنے سے ان میں مہارت حاصل کی ہے انہیں اشارات کی بنیاد پر متوجہ ہوئے ہوں۔چنانچہ اعجاز علمی قرآن پر اب تک سینکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

۶۔قرآن نے انسان کیلئے ایک ایسا وسیع و عمیق قانون لایا ہے جو انسان کے تمام علاقات کو عدل،خیر،حق،

مصلحت فردی، اجتماعی، عبادت، معاملات، اخلاق، جنگ اور صلح دشمن کے ساتھ، دوست کے ساتھ، اپنے رب کے ساتھ، اپنے نفس کے ساتھ، اپنے خاندان کے ساتھ اور اپنے وطن کے ساتھ۔ ایسا قانون بشر نے نہیں دیکھا ہے جو انسان کی تمام زاویہ حیات پر احاطہ کئے ہوئے ہو۔

☆ علامہ محمد جواد نجفی:

[تفسیر آسان جلد ۹ صفحہ ۲۶]

آپ سورہ حجر آیت ۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

یہاں کلمہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے، کیونکہ اس کی پہلے والی آیت میں ذکر سے مراد قرآن آیا ہے۔ حق و باطل، سعادت و شقاوت، خیر و شر، واجب و حرام اور دنیا و آخرت ہر چیز کیلئے تذکر کی ضرورت ہے۔ اس کا ذکر اس قرآن میں ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ کس زاویہ سے قرآن کی حفاظت کریں گے۔ یہاں مطلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ذات مقدس الٰہی ہر زاویہ سے قرآن کی حفاظت و نگہداری کریں گے۔ چاہے قرآن کو نابید کرنے والوں سے ہو، چاہے کم یا زیادہ کرنے والوں سے ہو یا تغیر و تبدل کرنے والوں سے ہو۔ یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ خود انتہا ناپذیر ہے وہ اس قرآن کا محافظ ہے، لہٰذا جیسے اس کی انتہا پذیر نہیں اسی طرح قرآن محفوظ ہونے کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔ قرآن محفوظ رکھنے کے بارے میں چار الفاظ سے تاکید ہوئی ہے۔

یقیناً ہم نے قرآن کو نازل کیا، فرشتوں نے یا کسی اور نے نہیں کیا، لہٰذا ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے اس کی گواہی یہی ہے۔ تیرا رب قادر مطلق ہے۔ قرآن مجید کو نزول کے دن سے ۱۴۰۰ سال گزر گئے جبکہ حفظ و نگہداری قائم ہے اور جبکہ دشمن قرآن حساب سے باہر ہیں، لیکن خدائے یکتا نے اس کو محفوظ رکھا اور آئندہ بھی محفوظ رکھے گا۔

☆ الحاج محمد احمد:

مولانا الحاج محمد احمد نے تفسیر درس قرآن ج ۶ ص ۱۱۳ سورۂ حجر آیت ۹ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

کفار کے جواب میں یہ کہا گیا کہ تمہارا استہزاء اور گستاخی اور قرآن لانے والے یعنی محمدؐ کی طرف جنون کی نسبت دینا قرآن اور حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ اس قرآن کے اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ تم جو تنزیل قرآن کے منکر ہو اور قرآن کو سن کر نعوذ باللہ اسے دیوانہ کی بڑ کہتے ہو تو سن لو کہ بڑ نہیں بلکہ پیام نصیحت ہے اور پھر یہ بھی کسی انسانی دماغ کا خود ساختہ اور عقل بشری کا تراشیدہ نہیں۔ بلکہ اللہ ہی کا نازل کردہ ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کی تغیر و تبدل اور تحریف سے محفوظ ہے اور جس شان اور ہیبت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زیر و زبر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف اور کمی بیشی سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ فصلت آیت ۴۲ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا:

﴿لا یَاْتِیهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لا مِنْ خَلْفِهِ﴾

اس قرآن میں باطل یعنی غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے نہ اس کے پیچھے سے۔ اس میں صاف تصریح ہے کہ شیطان یا باطل کا کوئی تصرف اور تدبیر اس کتاب میں نہیں چل سکتی کہ وہ اس کتاب میں کمی بیشی یا کوئی تحریف کر سکے اور نہ اس کی یہ مجال ہے کہ پیچھے سے چھپ کر اس کے الفاظ یا معانی میں تحریف اور الحاد کر سکے۔ یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی باعزت اور باوقعت ہے کہ نہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی کی کسی کو قدرت ہے نہ معانی میں تحریف کر کے اس کے احکام بدل دینے کی مجال ہے۔ جب کبھی کسی بدبخت ملعون نے اس کا ارادہ کیا وہ ہمیشہ رسوا اور ذلیل ہوا اور قرآن اس کی ناپاک تدبیر تحریف وغیرہ سے پاک رہا۔ دنیا اس کا کھلا ہوا مشاہدہ کر چکی ہے۔

سورۂ قیامت آیت ۱۶ تا ۱۷ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

شروع میں جب وحی الٰہی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قرآن لاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اندیشہ سے کہ کہیں کوئی لفظ یاد کرنے سے رہ نہ جائے اور مبادا جبرائیل علیہ السلام چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے آپ فرشتے کی تلاوت کے ساتھ ساتھ خود بھی تلاوت کرتے جاتے تھے جس کی وجہ سے بیک وقت آپ کو دو کام کرنے پڑتے تھے۔ حق تعالیٰ کو آپ کی یہ تکلیف گوارا نہیں ہوئی اور اس سلسلے میں یہ ہدایت نازل ہوئی۔ اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ اس قرآن کا آپ

کے سینے میں حرف بہ حرف جمع کر دینا اور آپ کی زبان سے پڑھوانا اور اس کے علوم و معارف کا آپ کے اوپر کھولنا اور آپ کی زبان سے دوسروں تک پہنچانا اس کے ہم ذمہ دار ہیں۔

☆ محمد علی حسنی:

آپ اپنی کتاب **ضلال التشیع** کے ص ۲۷ پر اور **دراسات فی عقائد الشیعہ** کے ص ۲۰ پر لکھتے ہیں:

شیعہ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ ہمارے اصول و فروع کا پہلا مرجع قرآن ہے، جسے اللہ نے اپنے نبی محمدؐ پر نازل کیا ہے اور اس کے بارے میں فصلت کی آیت ۴۲ کے ذیل میں فرمایا ہے:

شیعہ اس کتاب کی تعظیم و تقدیس کرتے ہیں یہ وہی کتاب ہے جو اس وقت تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں نہ کوئی چیز کم ہے اور نہ اس میں کوئی اضافہ ہوا ہے۔ نہ اس میں موجود کسی بھی حکم سے کسی کو انکار ہے حتی ان واضح و روشن معجزات سے جنھیں مسلمانوں نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اس میں ان کے حلال و حرام ہر وہ چیز جو انسان کی حیات دنیوی و اخروی سے مربوط ہے، اخلاق، سیاست، اقتصاد ہو یا تربیت کا بیان ہے۔ اس میں گزشتہ اور آئندہ کی خبریں اور بیان ہے۔ یہ لوگوں کیلئے موعظہ ہے اور نفسانی بیماری کیلئے شفا ہے۔ ہر وہ واقعہ جس کا حکم قرآن میں نہیں ہے اس میں وہ سنت رسول اور احادیث عترت طاہرہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

﴿انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی﴾

اسی طرح وہ یقین رکھتے ہیں اس میں نہ زیادتی ہے اور نہ کمی۔ جبکہ بعض اپنے فرقے یا دیگر فرقوں سے اس کتاب میں نقص، تغیر و تبدیل کا اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ اللہ نے سورۂ حجر میں اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے جو اقوال شیعوں سے منسوب کرتے ہیں اور ان کے ماتھے پر داغ لگاتے ہیں وہ جھوٹ افتراء اور تہمت ہے۔ وہ روایات و اخبار جو ہماری کتب جیسے شیخ کلینی کی اصول کافی یا دیگر بزرگان کی کتب میں وارد ہوئی ہیں کہ اس کتاب میں کمی ہے تغیر و تبدل ہے وہ روایات ضعیف و شاذ ہیں، نہ یہ مفید علم ہے سوائے اس کے کہ کسی اور طریقے سے تاویل کریں یا دیوار سے ماریں۔

شیعہ کا اعتقاد ہے کہ قرآن میں کسی ایک آیت میں جو اس وقت مسلمانوں کے درمیان موجود ہے شک کریں تو اس بات کا سبب بنا ہے کہ وہ اسلام کے دائرہ سے خارج ہیں لہٰذا شیعہ اس کی قرأت حفظ و تحمل معانی کی

طرف رغبت دلاتے ہیں۔

☆ آیت اللہ رفیعی:

[مجلّہ بینات سال چہارم شمارہ۱۴صفحہ۹۰]

مرحوم آیت اللہ سید ابوالحسن رفیعی نے ابراہیم جبہانی کویتی کی طرف سے شیعہ امامیہ کے خلاف صادر کتاب خطوط عریضہ جس میں شیعوں پر اعتراضات وارد کئے ہیں کہ شیعہ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں اسکی رد میں آیت اللہ نے ایک کتاب عقائد امامیہ کے نام سے تالیف کی ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے: شیعہ امامیہ کا قرآن کریم کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ قرآن ایک روشن کتاب ہے اس کے تمام الفاظ مفاہیم اور عقائد پیغمبر اسلام پر نازل ہوئے ہیں جو قرآن اس وقت ہماری دسترس میں ہے یہ وہی قرآن ہے جو بغیر کسی تحریف کے پیغمبرؐ پر نازل ہوا ہے۔ بعض جاہل عقائد امامیہ سے ناآشنا لوگ شیعوں کو تحریف قرآن کا معتقد گردانتے ہیں، جبکہ ایسی کوئی حقیقت نہیں ہے امامیہ کسی بھی وقت کلام اللہ میں تحریف ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے نہ ہی کسی قسم کی زیادتی کا۔ البتہ جو قرآن میں کسی قسم کی کمی کے معتقد ہیں وہ بالکل اقلیت میں ہیں اور قابل اعتنا نہیں ہیں۔ چنانچہ بزرگ علماء وفقہا جیسے سید مرتضیٰ علم الھدیٰ، شیخ مفید، شیخ طوسی اور شیخ طبرسی **رحمۃ اللہ علیھم** نے تحریف قرآن کے قائلین شدت سے جھٹلایا ہے اور اسے مسترد کیا ہے مرحوم طبرسی نے اپنی کتاب مجمع البیان کے مقدمہ میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہے۔ لکھتے ہیں: ہم تحریف قرآن کے عقیدہ کو باطل گردانتے ہیں اگر کوئی قلیل تعداد میں قرآن میں کمی کا قائل ہے تو اسے بھی رد کرتے ہیں جیسے یہ لوگ ایک گروہ کی شکل میں حشویہ اہل سنت میں بھی موجود ہیں جو تحریف کے قائل ہیں۔ لہٰذا صحیح عقیدہ یہی ہے کہ قرآن مقدس میں نہ کوئی کمی ہوئی ہے نہ زیادتی، لہٰذا جبہانی نے شیعوں کی طرف جو تحریف قرآن کی نسبت دی ہے وہ جھوٹ اور غلط ہے اور یہ حقیقت سے عاری ہے، ایسے عقیدہ رکھنے والے کا اس فرقے میں ہونا دلیل نہیں بنتا کہ تمام علمائے شیعہ کو اس کا مرتکب گردانا جائے کیوں کہ ایسے عقائد اہل سنت میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن ہم اس کو تمام اہل سنت کا عقیدہ نہیں گردانتے اگر چہ بعض امامیہ کچھ روایات کی بنیاد پر ایسی باتیں کرتے ہیں لیکن وہ اشتباہ میں پڑے ہیں اور وہ قرآن میں کمی کے قائل ہیں ان میں ایک مرحوم آیت اللہ مرزا حسین نوری ہیں جو ۱۳۲۰ ہجری کو وفات پا گئے تھے۔ آپ ایک عالم محدث تھے شیعہ علماء کی اکثریت، روایات

کی سند اور متن میں تحقیق کے بعد ہی روایت کے معتقد ہوتے ہیں لیکن مرحوم مرزا حسین نوری نے علماء شیعہ کی اکثریت سے ہٹ کر عام معمولی محدثین اور اخبارئینِ آئمہ سے مروی احادیث پر اعتماد کیا ہے جو کہ ضعیف اور قابل اعتناء نہیں ہیں اس سلسلے میں انہوں نے فصل خطاب نامی کتاب تحریر کی لیکن اس وقت کے علماء نے اس کی رد میں لکھا ہے۔علماء اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

اس کے باوجود بعض افراد نے کہا علمائے شیعہ نے محدث نوری کو اس لئے رد کیا ہے تا کہ یہ مسئلہ اپنے اندر رہے منظر عام پر نہ آئے اس بات میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔آخر میں ہم تکرار کرتے ہیں کہ یہ ایسا موضوع ہے کہ جس میں شیعوں میں اختلاف ہے اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہے اگر اختلاف کی وجہ سے نسبت دینی ہو تو یہ نسبت اہل سنت کو بھی دی جا سکتی ہے۔جس طرح بہت سارے مسائل اہل سنت کی فقہ میں پائے جاتے ہیں لیکن اس کی تمام علماء کی طرف نسبت نہیں دی جا سکتی۔

☆ مفتی محمد تقی عثمانی:

آپ اپنی تفسیر بنام آسان ترجمہ قرآن میں سورۂ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالی نے واضح فرمایا ہے کہ اگر چہ قرآنِ کریم سے پہلے بھی آسمانی کتابیں بھیجی گئی تھیں لیکن چونکہ وہ خاص خاص قوموں اور خاص خاص زمانوں کیلئے آئی تھیں،اس لئے اللہ تعالی نے ان کو قیامت تک محفوظ رکھنے کی کوئی ضمانت نہیں دی تھی، بلکہ ان کی حفاظت کا کام انہی لوگوں کو سونپ دیا گیا تھا جو ان کے مخاطب تھے ،جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت ۴۵ میں فرمایا گیا ہے۔لیکن قرآن کریم چونکہ آخری آسمانی کتاب ہے جو قیامت تک کیلئے نافذ العمل رہے گی،اس لئے اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے چنانچہ اس میں قیامت تک کوئی ردو بدل نہیں ہو سکتا۔اللہ تعالی نے اس کی حفاظت اس طرح فرمائی ہے کہ اسے چھوٹے چھوٹے بچوں کے سینوں میں اس طرح محفوظ کر دیا ہے کہ اگر بالفرض کوئی دشمن قرآن کریم کے سارے نسخے (معاذ اللہ) ختم کر دے تب بھی چھوٹے چھوٹے بچے اسے دوبارہ کسی معمولی تبدیلی کے بغیر لکھوا سکتے ہیں جو بذات خود قرآن کریم کا زندہ معجزہ ہے۔[آسان ترجمہ قرآن ج۲ص۸۰۰]

اسی طرح سورہ قیامت کی آیات ۱۶ تا ۱۹ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ایک جملہ معترضہ ہے، جس کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضورؐ پر قرآن کریم نازل ہوتا تو آپؐ اس کے الفاظ ساتھ ساتھ دہراتے جاتے تھے، تاکہ آپ انہیں بھول نہ جائیں۔ ان آیات میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ زبان مبارک سے الفاظ کو دہرانے کی مشقت نہ اٹھائیں کیونکہ ہم یہ ذمہ داری لی ہے کہ ہم انہیں آپ کو یاد کرائیں اور ان کی تشریح بھی آپ کے قلب مبارک میں واضح کردیں گے۔

پھر لکھتے ہیں:

اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اپنی توجہ الفاظ کو یاد رکھنے کی بجائے ان آیات کی عملی پیروی کرنے پر مرکوز رکھی تھی اور یہ بھی کہ جس طرح حضرت جبرئیلؑ پڑھ رہے ہیں، آئندہ آپ بھی اسی طرح پڑھا کریں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر:

آپ اپنی گرانقدر تفسیر "جدید ترجمہ بالتفسیر" میں سورۂ فصلت کی آیات ۴۱ تا ۴۲ کے ذیل میں لکھتے ہیں : جو لوگ اس قرآن کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں جبکہ وہ ان کے پاس آچکا ہے اور انہوں نے اس کے اعجاز کو پرکھ لیا اور اس کی دلیلوں کی قوت کو اچھی طرح آزمالیا ہے تو وہ اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی معزز و گرامی قدر کتاب ہے۔ اس آسمانی کتاب میں کسی پہلو اور کسی جہت سے کسی باطل (کمی و بیشی یا تبدیلی و تغیر) کی رسائی ممکن نہیں چونکہ یہ کتاب اپنے مدبرانہ اقوال اور نیک انجام پر اختتام پذیر ہونے والے احکام کے ساتھ بڑے صاحب حکمت اور نہایت خوبیوں والے اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو اس کو اس کی ابتدائی و اصلی حالت میں برقرار رکھنے کا محافظ ہے۔

[جدید ترجمہ بالتفسیر حصہ ثانی ص ۱۸۴]

☆ عبدالرحمٰن کیلانی:

آپ اپنی تفسیر **"تیسیر القرآن"** میں سورۂ فصلت آیت ۴۱ تا ۴۲ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن کریم زبردست کتاب ہے زیردست نہیں۔ اس کے بیان کردہ دلائل اور حقائق کو نہ جھٹلایا جاسکتا ہے اور نہ نیچا دکھایا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب نیچے رہنے کیلئے نازل نہیں کی گئی، بلکہ زبردست رہنے کیلئے نازل کی گئی ہے، لہٰذا جو لوگ اس کتاب کا انکار کرتے ہیں ان کا انجام زیردستی اور ذلت کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔

قرآن میں باطل کی عدم مداخلت کے مختلف پہلو:

یہ آیت، اللہ کے کلام کے زبردست ہونے کی وجہ یہ بتارہی ہے کہ اس میں نہ آگے سے، نہ پیچھے سے، نہ اوپر سے، نہ نیچے سے غرض کسی طرف سے بھی باطل داخل نہیں ہوسکتا اور اس جملہ کے بھی کئی مطالب ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کا کلام ہے جسے اللہ نے جبرئیل کے ذریعہ رسول اللہؐ کے دل پر نازل کیا۔ جبرئیل ایسا فرشتہ جو امین بھی ہے اور قوی بھی۔ یعنی نہ تو وہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں خود کوئی کمی بیشی کرتا ہے اور نہ کوئی جن یا شیطان یا کوئی دوسری طاقت اس سے کسی کلام کا کچھ حصہ چھین سکتی ہے نہ اس میں آمیزش کرسکتی ہے۔ پھر جب جبرئیل نے آپ کے دل پر اتار دیا اور آپؐ کی صداقت و دیانت پر آپ کے دشمن بھی شاھد تھے اور آپ نے وہ کلام جوں کا توں امت تک پہنچا دیا تو اب بتاؤ کیا اس کلام میں باطل کی آمیزش کیلئے کہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب سے قرآن نازل ہوا ہے اسی وقت سے مسلمانوں کے سینوں کے اندر محفوظ ہو کر نسلاً بعد نسلاً تواتر کے ساتھ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور ہر زمانہ میں لاکھوں کی تعداد میں اس کے حافظ موجود رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں اور یہ شرف کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں۔ دوسری طرف اس کے نزول کے ساتھ ہی اس کی کتابت شروع ہوگئی تھی اس دور سے لے کر آج تک مسلسل اور متواتر اس کی اشاعت ہورہی ہے اور کروڑوں اور اربوں تک اس کے نسخے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں۔ یہ شرف بھی اسی کتاب کو حاصل ہے کہ یہ دنیا بھر کی سب سے زیادہ کثیر الاشاعت کتاب ہے۔ اب ایک طرف یہ کتاب سامنے رکھیں کہ شائقین نے اس کی آیات، اس کے الفاظ، اس کے حروف، اس کے نقاط اور اس کے اعراب غرضیکہ ایک ایک چیز کو گن گن کر ریکارڈ کر رکھا ہے۔ اب بتایئے کہ کیا اس کتاب میں کسی ایک لفظ بلکہ حرف کی بھی کمی بیشی ہوسکتی ہے؟ اور باطل اس میں کسی طرح راہ پاسکتا ہے؟ اور اس کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جو حقائق بیان کئے ہیں کوئی علم ایسا نہیں جو ثابت کرے کہ قرآن نے عقائد، اخلاق، قانون، تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت اور سیاست کے باب میں انسان کو جو رہنمائی دی ہے وہ غلط ہے۔ باطل خواہ سامنے سے آکر حملہ آور ہو یا اِدھر اُدھر کے راستوں سے ہو کر چھاپے مارے، وہ کسی طرح بھی اس حقیقت کو شکست نہیں دے سکتا جو قرآن نے پیش کی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کے متعلق انسان کا علم خواہ کتنا ہی ترقی کرجائے وہ محدود ہی ہوگا اور اس کے بعد بھی اس چیز کے متعلق مزید انکشافات ہوتے رہیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر چیز کا خالق ہے اور خالق اپنی بنائی ہوئی

چیز کے متعلق جتنی معلومات رکھتا ہے دوسرا کوئی نہیں جان سکتا۔

[تیسیر القرآن ج ۴ ص ۱۱۸ تا ۱۱۹]

☆ سید حسین مکی

علامہ سید حسین مکی مولفِ کتاب " **عقیدہ الشیعہ**" ص ۱۶۱ پر " **لا نقص ولا زیادۃ فی القرآن**" کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں: ہم امامیہ اثناعشریہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ جو قرآن آج ہمارے ہاتھوں میں ہے جسے پورا عالم اسلام تلاوت کرتا ہے یہ وہی قرآن ہے جو اللہ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا ہے اس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی، اللہ سبحانہ نے اس میں کسی قسم کا نقص اور تبدیلی و عارض طاری ہونے سے بچانے کا وعدہ دیا ہے

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (حجر ۹)

ہمارے تمام علماء خاص کر اہل تحقیق کا اجماع ہے اس میں نہ نقص ہے نہ زیادتی، چنانچہ یہ اجماع علامہ علم الہدی مرتضی، شیخ طائفہ، ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، شیخ صدوق سے بھی نقل ہے۔ لہٰذا ان شاذو نادر اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، چاہے وہ قول اہل سنت کے ابوحسن بصری کا ہو یا ہمارے شیعوں سے دونوں کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ ان کے اقوال امت اسلام کے عدم تحریف کے اقوال کے خلاف ہیں۔

یہاں علامہ مکی نے اسی جملہ پر اکتفا نہیں کیا اور بے جا ان علماء امامیہ خاص کر شیخ کلینی سے دفاع کی مہم چلائی ہے۔

☆ ڈاکٹر حنفی داؤد

آپ اپنی کتاب "**تفسیر العلمی لآیات الکونیہ فی القرآن**" ص ۱۱ پر "**رسالۃ القرآن والآیات الکونیہ**" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن دستور العمل اور آئین اسلام ہے، جس کی رسالت خاتمہ رسالات آسمانی ہے۔ ناقابل شک و تردید تواتر سے ثابت ہے، یہ قرآن وہی کتاب ہے جو عربی مبین میں نبی امی عربی محمد بن عبداللہ صلوات اللہ والسلام علیہ پر آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے جزیرۃ العرب میں نازل ہوئی ہے۔ یہ ایک واضح مدون کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو نبی کریمؐ پر نازل ہوا ہے اس کی آیات کی ترتیب اور نظم یا کلمات وحروف ہوں یہ واحد صورت ہے جو مدون ہے، متعدد نسخوں کا نسخہ گیری ہے۔ چاہے قلم سے لکھی ہوئی ہو یا مطبوعات

میں مسلمانوں کے درمیان میں منتشر ہے۔ وہی جو خلیفہ سوم عثمانؓ بن عفان سے لے کر ابھی تک رہا ہے اور آئندہ رہے گا۔

مسلمان اس حوالے سے انتہائی حرص رکھتے تھے کہ قرآن کا تحفظ کریں اور یہ شدید حرص سبب بنا کہ مسلمان بہت سے علوم لغوی اور شریعت تک پہنچیں۔ قرآن کریم اُسی ایک صورت کے مطابق ہے جو نازل ہوا ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدیلی ایک حرف کی صورت میں بھی نہیں آئی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کی گواہی ہر وہ انسان دے سکتا ہے جو تاریخ پر عبور رکھتا ہو۔ اس کتاب عزیز کو مسلمان غیر مسلمان سب نے پڑھی اور گواہی دی ہے۔ قرآن اس حقیقت کا خود اعلان کرتا ہے۔ یہ کتاب رسول اللہ خاتم الانبیاء محمدؐ پر نازل ہوئی ہے۔ قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ یہ کتاب تمام لوگوں کیلئے نازل ہوا ہے چاہے اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب، ہر دور ہر نسل کیلئے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل سورہ میں آیا ہے:

﴿فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمَاتِهِ وَ اتَّبِعُوهُ﴾ (اعراف:۱۵۸)

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيراً﴾ (فرقان:۱)

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (فتح:۲۸)

﴿وَ أُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ﴾ (انعام:۱۹)

﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَ الْإِنْجِيلَ (3) مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَ أَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَ اللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ (آلعمران:۳،۴)

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (احزاب:۴۰)

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ (آل عمران:۳۱)

یہ آخری آسمانی کتاب ہے اور اس کے بعد کوئی رسول نہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اللہ اسے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رکھے گا چاہے کتنے دن یا

ایام ہی گزر جائیں۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (حجر:۹)

قرآن، اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، ہر دعوت صحیحہ کیلئے حجت قاطعہ ہونی چاہیے جو گواہی دے کہ یہ دعوت صحیح ہے۔ جب قرآن، خاتم رسالات ہے تو اس کے ساتھ اس کے دوام وبقا کی دلیل بھی ہونی چاہیے۔ یہ قرآن جو سابقہ کتب سے مختلف انداز و روش پر نازل ہوا ہے اور اسی طرح رہے گا۔ پھر فرماتے ہیں؛ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے وہی ذات اسے تغیر و تبدیل سے محفوظ و مصون رکھے گا۔

☆ حسن ایوب

استاد حسن ایوب اپنی کتاب **"تبسیط العقائد الاسلامیه"** میں جو دار الندوہ الجدیدہ بیروت سے منتشر ہوا ہے۔ ص۱۵۴ پر لکھتے ہیں:

قرآن وہ معجزہ ہے جس کے ذریعے پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کو ثابت کیا اور قوم کو عاجز دکھایا۔ یہ ایک معجزہ عقلی معنوی ہے جو قیام قیامت تک جاری رہے گا۔ قرآن، وہ لفظِ عربی ہے جو حضرت محمدؐ پر نازل ہوا ہے اور ہم تک تواتر سے پہنچا ہے۔ ہم اس کی تلاوت کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے: اللہ نے لوگوں کو اس کتاب کا مقابلہ کرنے اور اس کی مزاحمت کرنے سے روکا ہے جبکہ یہ بات درست نہیں، بلکہ یہ دیگر معجزات کی مانند ہے اللہ نے ان کو مقابلہ بالمثل کرنے کی دعوت دی ہے۔ قرآن کن معانی میں معجزہ ہے اس سلسلے میں حسن ایوب نے گیارہ وجوہ بتائی ہیں:

۱۔ قرآن کی تالیف اور کلمات، ایک دوسرے سے ربط، فصاحت و بلاغتِ عرب کی جاری عادت سے باہر ہیں۔ فصاحت و بلاغت جو عرب کی رمز و نشانی تھی اور اس کے فنون پر وہ غالب تھے اور اس کے ہر زاویہ سے وہ داخل ہوئے تھے۔ لیکن پیغمبرؐ نے انہیں ایک ایسی کتاب کے ذریعے مدہوش و مبہوت کیا جس کے آگے یا پیچھے سے کوئی نہیں آسکتا۔ یہ عزیز و حکیم کی طرف سے نازل شدہ کتاب قرآن کریم ہے، جس کی آیات محکم ہیں، حکمت مفصل ہے، اس کی بلاغت و فصاحت نے عقل و عقلاء کو سرگردان کیا ہے۔ اور ہر کلمہ میں اس کی فصاحت نمایاں ہے۔

چنانچہ جب ولید بن مغیرہ نے سورہ نمل کی'' آیت ۹۰''سنی تو اس نے کہا: اس میں حلاوت ہے، اس کے اندر گہرائی

ہے،اس کے ثمرات ہیں اور ہرگز یہ کسی بشر کا قول نہیں۔جب یہ آیت

﴿فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَ هُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ﴾ (یوسف:۸۰)

سنی تو کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی بشر یہ کلام نہیں بول سکتا ہے۔

اصمعی نے کسی عورت سے

﴿وَ أَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِي وَ لَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَ جَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ (قصص:۷)

اس آیت کو سنا تو تعجب سے کہا: اللہ تمہیں موت دے کہ تم کتنی فصاحت سے بولتی ہو۔تو اس عورت نے کہا: اللہ کے اس کلام کے بعد فصاحت کی کوئی جگہ نہیں رہتی۔

یہی ایک آیت میں دو امر، نہی، دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔

۲۔اس کا نظم، اسلوب دیگر کلام عرب کے نظم و نثر سے مختلف ہے، اس جیسا کلام نہ اس سے پہلے پیدا ہوا اور نہ بعد میں آسکا اور نہ آئے گا۔چنانچہ جب عتبہ بن ربیعہ جو آپؐ کا سخت دشمن تھا، اس نے قرآن سنا تو کہا: اللہ کی قسم میں نے ابھی جو کلام سنا ہے اس جیسا کوئی کلام نہیں سنا۔یہ سحر ہے نہ شعر ہے اور نہ کہانت۔

۳۔اس میں گزشتہ کی خبریں ہیں جو روئے زمین پر ''حیات'' شروع ہونے سے پہلے شروع ہوئی ہیں، حالانکہ محمد نبی امی ہیں نہ پڑھ سکتے اور نہ لکھ سکتے۔اس کے باوجود آپ نے گزشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کی خبریں دی ہیں۔جب آپ سے، اصحاب کہف، موسیٰ، ذوالقرنین کے بارے میں استفسار ہوا تو آپ نے ان کی کتابوں میں موجود خبریں بیان کیا۔

۴۔آئندہ مستقبل کے بارے میں خبر دی جس کے بارے میں کسی کو خبر نہیں تھی، جیسے سورۂ فتح ۲۷ میں کہا:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُئُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَاتَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا﴾

آپ مسجد الحرام میں داخل ہوں گے۔

﴿ غُلِبَتِ الرُّومُ، فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ، فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ (روم:۲ تا ۴)

اور خبر دی کہ ہم اس قرآن کو محفوظ کریں گے۔

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ (حجر:۹)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے اصحاب کو بشارت دی کہ اللہ نے ہمیں مشرکین کے شر سے بچایا ہے۔

۵۔ ایک خوف و وحشت لوگوں کے دلوں میں ڈالی۔ قرآن کی تلاوت ہوتے ہی وہ ڈرتے تھے کہ ان کی اولادیں اور خواتین نہ سنیں۔ لہٰذا کہتے تھے اس قرآن کو نہ سنو۔ تلاوت کے موقع پر شور مچاؤ۔

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴾ (فصلت:۲۶)

جبکہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کی اتنی تائید ہوئی تھی کہ اس کتاب کو سننے کے بعد عشق کرتے تھے اور ان کے علاوہ دیگر شعر و خطابت چھوڑ چکے تھے اور ان کے شعور و وجدان پر قرآن چھا گیا تھا۔

۶۔ یہ ایک آیت باقیہ ہے، زمانہ اور اس کے حوادث اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اور گزشت زمان تک اللہ نے اس کی محافظت کی ذمہ داری لی ہے۔ (حجر:۹) (فصلت:۴۲)

حالانکہ تمام انبیاء کے معجزوں کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اور ان کے معجزے ما کان ہو چکے تھے۔

۷۔ اس میں وہ تمام علوم و فنون جو عربوں کے وہم و خیال میں نہیں تھے سب کو جمع کیا، جو انہوں نے کسی اور کتاب میں نہیں دیکھا تھا، چنانچہ

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ﴾ (نحل:۸۹)

﴿ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴾ (زمر:۲۷)

میں بیان کیا ہے۔

۸۔ قرآن میں دلیل و مدلول کو یکجا جمع کیا ہے۔

۹۔ اللہ نے جو اسے سیکھنا چاہتا ہے اس کیلئے آسان بنایا ہے۔

﴿وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ (قمر:۱۷)

۱۰۔یہ کتاب معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ قانون پر مشتمل ہے۔احکام کلیہ کومختصر آیات میں سمودیئے ہیں،ہر فرع کا مبداُاس میں رکھا ہے،ہر چیز کوتفصیل سے بیان کیا ہے۔

﴿وَ جَعَلْنَا اللَّيْلَ وَ النَّهارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنا آيَةَ اللَّيْلِ وَ جَعَلْنا آيَةَ النَّهارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَ الْحِسابَ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْناهُ تَفْصِيلا﴾ (اسراء:۱۲)

۱۱۔اس میں ہر وہ علم ہے جس تک آئندہ زمانے میں بشر پہنچنے والا ہے،اس علم کی اصل اور حقیقت کے بارے میں اشارہ ہے۔

☆ محمود ابوریہ

آپ اپنی کتاب **"اضواء علی السنۃ المحمدیہ"** کے ص ۲۴۵ پر کہتے ہیں:

ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ حدیث کے بارے میں لکھنے سے پہلے کچھ مختصر حقائق جمع قرآن اور کتاب قرآن اور عنایت رسول اور آپ کے بعد صحابہ کی عنایت کا ذکر کریں۔صحابہ اور پیغمبرؐ اس حد تک قرآن کے جمع اور حفظ پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھے۔اسے اپنے اوج کمال پر پہنچایا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ایک صحیح صورت میں یہ کتاب گزشت زمان کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے۔اس حوالے سے اس کو تواتر کہنا اور تواتر سے توصیف کرنا چاہئے شک وتر دید نہیں ہونا چاہیے، اس میں نہ کوئی شک کرتا ہے نہ ہی کسی کو اختلاف ہے۔تمام مسلمانوں نے مشرق سے مغرب تک اپنے تمام تر اختلاف کے باوجود،ثقہ تام یقین کامل کے ساتھ جس سے ایک فرد بھی خارج نہیں،اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔اگر پیغمبرؐ کتابت حدیث کو بھی وہی توجہ اور عنایت دیتے جو آپ نے قرآن کو دی تھی اور صحابہ بھی اسی طریقے سے کرتے تو احادیث رسول لفظاً اور معناً متواتر ہوتیں۔اس میں کوئی حدیث صحیح،حسن اور ضعیف نہیں ہوتی یا کوئی اور اسم کے ساتھ نہیں ہوتی اسے بعد میں آنے والوں نے اختراع کیا ہے۔یہ پیغمبرؐ اور صحابہ کے زمانے میں نہیں تھیں۔علماء کے دوش سے،اس کے بارے میں بحث کرنے صحیح کہنے یا حسن وضعیف قرار دینے کا بوجھ خود بخود اتر جاتا ہے اور بہت بڑی بڑی مولفات کے راوی کیسا ہی حافظ وضابط کیوں نہ ہو اس کی حدیث پر جرح وتعدیل ہوئی ہے جرح وتعدیل کے مقابلے میں سب کچھ ختم ہوجاتا ہے۔جب نبی کریمؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا آپ کاتبان وحی کو امر فرماتے تھے کہ جلد اس کی کتابت

کریں۔ جہاں تک اس کے جمع پر حرص نے خود اس میں سرعت اپنانے پر مجبور کیا۔ آپؐ جبریل کی وحی سے پہلے زبان ہلاتے تھے تاکہ آپ سے کوئی چیز چھوٹ نہ جائے۔ بخاری نے سورۂ قیامت کی آیت ۱۶ تا ۲۱ کی تفسیر میں لکھا ہے: پیغمبرؐ شدید حرص کے ساتھ زبان ہلاتے تھے، تاکہ کوئی چیز سے رہ نہ جائے۔ آپ اسے حفظ کرنا چاہتے تھے جہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اس آیت کے ذریعے اس عمل سے روکا۔ فرمایا ہم ہی آپ کے سینے میں جمع کریں گے ہم ہی قرأت کروائیں گے۔ پھر آپ ہماری قرأت کے بعد اس کی پیروی کریں ابھی آپ فقط سنیں۔

پیغمبرؐ اپنے اصحاب کو حفظ اور ضبط کی طرف دعوت اور لیل و نہار تلاوت کرنے، یہاں تک کہ نماز اور غیر نماز میں بھی اس کی تلاوت کا حکم دیتے تھے۔ اس حکمِ تاکیدی کی روشنی میں حفاظ کی تعداد بڑھ گئی بعض نے ابتدائی دورِ نزول سے حکم پیغمبرؐ کے بغیر از خود لکھا۔ بعض نے پیغمبرؐ کے حکم کے بعد لکھنا شروع کیا۔ بعض نے کم حفظ کیا اور بعض نے کل قرآن کو حفظ کیا۔

☆ شاکر بک حنبلی

وزیر انصاف سوریہ (شام) آپ اپنی کتاب ''**اصول فقه اسلام**'' کے ص ۱۵ پر لکھتے ہیں:

مصادر شریعت اسلامی کا پہلا مصدر کتاب اللہ ہے۔ لیکن عرف شریعت میں یہ کلمہ اللہ کی اس کتاب کو کہتے ہیں جو رسول اللہؐ پر نازل ہوئی ہے جو صفحات پر لکھی گئی ہے اور وہ نقل تواتر سے ہم تک پہنچی ہے۔ آج اس کو قرآن کہتے ہیں قرآن مصدر بمعنائے مقرو (یعنی پڑھا جانے والا) ہے۔

قرآنِ محمدؐ مقطوع الصدور ہے۔ سنت میں کتاب کو مکتوب کہتے ہیں۔ سب سے پہلی آیت آپ کی عمر کی ۴۱ ویں سال ۱۷ رمضان المبارک میں نازل ہوئی ہے۔ لکھتے ہیں آپ غار حرا میں عبادت کر رہے تھے، اس وقت سورۂ علق کی آیات نازل ہوئیں۔ پھر نزول کا سلسلہ ۱۰ ہجری تک جاری رہا جس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال ہو چکی تھی۔ آخری آیت جو آپ پر نازل ہوئی وہ سورۂ مائدہ کی آیت ۳ ہے۔ آغاز نزول سے ختم تک تقریباً ۲۲ سال دو مہینے اور ۲۲ دن کا عرصہ ہے۔ عدد آیات ۶۶۶۶ ہے، جو ۱۱۴ سوروں میں ہے۔ جو آیات ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو آیات مدینہ میں نازل ہوئیں اسے مدنی کہتے ہیں مکی و مدنی آیات میں واضح فرق یہ ہے کہ مکہ میں آیات احکام بطور تفصیل نہیں آئی ہیں جو کچھ مکہ میں نازل ہوا ہے اس کی برگشت دین کا مصدر توحید پر ہے۔ یہ آیات اللہ کے وجود اور

وحدانیت کے دلائل و براہین پر مشتمل ہیں۔ جہاں تک آیات مدنی ہیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں وہ تفصیل شریعت پر مشتمل ہیں۔ تواتر قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن پیغمبرؐ کے زمانے سے تسلسل کے ساتھ صدی بہ صدی ہم تک پہنچا ہے، جہاں سب جھوٹ پر متفق ہوں کہ کوئی اضافہ یا کمی ہوئی ہو یہ عملاً محال ہے۔ جو بھی آیات قرآن میں نازل ہوئی تھیں آپ جمہور کو بتانے اور کاتبان وحی کو فرماتے تھے کہ اس کو ثبت کریں، جمہور بعض سینے میں حفظ کرتے اور بعض صفحات پر لکھتے تھے۔ جب نبی کریمؐ نے وفات پائی تو قرآن ایک مصحف میں جمع شدہ نہیں تھا، بلکہ وہ اصحاب کے سینے اور کاتبان وحی کے صفحات میں متفرق صورت میں تھا۔ نبی کے دور میں حافظان قرآن کثیر تعداد میں موجود تھے بعض نے کل قرآن اور بعض نے جزء قرآن کو حفظ کیا تھا۔ لیکن خلیفہ اول کے دور میں جنگ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہوئے تو ابوبکرؓ نے عمرؓ کے کہنے پر زید بن ثابت کو بلایا اور انہیں جمع قرآن کا حکم دیا۔ زید بن ثابت کاتبان وحی میں سے تھے اور حافظ قرآن تھے۔ لیکن انہوں نے حفظ اور کتابت پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ دیگر حافظان قرآن اور کاتبان وحی کو بھی بلایا۔ یہ چیزیں پیغمبرؐ کے گھر میں جمع تھیں اور انہیں مہاجرین و انصار کے حضور میں جمع کیا اور یہ جمع شدہ مصحف ابوبکرؓ کے پاس رہا اور ان کے بعد عمرؓ کے پاس اور انہوں نے اپنی وفات کے موقع پر اپنی بیٹی ام المومنین حفصہؓ کے سپرد کیا۔ خلیفہ سوم عثمانؓ بن عفان کے دور میں پھر ایک خطرے نے جھنجوڑا کہ یہ قرآن دیگر اسلامی ممالک میں بھی پہنچنا چاہیے پھر عثمانؓ نے حفصہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ جو مصحف آپ کے پاس ہے ہمیں بھیجیں ہم ان سے نسخہ بنا کر آپ کو واپس بھیج دیں گے۔ پھر انہوں نے وہ مصحف عثمان کے پاس بھیجا۔ عثمان نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا کہ اس کے نسخے بنائیں۔ عثمانؓ نے قریش کی ایک جماعت کو کہا اگر تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن میں کسی آیت کے بارے میں اختلاف ہو تو قریش کی بات کو ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے انہوں نے قرآن کے متعدد نسخے بنائے اصلی نسخہ انہوں نے حفصہؓ کو واپس کیا جب وہ نسخے بن گئے تو وہ دیگر علاقوں میں بھیجے گئے اور ان سے کہا کہ اس کے خود نسخہ بنائیں۔ اس کے علاوہ جتنے مصاحف تھے انہیں جلانے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۲۵ ہجری کو پیش آیا۔ جو مصاحف حفصہؓ کے نسخہ سے دیکھ کر بنائے گئے تھے اسے بصرہ، کوفہ، دمشق، اور مکہ بھیجا۔ عثمانؓ نے اپنے پاس ایک مصحف رکھا جو بعد میں مصحف امام کے نام سے معروف ہوا۔ یہ تمام مصاحف دیگر شہروں میں بھیجے گئے انہیں جامع مسجد میں رکھتے تھے اور اسی نسخہ سے ہر دور

میں نسخہ گیری کیے جاتے تھے یہاں تک کہ اس دور میں ہم تک تواتر سے پہنچا ہے۔

☆ تفسیر جلالین،جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی

کہتے ہیں: یہ کتاب دو شخصیات کی مشترکہ کوشش ہے۔جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی۔ پہلے جلال الدین محمد ابن محلی شافعی ۸۶۴ھ نے سورۂ کہف سے آخر قرآن تک تفسیر کی پھر اس نے فاتحہ سے شروع کیا اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر ختم ہوتے ہی وفات پا گئے جلال الدین سیوطی نے سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ اسراء تک کی تفسیر کی۔

صاحب تفسیر جلالین سورۂ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

اِنَّا اور نَحۡنُ دونوں تاکید ہے کہ جو قرآن ہم نے نازل کیا ہے وہ ہر قسم کی تبدیل تحریف زیادہ نقصان سے محفوظ رکھیں گے۔پھر سورۂ فصلت کی آیت ۴۲ کے ذیل میں فرماتے ہیں: یہ کتاب اپنی جگہ منیع ہے یعنی ایک سد (ڈیم) بند ہے، جہاں باطل آگے اور پیچھے سے نہیں آ سکتے ہیں، کیونکہ اللہ جو اپنے امر میں محمود ہے اس کی طرف سے نازل ہوا ہے۔اسی طرح سورۂ قیامت کی آیت ۱۸ کے ذیل میں فرماتے ہیں؛ جب ہم آپ پر جبرئیل کے توسط سے قرأت کریں تو آپ اس کی قرأت سنے۔اس دن سے پہلے پیغمبرؐ پہلے سنتے تھے بعد میں پڑھتے تھے۔پھر اللہ فرماتا ہے؛ جمع قرأت ہمارے ذمہ ہے اور ہم ہی بیان کریں گے۔

☆ فخر کرمانی

سید احمد مہدوی فخر کرمانی نے **"خطوط عریقہ"** جس میں شیعہ مسلک کی طرف تحریف قرآن کی نسبت دی ہے۔ان کی رد میں آپ نے ایک کتاب بنام **"اکذوبۃ التحریف القرآن بین الشیعہ و السنہ"** تالیف کی۔جس میں قرآن میں تحریف نہ ہونے کے بارے میں آیات و روایات اور حدیث ثقلین سے استناد کیا ہے۔دوسری بحث میں مرزا نوری کی تحریف قرآن کو مفصل بیان کیا ہے اور اس بارے میں جو اخبار ہیں جیسے: مصحف علی و فاطمہ کو پیش کیا ہے۔تیسرا ان علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے تحریف قرآن کو مسترد کیا ہے۔آپ اپنی کتاب میں تحریف قرآن کے معنی اصطلاحی اور مصادیق بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: بعض مفسرین نے قرآن تحریف نہ ہونے کے بارے میں بعض آیات کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ان میں سرفہرست سورۂ حجر کی آیت ۹ پیش کی ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ کرنے کے بعد علامہ طباطبائی کی اس آیت کے بارے میں تفسیر کو لکھا ہے: قرآن ذکر زندہ و جاوید

ہے، یہ بھولنے اور نابود ہونے سے مصون ومحفوظ کتاب ہے۔اور اسی طرح یہ کسی قسم کی کمی بیشی سے بھی محفوظ ہے، اور اس میں کسی قسم کی ساختی تبدیلی آنے کا کوئی امکان نہیں، یہاں تک کہ ذکر اللہ ہونے اور بیان حقائق اور معارف الٰہی ہونے سے خارج ہو جائے۔

اس بنا پر آیت دلالت کرتی ہے کہ یہ کتاب ہر قسم کی تحریف سے مصون ومحفوظ ہے۔اسی طرح آیت کی جملہ بندی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ذکر قرآن ہے۔اس کے نزول سے لے کر ابد تک حفظ ونگہداری اللہ کے ذمہ ہے۔

زمخشری نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے: اللہ حافظ ونگہدار قرآن ہے، یہ ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے مصون رہے گا جو گزشتہ کتابوں کو لاحق ہوئی ہے، اس کتاب کو لاحق نہیں ہوگی۔اس کے بعد اور بھی مفسرین کے نظریات کو نقل کیا ہے۔

ص ۱۸ پر لکھتے ہیں: قرآن تحریف نہ ہونے کی دلیل روایات ہیں، کہتے ہیں: شیعہ سنی اور آئمہ سے متواتر روایات نقل ہوئی ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جو کچھ اخبار واحادیث اب تک پہنچی ہیں وہ کتاب اللہ کے سامنے رکھیں۔تنہا ان روایتوں کو قبول کریں جن کے مضمون آیات قرآن سے موافقت رکھتے ہوں۔جو قرآن کے خلاف ہیں ان روایات کو رد کریں۔اس سلسلے میں وارد چند آیات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: قرآن زمان پیغمبرؐ سے جمع شدہ ہے، اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے اور اس بات میں کوئی جائے شک نہیں۔لہٰذا جو کہتے ہیں: قرآن، رسول اللہ کے بعد جمع ہوا ہے یہ ایک غلط بات ہے، بلکہ ہمارے پاس روایات ہیں کہ قرآن نبی کریمؐ کے دور میں خود آپ کے حضور میں جمع ہوا ہے۔

☆ عفیف عبدالفتاح طبارہ

دانشمند بزرگ عفیف طبارہ اپنی گرانقدر کتاب "**روح الدین الاسلامی**" کے ص ۲۶ پر لکھتے ہیں:

قرآن، نبی کریمؐ کے دور میں ایک مصحف میں جمع نہیں تھا۔اس لئے کہ آپؐ پر قرآن کے نزول کا سلسلہ جاری رہا، جب تک آپ حیات میں تھے، اس لئے یکجا جمع نہیں ہوا۔نبی کریمؐ کی وفات ہوئی قرآن لوگوں کے سینوں اور کتبوں میں محفوظ تھا۔حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں جنگ مرتدین (جنگ یمامہ) پیش آئی۔اس جنگ میں بہت سے حافظان شہید ہوئے، عمر ابن خطاب نے ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن کو ایک مصحف میں جمع کریں کہیں حافظان قرآن

کی شہادت سے قرآن ضائع نہ ہو جائے۔ابو بکرؓ یہ سوچ کر تردد میں پڑھ گئے کہ جو کام رسول اللہ نے نہیں کیا وہ میں کیوں کروں۔عمرؓ کے تکرار اور اصرار سے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، مصلحت اور کار خیر ہے، ابو بکرؓ نے زید بن ثابت کو بلایا کیونکہ وہ ہمیشہ مجلس رسول میں ہوتے اور حفظ قرآن میں سب سے مقدم تھے۔اور ان سے کہا کہ قرآن کو یکجا جمع کریں زید نے تمام سینوں، کتبوں سے ایک جلد میں جمع کیا۔ابا بکرؓ نے مصحف کو اپنے پاس محفوظ کیا، یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے تو یہ مصحف عمرؓ بن خطاب کے پاس پہنچا۔عمرؓ کے بعد یہ کتاب حفصہ ام المومنینؓ کے پاس امانت رہی۔ جب مسلمان جزیرۃ العرب سے نکل کر پھیل گئے قوموں کے لہجوں میں اختلاف کی وجہ سے قرآن میں اختلاف ہوا۔ عثمان کو خبر دی گئی۔انہوں نے جو قرآن حفصہؓ کے پاس تھا اس کو حاضر کیا تین افراد جو حفظ، جمع اور ضبط قرآن میں مشہور و معروف تھے اور قریشین کے نام سے جانے جاتے تھے۔ان سے کہا قرآن کو لکھیں وہ قرآن جو جبریل اور نبی کریمؐ کے درمیان رمضان میں قرأت ہوتا تھا۔زید بن ثابت کوئی آیت قرآن میں نہیں لکھتے تھے جب تک دو آدمی شہادت نہیں دیتے کہ انہوں نے اسے رسول اللہؐ سے تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ان چار آدمیوں یعنی قریشیوں نے چار نسخے لکھے بعض نے کہا ٦ نسخے بنائے جنہیں عثمان نے باہر بھیجا مکہ، کوفہ، شام، یمن، بحرین اور ایک نسخہ اپنے لئے رکھا۔اور باقی موجود تمام قرآن کو جلایا۔اب یہ مصاحف ہر جگہ امام تھے، لوگ انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے۔

آپ اس کتاب میں "**سلامۃ القرآن من التحریف**" کے عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں: دنیا میں کسی قوم نے کسی بھی کتاب کے بارے میں چاہے آسمانی ہو یا زمینی، اتنی اہتمام، عنایت اور توجہ نہیں دی ہے جتنی امت اسلامی نے قرآن پر دی ہے اور نہ کسی آسمانی یا زمینی کلمات پر اہتمام کیا گیا ہے جتنا کہ قرآن میں احاطہ کیا ہے چاہے حفظ کے حوالے سے ہو یا تدریس کے۔جیسے ہی آیات نازل ہوتی تھیں پیغمبرؐ فوراً اسے حفظ کرتے، نزول ختم ہونے کے بعد آپؐ گرد و پیش حاضر لوگوں پر تلاوت کرتے تھے۔پھر وہ قراء جو ماً مور بہ تدوین آیات تھے اُسے لکھتے تھے یہاں تک کہ پیغمبرؐ نے خود اپنے لئے ایک نسخہ بنایا تاکہ اپنے گھر میں تلاوت کریں۔قرآن دیگر کتب مقدسہ کی طرح نہیں ہے جو ایک خاندان کے ہاتھ میں وراثت قرار پائے۔اور یہ گمان نہیں ہوتا تھا کہ ان کی سرپرستی میں اس میں کوئی تبدیلی آئی ہو۔یہ کسی قبیلہ یا گھرانے کے ہاتھ یا تحویل میں نہیں تھا، بلکہ تمام مسلمانوں کی تحویل میں تھا۔مسلمان مکلّف تھے کہ وہ اپنی نمازوں میں اس کی تلاوت کریں۔کرسی اقتدار، کرسی حکومت پر اس کے مطابق حکم کریں۔پھر

کیسے ممکن ہے اس میں کوئی تحریف واقع ہو جائے اور لوگوں کو خبر نہ ہو، جہاں مسلمانوں نے اسے اپنا دستور و آئین زندگی، انفرادی اور اجتماعی سند بنائی ہو۔ قرآن، ابوبکرؓ کے زمانے میں جمع ہونے سے پہلے اس کے اجزاء نبی کریم اور بہت سے اصحاب کے گھروں میں منتشر تھے، وہ اپنے گھروں میں تلاوت کرتے تھے۔ جب آپ نے جمع کیا تو اکثر لکھنے والے حافظ زندہ تھے تو کیسے ممکن ہے کہ اس پر تحریف کا ہاتھ لگ جائے۔ اللہ نے خود اپنی اس کتاب میں اس کی حفاظت کی کفالت و ذمہ داری لی ہے۔

☆ شیخ محمد خضری بک

مفتش وزارت معارف اور مدرس تاریخ جامعہ مصر، اپنی گرانقدر کتاب **"تاریخ التشریع الاسلامی"** کی پہلی فصل میں لکھتے ہیں:

کتاب سے مراد ''قرآن'' ہے۔ جو ہماری تعریف سے بلند ہے محمدؐ پر یہ ترتیب ونظم کے ساتھ نازل ہوئی۔ آغاز آپ کی ۴۱ سال عمر شریف گزرنے کے بعد ۱۷ رمضان المبارک کو غار حرا میں ہوا، جہاں آپ متوجہ اللہ تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اقراء﴾ اور نزول کا اختتام ۱۰ ویں ہجری کو آپ کی عمر کے ۶۳ سال گزرنے کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہونے والی آیت سورہ مائدہ کی آیت ۳ پر ہوا۔ آغاز اور اختتام تنزیل میں ۲۲ سال ۲ مہینے اور ۲۲ دن گزرے ہیں۔ جس رات کو نزول کا آغاز ہوا، اس رات کے بارے میں ارشاد ہوا کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: ہم نے اس کو ایک مبارک رات میں نازل کیا جس میں ہم ہر چیز کا فیصلہ کرتے ہیں، یہ رات رمضان کی راتوں میں سے ہے۔ قرآن کا ٹکڑے ٹکڑے اور حصے حصے کی صورت میں نازل ہونا مشرکین کیلئے باعث تشویش و پریشانی تھا چنانچہ اللہ نے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً﴾ (فرقان: ۳۲)

سورۂ اسراء میں فرمایا: ہم نے قرآن کو ٹکڑا ٹکڑا کر کے نازل کیا۔ نزول قرآن کے زمانے کو علماء نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک مکی اور ایک مدنی۔ ۱۲ سال ۵ مہینے اور ۱۳ دن، اس عرصہ میں نازل ہونے والی آیات و سورہ مکی کہلاتی ہیں۔ ۹ سال ۹ مہینے اور ۹ دن، اس عرصہ میں نازل ہونے والی آیات کو مدنی کہتے ہیں۔ مجموع قرآن کے ۱۱۴ سورے ہیں۔ ابتداء سورۂ حمد اور آخر الناس ہے۔ آیات مکی کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس کے جملے مختصر ہیں۔ آیات مکی

میں خطاب عمومی طور پر ہے اور اس میں ایھا الناس یا یا ایھا الانسان سے خطاب کیا گیا ہے، جبکہ مدینہ میں نازل ہونے والی آیات یا ایھا الذین امنوا کے خطاب پر مشتمل ہیں۔ تیسرا امتیاز یہ ہے کہ آیات مکی میں عموماً تشریع نہیں ہوئی ہے۔ اس میں توحید، وجود الٰہی کے دلائل اور عذاب الٰہی سے ڈرنے کی دعوت ہے۔ قیامت میں ہونے والے ہولناک عذاب اور جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے، اور گزشتہ اقوام پر لگنے والے مصائب کا ذکر ہے۔ تشریع عام طور پر مدنی آیات میں ہے۔ تشریع اسلامی میں تین چیزیں اساس و بنیاد ہیں۔

۱۔ عدم حرج

۲۔ اوامر ونواہی، طاقت اور قدرت کی وسعت سے کم ہیں۔

۳۔ تشریع میں تدریج ہے۔

قرآن، اساس دین ہے، اللہ کی محکم رسی ہے، جس سے ہمیں تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ بات ضروریات دین اسلام میں سے ہے۔ اس مدعا کیلئے اقامہ دلیل کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف یہ سوال ہے کہ آیات قرآن میں کوئی آیت ہے جس میں گزشتہ تکالیف کو باطل قرار دیا ہو اور نئی تکلیف اس کی جگہ جاگزیں ہوئی ہو۔ آیا اس میں آیات منسوخ ہیں یا نہیں۔ اس بارے میں بحث نسخ میں رجوع کریں۔

☆ **سعید حوی**

آپ اپنی کتاب "**دراسات منهجية هادفه حول الاصول الثالثة الله، الرسول الاسلام**" ج ۲ ص ۱۱ پر لکھتے ہیں:

ایک چیز جو واضح کرتی ہے کہ اس قرآن کا مصدر اللہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو قرآن اس صورت میں نہ ہوتا، ہر چیز پر علمی احاطہ نہ رکھتا۔ ہم یہاں پر آپ کیلئے واضح کریں گے جیسا کہ ان سوروں میں آیا ہے:

﴿قُلْ عَسى أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذى تَسْتَعْجِلُون﴾ (نمل:۷۲)

﴿يـا أَهْلَ الْكِتابِ قَدْ جاءَكُمْ رَسُولُنا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثيراً مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتابِ وَ يَعْفُوا عَنْ كَثيرٍ قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتابٌ مُبين﴾ (مائدہ:۱۵)

﴿أَمَّنْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّماءِ وَ الْأَرْضِ أَ إِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ قُلْ هاتُوا بُرْهانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ﴾ (نمل:۶۴)

﴿لَقَدْ كانَ في قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبابِ ما كانَ حَديثاً يُفْتَرى وَ لٰكِنْ تَصْديقَ الَّذي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَ هُدىً وَ رَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (یوسف:۱۱۱)

توراۃ پر ناقدانہ بحث کرنے والوں نے اعتراف نہیں کیا ہے کہ یہ کتاب صحیح ہے سوائے اس کے کثیر اسفار میں ایک سفر یعنی ارمیاء۔ اسی طرح انجیل کا بھی یہی حشر ہے، چنانچہ اجتماع نیقیہ نے بہت سے اخبار کو ملغی کیا ہے جو موجودہ انجیل میں شک کا سبب بنتا تھا۔ اس کے باوجود یہ کتاب اس وقت صحیح کتاب نہیں گردانی جاتی ہے، کیونکہ محققین اور ناقدین نے ثابت کیا کہ یہ کتاب حضرت مسیح کے ایک قرن (صدی) سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد حوارین نے تعالیم مسیحیہ کے نام سے منسوب کی ہیں۔ لہٰذا شکوک کثیرہ اس کتاب کے گرد گھومتے ہیں جو یہود اور مسیحیوں کے پاس کتاب آسمانی کے نام سے پایا جاتا ہے۔ جب انجیل کو مسیح نے کلمۃ اللہ کہا وہ اس وقت چار کی تعداد میں نہیں تھیں۔ کیوں اس میں اختلاف اور ایک دوسرے سے تضاد و تعارض پیدا ہوا، چنانچہ ارمیاء نے اپنے سفر میں نسخہ گیروں کو جھوٹا کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ان کتابوں کے بارے میں اپنا موقف محفوظ رکھا۔ کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے قرآن مجید میں کئی موقع پر ان سے تحدی کی ہے کہ اصل توراۃ کو لائیں تا کہ ثابت کریں کہ جو چیز قرآن پیش کرتا ہے وہ ان کے خلاف ہے۔

﴿ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْراةِ فَاتْلُوها إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ﴾ (آل عمران:۹۳)

کی آیت میں فرمایا ہے: توراۃ، زبور اور انجیل جو اس وقت موجود ہے وہ کلی طور پر تمام کی تمام آسمانی نہیں، بلکہ اس میں تحریف ہوئی ہے اور اس سے بہت سی چیزیں چھوٹ گئی ہیں، چنانچہ عقلائے نصاریٰ نے اس قسم کی تائید کی ہے اور ارمیاء نے وضاحت کی ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

﴿وَ مِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لا يَعْلَمُونَ الْكِتابَ إِلاَّ أَمانِيَّ وَ إِنْ هُمْ إِلاَّ يَظُنُّونَ (78)فَوَيْلٌ لِلَّذينَ يَكْتُبُونَ الْكِتابَ بِأَيْديهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هذا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَناً قَليلاً فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْديهِمْ وَ وَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾ (بقرہ:۷۸تا۷۹)

﴿مِنَ الَّذينَ هادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَواضِعِهِ وَ يَقُولُونَ سَمِعْنا وَ عَصَيْنا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَ راعِنا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْناً فِي الدِّينِ وَ لَوْ أَنَّهُمْ قالُوا سَمِعْنا وَ أَطَعْنا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنا لَكانَ خَيْراً لَهُمْ وَ أَقْوَمَ وَ لكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلا يُؤْمِنُونَ إِلاَّ قَليلاً﴾

(نساء:۴۶)

﴿يا أَيُّهَا الرَّسُولُ لا يَحْزُنْكَ الَّذينَ يُسارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذينَ قالُوا آمَنَّا بِأَفْواهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَ مِنَ الَّذينَ هادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَواضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتيتُمْ هذا فَخُذُوهُ وَ إِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً أُولئِكَ الَّذينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيا خِزْيٌ وَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذابٌ عَظيمٌ﴾ (مائدہ:۴۱)

دوسرا موقف: قرآن نے بہت سی چیزیں جو تورات اور انجیل میں تھیں ان کا ذکر کیا ہے جب ان نصوص کو سامنے لاتے ہیں تو موجودہ تورات اور انجیل میں مطابقت پائی جاتی ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے تورات اور انجیل میں اب بھی کچھ بغیر تحریف کے موجود ہے۔محمد امی تھے، لیکن کتب آسمانی اور ان کتب کے معتقدین کے بارے میں قرآن کا گفتگو کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا نازل کنندہ ان کتب اور ان کتاب والوں پر علمی احاطہ رکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں کہاں اختلاف ہے اور نصوص میں کہاں کہاں انحراف پایا جاتا ہے۔یہ سب ایسی کتاب میں ذکر ہوا ہے جس کتاب کے لانے والے رسول امی ہیں، اس کے علاوہ یہ چیزیں اس کتاب میں موجود ہیں جو غیر عربی ہے، یہ چیزیں نہ نشر ہوئی ہیں نہ عربوں کو اس کا پتہ ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر کسی سے بھی تعلیم نہیں لیتے تھے۔

☆ استاد محمد حمصی

مجلّہ توحید شمارہ ۴۸ ص ۹۷ پر اس عنوان کے تحت اپنے مقالے ص ۱۰۲ پر لکھتے ہیں:

یہ کتاب شریف اللہ کی گواہی کے تحت تمام انسانوں کیلئے کتاب ہدایت، تعلیم نور اور طریق سلوک ہے، لہٰذا مفسر کیلئے ضروری ہے کہ وہ متعلم کو ہر ایک آیت قرآن پر، ایک ہدایت کی طرف متوجہ کریں۔آپ امام خمینیؒ کی کلمات قرآنی سے اقتباس کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تفسیر قرآن سے مراد اسباب نزول بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ اس سے آگے معارف، مواعظ اور ہدایتِ انسان مراد ہے اگر مفسر سبب نزول بتاتے ہیں تو وہ صرف مفسر سبب نزول ہے نہ کہ تفسیر خود آیت ۔یہ وہ حقیقت ہے کہ علماء اس سے غافل ہیں، قرآن تلاوت کے ذریعے تبرک کیلئے نازل نہیں ہوا ہے، بلکہ استفادہ کیلئے نازل ہوا ہے یہ کتاب ایک مائدہ وسفرہ الٰہی ہے جو شرق مغرب شمال جنوب کے تمام بشر کیلئے ہے جس دن سے یہ کتاب نازل ہوئی ہے تا قیام قیامت تک یہ ایک دستر خوان ہے جس سے تمام بشر استفادہ کریں گے، یہ کتاب گرچہ عالم غیب سے عالم شہود میں نازل ہوئی ہے، لیکن اللہ نے عالم طبیعت میں رہنے والوں کیلئے اسے نازل کیا ہے تاکہ ہم اس سے استفادہ کریں یہ کتاب کتاب معرفت ہے سعادت کمال کی طرف دعوت نامہ ہے ۔مفسرین، مضامین سے غفلت برتتے یا آنکھ چراتے ،اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ وہ نزول قرآن کے مقصود سے غافل ہیں ایسے تصور نے ملت اسلامی کو چودہ سو سال تک اس قرآن سے استفادہ کرنے سے روکا ہوا ہے اور لوگوں کیلئے ہدایت کے راستے کو بند کیا ہے ۔بشر اس وقت اس کتاب سے استفادہ کرنے سے جاہل و غافل ہے ،لہٰذا افسوس ہے کہ علماء اسلام اس کتاب سے اتنا استفادہ نہیں کرسکے جتنا کرنا چاہیے تھا، لہٰذا اس بار میں سوچنا واجب ہے اور اپنی تمام طاقت کو اس کتاب سے استفادہ کرنے کیلئے صرف کرنا چاہئے ۔نبی کریمؐ کی بعثت کے اہداف میں سے اس کتاب کو ہر شخص کیلئے محل وموقع استفادہ قرار دینا ہے، اگر سورۂ جمعہ کی آیت ۲ میں تلاوت کا ذکر آیا ہے تو تلاوت کا غرض غایت بھی اسی آیت کے ذیل میں آئی ہے ۔جب اللہ نے اس کتاب کو ہدایت وارشاد کیلئے نازل کیا ہے تو صاحب کتاب ہی بہتر جانتا ہے جہاں اللہ نے فرمایا ہے: ہم نے اس کتاب کو آسان بنایا ہے یہ کتاب عصائے موسیٰ، ید بیضا جیسی نہیں ہے، جس کا مقصد صرف معجزہ دکھانا اور ان کی نبوت کو ثابت کرنا تھا، لیکن یہ کتاب قلوب کو منور اور زندہ کرنے کیلئے آئی ہے، یہ کتاب معارف دینی اور دعوت اِلی اللہ کیلئے ہے، انتہائی خسارے کی بات کہ ۳۰، ۴۰ سال تک قرآن پڑھتے رہے اور تفسیر قرآن دیکھتے رہے، لیکن ہم قرآن کے مقاصد سے محروم رہے ۔پھر امام خمینیؒ نے اس آیت کریمہ سے استناد کرتے ہوئے فرمایا ہم نے اپنے اُوپر ظلم کیا۔

﴿كُلَّما أَرادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْها مِنْ غَمٍّ أُعيدُوا فيها وَ ذُوقُوا عَذابَ الْحَريقِ (22)

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ جَنَّاتٍ تَجْري مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهارُ يُحَلَّوْنَ

فيها مِنْ أساوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ لُؤْلُؤاً وَ لِباسُهُمْ فيها حَريرٌ﴾ (حج ۲۲،۲۳)

☆ محمد جواد مالک

آپ اپنی کتاب "عقائد اسلامی دراسة منهجیه فی اصول الدین" ص ۳۲۱ پر لکھتے ہیں:

جو دعوت مقابلہ و مبارزہ کا اعلان قرآن نے کیا تھا، بلغاء و فصحائے عرب کیلئے ہولناک اور انتہائی تشویش کا باعث بنا۔ قرآن کی اس معمولی سی تحدی کے سامنے ان سب کا سر جھک گیا ہے۔ جبکہ وہ اپنے قصائد کو سونے سے لکھ کر کعبے پر آویزاں کر کے افتخار و اعتزاز دکھاتے تھے۔ اب وہ لوگ سورۂ کوثر کے سامنے ذلیل و خوار اور اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنے لگے۔ جو کلمات قرآن کریم میں ہیں وہ ایک مطلب تک محدود نہیں، بلکہ اپنی جگہ چندین معانی رکھتے ہیں۔ جتنا علم بڑھتا جائے گا اس کتاب کی روشنی میں اضافہ ہوتا چلے جائے گا۔ بسا اوقات ہم قرآن کے ایسے معانی پر توجہ کئے بغیر پڑھتے ہیں جسے عصر حاضر کے علوم نے روشن کیا ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ رسالت و نبوت محمدؐ کے دشمن جو دین و شریعت کو کنارے پر لگانے کیلئے منصوبہ بندی کر رہے تھے خود اس تردد اور پریشانی میں مبتلا تھے کہ صرف بلاغت کے حوالے سے ہم کون سی تہمت پیغمبرؐ پر لگائیں تو بہتر رہے گا، لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ وہ اس بلاغت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے طاقت و تشدد کے راستے کو اپنایا۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم جو پیغمبرؐ پر نازل ہوا ہے: اس میں تحدی اور مقابلہ بالمثل کے علاوہ انسانی زندگی کیلئے ہر قسم کی ہدایت و رہنمائی موجود ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلو مثلاً عبادات، اجتماعیات، عقوبت، اصول جنگ، اصول حملہ، صلح، عہد و پیمان اور ضابطہ اخلاق کے علاوہ اقتصاد وغیرہ کیلئے بھی اعلیٰ انمول آیات پیش کرتا ہے۔ اس میں قصص انبیاء کے ذریعے گزشتہ حالات سے عبرت لینے کیلئے مواقع ہیں۔ تفکر کائنات کے طریقے سے عقائد کی تشریعات اور اخلاق و معاملات کا بھی بیان ہے۔ غرض، تمام ابواب حیات فکری اور علمی اس میں بیان ہوئے ہیں۔ اس قرآن کے معجزہ میں سے ایک وعدہ الٰہی ہے جو اللہ نے سورۂ حجر میں دیا ہے۔ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آسمانی کتب کے خلاف جو سازشیں، عداوتیں، کینہ، صیہونی، صلیبی دشمن اور ان کے ادارے کر رہے ہیں جن کی میلی نظریں اور تمام توجہ اس پر مرکوز ہیں کہ کہیں سے کتب آسمانی سے عیب و نقص نکالا جائے اور کسی طرح ایمان میں مریض مسلمانوں کو شکار بنایا جائے۔ یہ تمام ایمان میں مریض مسلمان اور مریض منافق حکام کے تعاون سے قرآن کو اپنی

سازشوں کانشانہ بنارہے ہیں جس طرح اس سے پہلے تو رات وانجیل کو بنایا تھا۔مسیحیت و یہودیت اس بات کا اعتراف کرتی ہے، لیکن ان تمام کے باوجود ہم دیکھتے ہیں قرآن کریم انتہائی حفاظت کے ساتھ اپنی بلند قامت کو محفوظ رکھے ہوئے۔ان کی سازشوں کی پرواہ کئے بغیر اپنی تحدی کو برقرار رکھے ہوئے ہے اگر حفاظت غیبی نہ ہوتی تو کفرو شرک صہیونی وصلیبی کے مقابلہ میں مسلمانوں کا قرآن سے دفاع اوران کی کوششیں ناچیز ہیں۔جب اللہ نے ان آیات میں تحدی فرمائی اور بتایا یہ لوگ اس مقابلہ میں بھی کامیاب نہیں ہونگے بعینہ اسی طرح جس طرح نبوت کے حضور میں کامیاب نہیں ہوئے۔

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هذَا الْقُرْآنِ لا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَ لَوْ كانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرا﴾ (اسراء:۸۸)

﴿وَ إِنْ كُنْتُمْ في رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنا عَلى عَبْدِنا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَ ادْعُوا شُهَداءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقينَ (23) فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَ لَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتي وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكافِرينَ﴾ (بقرہ:۲۳،۲۴)

آفتاب نبوت کے غروب ہونے کے بعد بھی یہ اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہونگے قرآن نے اس وقت بھی اپنی تحدی کو باقی رکھا ہوا تھا اور آئندہ بھی رکھے گا اور اس کتاب اور مسلمانوں کے مستقبل کے درخشان ہونے کی خبر آیات قرآنی میں موجود ہونے کے ساتھ زبان محمدؐ سے فضا میں گونجتی ہے۔

☆ وحیدالدین خان

آپ اپنی کتاب **"اسلام یتحدی"** میں لکھتے ہیں:

قرآن صوت اللہ ہے اور اسی کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے، یہ کتاب، رسول اللہ محمد کی رسالت ہے جو ہمارے درمیان میں موجود ہے۔ جو اپنے صدق کی دلیل اپنے اندر رکھتی ہے۔علامہ وحیدالدین خان اپنی کتاب ’’اسلام۔تحدی‘‘ ص ۱۸۴ میں لکھتے ہیں:

قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب ہے جس کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ صریح الفاظ میں اپنے آپ کو ۱۴۰۰ سال سے لوگوں کے سامنے پیش کر رہی ہے حتیٰ یہ ان لوگوں کے سامنے پیش ہوا جو قرآن کو نہیں مانتے

،لیکن اس کے باوجود دنیا کے نوابغ اس تحدی کا جواب نہیں دے سکے۔قرآن نے بغیر اجمال وابہام کوئی کے لوگوں کو مقابلہ ومبارزہ کی طرف بلایا۔

﴿وَ إِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَ ادْعُوا شُهَدَاءَ كُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (بقرہ:۲۳)

قرآن کی اس تحدی میں درحقیقت لوگوں میں دہشت اور خوف پھیلانا اور جرأت دکھانے کا پیغام تھا،لیکن تاریخ انسانی میں کسی کی جرأت نہیں ہوئی کہ اس کا مقابلہ کرے۔تاریخ بشر میں کوئی ایسا مولف آپ کو نہیں ملے گا کہ وہ ایسی کتاب لکھے کہ دوسرے اس جیسی کتاب لکھنے سے عاجز آجائیں۔کمی وبیشی میں لکھنا سب کیلئے ممکن ہے بلکہ بہتر لکھنے والے بھی آئے ہیں،لیکن یہ وہ کلام ہے کہ اس جیسا کلام لانا ممکن نہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام بشر نہیں ،بلکہ یہ منبع الٰہی سے صادر ہونے والا کلام ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی نے بھی یہ کام انجام نہیں دیا، بلکہ تاریخ میں کچھ اپنے فن وہنر اور ادائے بیان میں مغرور انسانوں نے یہ بیوقوفی کی ہے۔اس کی چند مثال پیش کرتے ہیں۔سب سے پہلے جس شخص نے اس تحدی کو سنا وہ لبید بن ربیعہ تھے وہ اپنے دور میں فصاحت وبلاغت کے نامور نابغہ روزگار تھے ۔جب اس نے دیکھا کہ محمد نے لوگوں کو تحدی کیا ہے فوراً ایک شعر انشاء کرکے دروازہ کعبہ پر لٹکایا یہ بھی ایک خاص امتیاز تھا جو بعض خاص نامور ادیبوں کو حاصل تھا جب کسی مسلمان نے دروازہ کعبہ پر یہ شعر دیکھا تو فوراً بعض آیات قرآنی اس شعر کے جواب میں لٹکایا جب دوسرے دن لبید نے ان آیات کو دیکھا تو فوراً کہا **و الله ما هذا قول البشر** کہتے ہیں: اس دن سے لبید نے شعر چھوڑا۔ایک دن عمرؓ بن خطاب نے ان سے کہا: اپنا کوئی شعر پیش کریں۔ لبید نے کہا: جب سے میں نے سورہ بقرہ پڑھا ہے شعر کو چھوڑا ہے۔

☆ ڈاکٹر شوکت محمد علیان

استاد فقہ ساعد کلیہ شرعیہ مصر و استاذ جامعہ ملک سعود اپنی کتاب **"ثقافته اسلامیه وتحدیات عصر"** ص ۵ پر لکھتے ہیں:

قرآن وہ کتاب ہے جو محمد پر نازل ہوئی ہے اور مصحف کی صورت میں ہم تک تواتر سے پہنچی ہے۔اس میں جائے شک وشبہ نہیں ہے۔چنانچہ آپ ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز سے تحریف قرآن کے بارے میں لکھا ہے اس میں اس

کتاب کی دیگر کتب اور احادیث کے مقابل میں امتیازات اور خصوصیات بیان کرتے ہوئے کھاہے: یہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو محمد پر نازل ہوا ہے ہم اس کو عبادت سمجھ کر تلاوت کرتے ہیں۔ یہ صفت کسی اور کتاب کو حاصل نہیں اس سے وہ تمام قرائتیں غلط ثابت ہوتی ہیں جو قرآن کے بارے میں اخبار آحاد سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اسی طرح وہ احادیث قدسیہ جو اللہ کی طرف منسوب ہیں وہ بھی اسی سے خارج ہوتی ہیں۔

☆ ڈاکٹر حبیب اللہ طاہری

آپ اپنی کتاب درسہائی از علوم قرآن ج اص ۱۶۹ میں لکھتے ہیں:

قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے اور اسے آپ کا معجزہ نبوت اور خاتمیت ہونا اس بات پر متوقف ہے کہ جو قرآن کریم آج مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، یہ وہی قرآن کریم ہے جو آپ پر نازل ہوا تھا اگر قرآن کریم میں آپ کے بعد دست اندازی ہوئی ہو اور اس کے جمع کرتے وقت اضافہ یا کمی ہوئی ہے یا گزشت زمان کے ساتھ اس کے حروف واعراب میں تغیر وتبدیلی آئی ہو تو اس صورت میں یہ کتاب اپنی افادیت کھودے گی اور غرض نزول ختم ہو جائے گا۔ لہذا قرآن کریم کے اہم اور اولی ترین مباحث میں سے قرآن کریم کا تحریف سے محفوظ کتاب ہونا ہے۔ ہر قسم کے تحریف کنندہ کا ہاتھ اس کتاب تک نہیں آسکتا۔ ہم اس موضوع کی اہمیت کی خاطر اس کو یہاں بنیاد سے اٹھائیں گے۔ علامہ حبیب اللہ طاہری نے بحث کے آغاز میں تحریف کو لفظی اور معنوی میں تقسیم کیا ہے پھر تحریف کے مصادیق بیان کئے ہیں۔

۱۔ حروف اعراب اور کلمات وآیات میں جابجا ہونے، تقدیم وتاخیر تحریف لفظی کا واضح مصداق ہے۔ پھر آپ نے اس قسم کی تحریف قرآن میں واقع نہ ہونے کے بارے میں علمائے اہل سنت اور اہل تشیع کے اسمائے گرامی کو ذیل میں لکھا ہے جن کی تعداد تقریباً ۲۰ ہے اور کہا ہے صیانت وحفاظت قرآن نزد فقہائے شیعہ بدیہیات دینی میں سے ہے۔

۲۔ آپ نے آیات قرآن کریم سے حفاظت وصیانت قرآن اور عزت قرآن کے بارے میں استدلال کیا ہے۔

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ (حجر:۹)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَائَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ، لاَيَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَمِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ (فصلت:۴۱تا۴۲)

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْکَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ (مائدہ:۴۸)

۳۔ان روایات سے استدلال کیا ہے جو آئمہ طاہرین سے وارد ہوئی ہیں اوران کی ایک تقسیم بندی کی ہے۔

ا۔پہلی وہ روایات پیش کی ہیں جو مشکلات،خطرات اورفتنہ کے موقع کیلئے قرآن سے پناہ لینے اورقرآن سے تمسک کرنے کا حکم دیتی ہیں جیسا کہ روایات میں آیا ہے۔(اصول کافی ج۲ کتاب فضل قرآن حدیث نمبر۲)

۲۔حدیث ثقلین اوراس جیسی ہم محتویٰ اورہم معنی روایات ہیں جس میں تمسک بہ قرآن وعترت کا حکم دیا ہے۔

۳۔وہ روایات جو روایات صحیح وغلط میں اشتباہ اورتردد ہونے کی صورت میں صادق کوکاذب سے امتیاز دینے کیلئے ہیں جن میں روایت کوقرآن کے سامنے پیش کرنے کیلئے کیا ہے اوراگر قرآن نے موافقت نہیں کی تو ان روایات کوپھینک دینے کا حکم ہے۔اگرقرآن کریم میں بالفرض تحریف ہوئی تو آئمہ کسی بھی وقت ان روایت کی شناخت کا حکم نہ دیتے۔

۴۔وہ روایات ہیں جو آئمہ طاہرین سے منسوب ہیں کہ یہ وہی قرآن ہے جو محمدؐ پرنازل ہوا ہے۔اس کو پڑھیں اوراس پرعمل کریں۔اگرامیرالمومنین کے پاس موجودقرآن اس قرآن سے جو محمدؐ پرنازل ہوا ہے مختلف ہوتا تو آئمہ یہ اعلان کرتے کہ قرآن جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے کوئی دوسرا قرآن ہے۔

۵۔شواہد تاریخی:جو افراد تاریخ اسلام ومسلمین سے آگاہ ہیں۔نبی کریم اوران کے جانشین اورمومنین حفظ آیات کتابت قرآن پر کس حد تک توجہ رکھتے تھے؟اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک ہی جنگ میں کتنے حافظ قرآن شہید ہوئے۔اوراس کے علاوہ ان چودہ سوسال میں ہمارے پاس موجود قرآن کی آیات وکلمات وحرف سب زیادتی وکمی سے محفوظ ومصون ہیں۔اس کے بعد علامہ حبیب اللہ طاہری نے یکے بعد دیگرے ان لوگوں کے دلائل کو مسترد کیا ہے جنہوں نے تحریف قرآن کو ثابت کیا ہے۔

☆ ڈاکٹر عبد الفتاح فتحی عبد الفتاح

استاذ تاریخ اسلامی والحضارالاسلامیہ کلیہ دارالعلوم جامعہ قاہرہ ص ۵۴ پر آپ لکھتے ہیں:

اللہ نے اپنے بندوں کی طرف رسال رُسل کی سنت کو جاری رکھا تا کہ انہیں خیر اور معروف کی طرف دعوت دیں اور منکرات سے روکیں اسی سلسلہ میں آخری رُسل محمد کو کتاب معجزہ خالدہ کے ذریعے مبعوث کیا اللہ نے اس کتاب کو ہمیشہ سے لوگوں کے ہاتھوں میں رہنے کا بندوبست کیا پھر صحابہ کرام نے اپنے ابتدائی دور میں اس کی تدوین کی اور سینوں میں اُسے محفوظ رکھا پھر ابوبکر صدیق اُٹھے انہوں نے قرآن کو جمع کیا پھر خلیفہ سوم کے دور میں اُسے ایک مصحف ایک قرأت میں لایا تا کہ امت میں کتاب اللہ کے بارے میں متوقع خصومات، مجادلات اور مناظرات کے فتنے کو روکا جائے، کیونکہ یہ شریعت اسلام کا پہلا مصدر ہے۔

☆ ڈاکٹر عاطف سلام:

آپ اپنی کتاب وحدۃ العقائد یہ عبدالسنۃ والشیعہ کے ص ۱۲۳ پر لکھتے ہیں آیات بینات قرآ، اللہ کی طرف سے قلب رسول پر نازل ہوا ہے یہ ایک کتاب حق ہے ہر چیز کی بیان کیلئے نازل ہوا ہے ہدایت و رحمت ہے اور مسلمین کیلئے بشارت اس سے حجت استدلال کرتے ہیں اس سے تاریکی اور ظلمت کو رفع کرتے ہیں اس سے طریق روشن کو واضح کیا ہے یہ نور سامع ہے ضیاء لامع ہے اس کی چراغ کو نہیں بجھا سکتے اس کے شاعوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ یہ وہ کتاب ہے جس نے فصاء و بلغائے عرب کی زبانوں کو بند کیا اور انہیں اس جیسا ایک سورہ لانے کی تحدی کی انتہائی مقابلہ و مبارزہ کرنے کی حرص و طمع کے باوجود عاجز ہو گئے ان کی بُری نیات سامنے آئیں ان کی عجز و ناتوانائی دوسروں کیلئے باعث عبرت بنی فصاحت و بلاغت کے علاوہ اس کی نظام اور احکامات نے دنیا کے مترقی اور صاحب قدرتمندوں کو خاضع کیا۔ قرآن ہر زوایہ سے معجزہ ہے قرآن ہی تمام کتب اور شرائع کے حافظ و نگہبان شاھد و گواہ ہے اگر قرآن نہ ہوتا تو کسی گزشتہ انبیاء کی تصدیق کر سکتے تھے نہ گزشتہ کتب کا قرآن تاریخ کتب میں وہ کتاب ہے جو حوادث زمان کے حدثات سے نہ پرانا ہوتا ہے نہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے کیونکہ وہ اس خالق متعال کی کتاب ہے جس نے اس کو ہمیشہ حق کیلئے چراغ کے طور پر روشن کیا۔ پھر

ڈاکٹر عاطف، ابو جعفر بن جریر طبری کی الاعتقاد سے نقل کرتے ہیں: ''قرآن کے بارے میں ہمارا اعتقاد

یہ ہے کہ یہ کلام اللہ ہے تمام معانی توحید اس میں اللہ نے سمویا ہے۔" پھر قرطبی سے نقل کرتے ہیں "امت اسلامی میں اس کتاب کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں جس سے اللہ نے معجزہ بنا کر محمد پر نازل کی ہے۔

فقہا اور علمائے معاصر حفظہم اللہ

☆ آیت اللہ محمد تقی مصباح یزدی: (متولد ۱۳۱۳ھ ق)

آپ اپنی کتاب "قرآن شناسی" ج ا ص ۲۱۳ پر لکھتے ہیں:

عدم تحریفِ قرآن، چندیں لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے:

ا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے کلمات وسوروں میں کہیں کمی بیشی ہوئی ہے تو پھر آپ کسی بھی صورت میں قرآن سے استدلال نہیں کرسکتے، کیونکہ یہ احتمال اپنی جگہ باقی رہتا ہے کہ جہاں سے آپ نے استدلال کیا ہے، وہاں سے آیت تحریف ہوئی ہو یعنی جو خداوند عالم چاہتا تھا وہ کلمہ یہاں سے چھوٹ گیا ہو۔ غرض آپ کبھی بھی قرآن سے استدلال نہیں کرسکتے۔

۲۔ عدم تحریف قرآن اور اعجاز قرآن دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ تحریف قرآن کا اعتراف اعجاز قرآن کے انکار کے مترادف ہے۔ قرآن کے معجزہ نہ ہونے کی صورت میں نبوتِ خاتم النبیین بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔

۳۔ پیغمبرؐ اور ائمہؑ سے وارد صیانت او رعدم تحریف قرآن پرمبنی روایات سے متعارض ومتصادم ہیں، لہٰذا ان روایات کا علاج ان احادیث سے کرنے کی ضرورت ہے، جہاں روایات کی حجت وسقم کی شناخت کیلئے عرض بقرآن کا حکم دیا ہے یعنی وہ روایات جو قرآن کے مطابق ہیں وہ قبول اور جو قرآن کے مخالف ہیں وہ مسترد ومردود ہیں۔ اگر قرآن میں تحریف ہو تو پھر روایات کو قرآن کے سامنے عرض نہیں کرسکیں گے۔

۴۔ جو قرآن پیغمبر پر نازل ہوا ہے اپنے نزول سے اب تک اس میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں ہوا ہے، بلکہ یہ ہمیشہ مسلمانوں میں گردش میں رہا ہے اور نسل بہ نسل تواتر قطعی سے ثابت ہے یہ مسلمات تاریخ میں سے ہے اور مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ بلکہ غیر مسلمان مستشرقین کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

۵۔ شواہد تاریخی: زمان نزول قرآن کے موقع پر عرب قوی حافظہ کے حامل تھے۔ قرآن اپنی فصاحت اور بلاغت کے حوالے سے حفظ کی طرف جاذبیت رکھتا ہے، لہٰذا بہت سے مسلمانوں نے اسی وقت اسے حفظ بھی کیا اور

تلاوت بھی کی۔

۶۔پیغمبرؐ نے باربار امت کوسفارش و وصیت کی کہ قرآن کی تلاوت کریں لکھیں اور قرآن کے ساتھ کوئی اور کلمہ اضافہ نہ کریں۔

۷۔خلفاء راشدینؓ کے دور میں ہر ایک کی غلطیاں انتقاد کا نشانہ بنتی تھیں، مسلمان چوکنا، ہوشیار اور بیدار تھے، لیکن کسی نے بھی کسی خلیفہ کو قرآن میں کمی بیشی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا۔

۸۔آئمہ طاہرینؑ، اصحاب اور علماء نے ہمیشہ سے اہل کتاب کو طنز و تنقید کا نشانہ بنایا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں تحریف کی، یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے رہبران کو اپنی کتاب پر فخر و ناز تھا کہ ان کی کتاب تحریف سے محفوظ ہے۔

۹۔دلیل عقلی: خاتمیت نبوت یعنی گزشتہ انبیاء کی امتوں نے اپنی کتابوں میں کمی بیشی اور جابجا تحریف کی جس کی وجہ سے گمراہ ہوئے تو یہاں آئندہ کوئی نبی کے آنے کی صورت باقی تھی کہ وہ انھیں اس گمراہی سے نکال لے ،لیکن ختم نبوت کے بعد اگر اس کتاب میں تحریف وقوع پذیر ہونے کو تسلیم کریں تو یہ امت ہمیشہ کیلئے گمراہی اور ضلالت میں رہے گی اور اس کا سبب اور برگشت خود ذات الٰہی کی طرف جائے گی کہ اس ذات نے اس میں کوتاہی کی جبکہ اس کی ذات اس سے پاک و منزہ ہے۔

☆ ڈاکٹر داؤد عطار: (متولد ۱۳۳۹ھق)

جمع قرآن اور اس کی تدوین: [کتاب **موجز علوم قرآن** تالیف دکتور داؤد عطار ص۱۵۲]

جمع، متفرق اشیاء کو ایک مناسب جگہ یا ظرف میں جمع کرنے کو کہتے ہیں ۔جمع، تفرق کی ضد اور اجتماع، افتراق کی ضد ہے۔جمع اور اجتماع متضائف ہیں اسی کلمہ سے جمع قرآن بنا ہے۔

داؤد عطار لکھتے ہیں: بعض علماء اور مفسرین کی نظر میں جمع قرآن کے مختلف و متعدد معانی ہیں ۔وہ روایات جو جمع قرآن کے بارے میں وارد ہوئیں ہیں، ان میں اختلاف ہے۔اگر ہم لفظ ''جمع'' جو روایات میں آیا ہے اس کے بارے میں تحقیق و تدبر کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ جمع ان روایات میں ذیل کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔جمع سے مراد قرآن کریم کو صفحۂ قلب پر حفظ کرنا ہے۔اسی لحاظ سے حفاظ قرآن کو جامع قرآن کہتے ہیں۔

۲۔جمع قرآن سے مراد اس وقت کے میسر وسائل کتابت پر لکھنا ہے،لیکن آیات وسورے اپنی جگہ پراگندہ منتشر تھے۔اگر آیات کو مرتب کرتے تو سورہ ترتیب میں نہیں تھے،ہر سورہ علیحدہ وسیلہ کتابت پر لکھا ہوا تھا۔

۳۔جمع سے مراد قرآن کی آیات اور سوروں کو ترتیب سے ایک قرآن میں رکھنا ہے۔

۴۔ایک قرآن سے دوسرا نسخہ بنانا۔

اگر ہم کلمہ ''جمع'' کے ان چار معانی کے مصادیق اور موارد تطبیق کو تلاش کریں تو ہر ایک کا دور دوسرے کے دور سے ضرور مختلف وا لگ ہے۔مثلاً:

۱۔جمع کا پہلا معنی قرأت ہے،اس میں حفظ یا یاد کرنے کا معنی بھی ہے اس حوالے سے قرآن کو صفحات دل پر جمع کرنا مراد لیں تو سب سے پہلے صدر رسول اللہؐ،اور اس کے بعد صدور صحابہ ہیں۔یہ اس دور کے الواح جن پر قرآن نقش تھا۔اس قسم کا جمع سینکڑوں مسلمانوں کی طرف سے عمل میں آیا ہے۔

۲۔وسائل کتابت پر نقل:جمع سے مراد آیات وسوروں کو وسائل کتابت پر ثبت کرنا ہے۔اس معنی میں بعض صحابہ شامل تھے۔

۳۔جمع قرآن یعنی حفاظ کے سینوں سے اور قراطیس میں مکتوب سب کو یکجا ترتیب سے جمع کرنا ہے جو ابوبکر کے دور میں جمع ہوا۔

۴۔قرآن کو تسلسل آیات اور سوروں کی ترتیب کے ساتھ جمع کرنے کا تصور،خلیفہ سوم عثمانؓ بن عفان کے دور میں انہیں کے توسط سے ہوا ہے۔

یہ اس بات کی دلیل کہ خود پیغمبرؐ کے زمانے میں حفظ قرآن کا اہتمام ہوتا تھا اس میں جائے شک وشبہ نہیں اور اس کیلئے اقامہ دلیل کی ضرورت بھی نہیں۔خود پیغمبرؐ پہلے حافظ اور حفاظ کے آقا وسرکار تھے۔دلیل کی احتیاج نہ ہونے کے باوجود حفظ قرآن میں پیغمبرؐ پیش پیش تھے۔اس بارے میں ہمارے پاس چند یں شواہد ہیں:

۱۔سورہ مبارکہ قیامت میں جہاں فرمایا ہے:اے رسول !اپنی زبان کو حرکت میں نہ لائیں یہاں تک کہ جبرئیل سے فارغ نہ ہو جائیں۔

﴿لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (16)إِنَّ عَلَيْنا جَمْعَهُ وَ قُرْآنَه﴾ (قیامت۱۶۔۱۷)

نبی کریم ،آیات کے کلمات چھٹنے کے خوف سے جبرائیل سے پہلے آیات کی تلاوت کرتے تھے جس پر اللہ نے انھیں روکا اور فرمایا ایسا نہ کریں ہم اس کو آپ کے سینے میں جمع کریں گے ۔اللہ فرماتا ہے اس کتاب کی وحی وحفظ کرنا اور جمع کرنا اور مقاصد کو بیان کرنا یہ سب صاحب کتاب کے ذمہ ہے ۔اور نبی کا اس سلسلے میں کردار اللہ سے وصول کرنا اور پھر لوگوں تک اطمینان قلب کے ساتھ پہنچانا ہے ۔

۲۔سورۂ اعلیٰ: جب پیغمبرؐ پر جبرئیل آیات لے کر اترتے تو پیغمبر نازل شدہ آیات کا بار بار اعادہ فرماتے تھے تا کہ بھول نہ جائیں ۔جونہی جبرئیل تلاوت چھوڑتے تھے پیغمبر اپنی زبان حرکت میں لاتے تھے تا کہ بھول نہ جائیں ۔اس طرح پیغمبرؐ حفظ قرآن کے بارے میں حریص تھے ۔یہاں تک کہ اللہ نے نبی کریمؐ کو اس قرآن کو حفظ میں رکھنے کی شہادت دی ۔

احراق مصاحف اس بات کی دلیل ہے کہ وہاں حاشیے اور قرأت میں اختلاف موجود تھا، لیکن جو ابھی قرآن مسلمانوں کے پاس موجود ہے یہ وہی قرآن ہیں جو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے لہٰذا حضرت عثمانؓ کے جمع ہونے والے قرآن میں کمی بیشی نہیں ہے ۔لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ صدر اسلام میں ایسا اختلاف موجود تھا، لیکن حضرت عثمانؓ کے دور میں یہ اختلاف ختم ہوا اور ایک ہی مصحف جو پیغمبر سے ملا تھا وہ ہمارے پاس موجود ہے، اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہے ۔

۳۔قرآن جمع کرنے اور حفظ کرنے والے خود نبی کے دور میں کافی تعداد میں موجود تھے ۔نبی کے دور میں حفاظ کی تعداد شمار سے باہر ہونے کی دلیل یہاں سے ملتی ہے کہ نبی کے دور میں سنہ ۴ ھ میں ستر قاری شہید ہوئے ۔یہاں سے پیغمبر نے اس کے ضیاع سے ڈریں اور حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ قرآن کو جمع کریں ۔اسی طرح ابا بکرؓ کے دور میں جب جنگ یمامہ لڑی گئی تو ستر حفاظ قرآن شہید ہوئے ۔اس وقت ۴۰۰ قاری قرآن موجود تھے ۔ابن کثیر نے لکھا ہے جنگ یمامہ جو مسیلمہ بن کذاب سے لڑی گئی تھی اس میں ۵۰۰ قاری شہید ہوئے ۔مسجد نبوی قاریان قرآن سے پُر رہتی تھی ۔ہر ایک گوشہ سے تلاوت قرآن کی آواز اٹھتی تھی اور رسول اللہ انہیں اپنی آواز ہلکی رکھنے کا حکم دیتے تھے ۔

۴۔نبی کریم آنے والے ہر مہاجر مسلمان کو کسی حافظ کے سپرد کرتے تھے، تا کہ اسے قرآن حفظ کروائیں ۔یہاں تک کہ حفظ قرآن مرد و زن میں پھیل گیا اور مسلمان حفظ قرآن کے فریفتہ ہو گئے ۔اور ایک عجیب شوق و ذوق

ان میں پیدا ہوا۔ مسلمان عورت اپنے مہر یہ کو تعلیم قرآن قرار دیتی ۔ ابوعبیدہ نے کتاب قراء میں اصحاب نبیؐ میں ذیل کے مہاجرین کو حفاظ قرآن قرار دیا ہے:

چاروں خلفائے راشدین، طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ، سالما، ابو ہریرہ، عبید اللہ بن سائب، عبد اللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، عبداللہ بن مسعود، عائشہ، حفصہ، ام سلمہ۔

۵۔ نبی کریمؐ اپنے ابتدائی دور رسالت اور نزول قرآن میں قرآن کی طرف بہت توجہ دیتے تھے، چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں پہلی بار مصعب بن عمیر کو بیعت عقبہ اولیٰ پر بیعت کرنے والوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ اہل مدینہ کو اسلام اور قرآن سکھائیں۔

۶۔ فتح مکہ کے موقع پر حفظ، جمع اور تعلیم قرآن کی خاطر آپ نے معاذ بن جبل کو حکم دیا کہ آپ مکہ میں رہیں تاکہ لوگوں کو دین و قرآن سکھائیں۔

۷۔ ایک گروہ پیغمبرؐ کے پاس آیا تو آپ نے عباد بن بشیر کو ان کی طرف بھیجا تاکہ انہیں قرآن سکھائیں۔

۸۔ خود نبی کریم بنفسہ مسلمانوں کو قرآن سکھاتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے کوفہ میں اپنے اصحاب سے کہا: میں نے خود رسول اللہ کی زبان سے ستر سورے سیکھے ہیں۔ عبداللہ بن عباس نے کہا: پیغمبر ہمیں تشہد اور قرآن سکھاتے تھے۔ ابی بن کعب نے کہا میں مسجد میں گیا تو مسجد میں ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا، ابی ابن کعب نے اس شخص سے پوچھا تمہیں کس نے قرآن سکھایا تو اس نے جواب دیا میں نے رسول اللہ سے قرآن سیکھا ہے۔

فرانسیسی مستشرق ''م غودفرو'' کہتا ہے: اسلام کے ابتدائی دور سے ہی محمدؐ نے اپنے پیروکاروں کو جمع کیا اور انہیں وحی سکھائی۔ احتمال قوی ہے یہ تلاوت قرآن اور تفسیر قرآن کی خاطر تھی۔ ان افراد کے حافظے حفظ قرآن کیلئے بہترین امان گاہ تھے۔ اس وقت انسان مسلم کی قدر و منزلت اسی میں تھی کہ وہ حافظ قرآن ہے۔

☆ آیت اللہ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی: (متولد ۱۳۴۶ھق)

آپ اپنی کتاب ''**بشارات و المقارنات**'' مطبوع ۱۳۸۸ھ۔ مطبعۃ الغریب نجف۔ ص ۲۲۴ پر لکھتے ہیں:

قرآن تحریف سے محفوظ ہے جبکہ کتب عہدین تصریح قرآن کے تحت محرف ہیں۔ قرآن کی طرف تحریف کی نسبت ان کی طرف سے ایک فریبِ غصہ ہے قرآن کے حفظ و صیانت پر تنہا آیات نہیں، بلکہ کلمات قرآن اس کی

مصونیت کے گواہ ہیں۔ کہتے ہیں یہ عزیز و حکیم کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے اور عزیز کا معنی ہے منیع یعنی اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا ہے، اس تک کسی تحریف کنندہ کے ہاتھ کی رسائی اور نہ نسخ کنندہ کے نسخ کی رسائی ہے۔ اللہ کے فیصلے، دائم، قائم اور عزیز ہے۔ ذلت اور ضلالت کی رسائی اس تک نہیں ہے۔ یہ کتاب مجید ہے، یعنی بہت بلند و بالا ہے اس کی حجت و برہان تک کسی کے تخلیات کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس کا نازل کرنے والا، اس کی تلاوت کرنے والا اور اس کا بیان کرنے والا خود اللہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ قیامت میں آیا ہے۔

جمع قرآن، تالیف قرآن اور ثبت قرآن، تمام کے تمام اس ذات عزیز کی طرف سے اور اس کے حکم کے تحت اس کے نبی کی نظارت میں انجام پائے ہیں۔ جمع کنندہ قرآن، پہلے مرحلے میں اللہ اور دوسرے مرحلے میں نبیؐ ہیں۔ قرآن کی حفاظت سے ہی انبیاء و رسل کی حفاظت ہے۔ اس کے علاوہ روایات عرض اور حدیث ثقلین اس کی صیانت پر گواہ صدق ہیں۔ یہ کہنا کہ قرآن، اصحاب خلفاء، شیخین یا عثمانؓ کی طبیعت ونسیان اور بے توجہی سے تحریف ہوئی ایک شیطانی وابلیسی شکوک ہے۔ مسلمان کیسے ایسے جرم و جنایت کو نظر انداز کرکے بغیر کسی شور وشرابہ کے خاموش رہے۔ دنیا کا کتنا بڑا مجرم، جرم و جنایت کرنے والا کیوں نہ ہو وہ اپنی قوم وملت کی رگ حیات پر ہتھوڑا نہیں مار سکتا۔ قرآن، عزت مسلمین، رگ حیات مسلمین ہے کیونکہ آئمہ اطہارؑ نے بعد میں اپنی احادیث کی چھان بین کی کسوٹی قرآن کو قرار دیا ہے۔

آپ نے تفسیر قرآن فی القرآن کی ۳۰ جلد تصنیف کی ہیں۔ سورۂ مبارکہ حجر کی آیت ۹ کے حوالے سے جلد ۱۳ صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں عربی ادب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دس قسم کی تاکیدیں کی ہیں۔

یہ قرآن ذکر ہے جسے ہم نے اپنی تمام صفات الوہیت کے ساتھ محمدؐ پر نازل کیا ہے، انہیں تمام صفات کے ساتھ اسے محفوظ رکھیں گے، لہٰذا اللہ کے سوا کوئی طاقت وقدرت اس کے اندر کسی قسم کی تحریف وتبدیلی نہیں کرسکے گی۔ اس آیت کریمہ میں کلمہ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے کیوں کہ کلمہ نزلنا تدریج کیلئے آتا ہے اور نبی ورسول تدریجی نازل نہیں ہوتے، بلکہ دفعی ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے آیت شمارہ ۶ میں ''ذکر'' سے مراد قرآن ہے۔ ان تمام تاکیدات سے خدا یہ ثابت کر رہا ہے کہ قرآن ہر قسم کی سازش و برے عزائم سے محفوظ رہے گا۔ قرآن مقدس کی حفاظت سے رسالت رسولؐ محفوظ ہے، کیوں کہ آپ کی رسالت قرآن سے ہی ثابت ہے، قرآن ہی آپ کی سند نبوت ہے۔ محمدؐ کی

حفاظت سے قرآن مقدس کا تحفظ نہیں ہوتا، بلکہ قرآن کے تحفظ سے رسول خدا کو تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ رسول خداؐ بشر ہیں اور اس بشریت کے ناطے آپ پر ہر طرح سے طعن، تشنیع، جلاوطنی، تہمت اور افترا سے حملے کئے گئے، لیکن قرآن مقدس جو آپ کی نبوت کی سند ہے، ان تمام چیزوں سے محفوظ رہا اور ابھی تک خالد و جاوداں ہے اور اسی مقدس قرآن کی وجہ سے آپ کی نبوت باقی ہے۔

یہ کہنا کہ لوح محفوظ کے اندر قرآن محفوظ ہے، اس لئے اس کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہ ایک غلط تصور ہے کیوں کہ تحفظ کی ضمانت وہاں ہوتی ہے جہاں وہ لوگوں کی دسترس میں ہو اور ضائع ہونے کا خطرہ موجود ہو۔ جبکہ لوح محفوظ تک کسی کی رسائی نہیں ہے، لہٰذا ایسا کوئی خطرہ نہیں خطرہ اس دنیا میں ہے سازشیں اس دنیا میں ہو رہی ہیں۔ قرآن کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں امت کا کوئی احسان نہیں ہے، بلکہ اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے امت پر یہ احسان ہے کہ اللہ نے اس قرآن کو ان کے ہاتھوں میں بھی محفوظ رکھا ہے۔

یہ فکر بھی درست نہیں کہ قرآن مجید آئمہ اطہار کے بعد سے حضرت امام مہدیؑ کے پاس محفوظ ہے کیوں کہ حفاظت سے مراد نسخہ یا کاغذ مراد نہیں۔ لوح سے مراد چمڑے کی مکتوبات نہیں، بلکہ وہ آیات مراد ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔

قرآن کی حفاظت پر کوئی اعتراض معقول و مستدل نہیں ہوسکتا جتنے اشکال کیے جائیں وہ سب باطل ثابت ہونگے

﴿الـرٰ كِتَـابٌ أَنـزَلْـنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (ابراہیم/۱)

سورۂ فصلت کی آیت ۴۱ تا ۴۲ تک میں آیا ہے:

﴿إِنَّ الَّـذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَائَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ، لَايَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَامِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾

اس کتاب مقدس کو ناقابل عمل ثابت کرنے کے تمام طور طریقے حیلہ بازیاں اور دروازے بند ہیں۔ یہ کتاب عزیز یعنی کتاب قدرت مند ہے۔ یہ کتاب، ذات حمید کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ وہی ذات اقدس اس کا

حافظ وناظر ہے۔جہاں محافظ اللہ کی ذات ہے وہاں کس کی مجال ہے کہ اس کی کرامت کو چھو سکے۔

اگر کوئی کہے کہ اللہ کی طرف سے اور بھی بہت سی کتابیں آئی ہیں وہ بھی تو محفوظ نہ رہ سکیں اس کا جواب واضح ہے کہ ان تمام کتابوں کا تحفظ وصیانت اسی مقدس قرآن میں ہے۔

جس خدائے بزرگ وبرتر نے اس قرآن کی حفاظت کی ضمانت دی ہے اسی نے اس رسول ونبی کو بھی ہر قسم کے جان لیوا خطرات اور سازشوں سے بچا کر حفاظت فرمائی۔یہاں تک کہ اپنی رسالت،آیات قرآنی کی تبلیغ اور تکمیل اور اطمینان تک پہنچائی۔اور پھر آپ کو اپنی طرف بلایا۔

کیا اس دنیا میں قرآن کے علاوہ ایسی کوئی کتاب موجود ہے جو ہر قسم کے حیلے بہانے سے محفوظ ہو،جس کے الفاظ ومعنی اور اس کے مبانی ابھی تک محفوظ ہوں؟یہ واحد قرآن ہے جس نے چیلنج کیا ہے کہ قرآن اپنی الٰہی حفاظت واعجاز میں محفوظ ہے۔قرآن کی تحریف سے محفوظ ہونے کے بارے میں احادیث متواترہ ہیں جیسے حدیث ثقلین۔ہر روایت کی صحت وسقم کیلئے روایت کو قرآن کے سامنے رکھنے کے حکم سے واضح ہے کہ قرآن ہر قسم کے باطل کنندہ نسخ وتغیر اور تبدیلی سے محفوظ ہے لہٰذا تحریف قرآن کے بارے میں وارد روایات قابل قبول نہیں ہیں۔

قرآن کے اندر تحریف ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے بارے میں امام باقرؑ کی یہ روایت صادق آتی ہے کہ وہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے حروف کو بچایا ہے اور حدود کو توڑا ہے۔آیات نقل کی ہیں رعایت نہیں کی،جاہل لوگ ان کو تحریف قرآن سے تعبیر کرتے ہیں۔

جمع کے بارے میں جس قسم کی بھی روایات ملتی ہیں کہ غیر اللہ یعنی اللہ کے ارادۂ ونظارت کے علاوہ کسی اور نے قرآن کو جمع کیا ہے یہ روایت سورۂ قیامت کی اس آیت کے خلاف ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے،اس قرآن کو جمع کرنا اس کی تلاوت وقرأت ہمارے ذمہ ہے۔جمع قرآن اللہ اور اس کے رسول نے ہی کیا ہے۔لہٰذا وہ روایتیں مضحکہ خیز ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ قرآن سے بہت سی آیات کم ہوئی ہیں۔جیسا کہ کہتے ہیں سورۂ فلاں قرآن میں نہیں ہے۔بعض کہتے ہیں کہ قرآن کی دو تہائی حصہ حذف ہوگئی ہے جیسے

﴿وان خفتم ان لا تقطوا فی الیتمی وانکحوا﴾

وانکحو سے پہلے کچھ کلمات حذف ہو چکے ہیں دو ہزار آیات،حذف ہوئی ہیں اور اصحاب میں سے کسی کو پتہ ہی نہیں

چلا جبکہ حضرت علیؑ جیسے اصحاب بھی موجود ہوں۔ ہمارے پاس جو قرآن موجود ہے یہ پیغمبرؐ خدا کے رحمتِ حق کی طرف منتقل ہونے سے پہلے جمع تھا جیسا کہ سورۂ قیامت کی آیت اس پر گواہ ہے۔اللہ نے اس آیت میں قرأت سے پہلے جمع قرآن کا ذکر کیا ہے۔یعنی قرآن، پیغمبرؐ پر تلاوت ہوتا تھا اور ساتھ اشارہ بھی ہوتا تھا کہ ان آیات کو کہاں کس سورہ میں رکھنا ہے، اس ہدایت کے مطابق اسی شکل میں یہ قرآن باقی ہے اور تمام آئمہ نے اس نظریہ کی تائید بھی کی ہے فرمایا: یہ قرآن وہی قرآن ہے جو رسول اسلامؐ نے حکم الٰہی پر عمل کرتے ہوئے جمع کیا ہے۔اس میں نقطہ برابر نہ کمی ہوئی نہ بیشی۔

جو لوگ تحریف قرآن کا شور کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو قرآن پر حملہ کرنے کیلئے مورچہ بنارہے ہیں۔
تحریف قرآن پر مبنی روایات خود قرآن کے خلاف ہونے کے ساتھ روایات متواترہ کے بھی خلاف ہیں۔لہٰذا یہ روایات قابل قبول نہیں ہیں، یہ قرآن وہی قرآن ہے جو رسول خدا کے زمانہ میں تھا اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ اگر یہ قرآن کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف کثیر ملتا۔

قرآن، پیغمبرؐ کی حیاتِ مبارک میں نازل ہوا اور وحی سے اشارہ ہوتا تھا کہ یہ آیت کس آیت کے بعد کس سورہ میں رکھنی ہے اور اسی حکم کے تحت پیغمبرؐ کے اذن سے کاتبان وحی لکھتے تھے، لہٰذا سورہائے قرآن اسی ترتیب سے مرتب کی گئی ہیں۔اس کے بعد اصحاب رسولؐ نے کام کیا اور دیگر اصحاب نے اس کی تائید وتصدیق کی۔یہی وجہ ہے کہ محققین نے قرآن میں موجود آیات کا ایک دوسرے سے تناسب اور ہر سورہ کا دوسرے سورے سے تناسب بھی بیان کیا ہے۔کہ یہ سورہ اس سورہ کے بعد کیوں آئی۔ہمیں بعض افراد پر تعجب ہوتا ہے جو کہتے ہیں قرآن مقدس کو جمع کرتے وقت کوئی کسی قسم کی ہدایات جاری نہیں کی۔یہ انتہائی مضحکہ خیز بات ہے۔

سورہ فصلت کی آیت ۴۱ میں مفسر بزرگوار فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں اللہ نے منزلت وعظمت کتاب کی عزت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے، یہ ذات عزیز کی طرف سے نازل شدہ کتاب عزیز ہے۔یہ غالب رہے گی مغلوب نہیں ہوگی اس کا حکم عزیز ہے یہ مثلث زمانہ یعنی ماضی، حال اور مستقبل میں ہر حوالے سے محفوظ رہے گی یہ نہیں فرمایا کہ اس کی طرف مبطل نہیں آئے گا، بلکہ یہ فرمایا کہ باطل نہیں آئے گا یعنی مبطل آتے رہیں گے لیکن وہ اس کو کبھی باطل نہیں کرسکیں گے۔

ظواہر قرآن کی حجیت:

محمد صادقی تہرانی اپنی کتاب "**اُصول استنباط بین الکتاب والسنہ**" کے ص ۹۹ پر لکھتے ہیں:

قرآن کو مہمل ملغی چھوڑ دینے کی بات یہاں تک پہنچی ہے کہ بعض یہ کہنے لگے ہیں کہ قرآن قطعی الصدور، لیکن ظنی الدلالت ہے اور حدیث قطعی الدلالت ہے لیکن اس کی سند ظنی ہے باینکہ قرآن کی بلاغت اور فصاحت اپنی انتہائی اوج پر پہنچی ہوئی ہے کہ کلام کی فصاحت و بلاغت خود اس بات کی دلیل ہے کہ کلام اپنے متکلم کی مراد کو بیان کرنے میں وافی اور کافی ہے۔ جو کچھ قرآن کے ظاہر سے ثابت ہے وہی دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہے چہ جائیکہ خود ظاہر وعیاں ہو، جبکہ حدیث اپنی جگہ اختلافات وجعل کا شکار ہوئی ہیں اور نقل معانی و الفاظ سے دوچار ہوئی ہیں۔ حدیث، قطعاً قطعی الدلالت نہیں، بلکہ حدیث اپنی جگہ ظاہر بھی نہیں الا یہ کہ کسی حدیث کی حجت کو ہم قرآن کے موافق ہونے کا استناد کریں۔ قرآن کی دلالت کیلئے ہم حدیث کے محتاج نہیں ہیں لیکن حدیث اپنی تصدیق کیلئے قرآن کی محتاج ہے، چنانچہ روایت عرض بہ قرآن اس کی گواہ ہے۔ تناقض گوئی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ قرآن بیان و بلاغت میں افصح و ابلغ ہے لیکن وہ مجمل ہے اور حدیث کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا تو آپ یہ کہیں قرآن فصاحت و بلاغت نہ ہونے میں معجزہ ہے۔ بلکہ آپ یوں کہیں کہ قرآن فصاحت و بلاغت میں معجزہ نہیں ہے۔

کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ قرآن کا ظاہر حجت نہیں جب تک حدیث سے مستند نہ ہو گویا قرآن ایک احمق جن زدہ انسان کا کلام ہے کہ اسے خود بھی پتہ نہیں چلا کہ اسے کیا کہنا ہے۔ اس سلسلے میں بحث کو طول دینا مناسب نہیں جتنا طول دیں گے یہ قرآن کے حق میں اہانت و جسارت ہو گی حتی یہ اہانت و جسارت فصاحت و بلاغت قرآن کے نقطہ اوج سے مس کرے گا۔ یہ احمق لوگ بعض عقلاء کے کلام سے اور بعض اوقات دیوانوں کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ وہ ابھی بھی تردد میں ہیں کہ قرآن کا ظاہر حجت ہے یا نہیں۔ اس سے زیادہ اہانت قرآن کے بارے میں اور کیا ہو گی؟ اللہ اور اس کا رسول ان سے بری ہے۔ لیکن ان کا غرور اس حد تک زیادہ ہے کہ وہ حوزات میں داخل ہو گئے ہیں اور حوزہ والے بھی یہ کہنے لگے ہیں کہ قرآن ظنی الدلالت ہے۔ کیا ظاہر ظن ہوتا ہے۔ تو آپ یوں کہیں کہ قرآن ضعف الدلالت میں معجزہ ہے۔ قرآن اپنے بیان میں شاہکار ہے۔ اس کا اعلان ہو وہ برملا، واشگاف اور واضح الفاظ میں کرتا۔ اس سلسلے میں ذیل کی آیات صریح ہیں۔

﴿ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ﴾ (اسراء۹)

﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا ﴾ (اسراء۴۱)

﴿ وَبِالْحَقِّ أَنزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ﴾ (اسراء۱۰۵)

﴿ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ ﴾ (اسراء۱۰۶)

﴿ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا ﴾ (مریم۹۷)

﴿ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ ﴾ (عنکبوت۵۱)

﴿ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ ﴾ (ص۲۹)

﴿ وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَى عِلْمٍ ﴾ (اعراف۵۲)

﴿ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ ﴾ (اعراف۱۷۱)

﴿ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ ﴾ (یونس۵۷)

﴿ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ ﴾ (هود۱)

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا ﴾ (یوسف۲)

﴿ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ (آلعمران۱۳۸)

﴿ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ ﴾ (نساء۱۷۴)

﴿ قُرآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ ﴾ (زمر۲۸)

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ﴾ (نحل۸۹)

﴿ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ ﴾ (نور۳۴)

یہ قرآن ہے جو اپنا تعارف خود کرتا ہے۔ پھر آپ کو یہاں لکھنوی زبان میں قرآن سے کہنا پڑا کہ حضور آپ کو اپنا ظاہر کیا پتہ ہمیں آپ سے بہتر معلوم ہے۔

☆ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی: (متولد ۱۳۴۷ھ ق)

آپ اپنی تفسیر قرآن کی جلد ۱۱ ص ۷ اپر سورۂ حجر کی آیت ۹ میں فرماتے ہیں:

کفارومشرکین کی نبی کریمؐ کے ساتھ مسخرہ آمیز حرکات اور پیغمبرؐ کو ناکام بنانے کے مختلف بہانوں کے بعد اللہ تعالٰی نے آپ اور مومنین کے دل کی تسلی کیلئے یہ آیت آپ پر نازل فرمائی۔جس میں فرماتا ہے: ہم نے اس قرآن کو یاددہانی کی کتاب بنا کر بھیجا ہے۔آپ یقین رکھیں ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ایسا نہ ہوگا کہ لوگ اس درخشاں نور کو غبار آلود کرسکیں گے۔اس چراغ کو اللہ نے روشن کیا جسے کوئی گل نہیں کرسکتا۔یہ گروہ جو آپ سے استہزا کررہا ہے وہ ناتواں ہے ان کے مقابلے میں کامیابی ہمارے لئے آسان ہے۔دنیا کے تمام ستم گروسیاست مدار مل کر بھی اس نور کو خاموش نہیں کرسکتے۔تمام دنیا کے منحرفین کچھ نہیں کرسکتے کیوں کہ اس کی حفاظت و پاسداری کی ذمہ داری اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔حفاظت سے مراد اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدیلی نہیں ہوسکتی،ہم اس کو بچائیں گے۔بعض علماء نے فرمایا: اس کو گمراہ کرنے والی منطق سے بچائیں گے۔

الغرض ہم اس کو محکوم کرنے والی ہر سازش سے بچائیں گے۔آیت اللہ مکارم فرماتے ہیں: اللہ نے وعدہ دیا ہے ہم اس کو ہر طرف سے اور ہر قسم کی تحریف سے بچائیں گے۔وسوسہ گر اس تک رسائی حاصل نہ کرپائیں گے۔بعض کہتے ہیں: حفاظت سے مراد پیغمبرؐ کی حفاظت ہے،جبکہ یہ درست نہیں کیوں کہ اس سے پہلی آیت میں ذکر سے مراد قرآن ہے۔

پھر عدم تحریف کے بارے میں فرماتے ہیں: مشہور علمائے شیعہ وسنی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہے اور جو قرآن اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہی قرآن ہے جو پیغمبرؐ پر نازل ہوا۔علمائے قدیم ومو‌خرین سب اس پر متفق ہیں۔علمائے شیعہ میں سے شیخ طوسی،سید مرتضیٰ،شیخ صدوق،مرحوم طبرسی،کاشف الغطاء اور کاظم یزدی وغیرہ ہیں۔

☆ آیت اللہ جعفر سبحانی:(متولد ۱۳۴۷ھ ق)

آپ صیانت قرآن کے بارے میں اپنی کتاب معالم النبوۃ ص ۳۹۷ پر لکھتے ہیں: قرآن نے پہلے ہی دیگر غیبی خبروں کے ساتھ یہ خبر بھی دی ہے کہ یہ قرآن تمام معنوں میں تحریف سے محفوظ رہے گا۔جبکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بہت سی کتب آسمانی میں تحریف ہوئی ہیں اور آنے والے زمانہ میں مختلف اور تلخ حوادث کے بارے میں قرآن نے خبر دی ہے۔ظالم وجابر طاقتیں اور حکومتیں اس قرآن کے ساتھ نہیں کھیل سکیں گی۔سورہ حجر کی ۹ کے ذیل میں فرماتے

ہیں: اس ذکر سے مراد قرآن ہے جیسا کہ اس سورہ کی آیت ۶ میں آیا ہے، چنانچہ کہا ہے کہ کوئی باطل کنندہ کبھی نہیں آ ئے گا، بعض آیات میں اللہ نے قرآن کے اس نور کو بجھانے والوں کے کامیاب نہ ہونے کی خبر دی ہے۔

﴿ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ، هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾

(توبہ:۳۲ تا ۳۳)

☆ علامہ محمد علی صابونی: (متولد ۱۳۴۷ھ ق)

علامہ مفسر عظیم محمد علی صابونی اپنی تفسیر ''صفوۃ التفاسیر'' میں سورہ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں لکھتے ہیں ہم اپنی تمام عظمت و بزرگی کے ساتھ اے محمد آپ پر قرآن نازل کر رہا ہوں اور ہم ہی اس قرآن کے حافظ و نگہبان ہے کہ اس تک کسی بھی زیادہ و نقصان تغیر تبدیل پہنچ جائے فرماتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے: اللہ نے اس قرآن کی حفظ کی ضمانت از خود لی ہے، لہذا کسی کی قدرت میں نہیں کہ اس میں زیادہ کرے یا کمی یا تبدیل یا تغیر۔ جیسا کہ اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کے ساتھ ہوا ہے، کیونکہ ان کتابوں کی حفاظت ان کے اہل پر موکول تھی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے۔ جہاں **استحفظو** ان سے طلب حفظ کہا ہے اور یہاں **وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** کہا ہے۔

سورہ مبارکہ فصلت کی تفسیر میں آپ لکھتے ہیں: بتحقیق یہ کتاب اپنی حجت اور قوت بیانی کے ساتھ غالب رہیں گے اس میں موجود اعجاز کا کوئی نظیر نہیں ہے اس میں موجود اعجاز جو ہر جاہد کو دفع کرتا ہے ہر معاند کو نابود کرتا ہے اس کا کوئی نظیر نہیں باطل کسی بھی جہت اس کو نہیں کھٹکھٹا سکتا ہے اور نہ اس میں طعن کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

اسی طرح سورہ قیامت میں فرماتے ہیں: آپ اپنی زبان کو تلقی وحی کے وقت حرکت میں نہ لائیں کہ آپ خوف نہ کھائیں آپ سے کوئی چھوٹ جائے گا، ہمارے ذمہ ہیں کہ اس کو آپ کے سینے میں جمع کریں جب ہم اس کی تلاوت کریں گے تو آپ اس کی سماعت کریں اور اپنا لب نہ کھولیں پھر ہم آپ کو اس کا بیان کریں گے جہاں آپ کیلئے مشکل ہو۔

☆ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی :(متولد ۱۳۵۱ھ ق)

آپ اپنی گرانقدر "تفسیر المنیر " کی جلد ۱۴ ص ۱۶ پر سورۂ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: وہ ذات باری تعالیٰ جس نے محمدؐ پر ذکر نازل کیا یعنی قرآن نازل کیا وہی اس قرآن کو تغیر وتبدل سے بچانے والا ہے۔ اللہ نے ان سے کہا تم لوگ محمدؐ کو جنون میں مبتلا کہتے ہو بلکہ ہم ان پر قرآن نازل کرنے والے ہیں۔ ہم ہی اس کے حافظ ہیں۔ یہ قرآن کی خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی صیانت کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے۔ اللہ نے تا قیام قیامت اس کی حفاظت کی ضمانت دی ہے، حالانکہ اس نے دیگر کتب آسمانی کی ضمانت نہیں دی۔ ان کتابوں کی حفاظت، اللہ نے احبار ورہبان پر چھوڑی تھی، جبکہ انہوں نے اس کو کھیل بنایا اس کے اندر تبدیلیاں کیں اور ان کا اصل بھی ضائع کیا حتیٰ اب اصل کا نشان بھی باقی نہیں ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ آیت ۴۴ میں آیا ہے۔

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ﴾

☆ آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ :(متولد ۱۳۵۴ھ ق)

آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسین فضل اللہ، دیگر مراجع کی بہ نسبت زیادہ بولنے والے اور لکھنے والے ہیں یعنی اپنے عقائد وافکار ونظریات کا ہر موقع محل پر اپنے بیان وقلم سے مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ مرجع بننے سے پہلے کتاب الحیاۃ ودیگر کتابچوں میں اکثر فتاویٰ میں قرآن سے استناد فرماتے تھے۔ تحریف قرآن کے بارے میں آیت اللہ کے نظریات واضح وروشن ہیں۔

قرآن کریم کی تحریف کے خدشات کو تقویت دینے والی بعض روایات کا سہارا لینے والوں کا کہنا ہے:

۱۔ سوروں کی ترتیب: یعنی قرآن کریم کی سورتیں ترتیب دیتے وقت آگے پیچھے ہو گئیں ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمع قرآن وحی ونظارتِ رسول سے ہٹ کر انجام پائی ہے۔

آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ اس سلسلے میں اپنے ہفت روزہ اخبار الندوہ۔ جو دمشق سے جاری ہوتا ہے، کے پہلے شمارہ ص ۲۰۰ پر اس بارے میں فرماتے ہیں: ہمارے پاس بہت سے اخبار ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ خود نبی کریمؐ

جمع قرآن پر مشرف و ناظر تھے۔آپؐ فرماتے تھے کہ کس آیت کو کس سورہ میں کہاں رکھو۔اس روایت کو سامنے رکھنے پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ تنظیم وترتیب سورہ خود نبی کی ہدایت کے مطابق ہوئی ہے تو یہ سوال کرنا کہ جمع قرآن کس نے کیا یا پیغمبرؐ اس کام کو ادھورا کیوں چھوڑ گئے یا پیغمبرؐ کی حیات میں یہ قرآن ایک جگہ جمع نہیں تھا،تحریف قرأت کے مترادف ہے۔قرآن مقدس لوگوں کے سینوں میں تھا یا الگ مکتوب کی صورت میں، بہر حال جب حفاظِ قرآن شہید ہوئے اور قرآن کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا،تو پھر جمع قرآن پر توجہ دی گئی۔جو قرآن اس وقت ہمارے پاس موجود ہے وہی قرآن ہے جو آپؐ پر نازل ہوا ہے۔

۲۔تحریف قرآن کو اہل تشیع کے نزدیک تقویت دینے والی ایک روایت مصحف فاطمہ ہے۔

آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ اسی شمارہ کے صفحہ ۱۸۲ پر لکھتے ہیں:ایک روایت ہے کہ مصحف فاطمہ میں ۱۶۰۰۰ آیات ہیں،اس میں سے ایک آیت بھی موجودہ قرآن میں نہیں ہے، بلکہ ایک حرف بھی نہیں ہے۔اس کے بعد آیت اللہ فرماتے ہیں:اس مصحف سے مراد وہ قرآن وحی نہیں بلکہ مصحف سے مراد وہ کاغذ ہے جس پر لکھتے ہیں۔قرآن کو مصحف اس لئے کہتے ہیں کیوں کہ اسے کاغذوں یا صفحات پر لکھا جاتا ہے لہٰذا کسی شیعہ نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ان کے پاس اس قرآن کے علاوہ قرآن ہے۔مصحف فاطمہ نہ تو قرآن ہے نہ ہی قرآن جیسی کوئی چیز ہے اس میں وہ احادیث ہیں جو امور غیبی کے بارے میں زہراؑ سے منسوب ہیں۔ایسی روایات سے نتیجہ لے کر بعض نے یہ کہا ہے کہ شیعوں کے پاس مصحف فاطمہ ہے۔ہم ان سے پوچھیں گے ہمارے پاس ہے تو کوئی ایک نسخہ تو لائیں۔تاریخ اسلام میں شیعوں کے گھروں پر کتنے حملے ہوئے اور تلاشیاں لی گئیں تو کیا پوری دنیا میں کسی کو بھی ایک نسخہ بھی ملا جسے وہ سامنے لاتا۔

ہم اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ شیعوں کے پاس اس قرآن سے ہٹ کر جو عام مسلمانوں کے پاس ہے کوئی اور قرآن نہیں ہے۔پھر اس موضوع پر اتنا زور اور جنگ وجدل کیوں ہے؟امریکہ کے بارے میں تحقیق کریں جو اس کام کیلئے لوگوں کو آمادہ کرتا ہے،تاکہ مسلمان ہمیشہ جھگڑے اور فتنہ وفساد میں رہیں۔

مصحف فاطمہؑ،آئمہ کے پاس ہے یا علیؑ یا کسی امام کا لکھا گیا ہے۔ہم تحقیق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ کتاب وحی نہیں ہے نہ قرآن کے بدل میں ہے اور نہ قرآن کے برابر ہے۔آیت اللہ فضل اللہ اپنی تفسیر قرآن **"من وحی**

القرآن" کی جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۷۲ پر سورۂ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

یہ آیت، قرآن کی آیات ،کلمات میں تغیر وتبدل یا کسی قسم کی تحریف کے اشکال حتیٰ شک وتر دید کو مسترد کرتی ہے۔اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہنے کی ضمانت ہے، تا کہ لوگ ہر دور میں شک وتر دید کی صورت میں اس قرآن کی طرف رجوع کریں۔جب مفاہیم خلط ہو جائیں اور غلط نظریات کو فروغ ملے تو یہ قرآن ان میں معصوم مرجع رہے، یہ قرآن صادق رہے، تا کہ لوگ صحیح اور غلط کی تمیز کریں۔قرآن سے موازنہ کر کے جانچ سکیں۔جب مسلمانوں کے پاس نبی کریمؐ سے وارد کثیر احادیث کو جانچنے کیلئے موقع آئے تو اس کتاب کی طرف رجوع کریں اس طرح وہ یہ کاذب اور صادق کے مابین فرق واضح کریں گے۔جو چیز کتاب اللہ کے خلاف ہے وہ زخرف ہے ہمارا نظریہ یہ مدعیٰ اور نقطہ نظر خود آیات کے اندر سے نکلتا ہے۔ہر قرآنی اسلوب سے عارف وآ گاہ انسان کو بالکل صاف پتہ چلتا ہے کہ کونسی چیز قرآن سے مطابقت نہیں رکھتی اور جعل سازوں نے قرآن میں شامل کی ہے اور وہ قرآن کے قریب بھی نہیں آسکتی۔قرآن کی سلامتی پر کوئی آنچ نہیں آئی بلکہ مسلمانوں کا پختہ عزم وعقیدہ ہے کہ جو کچھ دفتین میں ہے وہی اصل قرآن مقدس ہے باطل اس قرآن کے آگے سے آتا ہے نہ پیچھے سے۔بعض جگہ بعض احادیث میں کسی کلمہ کے کم ہونے یا کسی سورہ کے چھوٹنے کی روایت ملے گی ،لیکن وہ قرآن میں اضافے کیلئے نہیں بلکہ وہ تفسیر مصداق قرآنی بیان کرتیں ہیں، بلکہ بعض احادیث مسلمانوں کے عقائد کو باطل کرنے کیلئے گھڑی گئی ہیں۔ان تمام بیانات کی روشنی میں ،جو کوئی بھی اس قسم کی تحریف کی بات کرتا ہے وہ ہرگز اس پر نہیں پہنچتا کہ نص قرآنی پر اثر انداز ہو۔کوئی ایک نسخہ بھی ایسا پیدا نہیں کر سکیں گے جو قرآن سے منسوب ہو،اس قسم کی کوشش واعتقاد مسلمانوں کیلئے عقیدہ نہیں بنا سکتی یہ روایات بھی دیگر غلط روایات کی طرح مسلمانوں کے عقیدہ کو متزلزل نہیں کر سکتیں۔

☆ علامہ محمد تقی مدرسی: (متولد ۱۳۵۶ھق)

آپ سورہ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں اپنی تفسیر "**من الهدیٰ القرآن**" کے ج ۵ ص ۴۴۳ میں لکھتے ہیں:

انسان کسی فکر پر استقامت نہیں رکھتا، بلکہ وہ ہمیشہ انحراف پسند ہے وہ اپنے باطل کی توجیہ کرتا ہے،طبیعت انسان میں طغیان اور ہوس پرستی رہتی ہے،انسان جاہل اور اثر پذیر ہے،لہٰذا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مقیاس حق وباطل خیر و شر کا میزان،قرآن کریم کو بھیجا ہے۔اور اس قرآن کو لوگوں کے دست خیانت اور تحریف سے بچنے کا از خود بندوبست

کیا ہے اس طریقے سے قرآن کو محفوظ کیا ہے کہ یہ مجرمین کے دلوں میں بھی نفوذ کرتا ہے، تا کہ ان کیلئے حجت بالغہ رہے اور وہ تحریف نہ کرسکیں گر چہ ان کو اس پر ایمان نہ ہو۔ ان کا ایمان نہ لانا اس حجت میں نقص اور کمی کا باعث نہیں ہے ، بلکہ یہ خود ان کا نقص وعیب ہے۔

تمام آسمانی رسالت، باطل کے نرغے میں رہی اور انہیں خیانت کا سامنا ہوا۔ اسی طرح قرآن کو بھی ایسے عزائم اور کوششوں کا سامنا ہونا تھا۔

۱۔ قرآنی آیات میں تغیر وتبدیل کر کے کمی بیشی کریں۔

۲۔ قرآنی معنی میں ہیر پھیر کریں اور اپنی خواہشات اور مصالحے کی خاطر اسے تغیر دیں، لیکن اللہ نے اس کتاب کو ان کی گزند سے محفوظ رکھنے کا بندوبست، گذشتہ زمان کی طرح آنے والے زمان کیلئے بھی کیا ہے۔ الفاظ قرآن کو امت کے ذریعے محفوظ کیا، لوگوں کو فوج درفوج اس دین میں داخل کیا، لوگوں کے دلوں کو کتاب اللہ کی طرف متوجہ کیا اور کسی تحریف کرنے والے کیلئے کوئی موقع نہیں رکھا۔

☆ علامہ شیخ محسن علی نجفی: (متولد ۱۳۶۰ھق)

آپ اپنی گرانقدر کتاب ''بلاغ المبین'' ترجمہ بمعہ حاشیہ کے سورہ مبارکہ حجر کی آیت ۹ اور سورہ فصلت آیت ۴۲ اور تمہید میں عدم تحریف قرآن پر تصنیف کی ہے، لیکن آپ کو جمع قرآن میں خلفاء کا کردار ہونے پر اعتراض ہے کیونکہ آپ تبراء لفظی کو جزء اصول دین سمجھتے ہیں بہر حال ہمارے لیے آپ کی عدم تحریف قرآن پر اظہار نظر بہت قیمتی ہے۔

''اس آیت میں پوری تاکیدی لفظوں کے ساتھ متکلم کی تین ضمیریں، **إِنَّا، نَحْنُ، نَزَّلْنَا الذِّكْرَ** فرمایا: اس ذکر کو ہم نے خود نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی محافظت کریں گے۔ چنانچہ آج اس محافظت کو ہم واضح طور پر دیکھ رہے ہیں کہ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن مجید لفظ بلفظ محفوظ ہے، بلکہ انکے طرز وطریقہ تحریر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ یہ قرآن مسلمانوں کے ہاتھوں **یداً بید** اور **نسلاً بعد نسلٍ** تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح جنگ احد یا فتح مکہ کا واقعہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔''

اسی طرح سورۂ فصلت آیت ۴۲ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''قرآن مجید کسی ایک یا دو موضوع پر مشتمل کتاب نہیں ہے بلکہ یہ حقائق کا بحر بیکراں ہے۔اس میں اخلاق ،عقائد، احکام، قانون، تہذیب وتمدن اور معاشرے و معیشت اور سیاست سے متعلق حقائق کا بیان ہے ۔کسی باطل قوت کیلئے ممکن نہیں کہ وہ ان حقائق میں سے کسی ایک حقیقت کو غلط ثابت کرے، خواہ قرآن پر اس کا یہ جملہ براہ راست ہو یا کسی سازش اور مکر وحیلہ کے ذریعے سے ۔یہ قرآن انسانیت کیلئے ایک دستور حیات اور اسلام کی حقانیت کیلئے ایک معجزہ ہے۔ ممکن نہیں اس معجزے کو کوئی باطل قوت بے اثر بنا دے اور اس کی معجزاتی حیثیت کو ختم کر دے۔ تاریخ انبیاء میں کسی معجزے کو کوئی طاقت گزند نہیں پہنچا سکی، خواہ فرعون و نمرود جیسے بڑے طاغوت ہی کیوں نہ ہوں۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تمام انبیاء کے سردار خاتم المرسلینؐ کا عظیم معجزہ قرآن یقیناً ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہا ہے اور رہے گا۔ جب دیگر انبیاء کے وقتی معجزے محفوظ اور غالب رہے تو ختمی مرتبتؐ کا یہ ابدی معجزہ کسی تحریف کنندہ کی زد میں کیسے آ سکتا ہے۔''

اسی طرح سورۂ قیامت کی آیات ۱۶ تا ۱۹ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''وحی کو حفظ اس کی تلاوت اور اس کے مطالب کو بیان کرنا اللہ کے ذمے ہے۔یہ ممکن نہیں کہ رسول کو وحی کی تشخیص میں مشکل پیش آئے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یا کسی اور کی طرف سے، کیونکہ آپؐ وحی کو ظاہری حواس سے نہیں، بلکہ اپنے پورے وجود سے اخذ کرتے تھے، جس میں کسی قسم کے شک وتردد کی گنجائش نہیں ہے۔اسی طرح اس قرآن کی حفاظت بھی اللہ کے ذمے ہے۔''

یہ تھے تحریف قرآن کی رد میں آپ کے کلمات لیکن اپنے مقدمہ میں جو آپ نے ترجمہ قرآن کے بعد آخر میں کہا ہے جمع قرآن میں خلیفہ اول اور سوم کے کردار کو تسلیم نہیں کرتے ۔آپ نے ان تینوں حواشی میں واشگاف عبارات جلی میں ساحتِ قرآن سے تحریف کو مسترد کیا ہے۔

☆ علامہ ابراہیم امینی

علامہ شیخ ابراہیم امینی ،اپنی کتاب **''قضایانا علی ضوء الاسلام''** کے ص ۹۵ پر فرماتے ہیں:

قرآن کریم ایک دفعہ نازل نہیں ہو، بلکہ، آیات، سورے کی صورت میں ۲۳ سال کی مدت میں مکمل ہوئی ۔مسلمان پہلے دن سے اس قرآن کو دیکھنے میں حریص تھے۔لہٰذا اس کے چندین نسخے ہوئے یہاں تک کہ آج یہ ہمارے ہاتھ

پہنچا۔ میں یہاں پر یہ اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جمع قرآن کیلئے چند ین کوششیں ہوئی ہیں۔

ا۔خود نبی کریمؐ نے اہتمام کیا آپ تدوین قرآن کرنے والوں پر خود نظارت فرماتے۔ پھران سے تلاوت کرواتے اس کے علاوہ ہر آیہ کو جس سورے میں رکھنا تھا اس کو معین اور ہر ایک سورے کیلئے از خود نام رکھتے، پھر کاتبین نے جو کچھ لکھا اس کو ایک محفوظ جگہ پر رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی اس سلسلے میں کوششیں ملتی ہیں۔

ا۔زید بن ثابتؓ: وہ پیغمبرؐ سے نقل کرتے ہیں: سب پیغمبرؐ کیلئے نہیں لکھتے تھے بعض اپنے لیے بھی لکھتے تھے یہاں سے قرآن کے نسخے متعدد ہو گئے۔ مصحف علی، مصحف ابن مسعود، ابن ابی بن کعب، زید ابن ندیم نے اپنی فہرست میں لکھا ہے جن لوگوں نے نبی کریمؐ کے زمانے میں قرآن کو جمع کیا ان میں سرفہرست علی بن ابی طالب، سعد بن وقاص عبید، ابو دردہ، عویم معاذ بن کعب عبد بن معاد یہ زید بن ثابت عبداللہ بن سعد ہیں۔ ان تمام کے نسخے اپنے لیے مخصوص تھے اس حوالے سے ان نسخوں میں ایک نقص وخلا ہے۔ یہ سب ایک کتاب میں جمع نہیں تھے۔

۲۔سورہ آگے پیچھے تھیں۔ جہاں نبی کریمؐ نے کچھ افراد کو قرآن لکھنے پر مامور کیا تھا۔ وہاں اپنے اصحابؓ کو حفظ قرآن کی طرف بھی دعوت دیتے تھے، لہٰذا اصحابؓ حفظ قرآن کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ یہاں تک بہت سے حفاظ قرآن پیدا ہوئے۔ یہ قارئین و حافظین قرآن حفظ قرآن کی وجہ سے محترم و معزز شمار ہوتے تھے، یہ اصحابؓ لوگوں کو قرآن بھی سکھاتے اور تفسیر سے بھی آگاہ کرتے تھے۔ جب نبی کریمؐ دنیا سے رخصت ہوئے اور قرآن جمع کرنے کی نوبت آئی تو یہی حضرات جمع قرآن کیلئے خلفاءؓ کیلئے مصادر و مراجع بنے، بہت سے قاری شہید ہوئے تو ابو بکرؓ نے احساس کیا کہیں قرآن میں اضافہ یا حذف نہ ہو جائے۔ اس خطرے کے پیش نظر تمام نسخوں کو یکجا کرنے کا حکم دیا۔ سیوطی نے کہا ہے: ابو بکرؓ کو قرآن جمع کرنے کا مشورہ خلیفہ دوم عمرؓ بن خطاب نے دیا اور انہیں تاکید و اصرار کیا کہ اگر آپ جمع نہیں کریں گے تو قرآن ضائع ہو جائے گا۔ یہاں سے حضرت ابو بکرؓ نے زیدؓ بن ثابت کو بلایا اور انھیں حضرت عمرؓ کے مشورہ سے آگاہ کیا عمرؓ کے اصرار پر ابو بکرؓ اور زیدؓ بن ثابت آمادہ ہوئے اور قرآن کو کاغذ، پتے، چمڑے اور لوگوں کے حافظے سے جمع کیا ابو بکرؓ کی طرف سے زید اس پر مامور تھے، کیونکہ وہ پہلے کاتب وحی تھے۔

۳۔اس سے مراد جمع متفرقات ہے جب قرآن ایک جگہ پورا ہو گیا تو عمرؓ نے اٹھ کر خطاب کیا: کسی کے

پاس آیت قرآن ہے تو لائے اور ابو بکرؓ نے عمرؓ اور زیدؓ سے کہا مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور اگر دو آدمی گواہی دیں تو آیت لے لو۔ یہاں سے کہتے ہیں ابو بکرؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن کو تختہ، کاغذ، پتے اور چمڑوں سے جمع کیا اور اسے عمرؓ کے پاس رکھا عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس رکھا۔ جمع قرآن میں وارد شواہد تاریخ اور مجامع روائی سے بھی یہ ملتا ہے کہ پیغمبرؐ کے حکم پر علیؑ نے نبی کی وفات کے بعد قرآن کو جمع کیا۔ آیت اللہ امینی فرماتے ہیں: ان تمام تاریخی اور روائی اسناد سے ثابت ہوتا ہے جس قرآن کو علی نے جمع کیا تھا، وہ ہمارے قرآن سے مختلف نہیں تھا اس میں جائے شک نہیں کہ اس کے سوروں اور آیات کی تعداد میں کوئی کمی نہیں تھی۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے اور اس میں کسی قسم کا حذف یا اضافہ نہیں ہے۔"

☆ استاد محسن قرائتی:

[تفسیر نور استاد محسن قرائتی ج ۶ ص ۲۷۵]

آپ اپنی تفسیر نور میں سورہ حجر کی آیت ۹ کے ذیل میں یہ نکات پیش کرتے ہیں:

۱۔ اس سورہ کی چھٹی آیت میں کفار کہتے تھے معلوم نہیں ذکر (قرآن) پیغمبر کا سرچشمہ ہے یعنی کہاں سے نازل ہو رہا ہے۔ **(نزله علیه)** اس آیت میں اللہ فرماتا ہے: شک نہ کریں۔ یقیناً ہم ہی ہیں جو ذکر و قرآن ان پر نازل کرتے ہیں۔ جس طرح کفار تاکید کے ساتھ قرآن و پیغمبرؐ کو جنون سے نسبت دیتے تھے، وہاں اللہ تعالیٰ مزید تاکید کے ساتھ نزول قرآن اور اس کی حفاظت اور مراقبت کو اپنی ذاتِ مقدس کی طرف نسبت دیتا ہے۔ (اس چھوٹی سی آیت میں دس قسم کی تاکیدات استعمال کی گئی ہیں۔ ۵ تاکیدات نزول قرآن کیلئے ہیں جو **"ان"**، **"نا"**، **"نحن"**، **"نزلنا"**، **"الذکر"** کے کلمات میں چھپی ہوئی ہیں۔ اور پانچ تاکیدات قرآن کو ہر قسم کی تغیر و تبدیلی سے بچانے کیلئے ہے جو **"وان"**، **"نا"**، **"لَ"**، **"حافظون"** میں استعمال کی گئی ہیں۔ (جو ادبیات عرب کی اصطلاح میں اہل فن کیلئے واضح و روشن ہیں۔)

۲۔ قرآن کی گواہی اور وعدے کے تحت جو اس آیت میں مذکور ہے، قرآن میں کسی قسم کی تغیر و تحریف نہیں ہوئی ہے، چنانچہ دوسری آیت میں یہ مطلب آیا ہے۔ منجملہ سورۂ فصلت آیت ۴۲

﴿لَا یَأْتِیهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾

اگر ہم ایسی روایتیں دیکھیں جن میں قرآن کی تحریف کی طرف اشارہ ہوتو وہ جعلی روایات ہیں جنہیں دیوار پر مارنا چاہیے۔

تحریف سے مراد معنی اور عمل (تفسیر بالرائے) اور سلیقہ ہوگی اور اصلی قرآن شناس یعنی اہل بیتؑ پیغمبرؐ کو کنارے پر لگانا مقصود ہوگا۔ (قرآن کی تحریف نہ ہونے کے بارے میں صدہا مقالے، کتب اور تحقیقات دسترس میں ہیں لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عقیدہ تحریف قرآن کو تنہا شیعہ کی طرف نسبت دی گئی ہے) قرآن کی حفاظت کرنے کے وعدہ کے ساتھ مسلمان پہلے دن سے قرآن کو حفظ کرنے اور اسے لکھ کر محفوظ کرنے کے سلسلے میں انتہائی سنجیدہ تھے، حتیٰ کہ قرآن تعلیم دینے کو عورتوں کا مہر بھی قرار دیتے۔ نمازوں میں پڑھتے تھے، دوسری طرف کاتبانِ وحی معتمد افراد تھے جن میں سے ایک حضرت علیؑ تھے اور آئمہ اہل بیتؑ اسی موجودہ قرآن کی طرف ہی دعوت دیتے تھے۔ اس کے علاوہ حدیث ثقلین (حدیث ثقلین تمام فرقوں کے درمیان متعدد موارد میں پیغمبر اعظم و آخر کی روایات سے نقل ہوئی ہیں کہ میں دوگراں بہا چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جارہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسری اہل بیت کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہونگے اور اگر تم ان دونوں سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے) پیغمبرؐ کی طرف سے قرآن کی سلامتی پر ایک گواہ ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ کیا ممکن ہے کہ پیغمبرؐ کی رسالت ثابت ہو اور اللہ کی کتاب متغیر ہو۔

☆ آیت اللہ جوادی ملی:

آپ اپنی کتاب قرآن در قرآن ص ۱۴۱ پر اقسام تحدی در قرآن کے ذیل میں لکھتے ہیں: قرآن نے سورہ اسراء میں تمام قرآن کے بارے میں تحدی کیا ہے کہ تمام جن وانس جمع ہو جائے تو اس جیسا کوئی قرآن نہیں لاسکیں گے، اسی طرح سورۂ ہود کی آیت ۱۱ میں بھی تحدی کیا ہے۔

قرآن نے خود تمام لوگوں اور تمام ادوار کیلئے تعارف کیا ہے۔ اس کلیت اور دوام پذیری (ہر فرد ہر زمان) کیلئے، قرآن میں تحدی کی گئی ہے، کیونکہ ایسی کتاب جو تمام بشریت کیلئے ہو پیش کیا ہے۔ اس تحدی کی حقانیت یہ ہے کہ قرآن کا کلی اور دوام پذیر ہونا خاص کر عرب کیلئے یا زمانِ رسول اللہ کیلئے نہیں ہے، بلکہ یہ جنوں، انسانوں اور قیام قیامت کیلئے حجت خدا ہے۔ لہٰذا اب بھی وہ مبارزہ طلبی کرتا ہے اور محمدؐ کی نبوت کی گواہ ہے۔

قرآن، تمام لوگوں کیلئے تحدی ہے۔ تنہا عوام کیلئے نہیں، بلکہ ہر دانشمند کیلئے ہے، یہ عوام اور عالم دونوں کیلئے ہے، تا کہ اگر کوئی عوام اپنی جگہ سے اٹھے اور دعوائے نبوت کریں تو اُسے بھی اپنے مدعٰی پر دلیل دینا ہوگا۔ قرآن ہمیشہ لوگوں کو تعقل وتفکر کی طرف دعوت دیتا ہے، تا کہ دین میں تقلید سے گریز کر کے تحقیق کو اپنا شیوہ بنائے۔

آپ کتاب کے ص ۳۱۵ پر عصمت اور عدم تحریف قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

قرآن، جاویداں تا ابد ہمیشہ ہونے کے ارکان میں سے ایک قرآن کا تحریف سے مصون رہنا ہے، اگر قرآن میں اضافہ یا کمی کی گنجائش ہوتی تو یہ ہر دور اور ہر نسل کیلئے حجت نہیں بنتا۔ قرآن تحریف پذیر نہیں ہے، کیونکہ یہ مبدأ عزت وحکمت سے نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ سورۂ فصلت ۴۱ تا ۴۲ میں آیا ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَائَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ، لاَيَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَمِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾

کیونکہ یہ کتاب عزیز کی طرف سے آئی ہے، لہٰذا باطل نہیں ہوگا۔ یہ پہلو بطلان سے محفوظ رہے گا ہمیشہ معزز اور معمور و محفوظ ہوگا۔ عزیز کا معنی نفوذ ناپذیر ہے۔ حکیم بمعنی محکم واستوار ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کے بارے میں تمام سازشوں کو نا کام بنایا ہے۔ قرآن نے پہلے مرحلے میں دشمنان اسلام اور فصحاء اور بلغاء کے مقاصد کو ناتوان وعاجز بنایا ہے۔ جب اس حوالے سے نا کام رہے تو دشمنان نے خود پیغمبرؐ سے مقابلہ کیا کہ آپ اپنی طرف سے اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لائے تو جواب ملا کہ میں اپنی طرف سے قرآن نہیں بنا سکتا۔ میں قرآن کے بارے میں تابع وحی ہوں۔

﴿ وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لاَيَرْجُونَ لِقَائَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَايَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ﴾ (یونس:۱۵)

قرآن اپنے بارے میں فرماتا ہے یہ نور خاموش نہ ہونے والا نور ہے۔

﴿ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهِ ﴾ (صف:۸)

قرآن تحریف پذیر نہیں ہے:

حفظ قرآن سے مراد یہ نہیں ہے کہ قرآن، لوگوں کے شکوک وشبہات اور اعتراضات سے محفوظ رہے گا۔

یقیناً لوگ نے شبہ کیا ہے کریں گے اور کر رہے ہیں، لیکن ان کے شبہ کرنے سے قرآن اندر سے بوسیدہ، فرسودہ اور زمین گیر نہیں ہوگا۔ اور اپنی تحدی پر استقامت دکھائے گا۔ ولی عصر کے پاس محفوظ رہے گا اس کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ حفظ قرآن ولی غائب اور ولی عصر کے پاس محفوظ ہونے سے لوگوں کی ہدایت نہیں ہوگی۔

آیت اللہ جوادی آملی فرماتے ہیں:

جس طرح تورات انجیل کیلئے پیش آمد ہوئی۔

﴿فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هذا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَناً قَلِيلاً فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَ وَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾ (بقرہ ۷۹)

لیکن قرآن میں اس طرح

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ، لاَيَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَمِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (فصلت ۴۱،۴۲)

قرآن میں عقل و نقل کے تحت آئندہ بھی تحریف اور کمی وبیشی نہیں آئے گی کیونکہ یہ کتاب تمام کتب و انبیاء سابق کی محافظ و نگہدار ہے۔ یہ کتاب تمام بشریت کیلئے تا قیام قیامت صحت قاطعہ ہے تحریف کی تمام اقسام کمی وبیشی اس کی ساحت کو مس نہیں کر سکتی۔ اس سلسلے میں وارد روایات کو اخباریوں اور اہل حدیث نے اچھالا اور تحریف کیلئے استناد کیا ہے لہٰذا ان روایات و اخبار کو جو پیغمبرؐ و آئمہ کا قول ہے تاویل کریں ورنہ بصورت دیگر مسترد کریں اور دیوار پر دے ماریں۔

۱۔ یہ روایات حکم قطعی اور عقل کے خلاف ہیں۔

۲۔ یہ روایات صریح قرآن اور سنت قطعیہ کے خلاف ہیں۔

۳۔ یہ روایات یا تو مرسل اور مقطوع السند ہیں اور مجہول الروای ہیں۔ دوسری طرف ان کے متن، کلمات وعبارات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دشمنان اسلام نے گھڑی ہیں یا دوستان نادان نے اس میں شامل کی ہیں۔ بطور مثال کہتے ہیں: ولایت امیر المومنین کے بارے میں وارد آیات جو قرآن کی ایک تہائی بنتی ہیں جمع قرآن کے موقع پر اسے نکالا گیا۔ یہیں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے یہ آیات قرآن سے حذف ہو جائیں اور علی اس سلسلے میں ایک حکم بھی نہ

فرمائیں جبکہ علیؑ نے اپنی ہر بات کو اپنے مخالفین کے سامنے اٹھایا ہے لیکن وہ آیات جو کل بشریت کی سعادت کی ضامن ہوں انھیں حذف کر دیا جائے اور حضرت علیؑ ایک جملہ بھی نہ فرمائیں۔ کسی جگہ بھی ان آیات کے حذف کے بارے میں احتجاج نہ کریں کیونکر ممکن ہے کہ علی تنہا کلمات رسول سے استناد کریں اور قرآن سے استناد نہ کریں یہاں بعض افراد ایک بے ہودہ اور بوسیدہ بات کرتے ہیں کہ علی نے حفظ وحدت امت کی خاطر اختلاف امت سے بچنے کیلئے سکوت اختیار کیا ہے یہ بات انتہائی غلط ہے کہ وحدت قائم رکھنے کی خاطر دین کی بقاء کیلئے کوئی بات نہ کریں خود دین ہی خطرے میں پڑ جائے اور علیؑ وحدت امت کی بات کریں یہ غلط و باطل ہے یہ علیؑ کیلئے زیبا نہیں ہے۔ اگر علی ان آیات کو اٹھاتے تو اصحاب علی کے حامی ہو جاتے، کیونکہ تاریخ نے واضح و روشن کہا ہے کہ امت، اصحاب، قراء اور مرد و زنِ مسلمان ایک حرف قرآن کی کمی کو برداشت نہیں کرتے تھے کسی بھی صورت میں ساکت وخاموش نہیں رہتے تھے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ۴۰۰۰ آیات قرآن سے حذف ہو جائیں اور علی خاموش رہیں۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان روایات میں اکثر و بیشتر دشمنان اسلام کی خود ساختہ روایات ہیں۔ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے اور وہ قرآن جو علی نے پیش کیا تھا اس میں واضح فرق یہ ہے کہ موجودہ قرآن میں ترتیب سوروں کے حوالے سے نہیں ہے اور جو قرآن حضرت علی کے پاس تھا وہ ترتیب نزول کے حوالے سے تھا، اور اس میں تفسیر، تاویل، ناسخ ومنسوخ اور شان نزول سب کا ذکر تھا۔

حفظ وصیانت قرآن پر چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ آئمہ طاہرین ہمیشہ اپنا استدلال قرآن سے کرتے تھے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن محرف نہیں ہے۔

۲۔ حوادث روزگار آفات ومصائب فتنہ کے موقعہ پر قرآن کے دامن میں پناہ لیں۔

۳۔ روایات کو قرآن کی طرف لے جائیں اگر وہ موافق قرآن ہوں تو لیں اگر مخالف قرآن ہوں تو پھینک دیں۔

۴۔ حدیث ثقلین: پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا میں تمہارے درمیان قرآن وسنت چھوڑ کر جا رہا ہوں یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

معجزہ، دائمی وخالدہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ تحریف سے محفوظ ہے، قرآن خاتم کتب آسمانی ہے اور تمام ادوار محصور اور تمام بشریت کیلئے کتاب ہدایت ہے۔ یہ قرآن ہر حوالے سے ہر قسم کی دست اندازی اور دست بردی شیطانی سے محفوظ ہے۔

قرآن کریم حق کی جانب سے (اللہ) حق کی مصاحبت (رسول اللہ) میں نازل ہوا ہے۔ اور دونوں حق کی مصاحبت میں ہونے کا معنی دوام و بقاء پذیری اور جاودان رہنا ہے۔

﴿وَ بِالْحَقِّ أَنْزَلْناهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ وَ ما أَرْسَلْناکَ إِلَّا مُبَشِّراً وَ نَذيراً﴾ (اسراء ۱۰۵)

اس کتاب کے نازل کنندہ اور قبول کنندہ دونوں حق ہیں یعنی صاحب کتاب اللہ اور کتاب کو قبول کرنے والے رسول گرامی دونوں حق ہیں۔ پھر تو یہ کتاب ہمیشہ حق و حقیقت کے دائرے ہی میں رہے گی کبھی حق و حقیقت سے جدا نہیں ہوگی، لہذا کسی قسم کے باطل کی اس تک رسائی نہیں ہوگی اس کتاب کی تنزیل کا واسطہ جبرائیل ہیں جنہیں اللہ نے ''امین وحی'' کا نام دیا ہے یعنی وہ قرآن کو نبی تک پہنچانے میں اپنی طرف سے کسی قسم کی دخل اندازی نہیں رکھتے تھے، چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ فَكُبْكِبُوا فيها هُمْ وَ الْغاوُون﴾
(شعراء ۹۳۔۹۴)

﴿مُطاعٍ ثَمَّ أَمينٍ﴾ (تکویر ۲۱)

﴿إِلَّا مَنِ ارْتَضى‏ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ رَصَداًلِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسالاتِ رَبِّهِمْ وَ أَحاطَ بِما لَدَيْهِمْ وَ أَحْصى‏ كُلَّ شَيْ‏ءٍ عَدَداً﴾ (جن ۲۷،۲۸)

یہ وہ آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں

﴿تِلْکَ آياتُ اللَّهِ نَتْلُوها عَلَيْکَ بِالْحَقِّ وَ مَا اللَّهُ يُريدُ ظُلْماً لِلْعالَمينَ﴾ (آلعمران ۱۰۸)

نہ اس کتاب کے نازل کرنے والے کو بھول لاحق ہے

﴿ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّکَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِکَ وَمَا كَانَ رَبُّکَ نَسِيًّا﴾
(مریم ۶۴)

نہ اس کو لانے والے ملک میں لغزش پائی جاتی ہے۔

﴿لا یَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِأَمْرِهِ یَعْمَلُون﴾ (انبیاء ۲۷)

نہ شیطان کو یہاں تک رسائی ہے۔

حفظ قرآن دور رسالت میں:

آپ وحی لینے میں، حفظ کرنے اور پہنچانے میں امین ہیں۔ جس کا ذکر ذیل کی آیات میں آیا ہے ۔

﴿یس وَ الْقُرْآنِ الْحَکیمِ إِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلینَ عَلی صِراطٍ مُسْتَقیمٍ﴾ (یٰسین ۱۔۴)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قرآن حکیم ہے محکم کتاب ہے، یہ بوسیدہ و فرسودہ نہیں ہو سکتی۔ آپ مرسلین میں سے ہیں، صراط مستقیم پر ہیں افراط ہے نہ تفریط، دونوں سے محفوظ ہیں۔ پیغمبر اس قرآن کی حفاظت میں معصوم ہیں۔ جو چیز نبی کریمؐ نے اللہ سے لی ہے اس کے سہو و نسیان اور حفظ و نگہداری کو اس نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ آپ کے سینے میں منتقل ہونے کے بعد فرمایا:

﴿سَنُقْرِئُکَ فَلا تَنْسی﴾ (اعلیٰ: ۶)

ہم آپ کیلئے اس طریقے سے تلاوت کروایں گے کہ آپ کبھی بھولیں گے نہیں، شیطان کی شیطانیت اپنی جگہ محدود ہے اسے رسول تک رسائی نہیں، لہٰذا اس قرآن کی کوئی بھی آیت یا کلمہ، حفظِ رسول اللہ کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ تبلیغ یعنی لوگوں تک پہنچانے میں پیغمبرؐ معصوم ہیں۔ تیسرا مرحلہ قرآن میں تلاوت و تبلیغ ہے۔

﴿قُلْ یا أَهْلَ الْکِتابِ تَعالَوْا إِلی کَلِمَةٍ سَواءٍ بَیْنَنا وَ بَیْنَکُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللَّهَ وَ لا نُشْرِکَ بِهِ شَیْئاً وَ لا یَتَّخِذَ بَعْضُنا بَعْضاً أَرْباباً مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُون﴾

(آل عمران ۶۴)

﴿إِنَّما أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذی حَرَّمَها وَ لَهُ کُلُّ شَیْءٍ وَ أُمِرْتُ أَنْ أَکُونَ مِنَ الْمُسْلِمینَ وَ أَنْ أَتْلُوَا الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدی فَإِنَّما یَهْتَدی لِنَفْسِهِ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّما أَنَا مِنَ الْمُنْذِرین﴾ (نمل ۹۱،۹۲)

﴿تِلْکَ آیاتُ اللَّهِ نَتْلُوها عَلَیْکَ بِالْحَقِّ وَ إِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلینَ﴾ (بقرہ ۲۵۲)

﴿وَ ما هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِين﴾ (تکویر۲۴)

کسی قسم کی کمی وبیشی بھی پیغمبر کی ساحت میں نہیں ہے۔

☆ آیت اللہ علی اکبر ہاشمی رفسنجانی

آپ اپنی ابتدائی دور سے ہی قرآن اور اسلام کے مدافع رہے ہیں آپ نے اس سلسلے میں قرآن کریم کے ابتداء سے انتہاء تک ایک نئی انداز کی تفسیر لکھی ہے جس کا نام "تفسیر رہنما" رکھا ہے۔ سورہ حجر کی آیت ۹ میں نتائج بندی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔قرآن ہمیشہ ہر قسم کی تحریف اور زوال سے محفوظ اور اللہ کی پناہ وصیانت میں رہے گا۔

۲۔خداوند تمام مخالفین اور قرآن کے خلاف سازش کرنے والے کافرین کے بارے میں، نبی کریمؐ کو اطمینان دیتا ہے کہ خود اللہ اس کتاب کی حفاظت و پاسداری کریں گے۔

۳۔اللہ، قرآن کے خلاف کرنے والی تمام سازشوں سے قرآن کو اپنی قدرت سے حفاظت کرنے کی خود نمائش کررہا ہے۔

سورہ فصلت کی آیت ۴۲ میں فرماتے ہیں: قرآن ہر قسم کی تحریف گرائی سے محفوظ ہوگا، قرآن آئندہ زمانے میں تحریف سے محفوظ رہنے کی پیش گوئی کرتا ہے۔

☆ علامہ بہاءالدین خرمشاہی

آپ اپنی گرانقدر کتاب "**دانشنامه قرآنی**" ج ا ص ۴۸۱ میں کلمہ تحدی کی تفسیر وتوضیح میں لکھتے ہیں:

تحدی، فریق مخالف کو مخاصمہ اور مقابلہ بالمثل کی دعوت دینے کو کہتے ہیں، تاکہ اس کی عجز و ناتوانی ظاہر ہو جائے۔اصطلاح میں، یہ ایک واقعیت اور حقیقت تاریخی ہے کہ نبی کریمؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی نبوت کے مخالف و منکرین کو مبارزہ مقابلہ بالمثل کی دعوت دیا ہے۔اگر تم میری نبوت کو جعلی، خودساختہ اور بے جا سمجھتے ہو تو اس جیسا کلام لاؤ۔

﴿وَ إِذا تُتْلى عَلَيْهِمْ آياتُنا قالُوا قَدْ سَمِعْنا لَوْ نَشاءُ لَقُلْنا مِثْلَ هذا إِنْ هذا إِلاَّ أَساطِيرُ الْأَوَّلِين﴾ (انفال۳۱)

اس وقت کے کاہنوں، قصہ ساز اور کلام ساز جو کہتے تھے کہ یہ کتاب اساطیر الاولین ہے۔ ہم بھی ایسا لا سکتے ہیں۔ اللہ نے حکم دیا اگر اس جیسا لا سکتے ہو تو لائیں تا کہ ان کی عجز و ناتوانی سامنے آجائے۔ اگر نہ لا سکے تو اس کی نبوت کی حق و صداقت روشن ہو جائے۔ یہ تحدی قرآن کریم میں چندین شکل و صورت میں آیا ہے۔ کبھی غیر مستقیم طور پر فرمایا ہے کہ اگر جن و انس بھی جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ بھی دیں نہیں لا سکیں گے۔

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هذَا الْقُرْآنِ لا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَ لَوْ كانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً﴾ (اسراء ۸۸)

﴿أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كانُوا صادِقِينَ﴾ (طور ۳۳،۳۴)

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَراهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَ ادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ﴾ (یونس ۳۸)

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَراهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَياتٍ وَ ادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ﴾ (هود:۱۳)

جب قرآن کی تحدی اور مقابلہ بالمثل کی دعوت سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳،۲۴ کے ذریعے اپنی انتہا کو پہنچی تو اللہ نے ان سے کہا اگر تم ابھی نہیں لا سکے تو آئندہ بھی نہیں لاسکو گے اب تم بہت دردناک عذاب کیلئے خود کو آمادہ کرو۔

طول تاریخ اسلام میں قرآن کی اس تحدی کا مقابلہ اور جواب گوئی کیلئے ان میں پہلا اعلان کرنے والا "مسیلمہ کذاب" ہے جو خود آپ کی حیات میں اس کا مقابلہ کرنے کیلئے اٹھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میرے اوپر بھی وحی نازل ہوتی ہے اور کچھ قرآن سے اقتباس کر کے لکھا۔

کتب تاریخ اور تراجم شخصیات میں یہ سب ضبط ہیں۔ اسی طرح ابن مقفع بن راوندی، متنبی، ابوالاعلیٰ معریٰ، ہر ایک نے اس تحدی کا جواب دینے کی کوشش کی تا کہ کامیاب ہو جائے لیکن کوئی بھی نہ ہو سکا۔

علامہ خرمشاہی مرد منصف اپنے گرانقدر اثر دانشنامہ قرآن ص ۳۸۲ لکھتے ہیں: علمائے اہل سنت مثل ابن اثیر، کامل میں۔ قلقشندی صبح الاعشیٰ میں، فخر الرازی تفسیر کبیر میں سورۂ حجر آیت ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہی عقیدہ امامیہ ہے لیکن بدقسمتی سے بعض علماء وہ بھی فضلاء میں تولی وتبرای گوئی کی خاطر تحریف قرآن کے قائل ہوئے ہیں،

چنانچہ شیخ کلینی اصول کافی میں اس طرح صاحب بحار نے ج ۹۳ میں اس قسم کی روایات نقل کی ہیں ۔لیکن قائلین عدم تحریف قرآن اپنے مدعٰی پر مندرجہ ذیل دلائل قائم کی ہے ۔

۱۔وہ آیات قرآنی ہیں جن میں اللہ تعالٰی نے اس کتاب کو ہر کسی قسم کی تحریف وتبدیلی سے پاک رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے ۔وعدہ الٰہی میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی ۔

۲۔حدیث ثقلین کی رو سے ثابت ہے کہ قرآن اس امت کے درمیان ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

۳۔قرآن کا اعجاز ہے کہ اگر کسی نے قرآن میں تحریف کی ہے اور یہ تحریف ہوگیا تو یہ قرآن کے معجزہ ہونے کے منافی ہے ۔

۴۔علمائے شیعہ عصر آئمہ سے ابھی تک شیخ صدوق کے دور سے لے کر آیت اللہ خوئی اور امام خمینی کے دور تک عدم تحریف قرآن پر اتفاق نظر وعمل رکھتے ہیں ۔

۵۔تواتر قرآن ،ضروریات دین میں سے ہے ۔

۶۔قرآن ،ہمیں دور رسالتؐ سے لے کر عصر حاضر تک نقل وقرأت کے تواتر کے ساتھ ملا ہے ۔تحریف قرآن کی روایات آحاد اور قابل عمل نہیں ہیں ۔

۷۔نبی کریمؐ کے دور ہی سے صحابہ کرام ،حفظ قرآن کی طرف خارق العادۃ یعنی معجزانہ طور پر متوجہ تھے ۔

۸۔اگر قرآن جو مصحفِ عثمانی کے نام سے ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں تحریف ہوئی ہے ،تو حضرت علیؑ کے منصب خلافت پر فائز ہونے پر ان پر واجب تھا کہ جو تغیر وتبدیلی اس میں ہوئی ہے اس کی اصلاح کرتے ،جبکہ ایسا کچھ نہیں ہوا ۔

☆ علامہ سید علی المیلانی:

علامہ سید علی **المیلانی** اپنی گراں قدر کتاب "**فصل الاول کلمات أعلام الشیعة فی نفی التحریف**" کے ص ۹ پر لکھتے ہیں:

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کوئی عقیدہ اور قول کسی فرقے سے منسوب کرنا جائز نہیں جب تک اس فرقے کے اکابر علماء سے منسوب نہ ہو اور یہ نسبت ان کی معتبر کتابوں میں نہ ہو ۔علماء شیعہ نے تیسری ہجری سے آج

تک قرآن میں نفی تحریف کے بارے میں مختلف موضوعات پر بحث وتحقیق کی ہے۔کتب اعتقادات میں اس موضوع کو اٹھایا ہے جس میں شیعوں کی ان کتب احادیث کی روایات پر گفتگو کی ہے جن سے تحریف قرآن کا شبہ ظاہر ہوتا ہے ۔ان کی رد میں ان کی سند اور دلائل میں بحث کی ہے کتب فقہ،احکام قرآن میں تحریف پر بحث کی ہے۔

کتب اصول فقہ میں حجیت ظواہر قرآن کے بارے میں بحث ہے۔علماء نے ان تمام موضوعات میں قرآن کریم سے ہر قسم کے نقص وکمی کو مسترد کیا ہےان میں سے بعض نے تصریح بھی کی ہے کہ یہ جو شیعوں کی طرف منسوب ہے کہ قرآن اس قرآن سے کئی گنا بڑا تھا یہ بات جھوٹ ہے۔بعض کا کہنا ہے قرآن کی عدم تحریف پر علماءشیعہ بلکہ مسلمین کا اتفاق ہے۔بعض نے عدم تحریف پر خود قرآن وسنت سے استدال کیا ہے بعض نے اس موضوع پر جدا گانہ کتب تالیف کی ہیں۔شیعہ کا اعتقاد ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہے اور جو کتاب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہی کتاب ہے جو اللہ نے اپنے نبی محمدؐ پر نازل کی ہے نہ اس میں کمی ہے اور نہ بیشی ۔یہ اعتقاد تیسری صدی سے عصر حاضر تک تقریباً ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے سب کا عقیدہ ہے اس کے علاوہ چوتھی صدی سے لے کر الی یومنا ھذا کے تمام علمائے اعلام کا نقطہ نظر ہے۔

علامہ میلانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنی گرانقدر کتاب ۔جس سے ہم نے بہت استفادہ کیا (جزاک اللہ خیر الجزاء) ہے،لیکن اس کتاب کے صفحات وسطور کوبار بار پڑھنے سے ہمیں اندازہ ہوا کہ آپ نفی تحریف قرآن سے زیادہ تحریف قرآن کے قائلین کا دفاع کرتے ہیں ان محدثین واخبارین کی طرف نسبت تحریف قرآن آپ پر گراں گزری ہے۔لہٰذا یہ کہنا درست ہوگا کہ بیچارے محدث نوری کی بدقسمتی ہے کہ علامہ میلانی آپ کی وفات کے ایک صدی گزرنے کے بعد تشریف لائے۔اگر آپ اس وقت ہوتے تو ان کی کتاب کی رد میں لکھنے والوں کو پتہ چلتا کہ ان کو کیسے جواب دیتے ہیں؟

علامہ میلانی اور دیگر مدافعین کی یہ منطق کہ عقائد کی نسبت ہمیشہ روٴسا، زعمائے قوم کی طرف دی جائے، درست نہیں۔یہ دین، دین اسماعیلی نہیں ہے جو نمائندوں کی دو ٹنک سے ثابت ہوتا ہو۔جہاں عقائد کی نسبت پوری امت اور رائج ثقافت کی طرف دی جاتی ہے۔عوام کی اکثریت کیا اعتقاد رکھتی ہے یہ دیکھا جاتا ہے۔یہ دین کلیساء کی مانند نہیں ہے۔لہٰذا ہم نفی اور اثبات دونوں میں نہ اکثریت کی طرف جاتے ہیں اور نہ ہی اقلیت کی طرف بلکہ ہمیشہ کی

طرح دلائل و براہین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

☆ محمد عتر لیس

منتخب آیات کی تفاسیر **"معجم تعبیرات قرآنیہ"** کے شمارہ ۳۲۴ پر سورہ مبارکہ حجر کی آیت ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہاں "ذکر" سے مراد قرآن ہے۔ **انّا، نحن** یہ دو کلمہ تاکید ہے کہ اللہ نے ان پر واضح و تاکید کرے کہ وہ خود اس ذکر کو نازل کرنے والا ہے، اسی نے جبرائیل کو محمدؐ کی طرف بھیجا ہے اور اپنی مخلوقات کے سامنے رکھا ہے، یہاں تک وہ شیاطین کی زد سے محفوظ ہے۔ اللہ ہی قرآن کو ہر وقت میں زیادتی اور نقصان، تحریف و تبدیلی سے حفظ کرنے والا ہے، جبکہ اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمے نہیں لیا ہے، بلکہ ان کی حفاظت و صیانت، ان کے رہبان اور احباروں سے کہا تھا۔ لیکن بعد میں انہوں نے اختلاف کیا اور اس کے نتیجے میں تحریف و تغیر آئی۔

آیت کریمہ

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾

اس بات کی دلیل ہے یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے کہ اگر یہ بشر کی طرف سے نازل ہوتا تو یقیناً اس میں زیادہ و نقصان وارد ہوتا جس طرح دیگر کلاموں میں داخل ہوتا ہے۔

بعض نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ اس کی حفاظت کیلئے امت سے ایسے گروہ کو منتخب کرے گا جو اس کی حفاظت اور اس سے دفاع کرنے کی ذمہ داری اٹھائیں گے۔ کسی نے کہا ہے کہ اللہ اس کو معجزہ سے حفاظت کرے گا۔ بذات خود قرآن معجزہ ہے کوئی اس کا مقابلہ کرنے کا، معارضہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔

ا۔ خداوند عالم نے ہر مومن کے دل میں قرآن کے بارے میں ایک عزت داخل کیا آپ نہیں دیکھیں گے کہ کوئی شخص اپنے لحن تلاوت میں غیر لحن کو داخل کرے۔ لحن بولنے والا بڑا شیخ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو رد کرنے کیلئے سبقت کریں گے اور اس سے کہیں گے صحیح پڑھو، اس بارے میں کسی ملامت کنندہ سے نہیں ڈرتے۔

قرآن ایک ایسا نسخہ ہے جو تمام ملکوں، آثار اور تمام علاقوں میں، رسول کے دور میں اور جب ابا بکرؓ نے اسے جمع

کیا ایک ہی نسخہ تھا جو عثمان نے چار نسخہ بنائے تھے جو ہر ملکوں اور علاقوں میں بھیجا تھا اس میں ایک حرف، ایک کلمہ تغیر نہیں ہوا تھا، بدلا نہیں گیا تھا، کیونکہ اللہ نے خود کو، اس کے حفظ کی تولیت لیا ہے، جیسا کہ سورہ قیامت کی آیت ۱۷ میں بیان ہوا ہے ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ کسی اور کی حفاظت میں نہیں دیا ہے۔

ہر مسلمان کی طبیعت اور غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ اس کی صیانت کیلئے اپنی فطرت اور وجدان سے اہتمام توجہ دیتا کہ امت اسلام کا یہ آئین و دستور ہمیشہ باقی رہے۔ اس میں جائے شک نہیں کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود ابھی بھی تغیر و تبدیلی سے محفوظ ہے۔ یہ بذات خود ایک معجزہ ہے کہ ہر دور کے حالات، تقاضے، عوامل، اسباب اور دگرگون واقعات اس کتاب پر بھی خلجان آئے لیکن کسی کیلئے یہ ممکن نہیں تھا کہ اس کو چھوڑے، بلکہ اسے محفوظ رکھا ایک کلمہ، ایک حرف، ایک جملہ بھی اس میں سے تبدیل نہیں ہوا۔ اگر قرآن سے باہر کسی کی قدرت چلتی تو یہ قرآن محفوظ نہیں رہتا۔
جن دنوں میں فرقہ کا فتنہ و فساد وجود میں آیا ہر فرقہ نے اپنے لئے اس قرآن سے ایک سند چاہی، حدیث سے ایک سند بنائی اور حدیث میں اپنی پسند کی حدیث، ضرورت کے تحت داخل کرنے میں علماء اور اتقیاء نے کوششیں کیں سنوات گزرے علماء و اتقیاء اذکیاء نے بہت کوششیں کیں کہ ان احادیث کو صاف کریں ان سے جعلیات کو نکالیں لیکن وہ نہ نکال سکے، لیکن ان تمام ناگوار حالت میں قرآن میں ایک حادثہ بھی داخل نہ ہو سکا کسی سے بھی اثر نہیں لیا۔ آج بھی مسلمان دیکھتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کی حمایت نہیں کر سکتے اپنے عقیدہ کو نہیں بچا سکتے، اپنی سرزمین کو ظالم دشمنان کے ہجوم سے محفوظ نہیں رکھ سکے، یہودیوں سے نہیں بچا سکے۔ تمام مسلمانوں کے اخلاق، عادات، عقائد اور افکار کی جگہ پر فاسد عقائد، تصورات، فاسد اخلاق، عادات اور قواعد و قانون داخل کیا، فساد و بے پرواہی، فحاشی، عریانی سب مسلمانوں کو اچھا زیبا دکھایا۔ ان کو فرقہ فرقہ بنایا، تقدم بطور ترقی، تمدن، علم اور آزادی سب کی طمع لالچ دے کر سب کو خراب کیا۔ دشمنان دین نے بہت کچھ کیا، مسلط ہوئے سنت رسول کو برباد کیا ملاوٹ سے پر کیا۔ امت مسلمہ کی تاریخ کو خراب کیا غلط منحرف افراد کو امت اسلامی میں داخل کیا تا کہ ان کی چند آرزوئیں جو وہ خود آ کر نہیں کر سکتے تھے یہ لوگ ان کی نمائندگی میں کھلے عام میں کریں وہ اپنی مزدور ملازمین کو ان کی تعلیم ترقی یافتہ، روشن خیال، روشن فکر، بزرگ خیانت کاروں، نابغہ روزگار اور آزادی خواہ بنا کر اسلامی معاشرے پہ ان کو مسلط کرتے آئے، جو چیز ان کی قدرت اور رتاب و توان میں نہ آسکی جس میں کوئی معمولی سی تغیر و تبدیلی نہ کر سکیں وہ صرف قرآن کریم ہے۔ اسی منحرف مسلمانوں کے ہاتھوں سے گرچہ مسلمان نے اس کو

عرصہ دراز سے عملی میدان میں پس پشت ڈالا ہےاس پر کوئی عمل نہیں کرتا ہےلیکن کفر،شرک، طاقت ور اور قدر تمند استعمار اپنے منافق تعلیم یافتہ ریزخواروں کے اتفاق واتحاد سے بھی اس قرآن میں کوئی چیز شامل کر سکے نہ چرا سکے نہ ہی اس کو آگے پیچھے کر سکے۔یہ اس لئے کہ مسلمانوں نے دفاع نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے اپنے وعدہ پر وفا کیا ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب آج بھی نبی اسلام کا منہ بولتا متحرک اور زندہ معجزہ ہے"۔

☆ جابر جزائری

علامہ جابر جزائری واعظ مسجد نبوی شریف نے اپنی کتاب "**ایسر تفاسیر فی الکلام علی الکبیر**" ج ۳ ص ۷۲ پر سورہ مبارکہ حجر کی آیت ۸ سے شروع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ نے فرمایا: کافرین ومنکرین وحی نبوت نے پیغمبر سے مخاطب ہو کر کہا اے غیر عاقل اگر تمہارے پاس عقل ہوتی تو دعوائے نبوت نہ کرتے یہ نبی کریمؐ کے ساتھ ایک کھلا استہزاء اور مسخرہ ہے انہوں نے کہا تم ہمارے لئے ملائکہ کیوں نہیں لاتے جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور کانوں سے سنیں کہ تم اللہ کے نبی ہو اگر تم اپنے دعویٰ نبوت ورسالت میں صادق ہوتے تو ملائکہ آتے ،اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا: ملائکہ احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے نازل ہوتے ہیں، یہ ملائکہ لوگوں کی خواہشات کیلئے نازل نہیں ہوئے۔پھر فرمایا: ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور اس کو زیادہ اور نقصان ہونے سے بھی اسے ہم بچائیں گے، کیونکہ یہ قیام قیامت تک کیلئے حجت ہے،ہم نے اسے ذکر رحمت وشفا نور بنا کر بھیجا، جبکہ یہ لوگ عذاب کے خواہاں ہیں اگر ملائکہ نازل ہوتے تو تو ملائکہ واپس چلے جاتے اور پیغمبر کی رسالت پر کوئی دلیل نہ رہتی سوائے قرآن کے۔کیونکہ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ ایمان لائیں اس طرح کفر بہ رسالت عناد بہ رسالت میں تنہا یہ افراد محدود نہیں ان سے پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا ہے۔

﴿قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِىٓ أُرۡسِلَ إِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُونٌ﴾ (شعراء۲۷)

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم کو کس حد تک استہزاء اور مذاق کا سامنا تھا۔

۲۔لوگ اللہ سے نزول عذاب کے خواہان تھے، جبکہ اللہ ان پر رحمتیں نازل کرتے تھے۔

۳۔اللہ نے قرآن کے حفظ کو اپنے ذمہ لیا ہے نبی کریم کے ساتھ وہی سنت چلے گی جو گذشتہ انبیاء کے ساتھ چلی ہے۔

اسی طرح تفسیر ج ۴ص ۵۸۱ پر سورہ فصلت کی آیت ۴۱ کے ذیل میں لکھتے ہیں یہ کتاب عزیز و منیع ہے اس میں زیادتی و نقصان نہیں کر سکتے شیطان جن و انس اس میں اضافہ نہیں کر سکتے نہ اس میں کوئی کمی کر سکتا ہے، یہاں باطل کی رسائی ممکن نہیں اس کا کمال ہے کہ یہ حکیم حمید کی طرف سے نازہوئی ہے۔

پھر اسی طرح تفسیر کے ج ۵ص ۷۷۴ پر سورہ مبارکہ قیامت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: جبرائیل فارغ ہونے سے پہلے آپ قرأت نہ کریں، ہم اس کو آپ کے سینے میں جمع کریں گے۔ آپ کو اس کی قرأت کرائیں گے، آپ ابھی قرآن کو سنیں آپ کو جو معنی مشکل لگے گا ہم آپ کو واضح کریں گے۔

☆ عبدالرحمٰن حسن حبنکا میدانی

آپ اپنی گرانقدر کتاب" **عقیدہ اسلامی و اُسسہا**"ص ۵۴۱ کے زیرعنوان "**الفصل الثانی الکتب سماوی التی یجب ایمانہ بہ**" میں لکھتے ہیں:

اللہ نے محمد کو نبی بنا کر بھیجا اور آپ پر ایک کتاب معجزہ بنا کر بھیجی اور اس کتاب کو ہر قسم کی تحریف ،تبدیل زیادہ اور نقصان سے بچانے کی خود کفالت لی۔ اس حفظ میں قرآن کی ہر نص شامل ہے اللہ نے اس کتاب کی حفاظت کیلئے مومنین کے سینے اور صحف مہیا کئے اور اسے ہر زمانے میں مرکز و قطب قرار دیا ہے۔ دلوں، نفوس اور عقول کو اس کیلئے مسخر کیا ہے یہاں تک روئے زمین میں مختلف خطوں میں بسنے والوں کیلئے یہ کتاب مقناطیس بنی، کیونکہ اللہ نے اس میں شیرنی تازگی انسانیت کی تمام اقدار کو اس میں سمو کر رکھا ہے، کوئی شخص اس کے خاتم رسل کی سند ہونے پر انکار نہیں کر سکتا ہے ہر وہ شخص جس کے پاس عقل سلیم ہو نظر دقیق ہو وہ اس کے سند نبی ہونے پر انکار نہیں کرتا ،علامہ میدانی نے قرآن کے ایک معجزہ خاتم نبوت ہونے کے بارے میں تین براہین پیش کئے ہیں۔

۱۔ قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی دلیل اس میں موجود اعجاز ہے جو عقل و نقل سے ثابت ہے۔ قدرت بشری تنہا یا اجتماعی کاوش سے اس جیسی کوئی کتاب لانے سے عاجز و ناتواں ہے چنانچہ بحث معجزات محمد میں بیان کیا ہے۔ تمام انبیاء کے معجزات کا ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود اللہ کی طرف سے ہے جسے اللہ نے اپنے رسولوں کی رسالت کی تائید میں جاری کیا ہے تا کہ ان کی تصدیق ہو جائے یعنی انبیاء جو کچھ انسانوں تک پہنچاتے ہیں وہ اللہ کی ذات کی طرف سے ہے۔

۲۔ دلیل عقلی، جو تواتر قطعی سے ہم تک پہنچی ہے کہ یہ قرآن رسول اللہ سے ہم تک پہنچا ہے اور وہ آیات جو دلالت کرتی ہیں کہ یہ کلام کلام محمد نہیں ہے۔

۳۔ قرآن حفظ اللہ سے ہر قسم کی تحریف و تبدیل زیادہ و نقصان سے محفوظ رہا ہے، کسی قسم کا باطل اس کے آگے پیچھے سے نہیں آسکتا ہے یہاں تک اللہ زمین کو اپنے بندوں کی وارثت میں دیں گے۔ یہ تین حقائق قرآن حکیم کے بارے میں ہر عصر ہر دور ہر جگہ مسلمان کے نزدیک ثابت شدہ ہیں عقائد ضروری اسلام میں سے ہے کہ قرآن آخری کتب آسمانی ہے خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ پر نازل ہوا ہے اور اللہ خود اس کے حافظ و نگہبان ہیں اس کی بشارت سورہ حجر کی آیت ۹ میں دی ہے لہٰذا ہمارا ایمان ہے قرآن کا اجمال اور تفسیر دونوں اللہ کا کلام ہے ایک آیت کا انکار موجب کفر ہے، چونکہ ہم جانتے ہیں اللہ کی اس کلام کی ضمن میں کوئی اور کلام نہیں آئیں گے لہٰذا تمام مندرجات قرآن حفظ خدا سے محفوظ ہیں جو اس کی تحریف کا قائل ہے وہ مکذب خبر اللہ ہے اس میں کسی قسم کی تحریف آگے پیچھے سے نہیں آئے گا لہٰذا اللہ نے اپنے نبی کو خبر دی ہے۔

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ (مائدہ ۴۸)

☆ جعفر مرتضیٰ عاملی

[کتاب حقائق ھامۃ حول القرآن الکریم ص ۳۲]

آپ سورۂ حجر آیت ۹ عنایت اور توجہ مسلمین بہ حفظ قرآن اور احادیث عرض بہ کتاب وغیرہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قرآن تحریف سے محفوظ ہے تحریف کے سلسلے میں وارد روایتیں حضرت عثمانؓ کے خلاف ام المومنین عائشہؓ نے شائع کی ہیں۔ اس عمل میں اہل بیتؑ شامل نہیں ہیں۔

قارئین کرام جان لیں! ہم جب حفظ و صیانت قرآن کو ثابت کر رہے ہیں تو یہ نہ سمجھیں کہ ہم حاکم وقت خلیفہ سے دفاع کر رہے ہیں، بلکہ ہم قرآن سے دفاع کر رہے ہیں۔

("حقائق ھامة حول القرآن الكريم" ص ۳۲)

عدم تحریف قرآن کے بارے میں لکھنے والوں نے طوالت کتاب سے بچنے کی خاطر بہت سی ایسی فقہا مراجع کی اس بارے میں بیانات کو حذف کر کے تنہا ان کی اسمائے گرامی دینے پر اکتفاء کیا ہے ان میں شریف الرضیٰ برادار علم الھدیٰ متوفی ۴۰۶ شیخ ابن ادریس صاحب سرائر فی الفقہ متوفی ۵۹۸ شیخ فاضل جواد گیارہوں صدی کے عالم شارح زبدہ فی الاصول، آقائے ابوالقاسم متوفی ۱۳۶۶، شیخ ابی الحسن خعیری صاحب دعوت اسامیہ متوفی ۱۳۶۳، شیخ محمد نہاوندی متوفی ۱۳۷۱، شیخ عبدالحسین رشتی نجفی متوفی ۱۳۷۳، سید شہاب الدین مرعشی، آغا بزرگ تہرانی متوفی ۱۳۸۹۔ ان سب نے اپنے بحث میں یا فتویٰ میں قرآن میں تحریف کو مسترد کیا ہے۔

عدم تحریف فتواوؤں سے نہیں دلیل سے ہوتی ہے

جوقر آن کریم اس وقت مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے وہی قر آن ہے جواللہ نے حضرت محمد پر نازل کیا ہے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی، تقدیم وتاخیر حذف یا اضافہ نہیں ہوا ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

کتب تاریخ اور روایات میں دونوں نظریات کے بارے میں یکساں مواد ملتا ہے۔فضائل ومناقب اہل بیت وآئمہ اطہار کی شان میں جو آیات نازل ہوئی تھیں وہ موجود نہیں ہیں، یہ شیعہ غالیوں کا کہنا ہے۔

ان دونوں نظریات کے بارے میں تاریخی اور روایتی دائرے میں رہ کران کی صحت وسقم پر بحث ہوتی تو کب سے اس بحث کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ان میں سے ایک نظریہ باطل قرار پاتا اور ایک ہی نظریہ پر عمل ہوتا یا آئندہ آنے والے زمانوں میں اس کے آگے مراحل مصروف ہو جاتے۔لیکن اسے اپنے فرقے کی شناخت اور دوسرے فرقے کو کچلنے اور دبانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، لہٰذا اس موضوع پر قلم اٹھانے والے اب بھی اسلام سے نہ قرآن سے ، بلکہ وہ اپنے فرقے اور گروہ سے دفاع کرتے ہیں موقع ومحل کو غنیمت شمار کر کے تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور اپنے اندر اس نظریے کے حامی قائلین یا انہیں بے حیثیت یا ان پر چادر عصمت چڑھا کر اسلام سے زیادہ ان سے دفاع کرتے ہیں یا انہیں بے حیثیت بناتے ہیں۔غرض یہ مسئلہ اسلام وقرآن سے زیادہ فرقے کی انا کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔قرآن کے حامی داعیوں کا کہنا ہے: اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ہے۔قرآن میں تحریف کا عقیدہ فرقہ امامیہ کا ہے انہوں نے امامیہ کہنے پر اکتفاء کیا ہے اور امامیہ کے کس فرقے نے نشاندہی نہیں کی ہے، جبکہ فرقہ امامیہ کے خود چندیں فرقے ہیں۔اسی طرح اگر شیعہ کہیں تو شیعہ ایک فرقہ نہیں، بلکہ اس کے کئی فرقے ہیں اس جہت کے نیچے سبائیہ کیسانیہ ،اباحیہ، جیسے ملاحدہ، قرامطہ، نصیریت ،اسماعیلیہ، شیخیہ ، جارودیہ سب چھپے ہوئے ہیں۔ان سب کی غلطیوں کو ایک پر ٹھونسنے کی کوئی منطق نہیں ملتی۔

کبھی کہتے ہیں: یہ ہمارے محققین علماء کا قول نہیں ہے، یہ غیر محققین کا نظریہ ہے اگر ہم محقق اور غیر محقق کی تمیز کرنا چاہیں تو کیسے کریں گے کیا اس کا کوئی اصول ہے۔ہمیں قائلین بہ تحریف شخصیات اور عدم تحریف والوں کے

درمیان رائے شماری نہیں کرتے ہیں لوگ کتنے ہیں۔ اگر دونوں طرف کے لوگ اپنے اپنے علماء کیلئے کہیں کہ ہمارے علماقوم کے نمائندے ہیں، جبکہ دوسرے کہیں ہمارے نہیں۔ تو اس وقت کیسے فیصلہ ہوگا؟ اس صورت میں یہاں فیصلے کیلئے رائے شماری ہوگی۔ دین رائے شماری سے نہیں بنتا ہے۔ جبکہ علماءوفقہاءدورائے بھی دیتے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے کھاتے ہیں دین، دلیل ومنطق سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم نے جن علمائے اعلام کے اسمائے گرامی یہاں ان کوقوم کا نمائندہ سمجھ کر جمع نہیں کیا بلکہ ان کے اس بارے میں جو دلائل دیا ہے دلائل کی بنیاد پر جمع کا ہے امت مسلمہ کی بربادی زوال اس دن سے شروع ہوا جس دن اصول وفروع کو خانہ دلیل واستدلال سے نکال کر بیت تقلید وفتوئی میں محصور کیا ہے تقلید جو اس وقت مسلمانوں میں حاکم ہے وہ نظام عسکری سے کہیں درجہ آمریت استبداد کے حامل ہے کیونکہ نظام عسکری میں بھی فیصلہ جات اعلیٰ عہدوں کے حامل افراد کے مشورے سے انجام پائے جاتے ہیں جبکہ تقلید میں فرد واحد حاکم حکمران ہے۔ یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ کس کی دلیل محکم، مستند، پائیدار اور نا قابل رد ہے۔

رجال شناسی سے شخصیت پرستی تک

کہتے ہیں: روایات ساز نقالوں اور جعل کاروں سے بچنا ''علم رجال'' ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اس پر عبور رکھنے والے کبھی جعلی، فاسد، ضعیف روایات کے جال میں نہیں پھنستے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں جعل سازوں نے روایات جعل کی ہیں وہیں انھوں نے رجال شناسوں کو بھی اپنے قابو بلکہ زیر اثر رکھا۔ وہ انہیں ایسے الفاظ، القابات وعبارات سے نوازتے کہ پڑھنے اور دیکھنے والے مدہوش ومغلوب ہوجاتے اور ان کی خامیوں کو نظر انداز کر کے گزر جاتے۔ اور پھر کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی کتاب میں ان کا نام بڑی تعظیم وتکریم سے لکھا ہے، وہ ہمارے بزرگ علماء میں سے تھے، ہمارے عظیم فقیہ اور مولا تھے، ان کی کتاب جیسی کوئی کتاب نہیں ہے۔

محمد غزالی اپنی کتاب ''عقیدہ المسلم'' کے ص ۲۰۰ پر لکھتے ہیں: بہت سی شخصیات عظمت و بزرگی، فراست و ذہانت اور اعلیٰ کی حامل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایسی شخصیات کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ بھی جان لیں کہ اگر ان شخصیات کی زندگی کا دوسرا اور تیسرا صفحہ کھولیں تو پتہ چلے کہ یہ شخصیات کتنے برے خصائل اور نقص وعیب کی حامل ہیں۔ ایسی خصلتیں جن سے عام لوگ تک نفرت وبیزاری کا اظہار کرتے ہوں اور کوئی شخص ان بری صفات کی وجہ سے عامۃ الناس کی نظروں سے گر جائے۔ یہ بھی درست نہیں کہ کسی بزرگ کی بزرگی وعظمت کو سامنے رکھنے کے بعد اس کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کو نظر انداز کیا جائے۔

محمد غزالی کہتے ہیں:

نپولین: ایک تجربہ کار جنگجو، جنگ کی آگ کو بھڑکانے والا انسان تھا۔ اپنے دور میں اسکی مثال نہیں ملتی، لیکن وہ ایک بد اخلاق اور بدخو انسان تھا۔

جان روسو: اپنے دور کی ایک انقلابی شخصیت تھی۔ اس نے دنیا کو آزادی کا دستور دیا لیکن اس کا رویہ بہت پست تھا اور وہ ایک بداخلاق شخص تھا۔

بسمارک: میدان سیاست میں بے نظیر انسان تھا لیکن بہت جھوٹا تھا۔

ابوالعلاء: ادیب حاذق تھا لیکن بدگمانی اور بدزبانی کا عادی تھا۔ دنیا سے نفرت اور وجود میں قہر وغصہ رکھتا تھا۔ بہت زیادہ احساس کمتری میں مبتلاء ہونے کے ساتھ ساتھ جنسی انحرافات کا بھی شکار تھا۔

تاریخ میں بعض ایسے اشخاص بھی آئے ہیں جو عظمت وبزرگی کی تلاش میں جنون کی حد تک تھے۔ اگر ان کی خصوصی زندگی کے بارے میں تحقیق کریں تو یہ اشخاص صفات متضاد کے حامل تھے۔ ایسے فلاسفہ، شعراء، مفکرین اور اختراع کنندہ گزرے ہیں کہ ان کی زندگی کے دوسرے شعبوں کو کھولیں تو پتا چلے کہ ان سے کتنے برے اعمال سرزد ہوئے ہیں۔ لیکن ہم صرف ان کی نمایاں صفات کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور ان کے برے اخلاق وکردار جن کے وہ مالک ہیں نظر انداز کردیتے ہیں۔

اگر صاحب ریاض العلماء، روضۃ الجنات، صاحب الکنی والقاب جیسے رجال شناسوں نے مرحوم مجلسی کے اوپر تقدس کی چادر چڑھائی ہے اور لکھا ہے کہ ان جیسی کوئی شخصیت ہے اور نہ ان جیسی توفیقات کسی اور کونصیب ہوئی ہیں۔ ان کا کوئی ہم پلہ نہیں، ان کی تالیفات کے مقابل کوئی کتاب نہیں، ان کی کتابیں ہمارا علمی ذخیرہ ہیں۔ تو یہ بھی علامہ کی حیات وشخصیت کا ایک اہم پہلو ہے کہ آپ سلاطین صفوی کے دوش بہ دوش ۴۰ سال منصب "شیخ الاسلام" پر فائز رہتے ہوئے صفوی حکومت کے بے تحاشہ وسائل، ذرائع اور توانائیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اسے نظر انداز کرکے، اصول کافی جس کی سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) احادیث میں سے نو ہزار (۹۰۰۰) ضعیف ہیں، من لا یحضر الفقیہ جس کی آدھی احادیث مرسلات ہیں اور بحار جس میں غیر مستند روایات کی نقولات کا انبار ہو ان پر تقدس کی چادر چڑھائیں تو کس طرح صحیح اور غلط کی شناخت ممکن ہوگی۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عالم و دانشمند، صاحبان وجدان اور حاملان بصیرت کی وسعت علمی، کثرت عبادت وتہجد اور اخلاص کا حامل ہونا انہیں خطاء ولغزش اور نسیان سے باز نہیں رکھتا اور نہ رکھ سکتا ہے۔ اللہ انبیاء کے علاوہ کسی فرد کے خطاء ونسیان سے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں دی۔ کبھی کوئی عالم دین خاص وعام کے نزدیک صاحب علم وفضل اور صداقت گوئی میں معروف ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس سے بہت سی لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوتی ہیں۔ بسا اوقات یہ خطائیں اور لغزشیں انتہائی سنگین ہوتی ہیں۔ صاحبان علم واخلاص، فضلاء واکابرین کو غلطیوں اور خطاؤں سے بچانے کیلئے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرے۔ چاہے وہ کتنے ہی بڑے

پائے کے عالم و فاضل کیوں نہ ہوں۔ اگر بچہ باپ کے چہرے یا داڑھی پر لگے نشان یا داغ سے باپ کو آگاہ کرے یا دیکھ کر ہنسے تو اسے برے عزائم یا سوئے نیت رکھنے والا شمار نہیں کرنا چاہیے۔

اگر کوئی شخص عالم، زاہد، مخلص، متقی اور پرہیز گار ہے تو اس کا احترام اور اس سے پیار و محبت اپنی جگہ مستحسن بلکہ واجب ہے، لیکن زہد و تقوی یا اخلاص کو بنیاد بنا کر ان کے تمام اقوال و کلمات، خاص کر وہ موضوع جس پر انہیں عبور حاصل ہو، سے ہٹ کر کسی دوسرے موضوع پر اظہار خیال کرنے کو درست قرار دینا اور دوسروں کو اس بارے میں تحقیق کرنے سے روکنا، علم و حقیقت پر ایک جنایت ہے۔

اس قسم کی عالم پرستی، زہد پرستی، شخصیت پرستی دین و شریعت میں نہیں۔ ایسا کرنے والوں کی اللہ نے مذمت کی ہے۔ چنانچہ جب یہودیوں نے اپنے علماء اور رحبان کی آنکھ بند کر کے پیروی کی تو اللہ نے ان کی مذمت کی۔

﴿اتَّخَذُوا أَحْبارَهُمْ وَ رُهْبانَهُمْ أَرْباباً مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (توبہ: ۳۱)

اگر کسی عالم سے کسی مسئلے میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو اس بنا پر اسے سب و شتم اور تشدد کا نشانہ نہ بنانا اور اس کی دیگر خوبیوں اور اچھائیوں کو کالعدم قرار دینا ناانصافی، ظلم بلکہ ذاتی خواہشات پرستی ہے۔ مسلمان جہاں بھی ہوں وہ تابع حق ہے۔ یہاں اتباع حق کا زبانی دعویٰ کافی نہیں بلکہ اتباع حق کا ثبوت، کتاب و سنت کی پیروی ہے۔ جو بھی اپنے مدعا پر قرآنی آیات یا سنت نبیؐ پیش کرے اسے قبول کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی ان دونوں سے صرف نظر کرے تو اسے بلاتر دید مسترد کر دینا چاہیے۔

بعض نے بعض ذوات کیلئے کلمہ ''قطب عالم امکان'' اور ''**هیهات هیهات اَن یاتی الزمان بمثله ان الزمان لمثله لقیم**'' جیسے کلمات کفر صو فیہ و زندیقہ ہیں جو صریح آیت قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْها أَوْ مِثْلِها﴾ (توبہ: ۱۰۶)

یہ تعبیرات امت اسلام اور قرآن و محمدؐ کے درمیان ایک بڑا سد ہے، ایسی ہی علماء پرستی اور مشائخ پرستی نے مسلمانوں کو فرقہ در فرقہ میں تقسیم کیا ہے۔ یہ ذوات ہمارے اور قرآن و محمدؐ کے درمیان بت بن چکی ہیں۔ اور اس کے علاوہ ان کی دیگر خامیوں کا ذکر کریں گے۔

غرض یہ کہ کسی فرد خاص سے لگاؤ ومحبت یا نفرت وعداوت کو بنیا دبنا کر، دینی مفاد کو نظر انداز کر دینے سے دین فرسودہ ہوتا ہے۔ان ذوات کی تقدیس کی پاسداری ہماری ذمہ داری ہے لیکن دین فروشی ہر حال میں ممنوع، خلاف شریعت و وجدان ہے۔اس سلسلے میں ہم عباقر پرستی کے عنوان سے چند مثالیں پیش کریں گے۔

اس قانون سے قدیم وحاظر کے رہبران دینی واسلامی اور مسیحی مستثنیٰ نہیں ہیں۔کہیں کسی نے جمع احادیث کے نام پر صحیح،ضعیف،مردود احادیث کا انبار لگا کر ہمارے لئے صحیح احادیث کو نا قابل شناخت بنا دیا تو کہیں اصولی نے عقل،عقل کی رٹ لگاتے ہوئے قرآن کو کنارے لگا کر ضعیف احادیث کو عمل جمہور کے تنکے کا سہارا دے کر فتویٰ صادر کیا۔جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں اختلاف صوری اور نورہ کسی ہے۔اگر کوئی مرجع وقت بنا ہے تو سینکڑوں افرادان کی ناانصافیوں اور حکمران نوازی کے شاکی ہیں۔

میں اس کتاب کے عنوان کی پاسداری اور اللہ کے حضور وشہود پر ایمان رکھتے ہوئے، دیگر علمائے اعلام کی طرح اپنے فرقے سے دفاع کرتے ہوئے تمام الزامات دوسرے فرقوں کے کھاتے میں نہیں ڈالوں گا اور نہ کسی فرد کی تنقید یا ستائش کرتے وقت اپنوں سے محبت اور غیروں سے دشمنی کو کسوٹی بناؤں گا بلکہ میں دفاع، تنقید اور تعریف کرتے وقت اس شخص کو قرآن وسنت کے ترازو سے تولوں گا اور دیکھوں گا کہ اس کا رجحان قرآن اور اسلام سے کس حد تک ہے اور موصوف اپنے تکیہ کلام اور معیار و کسوٹی قرآن وسنت رسول کو بناتے ہیں یا فرقے قوم،قبیلہ یا علاقے کو۔

رجال دفاع

رجال دفاع سے مراد، وہ شخصیات ہیں جنھوں نے کتابت قرآن،جمع قرآن اور صیانت وحفاظت قرآن کے بارے میں اپنا نقطہ نظر واضح طور پر پیش کیا ہے۔ہم ان شخصیات کا تعارف آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

دنیا کی ثقافت اور سنت وسیرت ہے کہ رہبران دینی چاہے مرحوم ومغفور ہوں یا زندہ،ان کی حیات وزندگی کے بارے میں جتنے بھی القاب وتعارف کی چادر چڑھائی جاسکتی ہو چڑھائی جائیں لیکن ان کی منویات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ان کے اعمال سے دین نے جتنا بھی صدمہ ونقصان دیکھا وہ کسی سے چھپ نہیں سکتا ہے،

چاہے اس پر مخمل کی چادر ہی کیوں نہ چڑھائی گئی ہو۔
ہم یہاں ان فقہاء و مجتہدین کے اسمائے گرامی کا ذکر کریں گے جنھوں نے اپنی بحوث درسی و استدلالی کے دوران حفاظت وصیانت قرآن سے دفاع کرتے ہوئے ظواہر قرآن کو حجت گردانا اور قائلین تحریف قرآن کی مذمت کی ہے۔ انکی حیات سے متعلق مختصر سا تعارف پیش کریں گے اور ان پر کسی قسم کی چادر نہیں چڑھائیں گے۔ ہم صرف عظمت و بزرگی قرآن سے دفاع کرنے کے ناطے یہاں ان کا ذکر کر رہے ہیں۔ ہم نے ان علماء کا انتخاب فرقوں کی بنیاد پر نہیں بلکہ دفاع از قرآن و سنت محمد کی بنیاد پر کیا ہے۔

☆ ابو جعفر طبریؒ: (متوفی ۳۱۰ ھق)

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری ۔مورخ و فقیہ، مجتہد نامور، دانش مند اسلام، مفسر معروف و مشہور، ایران کے شہر آمل مازندران سنہ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے ۔۱۲ سال کی عمر سے طلب و حصول علوم اسلامی کیلئے مصر، شام اور عراق روانہ ہوئے ۔ آخر میں بغداد میں اقامت کی۔ آپ، حافظ قرآن اور علوم قرآن میں "پدر علم تفسیر" کے لقب کے حامل تھے۔ آپ کی مشہور تفسیر "**الطبری الجامع فی تفسیر القرآن**" کے نام سے مفسرین قرآن کی قدیم ترین مصادر و مآخذ میں سے ہے۔ کہتے ہیں، ان کی تفسیر مجہول الحال، ضعیف اور جھوٹے راویوں کا مجموعہ یا بحار ہے۔

☆ شیخ صدوقؒ: (متوفی ۳۸۱ ھق)

محقق دوانی" استادِ معروف دانش گاہ تہران، شورائے انقلاب فرہنگی کے رکن صاحب کتاب "مفاخر اسلام" ج ۳ ص ۱۶۷ پر لکھتے ہیں:

محمد قمی معروف بہ صدوق ؒ۔ آپ کے والد گرامی علی ابن بابویہ نے امام زمانہ سے، فرزند کیلئے تقاضائے دعا کی چنانچہ ایک خط بھیجا۔ جواب میں آپ کو خوش خبری دی گئی۔ ان کے بقول آپ، امام زمانہ کی دعا سے پیدا ہوئے ہیں۔ جب دوستوں نے امام زمانہ کو کشادہ رزق کیلئے، اولاد نرینہ کیلئے اور لاعاج امراض کی شفایابی کیلئے دعاؤں میں مصروف رکھا ہو پھر آپ کو کہاں فرصت ملے گی کہ کفر و شرک اور ظلم کے خلاف قیام کریں۔ کیا نبی کریم اور دیگر آئمہ کی مصروفیت بھی اس طرح تھی؟ امام اور رہائیین دونوں کو دنیا میں انسانیت پر ڈھائے جانے والے مظالم قتل و غارت

گری اور خون ریزی اور آئین اسلام قرآن اور سنت کی معطلی سے کوئی سر کار نہیں ۔نائبین اپنے لیے کشادہ رزق اور اولاد نرینہ کیلئے التماس کریں، امام، نائبین کی التماس کو مثل موسیٰ پیغام رسائی کریں۔

محقق دوانی ص ۱۸۰ پر لکھتے ہیں: شیخ صدوق ۳۴۷ھ ق کو رکن دولہ کی دعوت پر شہر رے جسے آج شاہ عبدالعظیم کہتے ہیں، اقامت کی۔ آپ رکن دولہ کے نزدیک بہت محترم تھے اور رکن دولہ آپ سے امامت اور دیگر اختلافی مسائل چھیڑتے اور آپ سے جواب طلبی کرتے تھے۔

علامہ دوانی لکھتے ہیں: آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ حکومت آل بویہ کے دور میں تھے، آپ کی دوسری خوش قسمتی یہ ہے کہ آپ رکن دولہ کے وزیر ''صاحب بن عباد'' کے نزدیک رہے۔

آپ کی کتاب **''من لایحضرہ الفقیہ''** کے بارے میں [مجلہ تراثنا شمارہ ۸۹۔۹۰ ص ۲۲۴] لکھتے ہیں:

''من لایحضرہ الفقیہ'' کی روایات کا نصف مراسیل ہیں۔ آپ نے ضمانت دی ہے جو روایات ہم نے نقل کی ہے اس کی صحت پر ہمیں یقین ہے۔ جو شیعوں کے فقہ کا دوسرا مصدر ہے۔ دوسرے علما نے اس کی شرح، حاشیہ ترجمہ لکھی ہے۔ شیخ صدوق نے یہ کتاب محمد بن حسن بن اسحاق بن حسن بن حسین بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر کی سفارش پر لکھی ہے۔ کہتے ہیں اسی طرح کتاب ''عیون اخبار الرضا'' صاحب بن عباد کے نام سے انتساب کیا تھا۔

اس وقت، امام زمانہ کے بارے میں موجود کتابوں کے پہلے مصادر میں سے ان کی کتاب ''کمال الدین و اتمام نعمۃ'' ہے۔ اس کتاب میں تمام علائم ظہور امام بیان ہوا ہے۔ زیادہ تر علائم، شیوع فساد، ظلم، استحصال، فحاشی، تعطیل اسلام، غلبہ کفر بر مسلمین، خروج دجال سفیان بتائی گئی ہے، لیکن اس کا خاتمہ کب ہوگا اس بارے میں محققین کا اختلاف ہے بعض نے کہتے ہیں اب وقت نزدیک آیا ہے تیاریاں شروع کرنی چاہیے بعض کا کہنا ہے پھر تاخیر ہوگی ہے واللہ اعلم حقیقت کیا ہے۔

آپ کے آثار باقیہ میں سے ایک کتاب ''اعتقاد شیخ صدوق'' ہے، جس کی شیخ مفید نے شرح کرتے وقت، ان کے بہت سے عقائد کو مخدوش قرار دیا ہے۔ آپ ۳۸۱ھ کو وفات پائے۔

☆ شیخ مفیدؒ: (۴۱۳ھ ق)

[شیخ مفید مجلہ الثقافۃ اسلامیہ شمارہ ۴۸ ص ۲۷] شیخ مفید ۴۱۳ھ کو پیدا ہوئے، کہتے ہیں: ان کے والد کے بارے میں کچھ

معلوم نہیں، لیکن القاب سے پتہ چلتا ہے مفید کو ابن معلم کہتے تھے۔ جن افراد نے شیخ سے درس اور حدیث سنا ہے ان کی تعداد ۵۶ بتائی جاتی ہے، جن میں شریف رضی، شریف مرتضیٰ، سالار بن عبدالعزیز دیلمی، محمد بن علی کراچکی، احمد بن علی نجاشی، محمد بن حسن طوسی، محمد بن حسن جعفری شامل ہیں۔ شیخ مفید خلافت عباسی کے ضعف و کمزوری کے دور میں تھے، جس وقت ایران کے دیلم سے آنے والے آل بویہ اقتدار پر قابض تھے، ان کے نزدیک شیخ مفید بہت محترم تھے۔ آپ معزالدولہ کی وجہ سے بہت عزت مند تھے، معزالدولہ ان کا بہت احترام کرتے، کبھی کبھی ان کے گھر بھی آتے تھے۔ ان کی تعریف کرنے والوں میں سے ابوحیان توحیدی، خطیب بغدادی، ابن ندیم نجاشی، طوسی وغیرہ ہیں۔ ان کی تصنیفات کی تعداد ۲۰۰ تک ہے۔ شیخ مفید تفسیر قرآن پر بہت عبور رکھتے تھے۔ وہ مسائل فقہی کیلئے آیات سے استدلال کرتے تھے۔ شیخ مفید کے دور میں، بغداد میں بہت سے فرق و مذاہب تھے اور بہت مناظرے مجادلے ہوتے اور زیادہ تر مناظرے بادشاہان وقت اور دیگر صاحبان اقتدار کے حضور میں ہوتے تھے۔

شیخ مفید اور غلو:

شیخ مفید، علمی جدوجہد، استفادہ و افادہ، عمل و استدلال اور منطق کے شیخ تھے۔ ان میں یہ تمام فضائل اور کمالات جمع تھے۔ بہت سی شخصیات علمی کے شاگرد رہے ہیں، بہت سے آثار علمی کے حامل تھے، اپنے دور میں سب سے زیادہ معتمد، فقیہ، متکلم اعلم اور عارف تھے۔

بغداد، عاصمہ مملکت اسلامی اس وقت ادیان و مذاہب کثیرہ سے پر تھا۔ یہاں میدان جنگ وجدال مناظرہ، مباحثہ، مقابلہ کا بازار گرم تھا۔ گویا اس وقت بغداد مذاہب و فرق کا بازار عکاظ تھا۔ یہاں تک یہ مناظرے و مجادلے خلفائے ملوک ارباب اختیار اور ذی نفوذ کے حضور و نظارت میں ہوتے تھے۔ شیخ مفید، وہ شخصیت ہیں جنہیں ہر رجال نویس نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ سید بحرالعلوم نے اپنی رجال میں، محسن امین نے اعیان الشیعہ میں، ابن جوزی نے کتاب منتظم میں، عسقلانی نے لسان المیزان میں، ابن حنبلی نے شذرات الذھب میں، ابن ندیم نے فہرست میں، ذھبی نے میزان الاعتدال میں، زرکلی نے اعلام میں سب نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شیخ المناطق، فاتح ابواب التحقیق، صاحب شقایق بیان تھے، فرق ضالہ سے مناظرہ کرتے تھے۔ ان تمام فضائل و مناقب کی وجہ سے وہ ریاست کل کا مقام رکھتے تھے، تمام کے تمام علم و فضل، علم و عدل، ثقہ اور جلالت پر متفق ہیں۔ کثیر المحاسن، جمع

المناقب ،حدید الخاطر ،حاضر الجواب، واثق الروایۃ ،کثیر التصانیف ،کثیر تقشّف والتخشع تھے۔یافعی نے اپنی تاریخ **"مـرآۃ الـجنـان"** میں لکھا ہے: شیخ مفید، صاحب تصانیف کثیرہ شیخ معروف بہ مفید تھے،ابن طی نے لکھا ہے: کثیر الصدقات،خشوع، **کثیـر الـصـلـوۃ والـصـوم ،حسـن اللبـاس** تھے۔اس وقت کے مقتدر بادشاہ ملک بویہ معز الدولہ ان سے ملنے کے لئے آتے تھے۔

شہرستانی نے کہا کہ وہ نابغۂ عراق اور نادر آفاق، مصلحین فرق،استادِ محققین اور رکن نہضت علمیہ، معلم اعظم تھے چونکہ شیخ نے اپنے وقت اور عصر کے تمام مسائل پر نظر رکھی ہوئی تھی ،فکر اسلامی کو تحدی کرنے والے ہر مسئلے پر ان کی نظر تھی۔اس وقت امت کو لاحق سب سے تشویش ناک ،خطرناک موضوعات میں سے ایک غلو تھا۔غلو،امت اسلامی کو اس کی اصالت اور حقیقت سے اور امت کو اپنی منزل سے دور رکھتا تھا، یہ مفیدؒ ہی تھے جو اس مرض کو امت سے دور رکھنا چاہتے تھے۔

کونسا غُلو؟

غلو،یعنی اپنی حد سے تجاوز ،اپنی قدر و قیمت سے تعدی اور افراط کرنا۔غلو کے بارے میں قرآن نے سختی سے منع کیا ہے اور کہا ہے: **﴿ لا تـغـلـو فی دینـہ ﴾** اس آیت کریمہ کے بارے میں شیخ کہتے ہیں: اللہ نے مسیح کے بارے میں اس کی شخصیت سے تجاوز نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔جو غلو امت اسلامی میں پھیلا ہے وہ دو قسم کا ہے۔ایک غلو عام و سادہ ہے اس کی کوئی منزل نہیں یہ ہوا میں ہے، کچھ لوگ اس کیلئے آمادہ ہیں کچھ تعجب اور کچھ کراہت کرتے ہیں۔ ایک آگاہ ،مدبرانہ ،با مقصد غُلو ہے۔ادراک کے ساتھ ،عمق اور گہرائی کے ساتھ فکر و تصورات سے کھیلتے ہیں۔اسلام کو اسی غلو کا سامنا ہے۔قرآن نے اس سے دو ٹوک الفاظ میں منع کیا ہے۔کہا (ایاکم والغلو فی الدین) پیغمبرؐ نے فرمایا: (تھلک المتطعون)غلو، ہر دین و شریعت کو لگنے والا طاعون ہے۔یہود و نصاریٰ ،مجوس اور مسلمین سب کو لاحق ہے۔ جب اسلامی مملکت کی وسعت بڑھتی گئی اور شرق و غرب فتح ہو گئی تو ان علاقوں سے ،بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ان کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سی پریشانیاں لاحق ہوئیں۔دیگر ادیان کے عقائد افکار رسومات سب آ کر اسلامی معاشرہ میں گھل مل گئے۔اسی وجہ سے فرق و مذاہب نے یکے بعد دیگر جنم لیا۔جس سے علما بھی محفوظ نہیں رہے۔

غالیوں کا حکم:

غالیوں کے بارے میں حکم کی وضاحت کرتے ہوئے امیر المومنین نے انہیں کفار کہا ہے اور انہیں قتل کرنے جلانے کا حکم دیا ہے۔ آئمہ نے ان کے کفر اور اسلام سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے۔ شیخ مفید نے کہا ہے: مفوضہ غالیوں کا ایک گروہ ہے۔ غالی اور مفوضہ میں کوئی فرق نہیں۔ آئمہ اپنے اجداد کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس طرح وہ موجود قدیم نہیں۔ اس کے باوجود مفوضہ یہ کہتے ہیں آئمہ خالق و رازق ہیں۔ مفوضہ کہتے ہیں: اللہ نے پہلے آئمہ کو خلق کیا پھر کائنات کی خلقت کر کے ان کے سپرد کی۔ آئمہ نے غالیوں کے دین سے خارج ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ امام سجادؑ، غالیوں سے کراہت رکھتے تھے، امام سجادؑ نہیں جانتے تھے کہ غالی انہیں ان کے مقام سے اوپر کس طریقے سے اٹھائیں گے۔ آپ فرماتے تھے: اسلام کی خاطر ہم سے محبت کرو، تمہاری محبت ہمارے لئے باعث عار نہ بنے۔ غالی مبادئے اسلام میں غلو کرتے یہ شریعت نبی سے خارج ہیں، کیونکہ الحاد کے مرتکب ہوتے ہیں۔ شیخ مفیدؒ نے کہا: غالی ملحد و زندیق ہیں۔ وہ ظاہری طور پر مظاہر اسلام پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کا فرقہ بھی مسلمان ہے، لیکن مسلمانوں کو منتشر اور متفرق کرنا ان کا ہدف ہے، وہ مسلمانوں کو تقسیمات کی چکی میں ڈال کر پیسنا چاہتے ہیں۔

غُلو کہاں کہاں ہے؟

غلو کا انتشار، تنہا ایک فرقہ کو لاحق نہیں وہ تمام فرقوں کے اندر گھسا ہوا ہے۔ اسلام کے نام ہر فرقے کے اندر وہ گھسے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ خوارج ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا: دن میں ایک رکعت نماز ہے اور رات میں بھی ایک رکعت، اپنی بیٹیوں سے شادی کو جائز قرار دیا ہے، بھائی بہن کی بیٹیوں سے شادی کو جائز قرار دیا۔ وہ کہتے ہیں سورہ یوسف قرآن سے نہیں ہے۔ ان میں سے ایک گروہ تناسخ ارواح کا قائل ہے، بعض خنزیر کی چربی اور دماغ کھانا حلال سمجھتے ہیں۔ بعض کا عقیدہ ہے کہ معرفت حق حاصل ہونے کے بعد تکلیف شرعی ان سے ساقط ہوتی ہے۔

غالیوں کے ہاتھوں عقائد اسلام کا انہدام:

الوہیت کو منہدم کرنے کے بعد، عقیدہ نبوت کی طرف بڑھتے ہیں، تاکہ عقائد مسلمین کو زمین بوس اور بے روح کریں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت محمدؐ کو تبلیغ اسلام کے لئے بشر ہی سے انتخاب کیا ہے، وہ خاتم

الانبیاء ومرسلین ہیں ۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا: آپ کہہ دیں میں تم جیسا بشر ہوں، یا یہ کہ محمدؐ تمہارے مردوں کے باپ نہیں، مگر یہ کہ وہ خاتم النبیین ہیں ۔فرق صرف یہ ہے کہ وہ انسان مرسل من عنداللہ ہیں ۔

ان تمام کے باوجود غالیوں نے تمام تر کوشش سے پیغمبرؐ کو بشریت سے اٹھایا ہے اور ختم نبوت کی مہر کو خراب کر کے کہا ہے رسول ختم نہیں ہوتے ۔رسالت ختم ہونے والی نہیں ہے ۔انہی غالیوں سے ''قادیانی'' نکلے ہیں ۔پس یہ لوگ محمدؐ کے بعد کسی اور کی رسالت کے قائل ہیں، چنانچہ رشاد خلیفہ نے امریکہ سے کلیہ اصول دین قاہرہ کے لئے بھیجا کہ وہ اس وقت اللہ کے منتخب نبی ہیں ۔غالی کہتے ہیں: جبریل نے جو رسالت علی کے لئے بھیجی تھی اُسے محمد کو دے کر غلطی کی ۔ بعض نے کہا ہے: رسالت کسبی منصب ہے جو عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے ۔کہتے ہیں: ہمارا شیخ محمد سب سے افضل ہے، محمد نے کلام کو وحی سے لیا ہے لیکن ہمارے شیخ نے مستقیماً اللہ سے بغیر وحی کے لیا ہے ۔انہوں نے مسلمانوں کے کسی بھی عقیدے کو نہیں چھوڑا، تمام عقائد کو منہدم کیا ہے، لہٰذا غلو سے زیادہ خطرناک اس امت کے لئے کوئی چیز نہیں ۔

شیخ مفیدؒ، ان مبارز علما میں سے ہیں جنہوں نے غلو کا مقابلہ کیا ۔اگر ان کی کتاب ''اوائل المقالہ'' شرح عقائد صدوق، پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ اسلام و مسلمین کے ساتھ کتنے مخلص ہیں ۔آپ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائیں ۔آپ اسلام کو دو جلدوں کے درمیان موجود ایک نظام کامل اور دین کامل سمجھتے تھے ۔دین اسلام تمام انسان کی فطرت اور طبیعت کے طریقے سے ہدایت و قیادت کر سکتا ہے ۔

☆ شریف مرتضیٰ علم الہدیٰؒ: (متوفی ۴۳۶ھ ق)

[اعلام زرکلی ج ۴ ص ۲۷۸]

علی ابن حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابن ابراہیم، آپ ۳۵۵ھ ق کو پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے ملتا ہے، اپنے دور میں سلاطین آل بویہ کی طرف سے نقیب طالبین کے منصب پر فائز تھے ۔علم کلام، ادب شعر میں نبوغت رکھتے تھے، آپ تصانیف کثیرہ کے مالک تھے، آپ شیخ مفیدؒ کے بعد اپنے دور کے مرجع کبیر تھے، آپ عقائد' فقہ اور بہت سے مسائل میں آج کل کے علماء فقہا سے اختلاف رکھتے ہیں ۔آپ اخبار آحاد کو حجیت نہیں مانتے تھے، آپ عصر حاضر میں امام عادل کے قیام کو واجب اور ضروری گردانتے تھے ۔اس طرح آپ اہل

غلو کے بہت سے عقائد سے بھی اختلاف نظر رکھتے تھے۔یہ حقائق آپ کی کتاب امالی مرتضی، حقائق التاویل بتنزیۃ الانبیاء سے واضح ہوتے ہیں تمام مؤرخین نے اپنی کتب میں آپ کا ذکر کیا ہے بعض نے کتاب نہج البلاغہ کو آپ سے منسوب کیا ہے، کہتے ہیں: آپ فکر اعتزال پر تھے ۴۳۶ھ ق میں وفات پائی۔

☆ شیخ طوسیؒ:(۴۶۰ھ ق)

ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، فرقہ تشیع کے بزرگ ترین فقیہ و متکلم اور محدثین میں سے تھے، اسی وجہ سے انھیں شیخ طائفہ کا لقب ملا ہے۔آپ ۳۸۵ ہجری کو ایران کے شہر طوس خراسان میں پیدا ہوئے۔۴۰۸ھ کو بغداد روانہ ہوئے اور وہاں درس محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید میں شرکت کرنے لگے اور ساتھ میں انکے معاون و مددگار بھی رہے۔۴۱۳ھ شیخ مفیدؒ کی وفات کے بعد ۲۳ سال سید مرتضی معروف بہ علم الھدی کی خدمت میں رہے۔سید مرتضی آپ پر بہت توجہ و عنایت رکھتے تھے۔ان کی وفات کے بعد ۴۳۶ھ میں آپ مجتہد و پیشوا علمائے شیعہ اثناعشری بنے۔آپ کی جائے سکونت بغداد میں محلّہ کرخ میں واقع تھی۔آپ کے شاگردوں کی تعداد ۳۰۰ تک بتائی گئی ہے۔آپ قائم بامر اللہ خلیفہ عباسی کے دور میں علم کلام کا درس دیتے تھے۔دور سلجوقی میں شیعہ سنی کو ایک فتنے کی چپقلش میں بغداد چھوڑ کر نجف کی طرف ہجرت کی اور وہاں حوزہ علمیہ نجف کی بنیا درکھی جو ابھی تک جاری ہے۔آپ نے ۴۶۰ھ میں وفات پائی۔آپ کی تالیفات میں سے تہذیب، استبصار کے علاوہ، ''نہایۂ'' اور ''مبسوط'' کو مصادر اور منابع شیعہ سمجھا جاتا ہے۔یہ پہلی کتاب ہے جو فقہ مقارن پر لکھی گئی ہے، ان کے علاوہ فہرستِ علمائے الرجال، رجالِ طوسی، تمہید الاصول تلخیص شافی ہیں اور تفسیر تبیان جو ۱۰ جلدوں پر مشتمل ہے سب سے پہلی تفسیر ہے۔

☆ علامہ طبرسیؒ:(متوفی ۵۴۸ھ ق)

آپ کی کنیت لقب ابو علی امین الاسلام امین دین ہے۔نام فضل بن طبرسی ہے۔

آپ کے ہم معاصران ہم زمان زمخشری صاحب تفسیر کشاف صیدی صاحب تفسیر کشف الاسرار ہیں۔

صاحب تفسیر معروف ''مجمع البیان'' جسے ڈاکٹر حسین کرمانی نے ۱۳۴۱ ہجری میں پہلی بار اس کی طباعت کی ہے۔آپ اہل تفرش ہیں جو نواحی اراک میں واقع ہے پہلے زمانہ میں یہ قم کا ایک گاؤں تھا۔جسے طبرسی کہتے تھے، سالہا سال سے یہ غلط تلفظ جاری ہے اور اسے طبرستان سے منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے طبرستان کو طبری کہتے

ہیں جیسے جریر ابن طبری مورخ عالم اسلام طبرستان سے تعلق رکھتے تھے، جبکہ آپ ۴۶۸ یا ۴۶۹ ہجری کو مشہد میں پیدا ہوئے ۔۵۰ سال مشہد اور سبزوار میں عمر گزاری، ۵۴۸ ھ میں وفات پائی ،آپ کے جنازے کو مشہد میں منتقل کیا گیا، اور حرم امام رضا سے ۲۵۰کلومیٹر کے فاصے پر دفن کیا گیا۔ آپ ہمارے موضوع کے مطابق مفسر قرآن تھے آپ کی تالیفات میں سے ایک ''مجمع البیان'' ہے جسے علمائے اہل سنت نے بہت سراہا ہے یہ تفسیر تعصب مذہبی سے مبرا ہے۔شیخ طبرسی، شیخ طوسی کے فرزند کے شاگرد ہیں۔ابن شہرآشوب اور قطب الدین آپ کے شاگرد ہیں۔

☆ ابن جوزیؒ:(۵۹۷ھ ق)

علامہ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی بغدادی۔آپ کا سلسلہ نصب خلیفہ اول ابوبکر سے ملتا ہے۔آپ ۵۰۹ یا ۵۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔۳ سال کی عمر میں والد کے سایہ سے محروم ہوئے اور اپنے چچا کی سرپرستی میں تربیت پائی۔علوم جدیدہ، فقہ، حدیث، تاریخ ادب اور تفسیر میں بڑا مقام حاصل کیا۔۸۰ سے زیادہ علماء وشیوخ سے فیض حاصل کی۔آپ کے تالیفات میں سے :موضوعات فی الحدیث، المنتظم فی التاریخ الامم، تلبیس ابلیس، صفۃ الصفوۃ، زادالمسیر فی علم التفسیر ہے۔آپ نے ۱۲ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو بغداد میں وفات پائی اور وہیں دفنائے گئے۔

☆ فخرالدین الرازیؒ:(متوفی ۶۰۶ھ ق)

محمد بن عمرو بن حسین کنیت ابوعبداللہ ابوالفضل، مشہورترین علمائے اسلام میں سے ہیں، آپ ایران کے شہر حالیہ عبدالعظیم میں ۵۴۳ کو یا ۵۴۴ھ ق کو پیدا ہوئے ،آپ کے والد اپنے وقت کے بڑے خطیب تھے، اس لیے آپ کا لقب ابن الخطیب سے معروف ہوا۔ادب اور دینیات سے فارغ ہونے کے بعد خوارزم چلے گئے، وہاں علمائے معتزلی کے خلاف مسلسل مناظرہ ومجادلہ میں کافی وقت گزرا۔آخر میں واپس رے آ گئے وہاں سے شہاب الدین غوری سے تعلقات استوار ہوئے آپ انتہای زکاوت ذہانت کے حامل انسان تھے عقل وفکر کے ساتھ سلاست زبانی رکھتے تھے آپ، شہر ہرات میں شیخ الاسلام بھی رہے۔

آپ اپنے وقت کے جامع معقول ومنقول تھے۔آپ کے امتیازات میں سے ایک یہ ہے کہ علم جدل اور مناظرہ میں، اپنے وقت کے امام تھے۔انہوں نے فلسفہ اور فلاسفہ پر کثیر اعتراضات عائد کئے ہیں، چنانچہ خواجہ نصیر

الدین طوسی، قطب الدین رازی، ملاصدرا ایک طویل عرصہ تک ان کے شبہات واعتراضات کا جواب دینے میں مصروف رہے، اس وجہ سے انہیں "امام المشککین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے مقتدر حکمران خوارزم شاہ کے نزدیک بہت مقام و منزلت رکھتے تھے۔ آپ کی بہت سی تصنیفات و تالیفات ہیں ان میں سرفہرست ہمارے موضوع کتاب کی مناسبت سے "مفاتیح الغیب" معروف بہ "تفسیر کبیر" تفسیر قرآن جو ۳۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان کی تفسیر میں ہر آیت میں کلمات کے حساب سے، کئی احتمالات ذکر کئے ہیں جس کی وجہ سے کہتے ہیں: ان کی تفسیر میں سب کچھ ہے صرف تفسیر نہیں ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک فقیہ امور کے بارے میں کہیں کہ یہ سب کچھ جانتا ہے لیکن فقہ نہیں آتا۔ ماہر علوم عربی کیلئے کہیں کہ یہ سب کچھ جانتا ہے لیکن صرف و نحو نہیں جانتا۔ تمام مفسرین ان کی تفسیر سے استفادہ کر کے مفسر بنے ہیں لیکن ان کی نظر میں فخر رازی ابھی بھی مفسر نہیں ہیں۔ ہم یہاں پر ایک حقیقت کے بارے میں قارئین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ شخصیات کے بارے میں غیر مدبرانہ اظہار نظر نہ کریں۔

مرحوم شہید مطہریؒ، بحث اجتہاد میں فرماتے ہیں: شیعہ علماء فقہا کی تاریخ ہمیشہ یہ رہی ہے کہ وہ حکمرانوں اور مقتدر افراد سے آزاد رہے ہیں اس لیے وہ اپنی فکر و نظر میں آزادانہ نظریات رکھتے ہیں، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، بلکہ شیعہ تاریخ اکثر و بیشتر فقہا نے حکمرانوں کے زیر سایہ، سرپرستی اور حکمران نوازی میں وقت گزارا ہے، چنانچہ صاحب "اعیان الشیعہ" محسن امین عاملی نے ان علماء کی ایک فہرست دی ہے جو سلاطین کے شیخ الاسلام، وزیر یا اعزاز یافتہ تھے اور انہوں نے اپنی کتابیں وقت کے سلاطین سے انتساب کی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ علماء اہل تسنن ہمیشہ حکمرانوں کے دسترخوانوں کے ریزہ خوار رہے ہیں۔ ہمیں ہر شخص کے علمی افکار و نظریات اور خوبیوں کو اخذ اور ان کی غلطیوں کو ان پر چھوڑنا چاہیے۔ اسی طرح ان کا حکمرانوں کے ساتھ گزرنا بھی ان کے نامہ اعمال پر چھوڑیں، ان کے اس اعمال کے باعث **تعاون مع الظلم** قرار دینا درست ہے اور نہ ان حکمرانوں کے دست و بازو بننے کو دین اسلام کیلئے ایک نا قابل ستائش گرانقدر بیش بہا خدمات میں شمار کریں۔ آپ کی حیات کے بارے میں [**اعلام زرکلی** ج ۷ ص ۲۰۳، **روضات الجنات** ج ۸ ص ۲۹، **الکنی و القاب** ج ۳ ص ۱۳، لغت نامہ دھخدا مادہ فخر الرازی ص ۷۸، **معجم المؤلفین** ج ۱۱ ص ۷۹، فرھنگ بزرگان اسلام و ایران ص ۵۲۰ پر درج ہے۔]

بہر حال یہ وہ علمائے اعلام ہیں جنہوں نے امت میں انتشار افتراق پیدا کر کے امت میں فرقہ کا نطفہ داخل کیا ہے۔

یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے ظالم حکمرانوں کو اپنا کاندھا دیا ہے۔ یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے ظلم کے خلاف آواز حق بلند کیا اور یہ وہ علماء ہیں جو ظالم حکمران کے ظلم اور جہل و نادان عوام کی قینچی سے مثل کتان کاٹتے رہے ہیں جب حکمرانوں کو شریعت کی پیوند کی ضرورت پڑی تو ان کو عوام کی شریعت سے کاٹ کر اپنے دربار کا زینت بنایا، جب عوام ان کی ظلم و ستم میں پس گئے تو انہی کو کاٹ کر اپنے جلوسوں اور مظاہروں کا قائد و رہبر بنایا اور بہت کم علماء ہیں کہ جنہیں اپنے استقلال کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ **واللہ اعلم لما فی صدورھم و عند اللہ یحتسب ما فی الصدور** کتنے معذور تھے؟ ہم ان سے صرف علم لیں گے ایمان نہیں۔ کوئی یہ نہ کہے جو دین ہمارے پاس اس وقت ہے ہمیں انہیں سے تو ملا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں درست کہتے ہیں، اسی وجہ سے ہم منحرف و مشکوک ہیں۔ اگر ہم دین کو قرآن اور سنت رسول سے لیتے تو اس قدر منتشر اور اتنا ذلیل و خوار نہ ہوتے۔

☆ عبدالرازق بن رزق اللہ رسعنیؒ: (متوفی ۶۶۱ھ ق)

عبدالرازق بن رزق اللہ ابن ابی بکر بن خلف ابن ابی ہجا۔ کنیت ابا محمد لقب عز الدین نسب رسعنی ہے یہ ایک چشمہ کا نام ہے جو راس العین ہے جو فرات کے نزدیک ہے اس سے رسعنی بنایا ہے آپ کی ولادت ۵۸۹ھ ق میں ہوئی آپ نے حصول علم کیلئے علم حدیث و تفسیر کیلئے پہلا سفر بغداد کی طرف کیا۔ آپ ۶۰۶ھ ق میں بغداد گئے اس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال تھی آپ نے ۶۰۷ میں دوسرا سفر فلسطینی کی طرف کیا جہاں آپ نے عبداللہ بن دربندی صوفی سے درس حدیث لیا آپ کا تیسرا سفر دمشق کا تھا۔ غرض آپ حصول علم کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے آپ کی ۹ تالیفات **رموز الکنوز فی تفسیر الکتاب العزیز** ہے جہاں سے ہم نے حفاظت و صیانت قرآن کے بارے میں آپ کے کلمات سے اقتباس کیا ہے۔ آپ نے ۶۶۱ھ ق میں وفات پائی آپ عراق سنجار (موصل کے قریب ایک شہر میں آپ دفن ہوئے۔

☆ علامہ قرطبیؒ: (۶۷۱ھ ق)

احمد ابن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی اندلسی قرطبی۔ متولد ۵۸۰ھ متوفی ۶۷۱ھ ق۔ عالم و پارسا بزرگ مفسرین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ یورپ کے ملک اندلس کے قریہ قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے آپ کو قرطبی

کہتے ہیں، آپ نے وہیں پر قرآن سیکھا۔ قرآن کے بعد ادبیات عربی سیکھی۔ آپ عبادت کے بعد تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ ایک عرصہ تک تدریس کرتے رہے پھر مصر گئے۔ وہاں نحو بلاغت اور نحو علوم قرآن میں مشغول رہے۔ آپ نے مصر میں ہی وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔

☆ علامہ حلیؒ: (متوفی ۷۲۶ھ ق)

مفاخر اسلام جلد ۴ ص ۷۷، حسن بن سدید دین بن یوسف بن علی ابن مطہر الحلی ۶۴۸ کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے بڑے عالم وفقیہ تھے۔ رئیس علمائے شیعہ اور مروج مذہب شیعہ تھے، بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں علم معقول ومنقول دونوں پر عبور حاصل تھا صاحب دائرۃ المعارف سید حسن امین کی نقل کے مطابق شیخ نصر الدین طوسی جب عراق آئے تو آپ ان کی معیت میں ہلاکو کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔

☆ ابو حیان الاندلسیؒ: (۷۴۸ھ ق)

آپ ۶۵۴ کو کو پیدا ہوئے۔ [اعلام زرکلی ج ۷ ص ۱۵۲] الکنی والالقاب جلد ۷ ص ۵۹ میں محدث قمی لکھتے ہیں: محمد بن یوسف بن علی حیان اہل اندلیسی۔ آپ بزرگواران علم وادب میں سے تھے۔ لغت عرب کے دقائق سے آگاہ تھے۔ اندلس، افریقہ، اسکندریہ، مصر اور حجاز کا سفر کیا۔ شیخ سے ۴۵۰ حدیث سنی ہیں دیار مصر سے شیخ نہایہ کہتے ہیں: وہ انسان صادق اور سالم عقیدہ تھے، بدعت فلسفہ، اعتزاز تجسس سے دور اہل ظاہر سے قریب تھے، آپ حضرت علی سے زیادہ محبت کرتے تھے، تلاوت قرآن کے موقع پر روتے تھے ۷۴۵ھ کو قاہرہ میں وفات پائی۔''

☆ بیضاویؒ: (متوفی ۷۹۱ھ ق)

عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی لقب ناصر الدین کنیت ابوالخیر منسوب بیضاوی، مفسر، دانشمند بزرگ اسلامی ہیں۔ آپ ایران کے ایک شہر بیضا نامی میں پیدا ہوئے اور وہاں منصب قضاوت پر فائز ہوئے۔ فقہ وتفسیر میں نظر رکھتے تھے، آپ کی تفسیر آپ کے نام سے منسوب اور معروف ومشہور تفاسیر میں سے ہیں۔ بعض نے آپ کی سنہ وفات ۷۹۱ھ ق بتایا ہے۔ [ج ا دانشمنامہ قرآن ص ۴۰۷]

☆ بقاعیؒ:(متوفی۸۸۵ھق)

[ازمقدمہ **عنوان العنوان**]

ابراہیم بن عمرو بن حسن بقاعی آپ ۸۰۹ھ ق کو شہر بقاع میں پیدا ہوئے ۔کچھ عرصہ دمشق میں سکونت اختیار کی پھر قاہرہ و بیت المقدس گئے بہت سی تالیفات لکھی ہیں جن میں سے **نظم الدرر فی تناسب الایات والسور** ہے جو ۸جلدوں پر مشمل ہے ۔یہ تفسیر کبھی تناسب بقاعی اور کبھی تفسیر بقاعی کے نام سے یاد کی جاتی ہے ۔آپ کی تصنیفات میں سے ایک مراجم شیوخ اقران ہے جو ۴جلدوں پر مشتمل ہے اور **عنوان العنوان** اس کا خلاصہ ہے مختصر **سیرت النبوی،سیرت خلفائے راشدین** بھی آپ کی تالیفات میں سے ہے ۔آپ نے دمشق میں وفات پائی ۔

☆ محمد حسن نیشاپوریؒ:(متوفی ۴۷۸ھق)

حسن بن محمد بن حبیب کنیت ابو القاسم منتسب نیشاپوری ۔آپ ۴۰۶ ھ ق میں پیدا ہوئے مفسر قرآن ،واعظ،ادیب اور مؤرخ تھے ۔آپ کے آثار و تالیفات میں سے ''غرائب القرآن'' ہے ۔[لغت نامہ دہخدا ص۶۰۹]معجم المؤلفین ج ۳ص ۲۷۸ ۔

☆ علامہ کرکیؒ:(۹۹۵ھق)

علامہ محمد ہادی اپنی کتاب رجال الفکر والادب میں لکھتے ہیں :علی بن حسن بن علی بن محمد بن عبد العالی عالمی ۸۷۰ھ میں جبل عامل میں پیدا ہوئے ۔۹۰۹ھ میں نجف آکر سکونت اختیار کی ۔ایران میں صفوی حکومت قائم ہونے کے بعد آپ شاہ طہماسب کی دعوت پر ایران گئے ،انہوں نے آپ کو''شیخ الاسلام''منتخب کیا ۔جسے آج کل کی اصطلاح میں وزیر مذہبی امور کہتے ہیں ۔سب سے پہلے یہ لقب شاہ اسماعیل سلطان حیدر ابن سلطان بن شیخ جنید،شاہ طہماسب،ہم عصر کرکی اور والد شیخ بہائی نے خلافت عثمانی میں رائج دین کی خدمت کرنے والوں کیلئے منتخب کردہ کلمہ ''شیخ الاسلام'' سے اخذ کیا ہے،اس منصب کے اختیارات میں سے انتخاب آئمہ جمعہ و جماعت تھا اس کے علاوہ خراج اور جزیہ کا وصول بھی اس کے ذمہ ہوتا تھا ۔آقائے محدث قمی خاندان صفوی کی بہت تجلیل و تعظیم کرتے تھے

چنانچہ صفی الدین کی شان میں لکھتے ہیں:

صفی الدین الدبیلی قطب اقطاب، برھان اصفیاء، جد سلاطین صفوی جنہوں نے پرچم دین کو بلند کرنے کیلئے علوم دین کو نشر کیا اور مذہب شیعہ کو ترویج دیا الکنی والقاب جلد ۲ ص ۴۲۴ سلطنت صفوی کے دور میں بہت سے علماء نے یہ منصب حاصل کیا۔ شاہ طہماسب کی خواہش کی خاطر شیعہ سنی میں تفرقہ اور سب شیخین کو رواج دینے میں آپ نے بہت کردار ادا کیا۔ آپ کی تالیفات میں سے اثبات رجعت اور ترجمہ جزیرہ خضراء تھے۔ یہ دونوں تصورات مذہب کیسانیہ سے ماخوذ ہیں۔

☆ شیخ محمد حسن مشغری عاملیؒ: (متوفی ۱۰۳۰ھ ق)

[رجال فکر و ادب ص ۸۶۸]

شیخ محمد جابر بن عباس عامل مشغری نجفی، عالم، فقیہ، محدث ورجالی ہیں اپنے باپ جابر اور سید شرف الدین علی ابن حجت اللہ شولستانی سے نقل کرتے ہیں ان سے فخر الدین تروحی نقل کرتے ہیں، صاحب مجمع البحرین نے ان سے نقل روایت کی ہے۔ ۱۰۳۰ کو وفات پائے ماضی نجف ج ۲ ص ۳۳۴ معجم المؤلفین ج ۹ ص ۱۴۵۔

☆ علامہ تونیؒ: (متوفی ۱۰۷۱ھ ق)

[الکنی والقاب جلد ۲ ص ۱۲۷]

آپ کچھ دیر اصفہان میں عبداللہ تستری کے مدرسہ میں زیر تعلیم رہے، پھر امام رضا کی مرقد اطہر کی زیارت کر کے عراق میں زیارت آئمہ کیلئے جاتے ہوئے راستے میں کرمانشاہ میں وفات پائی۔ تونی خراسان میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں قلعہ اسماعیلی تھا۔

☆ سید مرتضیٰ بحر العلومؒ: (متوفی ۱۲۲۶ھ ق)

الکنی والقاب جلد ۲ ص ۶۷ میں محدث قمی لکھتے ہیں: محمد مہدی بن سید مرتضیٰ بن سید محمد بروجردی، اپنے دور کے بڑے جید اور ممتاز عالم دین تھے۔ شیخ جعفر معروف بہ کاشف الغطاء دونوں ہم عصر تھے، آپ ۱۱۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ جن حضرات کی شاگردی پر افتخار کرتے ہیں وہ سب اپنے دور کے بڑے بڑے فقیہ و مجتہد تھے۔ آپ کے نام کے

ساتھ قصہ سازوں نے بہت سی کرامتیں نقل کی ہیں ان کا ذکر کرنا کسی کیلئے سودمند نہیں۔

☆ شیخ کاشف الغطاء: (متوفی ۱۲۲۸ھق)

[ماضی نجف و حاضرھا ج ۳ ص ۱۳۱]

شیخ خضر بن یحییٰ بن مطر ابن سیف الدین۔ آپ ۱۱۵۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ ہی سے خاندان کاشف الغطاء شروع ہوا ہے۔ آپ نے اپنے والد شیخ محمد مہدی فتونی عاملی نجفی سید صادق فحام، شیخ محمد تقی دورقی، آقائے محمد باقر بہبہانی اور سید بحرالعلوم سے کسب فیض کیا اور تلمذی کی، یہ آپ کے مشائخ اکابر میں سے ہیں۔ آپ کے آثار میں سے کتاب **کشف الغطاء عن مهماة الشريعه الغراء** ہے جو آپ نے کسی سفر میں لکھی ہے کتاب مختصر ہونے کے باوجود کثیر معانی و معارف پر مشتمل ہے۔ آپ نے مرزا محمد اخباری کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام بھی کاشف الغطاء عن معایب مرزا محمد عدو ی العلماء ہے، جسے آپ نے سلطان فتح علی قاچاری کو بھیجا۔ آپ نے رجب ۱۲۲۸ھ کو نجف میں وفات پائی اور ایک مقبرے میں جو آپ نے اپنے لئے آمادہ کیا تھا وہیں دفن ہوئے۔

☆ سید محسن اعرجیؒ: (متوفی ۱۲۲۸ھق)

محسن بن سید حسن بن سید مرتضیٰ۔ آپ فقیہ، اصولی، محقق اور مدقق تھے۔ اپنے دور میں کبھی محقق کاظمی اور کبھی محقق بغدادی کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ نجف کی اعلیٰ شخصیات کی شاگردی میں رہے، خطیب و منبری ہونے کے ساتھ ساتھ زاہد و عابد اور جلیل القدر تھے۔ ۱۱۸۶ھ کو جب نجف میں مرض طاعون کی وبا پھیلی تو آپ بھی یہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے پھر دوبارہ واپس آئے۔ [رجال الفکر والادب ج ۱ ص ۱۶۱]

☆ سید محمد طباطبائیؒ: (متوفی ۱۲۶۰ھق)

مہدی بن علی ابن محمد علی طباطبائی عالم امامی ہیں آپ کے آثار اصالۃ البراءۃ، رسالۃ فی المشترک اور ریاض المسائل ہے آپ کے بارے میں اعیان الشیعہ ج ۱۰ ص ۱۵۵، الذریعہ ج ۶ ص ۲۷۵، ج ۲ ص ۱۱۶ فرہنگ بزرگان ایران و اسلام ص ۶۳۳ میں آیا ہے۔

☆ محمد ابراہیم کرباسیؒ:(متوفی۱۲۶۱ھ ق)

[فرہنگ بزرگان اسلام وایران ص۱۹]

محمد ابراہیم محمد بن خراسانی کرباسی۔عالم امامی فقیہ اصولی ہیں ۱۱۸۰ھ ق کو اصفہان میں پیدا ہوئے۔تحصیل سطوح عالیہ اور دروس خارج کیلئے عتبات عالیہ گئے،سید محمد مہدی بحر العلوم،شیخ جعفر کاشف الغطاء،سید علی صاحب ریاض سے کسب فیض کیا۔ان کے آثار میں سے ایک اشارات الاصول **منہاج الھدایہ الی احکام شریعہ** ہے ۔آپ ۱۲۶۱ کو وفات پائے ۔[اعلام زرکلی ج ۶ص۱۹۴،اعیان الشیعہ ص ۲۰۶ ،الذریعہ ج ۲ص ۹۷ ،روضات الجنات ج ا ص ۳۴،طبقات اعلام ج ۲ص ۱۴،الکنی والقاب ج ا ص ۱۵۹،لغت نامہ دہخدا ۲۶۴۱،معجم المؤلفین ج ا ص ۹۱]

☆ محمود آلوسیؒ:(متوفی۱۲۷۰ھ ق)

[تفسیر ومفسرون تالیف ھادی معرفت ج ۲ص ۴۳۵]

شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی ۔بغداد کے علمائے احناف میں سے تھے ۔آپ نے اپنی خداداد صلاحیت کی وجہ سے علم معقول اور منقول دونوں کو یکجا کیا۔آپ بیک وقت مبادی اصول وفروع دونوں کے عالم تھے، اپنے وقت کے مفسر وحافظ خبر وآگاہ تھے ۔آپ کیلئے کسی چیز کا حفظ کرنا چندان دشوار نہ تھا آپ خود فرماتے تھے کہ میں نے کسی چیز کو حفظ نہیں کیا کہ وہ حفظ نہیں ہوا ہو ۔۱۲۴۲ھ ق کو منصب افتاء پر فائز ہوئے اور مدرسہ مرجانیہ بغداد کے رئیس منتخب ہوئے ۔۱۲۶۳ھ ق کو آپ منصب افتاء سے مستعفی ہوئے اور تفسیر قرآن لکھنے میں مصروف ہوئے، آپ قسطنطینیہ گئے، تا کہ اپنی تفسیر کو سلطان عبدالحمید خان کیلئے پیش کریں تا کہ اس سے ان کی رضایت کے ساتھ جائزہ بھی وصول کریں ۔آپ کی تفسیر جامع آراء واقوال خلف پر مشتمل ہے ۔آپ کی تفسیر آپ کے گذشتگان کی بہت سی تفاسیر کے اقتباسات پر مشتمل ہے، جیسے: تفسیر ابی حیان تفسیر کشاف تفسیر ابی سعود تفسیر ابن کثیر تفسیر بیضاوی تفسیر الکبیر وغیرہ،علامہ ھادی معرفتؒ لکھتے ہیں: آپ اپنی تفسیر میں مذہب کے اصول وفروع میں شدت سے تعصب برتے ہیں ۔[تاج اکلل شمارہ ۵۲۷]بغدادی،اپنے باپ کے سلسلہ نسب کی طرف سے امام حسینؑ سے ملتے ہیں جبکہ ماں کی سلسلہ نسب کی طرف سے امام حسنؑ سے ملتے ہیں آپ خاتم مفسرین اور نخبا محدثین ہیں اپنے والد اور شیخ علی سویدی

اور خالد نقشبندی، شیخ علی موسلی وغیرہ سے کسب فیض کیا۔آپ کے قول حق اطبا بصدق حب سنن تجنب فتن کے حامل انسان تھے۔

☆ سید محمد شہشہانیؒ :(متوفی ۱۲۸۷ھ ق)

[فرہنگ بزرگان اسلام و ایران ص ۵۲۶]

محمد بن عبدالصمد بن احمد شہشہانی اصفہانی۔فقیہ اصولی،آپ اصفہان کے محلے شہشہان میں پیدا ہوئے، اسی شہر میں مدرس ہوئے،آپ شاگرد صاحب ریاض اور سید کلرباسی تھے اور آپ معاصر صاحب جواھر اور شیخ مرتضی انصاری تھے۔ریاست علمی اصفہان آپ پر منتہی ہوتی تھی۔آپ کے آثار قلمی میں عروۃ الوثقی فی شرح دروس،انیس المتقین ہے۔آپ کی حیات کے بارے میں ج ۹ ص ۳۸۱۔الذریعہ ج ۲ ص ۴۲۷،الکنی و القاب ج ۲ ص ۲۳۸۔

☆ ثناءاللہ پانی پتیؒ :(متوفی ۱۲۹۷ھ ق)

آپ ۱۱۴۳ھ میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔آپ ایک مفسر اور جید عالم دین تھے۔شیخ جلال الدین پانی پتی کی اولاد میں سے تھے۔آپ کا شجرہ نسب حضرت عثمانؓ سے ملتا ہے۔سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور بعد میں دوسرے علوم کی تحصیل میں مشغول رہے۔تحصیل علم کیلئے شاہ محمد عابد لاہوری سے نقشبندی سلسلے میں بیعت کی۔

ان کی وفات پر مرشد کے حکم کے مطابق مرزا مظہر جانجاناں دہلوی کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے بھی علم طریقت اخذ کیا۔علم کی تحصیل کے بعد وطن واپس آئے اور بقیہ عمر افتاء، تصنیف و تالیف اور نشر علوم میں گزاری۔آپ نے پانی پت میں منصب قضاوت بھی اختیار کیا اور اس بلند عہدے کا نہایت احسن طریق سے حق ادا کیا۔آپ نے پانی پت ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی ایک بلند پایہ شخصیت تھے۔آپ کے مرشد مرزا مظہر جانجانان نے ایک مرتبہ آپ کے بارے میں فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بروز حشر پوچھا کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو عرض کروں گا ثناءاللہ پانی پتی لایا ہوں۔فقہ و اصول میں آپ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔تفسیر،کلام اور تصوف میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔صفائے ذہن، جودت طبع، قوت فکر اور سلامتی علق کے لئے مشہور تھے۔آپ کی تیس سے زائد تصانیف و تالیفات ہیں۔ان میں سے مشہور تصنیف "تفسیر مظہری" ہے۔

☆ سید حسین کوہ کمریؒ: (متوفی ۱۲۹۹ھق)

[الکنی والقاب ج۳ص ۱۲۶]

کوہ کمری تبریز کا ایک گاؤں ہے ۔آپ اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کا سلسلہ نسب امام حسین پر منتہی ہوتا ہے تبریز میں میرزا احمد مجتہد اور حاج میرزا لطف علی، امام جمعہ سے علم حاصل کی، کربلاء میں صاحب فصول شریف العلماء وغیرہ کی شاگردی میں رہے۔نجف میں شیخ محمد علی کاشف الغطاء، صاحب جواہر، شیخ انصاری کے شاگرد رہے آپ کی تصنیفات زیادہ علم سے متعلق ہے۔آپ ۱۳ رجب ۱۲۹۹ھق کو نجف اشرف میں وفات پائے اور وہیں پر مدفون ہوئے۔

☆ موسیٰ طبرسیؒ: (متوفی ۱۳۰۷ھق)

[فرہنگ بزرگان اسلام وایران ص ۶۳۰]

میرزا موسیٰ بن جعفر بن احمد طبرسی۔فقیہ، زاہد تھے شیخ مرتضی انصاری، حسین کوہ کمری کے شاگرد رہے۔آپ کے آثار قلمی میں "اوثق الوسائل فی شرح الرسائل" ہے۔آپ کے بارے میں اعیان الشیعہ ج ۱۰ص ۱۸۰ الذریعہ ج ۷اص ۱۲۴۵ طبقات اعلام شیعہ ج ۴ص ۳۲۲ میں آیا ہے۔

☆ محمد ابن حسین شہرستانیؒ: (متوفی ۱۳۱۵ھق)

[نقباء البشر ج ۲ شمارہ ۱۰۵۶]

سید میرزا ضیاء الدین محمد ابن حسین شہرستانی ۔ان کا سلسلہ نسب، امام حسین ابن علی ابن ابی طالب پر منتہی ہوتا ہے، شہرستانی ایک خاندان ہے جو حائر حسینی کربلاء میں واقع ہے۔ان میں بہت سے علماء اور شخصیات نکلی ہیں جن کا ذکر اسی کتاب کے ص ۲۵۴ پر آیا ہے۔آپ کرمانشاہ میں ۱۲۵۵ میں پیدا ہوئے اور وہی پر تعلیم حاصل کی پھر کربلاء آئے یہاں سطوح عالیہ پورا کیا اور حسین فاضل اردکانی کے درس میں شرکت کی، آپ علوم اسلامی کے علاوہ ریاضیات، علم ہیئت، علم فلک، علم نجوم، علم تاریخ، ادب، تفسیر، فلسفہ، حدیث کلام وغیرہ میں بھی عبور و تسلط رکھتے تھے۔آپ اپنے والد کی طرف سے اور آیت اللہ اردکانی کی طرف سے اجازہ اجتہاد رکھتے تھے۔درس وتدریس کے علاوہ تقلید کے دیگر

امور کی ریاست بھی رکھتے تھے۔اپنے استاد کی وفات کے بعد آپ رئیس کل ہوئے۔ناصر الدین شاہ (قاچاری) کے دور میں آپ ایران آئے۔آپ نے ۳شوال ۱۳۱۵ھ ق کو کربلاء میں وفات پائی اور وہی رواق قبلی میں مدفون ہوئے۔

☆ میرزا محمد حسن آشتیانیؒ :(متوفی ۱۳۱۹ھ ق)

صاحب الذریعہ ج ۳ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں: میرزا محمد حسن آشتیانی شاگرد آقائے شیخ انصاری، صاحب رسائل و مکاسب تھے آپ ان کے برجستہ اور محترم و موقر شاگردوں میں سے تھے۔نجف میں اپنے قیام کے دوران استاد کی کتاب رسائل کی شرح لکھی ہے، جس کا نام ''بحر الفوائد'' رکھا۔آپ جب تہران واپس آئے تو اس طرح کے مطابق تدریس فرماتے تھے۔

☆ حسن مامقانیؒ :(متوفی ۱۳۲۳ھ ق)

شیخ حسن بن مولا عبد اللہ بن محمد باقر بن علی اکبر بن رضا مامقانی۔آپ ۱۲۳۸ کو مامقان میں پیدا ہوئے۔چند مہینے گزارنے کے بعد آپ اپنے والد کے ساتھ کربلا منتقل ہوئے۔۸ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا۔کربلا میں ایک عرصہ گزارا، یہاں تک کہ ان کے مربی صاحب فصول وفات پا گئے تو آپ ۱۷ سال کی عمر میں نجف منتقل ہوئے۔نجف میں شیخ انصاری کے درس میں ۲۰ سال شرکت کی۔اور سید حسین ترکی کے دروس میں رہے۔شیخ مہدی اور ابن شیخ علی آل کاشف الغطاء اور شیخ رازی کے درس میں شریک ہوئے۔سید حسین ترکی، کی وفات کے بعد خود نے تدریس و تالیف شروع کی۔آپ نے **بشر الاصول الی اسرار علم الاصول** کی کتاب ۸ جلدوں پر لکھی ہے۔آپ ۸ محرم ۱۳۲۳ھ کو وفات پائی [نقل از کتاب ماضی النجف و حاضرھا ج ۳ ص ۲۵۲]

☆ جمال الدینؒ :(متوفی ۱۳۳۲ھ ق)

آپ ۸ جمادی الاول ۱۲۸۳، دمشق میں پیدا ہوئے۔قرآن تعلیم لینے کے بعد مدرسہ ظاہریہ میں داخل ہوئے وہاں توحید صرف، نحو منطق و بیان لکھنے کے بعد، شیخ قراء احمد حلوانی کے پاس تجوید قرآن پڑھا۔جوانی میں تعلیم و تدریس شروع کی اور رمضان کے مہینوں میں وادی عجم، نبک اور بعلبک میں محاضرات دروس دیتے تھے یہاں تک کے ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۳۲ کو دمشق میں وفات پائے آپ کی عمر ۴۹ سال تھی۔

☆ آیت اللہ بروجردیؒ:(متوفی ۱۳۸۰ھق)

[نقل از اعلام زرکلی ج ۲ص ۶۰]

آیت اللہ سید حسین بروجردی صفر ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے ۔تیرہویں صدی کے مفسر، فقیہ اور اصول حدیث پر عبور رکھتے تھے ۔آغا بروجردی علوم مقدماتی حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۰ھ عراق تشریف لے گئے ۔صاحب جواہر، شیخ کاشف الغطاء اور حسین اصفہانی کے سامنے زانوئے تلمذ رکھا ۔شرح نہج البلاغہ عبدالحمید ابن ابی الحدید ۔ادیب و مؤرخ معتزلی متوفی ۵۸۶ حکومت بنی عباس کے دفتروں میں کاتب بنے ۔ابن العلقمی کے پاس بہت مقام رکھتے تھے ۔

درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے کے بعد آپ وطن واپس تشریف لائے مختلف علوم خصوصاً تفسیر اور علم رجال پر عبور رکھتے تھے آپ صاحب تفسیر صراط المستقیم ہیں ۔سورۂ نور، سورۂ اعلیٰ اور دیگر سوروں کی تفاسیر آپ کے آثار میں شامل ہیں ۔ان کے علاوہ آپ کی ۱۸ سے زائد تصنیفات و تالیفات ہیں ۔ایران میں اپنے دور کے عالم تشیع کے مرجع وحید تھے ۔

☆ محقق تبریزیؒ:(متوفی ۱۳۴۰ھق)

میرزا موسیٰ بن میرزا جعفر بن میرزا احمد تبریزی جیسا کہ صاحب الذریعہ ج ۲ص ۴۷۳ پر لکھتے ہیں: آپ سید حسین کوہ کمری کے شاگرد تھے آپ نے رسائل شیخ انصاری اور قوانین پر حاشیہ لکھا ۔

☆ حمید الدین فراہیؒ:(متوفی ۱۳۴۹ھق)

برصغیر کے معروف و مشہور اور ممتاز عالم دین ہے آپ ہندوستان کے ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے آپ کا گھرانہ اپنے علاقے کے معزز گھرانوں میں شمار ہوتا تھا تعلیم مروجہ میں بڑا مقام رکھتے تھے فراہی مولانا شبلی نعمانی کے ماموں زاد بھائی تھے ،عربی زبان کی تعلیم مولانا شبلی سے حاصل کی ۔شبلی آپ سے بہت محبت کرتے تھے ادب اور معقولات میں بہت مقام حاصل کیا ،فراہی فلسفی و متکلم ہونے کے ساتھ عربی اور فارسی میں ادیب و شاعر تھے ۔

مولانا حمید الدین فراہی کی تصنیفات میں سے مندرجہ ذیل ہیں:

۱ ۔تفسیر نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان۔

۲۔فاتحہ نظام القرآن۔

۳۔مفردات القرآن۔

۴۔الامعان فی اقسام القرآن۔

☆ عبداللہ مامقانیؒ:(متوفی ۱۳۵۱ھ ق)

شیخ حسن ابن مولیٰ عبداللہ بن محمد باقر علی اکبر بن رضا نجفی، عالم خبیر صاحب فضل واسع تھے۔جمع اخبار وحدیث میں تحقیق رکھتے تھے۔متقی وپرہیزگار تھے۔آپ ۱۲۸۵ھ کو نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔آپ نے مقدمات اپنے والد سے حاصل کئے۔اور شیخ کاظم خراسانی اور شیخ الشریعہ اصفہانی سے کسب فیض کیا۔

☆ آیت اللہ محمد جواد بلاغیؒ:(متوفی ۱۳۵۲ھ ق)

شیخ محمد جواد بن حسن محمد بلاغی ربعی نجفی، خاندان بلاغی علم وتقویٰ میں ایک مشہور خاندان ہے۔اس خاندان سے بہت سے اہل فضل وادب اور خدام دین نکلے ہیں شیخ بلاغی مہد علم نجف میں ۱۲۸۲ھ کو پیدا ہوئے جیسا کہ آیت اللہ تہرانی نے خود انہی سے نقل کیا ہے آپ ۲۴ سال نجف میں رہے ۱۳۰۶ھ میں کاظمین منتقل ہوئے ،مقدمات ختم کرنے کے بعد دوبارہ نجف آئے اور ۱۳۲۶ھ کو آپ سامرہ منتقل ہوئے جہاں آپ نے مرزا تقی شیرازی کے درس سے استفادہ کیا اور دس سال انکی خدمت میں رہے ۱۳۳۶ھ کو دوبارہ کاظمین آئے اور وہاں سے دو سال تک انقلاب اور آزادئ عراق میں شرکت کی۔۱۳۳۸ھ کے بعد آپ تالیف وتصانیف میں مصروف ہوئے آپ نے اپنی تصانیف وتالیف میں مسیحی ثقافت کی یلغار کو روکنے کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھی۔مادین ملحدین، ادیان منحرفہ اور مشرق ومغرب کے اسلام کے خلاف شبہات کا جواب دیا۔اس سلسلے میں آپ نے ایک طویل جنگ لڑی اور شریعت اسلامی سے دفاع کیا اس حوالے سے آپ کی قابل ذکر تصانیف الھدیٰ علی دین المصطفیٰ، رحلت مدرسیہ، انوار الھدیٰ، نصائح الھدیٰ اور دیگر کتب ورسائل ہیں۔یہ سب اسلام کی ساحت مقدس سے دفاع کرتا تھا۔آپ عراق کے انقلاب ۱۹۲۰ میں، اپنے استاد کبیر محمد تقی شیرازی کے دوش بدوش رہے، آپ بزرگ علماء شیخ محمد طٰہٰ، شیخ آغا رضا خراسانی، آخوند محمد کاظم خراسانی، سید حسن صدر الدین، حسین مامقانی، میرزا حسین نوری کے شاگرد ہیں، جبکہ آپ کے شاگردوں میں محمد رضا، علامہ محمد علی رودبادی، محمد صادق بحر العلوم، شیخ محمد علی بروجردی، شیخ ابوالقاسم الخوئی، سید صدر الدین الجزائری

،شیخ ذبیح اللہ بن محمد علی محلاتی ،سید شہاب الدین ،شیخ مرتضیٰ مظاھری ،شیخ محمد مہدوی ،شیخ نجم الدین ،شیخ النکرانی نجفی ، سید ہادی وغیرہ شامل ہیں۔آپ کی تصانیف میں سے اصولِ عقائد ،فقہ ،تفسیر ،تاریخ ردمحدثین ، ردطبعیین ، ردقادیہ ، بہائیہ ،وہابیہ وغیرہ معروف ہیں۔ان میں سے ایک عام کتاب الرحمٰن کی تفسیر القرآن ہے ،اس تفسیر کو آپ نے ۱۳۵۰ ھ میں شروع کیا ،۱۳۵۲ھ کو آپ نے وفات پائی آپ فرماتے تھے میں یہ تفسیر مکمل نہیں کرسکوں گا۔سورۂ نساء کی آیت ۵۷ پر آپ کی تفسیر رک گئی ۔یہ تفسیر ایک مقدمہ ،چار حصوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے ۔اس کا پہلا حصہ اعجاز قرآن پر مشتمل ہے ،دوسرا قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے سے متعلق ہے ۔تیسرا قرأت سے متعلق جبکہ چوتھا تفسیر پر مشتمل ہے ۔اس تفسیر میں آپ نے تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری کے بارے میں ایک خاص رسالہ لکھا ہے جس میں اس تفسیر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ غلط اور جعلی اور خودساختہ تفسیر ہے اس کے متن میں جو چیزیں موجود ہیں وہ کتاب و سنت سے متصادم ہیں۔

☆ ڈاکٹر مصطفیٰ صادق رافعیؒ :(متوفی ۱۳۵۶ھ ق)

مصطفیٰ صادق بن عبدالرزاق بن سعید بن احمد بن عبدالقادر رافعی ۔ڈاکٹر مصطفیٰ رافعی ،۱۹۲۳ء لبنان کے شہر طرابلس میں پیدا ہوئے ۔علوم دین اپنے باپ سے سیکھا پھر ۱۲ سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل ہوئے ۔تیس سال کی عمر میں وہ بہرے ہوگئے رافعی نے بہت سے مقالات میں اسلام ،مصر اور مشرق وسطیٰ سے دفاع کیا ہے ان کی اندر دیانت اور عزت اسلام و مسلمین سے دفاع کرنے کا عنصر غالب تھا ان کی طبیعت زیادہ تر تفکر میں مرتکز تھی ۔ابتدائی اور ثانوی علوم لبنان میں حاصل کیئے ۔پھر ۱۹۴۵ء کو جامع ازہر سے کلیہ شریف میں اعلیٰ عالمی سند حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء میں اسی جامعہ سے قضاوت شریعت میں تخصص کی سند حاصل کی اور ۱۹۵۱ء سے لیکر ۱۹۵۳ء تک طرابلس میں قاضی رہے ۔۱۹۵۴ء کو بیروت میں قضاوت کے منصب پر ۱۹۶۱ء تک رہے ،۱۹۵۱ء میں ایک اسلامی کانفرنس میں شرکت کیلئے کراچی تشریف لائے پھر آپ لبنان میں ثقافتی لجنہ کے مستقبل رئیس رہے آپ نے اسلامی موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھی انہیں کتابوں میں سے ایک اسلامنا فی توفیق بین السنہ والشیعہ ہے ۔اس کتاب کے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے علامہ مصطفیٰ صادق رافعی ،لبنان کے ایک بڑے مشہور دانشور رہیں۔

آپ کو عربی زبان پر انتہائی قدرت حاصل ہونے کی وجہ سے عالمی شہرت کے حامل بنے اسی وجہ سے فن

ادب میں عرب ملکوں میں بڑا مقام رکھتے تھے، ساتھ ہی علوم اسلامی پر بھی بہت عبور رکھتے تھے لہذا آپ نے اسلام کے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی آپ کو اپنے دور کے" شیخ محمد عبدہ" کہتے تھے فرانس کی جامع سوربون، سے ڈاکٹری کی سند لی لبنان کے شہر میں بقع میں شرح قاضی معین ہوئے پھر میدان سیاست میں مصر، سوڈان حبشہ میں ثقافتی مشیر رہے آپ کی کتاب اعجاز القرآن نے اپنے دور میں بہت سی تعریفیں حاصل کی آپ کی کتابوں میں سے ایک اعجاز القرآن والبلاغۃ نبویہ، جس پر رشید رضا نے تعریفیں لکھی ہے۔آپ داعی اتحاد اہل سنت والشیعہ تھے۔

☆ علامہ طنطاوی:(متوفی ۱۳۵۸ھ ق)

[دانشنامہ قرآنی ج۲ ص ۱۴۱۱]

شیخ طنطاوی بن جوہری مصری متولد ۱۲۸۷ھ۔عصر حاضر کے بزرگ مفسر قرآن سمجھے جاتے ہیں اور قرآن کی علمی تفسیر کرنے والوں کے بنیاد گزار ہیں۔آپ مصر میں پیدا ہوئے اور چھوٹی عمر میں دعوت اسلام سے شغف رکھتے تھے۔اسلام و ایمان آپ کی زندگی میں نمایاں نظر آتا تھا، آپ نے ابتدائی علوم کی تعلیم اپنے باپ اور چچا محمد شبلی سے لی پھر مروجہ مدارس میں داخل ہوئے۔یہاں تک کہ جامع الازھر میں اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے وہاں دوسری زبانوں کو سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔طنطاوی فن ادب و شعر میں نبوغت رکھتے تھے۔دار العلم قاہرہ کے مدرس ہوئے اور قاہرہ ہی میں ۱۳۵۸ھ ق کو وفات پائی۔آپ کے آثار قرآنی میں سے ایک "الجواھر فی التفسیر القرآن الکریم" ہے۔

☆ احمد مصطفیٰ الأزھری:(متوفی ۱۳۶۲ھ ق)

احمد ابن ابراہیم بن مصطفیٰ الھاشمی الازھری المصری ۱۲۹۵ھ ق کو قاہرہ میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں ادیب ومعلم تھے مدارس جمعیۃ اسلامیہ کے مدیر تھے، مدارس انجیل کے مفتش تھے، آپ نے اپنی تالیفات میں جواھر الادب فی انشاء وادبیات لغت **العرب، جواھر بلاغہ فی المعانی والبیان والبدیع، والسعادۃ والأبدیۃ فی الشریعہ الاسلامیہ، ومختار احادیث النبویہ، حکم محمدیہ من البخاری اور کتب حدیث معتبرہ، میزان الذھب فی صناعۃ شعر العرب، وأسلوب الحکیم، مجموعہ مقالات** وغیرہ چھوڑا ہے آپ نے قاہرہ میں وفات پائے۔

☆ محمد مصطفیٰ مراغیؒ:(۱۳۶۴ھ ق)

محمد مصطفیٰ ۱۲۹۸ھ ق کومصر کے شہر مراغہ میں پیدا ہوئے شیخ محمد عبدہ کے شاگرد رہے جامعہ الازھر کے اعلیٰ شہادت کے حامل رہے سودان مں قاضی اور قاضی القضا ۃ رہے وزرات حقانیہ میں رئیس تفتیش شرعی رہے مصر میں رئیس محکمہ شرعیہ رہے اور آخر میں دو دفعہ جامعہ الازھر کا شیخ سر پرست رہے آپ اپنے دور کے فقیہ مفسر مصلح تھے آپ کے تفسیر کا نہج تفسیر محمد عبدہ سے ملتا ہے جس کا رجہان تصور علمی کی طرف جکاؤ ہے تفسیر قرآن کے حوالے سے آپ کی تفسیر آپ ہی کے نام سے مشہور ہے جہاں سے ہم نے حفاظت وصیت قرآن کے بارے میں آپ کے آراء ونظریات اقتباس کیا ہے آپ ۱۳۶۴ کو مصر میں دفن ہوئے۔[مشاہیر العالم ج ۱ص ۱۷۴]

☆ آقائے قمیؒ:(متوفی ۱۳۶۶ھ ق)

آقائے حسین حاج طباطبائی قمی،سنہ ۱۲۸۲ھ ق قم میں پیدا ہوئے،ابتدائی تعلیم قم میں حاصل کی۔۱۳۰۴ھ کو حج سے واپسی پر آپ نے نجف میں قیام کیا۔آپ مرزائے بزرگ شیرازی کے شاگرد رہیں،آپ رضا شاہ کی شرم آور،مسخرہ آور اور ضد اسلامی حرکتوں کے خلاف سخت مبارز تھے "کشف حجاب" اور مدارس مخلوط،بنین وبنات کے جسارت آمیز اقدامات کے خلاف تھے،چنانچہ دختران مدارس میں دختران کی چادر چھیننے کی جسارت پر قوم کی مذہبی بے حسی کو دیکھ کر آپ نے ایک خطاب میں فرمایا:اسلام فدائی چاہتا ہے میں فدا ہونے کیلئے تیار ہوں آپ نے وقت کے دیگر علماء وفقہا کو اس ضد،اسلامی حرکتوں کے خلاف قیام کرنے کی دعوت دی۔آپ نے حکومت وقت سے اسلام کے بارے میں ذیل کے مطالبات پیش کئے۔

۱۔حکومت ایران،عورتوں کو حجاب میں آزاد رکھے اور انہیں حجاب اتارنے پر مجبور نہ کریں۔

۲۔مدارس سے مرد اور زن مخلوط ہونے کے حکم کو اٹھانے اور مدارس میں حجاب کے قیام کا بندوبست کریں۔

۳۔مدارس میں قرآن کو ابتدائی دینی دروس میں شامل کریں۔

۴۔حوزہ علمیہ قم آزاد ہو اور حوزہ کے طلاب کو فوجی دست درازی سے معاف رکھے۔

۵۔اقتصاد اور تجارت کو ماہرین کے کنڑول میں دیں۔

حکومت وقت نے مسجد گوہر شاہ کو محاصرے میں لے کر قتل عام کیا اور آیت اللہ کو گرفتار کرلیا۔

آپ کی تالیفات میں سے فقہ،فتویٰ،علمی ،تاریخی کتابیں آئی ہیں آخر میں دنیا میں ضد دینی ،مذہبی اقدامات کو دیکھ کر اپنے آپ کو بارسنگین سے عہدہ برآ ہونے سے قاصر دیکھ کر درگاہ الٰہی میں تمنائے موت کرتے تھے۔۱۳۶۶ ہجری قمری کو دار فانی کو وداع کہا۔

☆ محسن امین عاملیؒ :(متوفی ۱۳۷۱ھ ق)

[محسن امین نقل از مجلہ مشکوۃ صادرہ، از آستان قدس رضوی شمارہ ۳۵ ص ۹۹]

سید محسن فرزند جلیل قدر سید عبدالکریم ،اصلاً عراقی تھے اور بارہویں ہجری کو لبنان کے شہر جبل عامل قریہ شقراء میں سکونت اختیار کی، آپ ۱۲۸۴ھ کو پیدا ہوئے ،اپنے گاؤں میں ابتدائی علوم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۳۰۸ کو تحصیلات عالی کی خاطر نجف اشرف گئے اس وقت کے مراجع شیخ محمد طہٰ نجفی سید ہاشم موسوی ملا علی وغیرہ سے درس لیا۔آپ ۱۳۱۹ھ تک عراق میں رہے پھر واپس سوریہ گئے ۔آپ کی بہت سے تالیفات ہیں جو آپ نے فقہ اور تاریخ ،عقائد پر لکھی ہیں ۔ان میں سے چند کتابیں قابل ذکر ہے ۔التقلید آفت العقول ،حذف الفضول عن علم الاصول، التنزیہ الاعمال الشبیہ ،اس کتاب میں آپ نے زنجیر زنی، قمہ زنی ،شمشیر زنی ودیگر نام نہاد شعائر اسلام کے نام سے قیام امام حسین کو داغ دار کرنے اور اسلام ومسلمین کو ضربت لگانے کے خلاف آواز بلند کی ہے ۔اس کتاب کے آنے کے بعد عراق، نجف، بصرہ خلیج وغیرہ میں آپ کے خلاف مظاہرے ہوئے پتلے جلائے گئے ۔ہمیشہ سے مذہبی مافیا نے اصلاح عزاداری کی آواز اٹھانے والوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے ۔آپ کی تالیفات میں سے رفع الاشتباہ عن اسئلۃ موسیٰ جار اللہ ،فضائح الجھل ہے اسی طرح سب سے مشہور کتاب''اعیان الشیعہ''ہے، جس میں حروف تہجی کے تحت تمام شیعہ شخصیات کی زندگی اور حیات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔یہاں اس عالم فقیہ ومورخ کی خدمت اور کتب بینی میں آنکھ دل بند کرنے والوں کی خدمت میں عرض کرنا ضروری ہے کہ عالم دین چاہے فقیہ ہو یا مفسر یا مورخ ،معصوم نہیں ہوتا بلکہ اس سے بہت سی غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں۔آپ کی شیعہ عمائدین اور دانشمندان کی فہرست میں ابن مقفع ،ابوالاعلیٰ مصری کو شامل کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ تشیع میں ایمان باللہ، ایمان بر سالت اور قرآن ضرورت نہیں ورنہ قرآن سے مقابلہ کرنے والوں کا نام اس کتاب میں نہیں آنا چاہیے تھا۔آپ نے ماہ رجب ۱۳۷۱ھ کو شام دمشق میں وفات پائی اور وہی مدفون ہیں۔

☆ سید محمد کوہ کمریؒ معروف بہ حجت:(متوفی ۱۳۷۲ھ ق)

[نورعلم شمارہ ۱۰ سند ۱۴۰۵ھ ص ۸۵]

آیت اللہ سید محمد حجت ۱۳۱۰ ہجری قمری کو تبریز میں پیدا ہوئے، دروس دینی کیلئے نجف اشرف روانہ ہوئے ،آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی، آیت اللہ بوتراب خراسانی، آیت اللہ شیخ شریعت اصفہانی، آیت اللہ محمد حسن مرزائے نائینی، آیت اللہ ضیاءالدین عراقی سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۳۵ھ کو واپس تبریز آئے۔آیت اللہ سید محمد اصفہانی کی وفات کے بعد واپس نجف گئے، اس وقت کے بزرگوں کے دروس میں شرکت کی، پھر علالت و بیماری کی وجہ سے ایران آئے۔آقائے شیخ عبدالکریم حائری موسس حوزہ علمیہ قم کے درس میں شرکت کی، آپ نے بھی رضا شاہ کے خلاف دینی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا اور حکومت وقت کو متنبہ کرتے تھے۔پابندی حجاب کے بارے میں ایک ٹیلی گرام آیت اللہ بہبہانی کو دیا اور کشف حجاب کی مذمت کو حکومت وقت تک پہنچانے کی درخواست کی۔آپ کی تالیفات کثیرہ میں فتوئی، حدیث فقہ اور اصول شامل ہیں۔آپ نے قم میں تین جمادی اول ۱۳۷۲ھ کو وفات پائی۔

☆ محمد حسین کاشف الغطاءؒ:(متوفی ۱۳۷۳ھ ق)

[نقل از رجال الفکر والادب ج ۳ ص ۱۰۴۸]

شیخ محمد حسین بن شیخ علی بن شیخ رضا۔آپ کا سلسلہ نسب شیخ جعفر کاشف الغطاء سے ملتا ہے۔آپ اپنے دور کے اصولی تھے، فصاحت و بلاغت، قوت خطابت، تعلیم اور قلم میں انتہائی نبوغ رکھتے تھے۔آپ ۱۲۹۴ھ ق کو نجف اشرف میں پیدا ہوئے دروس سطحی تمام کرنے کے بعد اعلیٰ دروس شیخ آخوند خراسانی صاحب کفایہ سید محمد کاظم یزدی، آغا رضا ہمدانی محمد باقر اصبہانی وغیرہ سے حاصل کئے اور ساتھ ہی آپ تصنیف و تالیف میں مصروف ہوئے اور آپ کی تصنیفات عام و خاص مقبول ہوئی۔اس میں سے ایک کتاب **اصل الشیعہ واصولھا** ہے آپ نے اس کتاب میں امامیہ کے افراط تفریط غلو سے پاک عقائد پیش کئے ہیں۔فروع و اصول دونوں کے نابغہ تھے۔بہت سے عربی اور اسلامی ممالک کے سفر کئے، عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی، ہمارے ملک عزیز پاکستان بھی تشریف لائے ہر ملکی آزادی کی تحریکات میں شرکت کی، آپ عوام اور حکومت دونوں کی نظر میں ایک با ہیبت شخصیت تھے، آپ نے لبنان کے شہر ھمدون میں منعقدہ استعماری سازشی کانفرنس کو اسلام و مسلمین کے خلاف ایک سازش قرار دیا۔یہ کانفرنس آج کل

کے "تفاہم ادیان" کی مانند تھی جسے آپ نے ایک مقالہ بھیجا جس کا عنوان **مُثل علیا فی الاسلام لا فی حلون** تھا۔ آپ نے برطانیہ اور امریکا کے سفیر جنہوں نے آپ سے روس اور اس کی کمیونسٹ نظریات کے خلاف آپ کے نظریات پوچھے تو آپ نے ان سے صاف کہا: ہماری تمام بدبختیوں کی برگشت آپ دونوں کی طرف لوٹتی ہوتی ہے۔

آپ نے ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ ق میں وفات پائی۔

☆ احمد امینؒ: (متوفی ۱۳۷۳ھ ق)

[اعلام زرکلی ج ۱ص ۱۱]

احمد امین شیخ ابراہیم ۱۲۹۰مصر میں پیدا ہوئے، مصر کے مدرسہ قضائے شرعی سے سند لینے کے بعد ادارہ قضاء سعدی میں منصب قضاوت پر رہے، ۲۸ سال تک مدیر ادارہ ثقافت جامعہ عربی رہے، عضو مجمع علمی عراق میں ۲۸ سال رہے۔ تالیفات کثیرہ کے مالک ہیں ان کی مشہور تالیفات میں سے فجر الاسلام، ظہر الاسلام، ظہور الاسلام۔ اہل حدیث اور اہل تشیع ان کتابوں سے بہت نالاں ہیں۔

☆ عبدالقادر عودہؒ: (متوفی ۱۳۷۴ھ ق)

مصر کے جید عالم، دانشمند قانون و شریعت تھے "اخوان المسلمین" کے مرکزی اعزاء میں سے تھے، جب جمال عبدالناصر نے شریعت اسلام کی تنسیخ کے خلاف ایک ادارے کی تاسیس کا حکم دیا تو عبدالقادر عودہ نے اس اقدام کے خلاف لکھا۔ جمال عبدالناصر کو گولی چلانے والوں کے اتہام سے اعدام ہونے والوں میں سے ایک آپ ہیں آپ نے اسلام کے موضوعات پر کئی کتب تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے ایک "تشریع جنائی فی السلام" ہے جس میں سے ہم نے اس کتاب کے لیے اقتباس کیا ہے۔

☆ فہد بن عبدالرحمٰن سلیمان رومیؒ: (متوفی ۱۳۷۶ھ ق)

فہد بن عبدالرحمٰن بن ناصر بن عبداللہ تمیمی۔ آپ شہر عنیزہ بالقصیم میں ۱۳۰۷ھ ق کو پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں آپ کی والدہ فوت ہوگئی، ۱۲ سال کی عمر میں والد بھی فوت ہو گئے تو آپ کی سوتیلی والدہ نے آپ کی اصلی والدہ سے بڑھ کر محبت شفقت کے ساتھ آپ کی تربیت کی پھر مدرسہ تحفیظ قرآن میں داخلہ کیا، ۱۴ سال کی عمر میں حافظ

قرآن بنے ۔علم توحید،حدیث،تفسیر ،فقہ،اصول علوم عربیہ کے کتب پڑھے ۲۳ سال کی عمر میں تدریس شروع کی ۔۲۲ جمادی الاخر ۱۳۷۶ کو دماغ میں خون جاری ہونے کی وجہ سے ملک فیصل عبدالعزیز نے آپ کیلئے خصوصی اطباءطیارے کے ذریعے بھیجا،لیکن جہاز پرواز کرنے سے پہلے آپ جوار رحمت میں منتقل ہوئے ۔مرحوم کی قرآن کریم سے متعلق چندیں کتاب ہیں ان میں سے ایک قوائد حسان لی تفسیر القرآن ہیں جس میں فہم قرآن کیلئے ۷۰ قواعد بتائے ہیں ۔

☆ سید عبدالحسین شرف الدین:(متوفی ۱۳۷۷ھق)

[رجال لفکر وادب ص ۲۳۶]

عبدالحسین بن سید یوسف ۔آپ کا سلسلہ نسب ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے ۔آپ شہر کاظمین میں ۱۲۹۰ ھق کو پیدا ہوئے ۔ابتدائی علوم مقدمات وہاں کے علما فضلاء سے حاصل کئے ۔اس کے بعد نجف اشرف منتقل ہوئے ۔وہاں آیات عظام شیخ حسن کربلائی ،آیت اللہ محمد طہ نجف،آیت اللہ شیخ محمد کاظم خراسانی ،آیت اللہ کاظم یزدی ،آیت اللہ شریعت اصفہانی سے دروس فقہ،اصول حکمت ،کلام میں شرکت کی ۔۱۳۲۲ ھق کو جبل عامل گئے اور وہاں ارشاد،دعوت،امامت،ریاست تالیفات میں مصروف ہوئے ۔آپ تالیفات کثیرہ کے مالک ہیں ،آپ کی تالیفات کا زیادہ تر موضوع ولایت وامامت سے مربوط ہے ۔آپ کی بہت سی کتابیں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں ۔

☆ سید قطب شہیدؒ:(متوفی ۱۳۸۷ھق)

سید بن حاج قطب بن ابراہیم مصر کے قریہ موشہ ضلع اسیوط میں سنہ ۱۳۴۲ ھق کو پیدا ہوئے ۔ان کے داد ہندوستان سے یہاں آئے تھے ،لیکن ان کا خاندان سرمایہ دار نہیں تھا البتہ مہمان نواز ضرور تھا اس لیے وہ لوگوں کی نظروں میں محبوب ومشہور تھے سید قطب نے ۲۷ سال کی عمر میں ادب میں لیسانس (ایم اے) کی سندلی ۔حکومت نے انہیں تکامیل دراست کی خاطر امریکا بھیجا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں تھا بلکہ وہ وہاں درسگاہوں اور علمی مراکز کا جائزہ لینے کیلئے گئے تھے کہ وہاں کس قسم کا نظام درسی چل رہا ہے تا کہ واپس آکر اُس قسم کے نظام کو یہاں رائج کریں یہاں ان کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں ۔

﴿ما يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلا مُمْسِكَ لَها وَ ما يُمْسِكْ فَلا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَ هُوَ

الْعَزِیزُ الْحَکِیمِ﴾ (فاطر:۲)

﴿وَ إِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِینَ کَفَرُوا لِیُثْبِتُوکَ أَوْ یَقْتُلُوکَ أَوْ یُخْرِجُوکَ وَ یَمْکُرُونَ وَ یَمْکُرُ اللَّهُ وَ اللَّهُ خَیْرُ الْماکِرِینَ﴾ (انفال:۳۰)

وزارت تعلیم کی طرف سے جدید طریقہ تعلیم وتربیت کے مطالعہ کے لئے امریکہ بھیجا گیا، امریکہ کا دوسالہ مختصر قیام آپ کے لئے بڑے خیر وبرکت کا موجب ہوا۔ یہاں آپ نے مادی زندگی کی تباہ کاریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ چنانچہ اسلام کی حقانیت وصداقت پر آپ کو مزید اطمینان حاصل ہوا۔ وہاں آپ یہ یقین لے کر واپس آئے کہ انسانیت کی اصل سعادت وخوش بختی صرف اسلام میں ہے۔

آپ واپس آتے وقت مغربی اور خاص کر امریکی زندگی کے بارے میں ملاحظات نکات اپنی یاداشتوں میں ثبت کر کے آئے تھے، لیکن ان کی یاداشتیں اور تجزیہ دیگر دیار غرب کی زیارت کر کے آنے والوں سے بالکل مختلف تھی۔ مغرب کی تعریف کے ساتھ اسلام سے دفاع کرتے تھے لیکن سید قطب غربی نظام کے ناقد ومحاجم تھے۔ انہیں اسلام پر نقد کرنے کا موقع نہیں دیتے تھے جب وہ واپس آئے تو انہیں ایک خطاب کرنے کیلئے کہا تو وہ اس جلسہ میں مجلس شوریٰ کے رئیس تک نے بھی شرکت کی تھی اور رئیس جموریہ کسی معذوریت کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکے تو انہوں نے اپنے نائب کو بھیجا انہیں بہت سے عہدے اور منصب کی پیشکش کی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ یہاں تک اس نے زندان میں ۱۵ سال گزارے اور وہاں اس نے ''فی ضلال القرآن'' لکھا بعد میں عراق کے رئیس جمہوریہ عبدالسلام عارف نے ''فی ظلال القرآن'' پڑھا۔ اس نے علمائے عراق کی طرف سے جمال عبدالناصر سے مطالبہ کیا کہ انہیں رہا کریں، رہا کرنے کے بعد ان سے کہا ہمارے ساتھ عراق چلیں لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ یہاں وہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۸۶ کو شہید ہوئے۔[نقل از اتجاهات التفسیر فی القرآن الرابع العشر ص ۹۸۹]

آپ اخوان المسلمون سے وابستہ ہوئے، سید قطب اخوان کے مکتب الارشاد (مجلس عاملہ) کے رکن منتخب ہوئے۔ مرکزی دفتر میں آپ کو شعبہ توسیع دعوت کا رئیس مقرر کر دیا گیا۔ یہاں آپ نے اپنی زندگی کو ہمہ تن دعوت وجہاد کے لئے وقف کر دیا۔ معاشرتی بہبود کی کانفرنس میں شرکت کے لئے دمشق گئے جہاں سید نے متعدد لیکچر دیئے۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

۱۔مشاھد القیامة فی القرآن۔

۲۔تصویر الفنی فی القرآن۔

۳۔العدالة الاجتماعیه۔

اس کتاب میں سید نے بنوامیہ کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ کس طرح اس خاندان نے اسلامی نظام حکومت کو ملوکیت میں تبدیل کیا، جس کی وجہ سے اب تک اسلام کا نظام حکومت جو رسول اللہ کے بعد خلفائے راشدین نے قائم کیا تھا دوبارہ بحال نہ ہوسکا۔آپ کے نزدیک کوئی بھی اسلامی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک وہ ایسی روش اختیار نہ کرے جو نزول قرآن کے وقت حضرت محمدؐ اور آپ پر ایمان لانے والوں نے اختیار کی تھی۔

☆ شہید محمد باقر الصدرؒ:(متوفی۱۴۸۸ھق)

آپ ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۵۰ھ یا ۱۳۵۳ھق کو عراق کے شہر کاظمین میں پیدا ہوئے۔شہید صدر کی شخصیت کے بارے میں کچھ سطور رقمطراز کرتے وقت میں، اس رائج سنت و منہج کو نہیں اپناؤں گا جو ہمارے ہاں کسی شخصیت کے بارے میں لکھتے بولتے وقت اپنائی جاتی ہے۔جہاں شخصیت کو عالم ناسوت سے اٹھا کر عرش اور اس سے مافوق عالم لاھوت میں لے جاتے ہیں۔اس کے مصادر و منابع کے بارے میں جب پوچھا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں فلاں نے خواب دیکھا خواب اور نقل مرسلات کی عقل و شریعت کے زاویے سے تصدیق نہیں ملتی کیونکہ خود شہید الصدر ان تصورات کے تحت خلاف تھے اس کے خلاف بولتے تھے۔

ان سطور کے ذریعے یہ کہنا بھی نہیں چاہوں گا کہ ہمیں اس شہید بزرگوار کے نقش قدم اور سیرت مطہر کو اپنانا چاہیے۔ان کی سیرت پر چل کر کامیابیاں ہمارے قدم چومیں گی۔سیاسی، سماجی ملحدین، سیکولرزم اور کفر و شرک کے داعی کہتے ہیں فلاں کو اپنا اسوہ بنائیں۔لوگوں کو اپنا مشعل راہ بنانے والے تو چھوڑ دیں۔شہید صدر، امام خمینی، امام الخوئی اور سید قطب، احمد رضا خان اور حسن البناء ابوالاعلیٰ مودودی، صحابہ کرامؓ اور آئمہ اطہار کی سیرت پر چلنے کی بات بھی ایک قسم کا کفر ہے، کیونکہ قرآن کریم اور نبی کریم کی سنت میں جس چیز کو نمونہ بنانے کے لئے کہا ہے وہ جن کی سیرت پر چل کر نجات ملنے والی ہے، وہ اللہ کی کتاب اور محمدؐ کی ذات ہے۔آئمہ طاہرین اصحاب باوفا خلفائے کرام

جتنے بلند و بالا مقام و مرتبت پر فائز ہی کیوں نہ ہوں وہ قرآن اور تابع سنت محمدؐ تھے۔

میں اس بزرگوار کے بارے میں یہ بات بھی نہیں کروں گا جو عام مراجعین کے بارے میں کی جاتی ہے، جہاں مراجع اربوں کا مال و دولت اپنے خاندان کی چندین نسل کے لئے سرمایہ، ذخیرہ چھوڑتے ہیں اور امت کے لیے بقول شہید صدر گزرنے والے مراجع، آنے والوں کیلئے خالی ہاتھ صفر میں چھوڑتے ہیں پھر بھی یہ حضرات کہتے ہیں مراجع ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے۔مراجع نے ہمارے لئے اصول فقہ اور رسالہ عملیہ چھوڑ کر گئے ہیں۔وہ بلند و عریض عمارتیں اور خاص کر آج کل کے مراجع کی ترجیحات میں امام بارگاہ، ہسپتال طبی سہولتیں اور کالج اور مدارس میں پڑھنے والے طلبا کی رہائش گاہیں، ان کی جلیل القدر خدمات میں سے قرآن و سنت اور تاریخ اسلام عاری و خالی حوزہ اور مدارس ہے۔لیکن جہاں تک دولت کی بات ہے تو انہوں نے جو کچھ اپنے خاندان اور اپنے کے لئے چھوڑا ہے۔اور جو کچھ حوازات و مدارس کے لئے خرچ کیا گیا ہے اس کا ۲۰ فیصد بھی نہ ہوگا، لیکن جو بھی ہو انہوں نے دین کی سربلندی کے لئے کچھ بھی خرچ نہیں کیا اور عظیم وراثت اپنے خاندان کے لئے چھوڑ کر گئے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہیں گے کہ مراجع فقیر نواز تھے۔کیونکہ غریبوں کے لئے عس و تولی کرتے تھے، ان کے لئے ان کا گھر کا دروازہ علاقہ ممنوعہ تھا کوزے سے پانی پیتے تھے، سبزی لینے خود جاتے تھے۔گوشت لینے کسی اور کو بھیجتے تھے۔

۵۔یہ لوگ وہ ہستیاں ہیں جنہیں ان کے ترجمان کہتے تھے پہلے ایرانیوں، تہرانیوں، شیرازیوں، عربوں کا حق ہے پھر پاکستانیوں اور افغانیوں کا حق بنتا ہے۔اور ہم یہ بھی نہیں کہیں گے کہ اعزام مبلغ کرتے وقت ایک ہاتھ میں آپ کی تصویر و رسالہ عملیہ اور دوسرے ہاتھ میں کیسٹ شرط کی جاتی ہے تا کہ اس مرجع کے حق میں جو دعائیں کی گئی ہیں وہ ریکارڈ کر کے لائیں۔اور عوام سے کہیں کہ فلاں مرجع نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔اپنی مجالس مرجعیت چمکانے کے لئے دعا کریں۔

شہید الصدر ان باتوں سے نفرت اور بیزاری کرتے تھے آپ اپنی ذات خود نا پتے تھے۔اور دوسروں سے بھی کہتے تھے کہ اپنی ذات کو خود پہچانو کہ اللہ پرست ہو یا نفس پرست۔فرماتے تھے کہ اس کی کسوٹی یہ ہے جب ان کے سامنے کہیں: حضور عالی! آیت اللہ صاحب، پاکستان میں کمیونسٹ کی یلغار ہو چکی ہے افغانستان میں کفر آیا ہے تو اس کا بال بھی نہیں ہلتا۔اس خبر کا اس کے پاس کوئی حیثیت و اہمیت نہیں اور یہ اس کیلئے پریشانی کا سبب نہیں بنتی۔لیکن

اگر کوئی کہے کہ عراق میں یا ایران میں کمیونسٹ آئی ہے تو وہ دگر گوں اور پریشان ہو جاتا ہے۔ دونوں جگہ کمیونسٹ آئی ہے پہلی جگہ سے پریشانی نہیں تو دوسری سے کیوں ہو۔ وہ اس لئے کہ جہاں کمیونسٹ آئی ہے وہاں سے مفادات اور مرجعیت کو خطرہ ہے۔ اپنی عزت کے لئے خطرہ ہے۔

نبی کریم یا قرآن کریم کی اہانت اور جسارت بھی ہو تو افسوس کا اظہار نہیں کرتے، لیکن اپنے فرقے سے مربوط بات ہو تو چیخ و پکار بلند کرتے ہیں!

اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں تہلکہ مچانے والی قتل و غارت اور بمباری سب ایک طرف، لیکن مقامات مقدسہ اور اس میں جہاں وہ خود تشریف فرما ہیں اس کا تحفظ ہونا چاہیے۔ ایک ملک میں فحاشی، عریانی اور اہانت و جسارت رسول اللہ کی اجازت کا بل منظور بھی ہو جائے تو نہ قلم حرکت میں آتا ہے نہ ان کے حق میں دعائے نفرین کے لئے ان کی زبان کھلتی ہے۔ ان کی زبان صرف اپنے علاقے یا اپنے فرقے کے لئے چلتی ہے۔ اور فوراً حکم، بیان اور پمفلٹ بھی پہنچاتے ہیں۔

شہید فرماتے ہیں: اسے نفس پرست اور علاقہ پرست کہتے ہیں۔ پھر دنیا کے کسی گوشہ یا کسی کونے پر کفر و شرک کی یلغار ہو تو پریشان رہنا چاہیے نہ کہ جہاں جہاں اس کی درآمدات متاثر ہو رہی ہیں اس کے لئے پریشان ہو اور جہاں اس کی درآمدات نہیں ہوں وہاں کے لئے اظہار تاسف بھی نہیں۔ ان کے پاس اسلام برائے نام ہے اور مرکز اپنی ذات ہے۔

آپ اپنی عظیم ترین خدمات کو چھپا کر رکھنا چاہتے تھے۔ آپ کسی عمارت کو بناتے وقت چہار طرف اپنا کتبہ نصب نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ شہید صدر اپنی فکر و جان کا خلاصہ یعنی دو کتابیں فلسفتنا اور اقتصادنا۔ ہمارا فلسفہ اور ہمارا اقتصاد جو دنیائے کفر و شرک، الحاد اور کمیونسٹ کے خلاف تھی "جماعت العلماء" کے نام سے چھاپنا چاہتے تھے، لیکن علماء کی عدم موافقت کی وجہ سے اپنا نام نیچے رکھا۔ آپ کتاب کے پیچھے اپنی تصویر لگانے اور اپنے لئے لقب آیت اللہ العظمیٰ لکھنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے کہ کہیں ان کی دینی خدمات پر ان کی اپنی خدمات حاوی نہ ہو جائیں۔ انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے بعد اپنی بساط کو مرجعیت امام خمینی میں مدغم کرنے کے خواہاں تھے۔ آپ دین پرستی، اللہ پرستی کے مقابلے میں دین کے نام سے فرقہ پرستی کے بھی خلاف تھے، چنانچہ عراقی عوام سے اپنے پیغام میں فرمایا: اے فرزندان

ابو بکر و عمر اور اے فرزندان علی و حسنینؑ ۔ سنی وہ نہیں جو سنی ماں باپ سے پیدا ہوا اور شیعہ وہ نہیں جو شیعہ ماں باپ سے پیدا ہوا ہو، شیعہ وہ ہے جو علی کی پیروی میں رہے خلفاء نے علی کی حمایت کی ۔ یہ علی ہیں جس نے فرمایا: میں اسلام سے دفاع کرتا رہوں گا ۔ یہ حکومت نہ شیعہ ہے نہ سنی ہے ۔ شیعہ حکومت شیعہ فرد آنے سے نہیں ہوتی ۔ شیعہ حکومت وہ ہے جو علی کے نظام پر چلے ۔ فرقہ اس وقت تک محترم و معزز نہیں جب تک اسلام وقرآن سے قریب نہ ہو ۔ کیونکہ فرقہ مثل نسل ہے جو آتی جاتی رہتی ہے ۔ لیکن جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہے وہ اسلام او رقرآن ہے ۔

میں اس شہید سے لگاؤ صرف اس لئے رکھتا ہوں کہ ان کا اسلام اور قرآن سے لگاؤ ہے ۔ گرچہ شہید صدر کو اپنے ملک میں کفر و الحاد کمیونزم کی یلغار کی وجہ سے، ان کے نظریات کو عراق کے مسلمانوں کی گردن سے اٹھانے کے لئے فلسفتنا اور اقتصادنا لکھنی پڑھی اور آپ کو اپنی جوانی سے لبریز وقت میں ،قرآن پر کچھ لکھنے کا وقت نصیب نہیں ہوا ۔ آپ کو افسوس رہا کاش! کہ میں اپنی اس امید و آرزو کے تحت تفسیر قرآن میں ایک نیا، زاویہ کھولتا لیکن آپ فرماتے ہیں: اگر انسان کے پاس پورا قرآن اٹھانے کا موقع نہ ہو یا اس کی عمر اجازت نہ دے تو جتنا اٹھا سکتے ہیں اٹھانا چاہیے ۔ اسی طرح جس دن آپ نے قرآن کو اٹھایا اور چند صفحات لکھے، چند دن بولے، وہ ہمارے لئے تفسیر قرآن میں رہنما اصول بن گئے ۔

☆ شہید مرتضیٰ مطہریؒ: (متوفی ۱۳۸۹ھ ق)

مرتضیٰ مطہری جمادی الاول ۱۳۳۸ھ ق کو خراسان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد شیخ محمد حسین ایک پرہیز گار اور متقی انسان تھے ،ابتدائی درس کے بعد ۱۳۵۸ھ کو اعلیٰ تعلیم کیلئے حوزہ علمیہ قم روانہ ہوئے، جہاں آپ نے آیت اللہ صدر سید محمد محقق سید محمد حجت کے درس سے استفادہ کیا اس کے بعد امام خمینیؒ اور آیت اللہ بروجردیؒ آیت اللہ طباطبائیؒ صاحب تفسیر المیزان کے درس میں شرکت کی ۔ اس کے بعد آپ ۱۳۵۰ھ ق کو جامع روحانیت مبارز کے سرگرم رکن امام خمینیؒ کے نمائندہ رہے ۔ امام خمینیؒ کی فرانس ہجرت کرنے کے بعد آپ نے فرانس جا کر امام سے صلاح مشورہ کر کے انقلاب کے مستقبل کے بارے میں ہدایت لی ۔

دانشمند بزرگ و بیدار استاد شہید مرتضیٰ مطہری علوم اسلامی، فقہی ،تاریخ اور علوم قرآنی میں تحقیقانہ نظر رکھتے تھے ۔

آیت اللہ بروجردیؒ اور امام خمینیؒ سے فقہ اصول میں شاگردی حاصل کی۔ تفسیر میں علامہ طباطبائی کے شاگرد تھے۔ آپ کی مجموعہ تالیفات پندرہ ہیں۔ ان کے علاوہ تفسیر قرآن میں بھی چندین جلد منظر عام پر آئی ہیں۔ آپ ۴ جمادالثانی ۱۳۸۹ھ ق کو گروہ "فرقان" کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آیت اللہ شہید مطہری کی فکر سوچ اپنے دور میں اہل حوزہ سے بالکل مختلف تھی آپ نے اپنی توجہ سے دین اسلام میں، باہر سے داخل ہونے والی انحرافات اور خرافات کا انتہائی جرائت شجاعت شہامت کے ساتھ دفاع کیا ہے۔

اللہ کا یہ وعدہ "جو ہمارے راہ میں جہاد کرتے ہم اس کی مدد کرتے ہیں" آپ کے حق میں اس وقت پورا ہوا جہاں معاشرے کے مومنین علماء اور فقہاء ومجتہدین ایسے افراد کو زندہ چلتا پھرتا دیکھنا برداشت نہیں کرتے، اس وقت امام خمینیؒ کی قیادت ورہبری میں حکومت اسلامی قائم ہوئی اور اس کے سائے میں امام خمینیؒ نے برملا آپ کی فکر وسوچ سے دفاع کیا اور اللہ نے آپ کو خرافہ گروں اور حاسدین سے بچایا اور معزز انہ طریقے سے اس دنیا سے آپ کو اٹھایا۔ لیکن ہم آپ کی شہادت کے بیس، تیس سال کے بعد جس طرح ایک زائر قبرستان، مردوں کو اپنے ماحول میں گزرنے والی حالات کی خبر دیتا ہے ہم بھی یہاں آپ کو ایک خبر دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے تاریخ اسلام سے دلائل وشواہد کے سہارے انحرافات اور خرافات قرار دے کر نکالا تھا وہ سب کچھ آج کل کے علماء اور دانشوران نئی تحقیقات کے نام سے، اس میں دوبارہ شامل کر کے منظر عام پر لائے ہیں۔ ہم یہاں پر اسلام اور قرآن سے آپ کے دفاع کی شفتگی کے پیش نظر، آپ کے اسم گرامی اور قرآن کریم کی صیانت وحفاظت میں آپ کے نقطہ نظر کو قرآن سے دفاع کرنے والوں کے ذیل میں شامل کر کے آپ کے مجموعہ آثار ج ۲، صفحہ ۲۱۲ سے نقل کر رہے ہیں۔

☆ استاد مصطفیٰ حسون خیریؒ: (متوفی ۱۳۹۰ھ ق)

[از مقدمہ تفسیر]

آپ مصطفیٰ بن ہیمش بن حسین مدنہ حصن منصور۔ جس کا اس وقت نام **"ادی یامان"** ہے۔ میں ۱۳۰۷ کو پیدا ہوئے، علوم ابتدائیہ اپنے علاقے سے حاصل کی، آپ کے والد کی خواہش تھی کہ آپ اہل علم بنیں لہٰذا آپ اپنی فنون صنعت **طباخی** نہیں سیکھایا، انہیں شہر **عنتاب** بھیجا وہاں عربی سیکھی اور اس پر عبور حاصل کیا۔ پھر استنبول گئے مدرسہ **واعظین** میں داخلہ لیا دو سال وہاں پڑھنے کے بعد مدرسہ **القضاۃ** میں داخلہ لیا۔ وہاں تعلیم مکمل کرنے کے

بعد فوجی تربیت لی اور جنگ عالمی اولی میں شرکت کی۔عراق وغیرہ آئے۔جنگ ختم ہونے سے پہلے بہت سے افراد کے ساتھ آپ بھی اسیر ہوئے ، بہت سے ملکوں میں آپ کو پھرایا گیا۔قید سے نجات ملنے کے بعد مدرسہ نواب شمسی میں بعنوان مدرس داخل ہوئے۔اس میں لغت عربی، فارسی، علم فقہ اوراصول سیکھا دوران تدریس کتاب **المقتطف في الفقه** تصنیف کی، پھرمدینہ صوفیہ کے **دار افتاء بیلغاریہ** میں داخل ہوئے۔آپ عالم زاہد پرہیز گار تھے۔اچھے جسم وجسامت کے حامل تھے اور دائم المطالعہ تھے۔محبِّ فقراء اور طلاب علوم ومساکین تھے۔آپ نے ۱۳۹۰ھ ق میں وفات پائی اوراستنبول میں مقبرہ **قوزلو** میں مدفون ہے۔

☆ محمد مختار شنقیطیؒ:(متوفی ۱۳۹۳ھ ق)

مفسر کبیر امین محمد مختار جکنی شنقیطی، آپ براعظم افریقہ کی سرزمین مغرب کے شہر شنقیط میں ۱۳۲۰ھ کو پیدا ہوئے۔چھوٹی عمر میں باپ کے سایہ سے محروم ہوئے، علوم ابتدائی اور تعلیم قرآن اپنے چچا اوران کے فرزندان سے حاصل کی۔دس سال میں قرآن حفظ کیا پھر دیگر علوم میں مصروف ہوئے۔جب آپ حج کو گئے تو وہاں آپ نے ملک عبدالعزیز کی خواہش پر مسجد النبی میں درس تفسیر قرآن دینا شروع کیا۔آخر میں ۱۳۹۳ھ کو مکہ مکرمہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔آپ کی تفسیر اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن اور دیگر کتب قرآنی آپ کے آثار کتب میں شامل ہیں۔

☆ سید محمد ھادی میلانیؒ:(متوفی ۱۳۹۵ھ ق)

آپ کا سلسلہ نسب سید حسینی طبری سے ملتا ہے آپ سنہ ۱۳۱۳ھ ق کو نجف میں پیدا ہوئے مقدمات علوم اور سطوح عالی وعلماء فضلاء سے حاصل کئے سطوح عالی کے بعد دروس خارجہ شیخ شریعہ اصفہانی ،ضیاء الدین عراقی شیخ محمد حسین نائینی ،شیخ محمد حسین اصفہانی، شیخ محمد جواد بلاغی سے حاصل کی۔دروس خارج کے دورات مکمل ہونے کے بعد خود تدریس تصنیف میں مصروف ہوئے پھر آپ نے کربلا ہجرت کی ایک عرصہ تک وہاں گزارنے کے بعد ۱۳۷۳ھ ق کو کربلاء سے مشہد رضا ہجرت کی اور وہاں کے علماء اور مقامی شخصیات کے درخواست پر آپ نے وہاں پر اقامت کا فیصلہ کیا آپ کی چندین تصنیفات ہے ایک کتاب علامی جوادبلاغی کی کتاب **الھدیٰ الیٰ دین مصطفی** اس پر تعلقہ لگایا ہے، تفسیر تغابن وجمعہ ہے، آپ نے شہنشاہ کے خلاف تحریک انقلاب میں اپنے بیان اور قلم سے بھر پور حصہ

لیا، آپ ۳۰ رجب ۱۳۹۵ھ ق کو مشہد مقدس امام رضا کی جوار میں وفات پائے ۔[آیت اللہ میلانی مجلّہ نور علم ۱۴۰۷۔شمارہ مجلّہ ۲۵]

☆ مفتی محمد شفیعؒ :(متوفی ۱۳۹۶ھ ق)

مفتی محمد شفیعؒ ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ کو دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے ۔خاندانی اعتبار سے عثمانی تھے ۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا محمد یاسین، چچا مولانا منظور احمد اور حافظ محمد عظیم سے حاصل کی ۔دارالعلوم دیوبند میں اکابر علماء، علامہ انور شاہ کشمیری، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین سے استفادہ کیا اور علوم دینیہ کی تکمیل کی ۔۱۳۳۵ھ میں بیس سال کی عمر میں تمام علوم وفنون سے فارغ ہو کر دارالعلوم دیوبند میں مدرس اور نائب مفتی کی حیثیت سے کام شروع کیا ۔جلد ہی آپ دارالافتاء دیوبند کے نگران مقرر ہوئے ۔

۱۳۶۲ھ یعنی ۲۵ یا ۲۶ سال دارالعلوم دیوبند جیسے شہر آفاق میں دینی مرکز کے مفتی رہے ۔اس طویل مدت کے دوران آپ نے مختلف مسائل پر بڑے اہم فتاوٰی دیے جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور کئی ضخیم جلدوں میں فتاوی دارالعلوم دیوبند، عزیزی الفتاوی اور دوسرے ناموں سے شائع ہو چکا ہے اور کچھ حصہ غیر مطبوعہ ہے ۔

ابتداء میں باطنی تعلق شیخ الہند مولانا محمود حسن سے قائم رہا ۔ان کی وفات کے بعد ۱۳۴۶ھ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ۔۱۳۴۹ھ میں مجاز بیعت قرار پائے ۔مفتی محمد شفیعؒ ،مولانا اشرف علی تھانوی کے علمی، روحانی اور سیاسی جانشین تھے ۔قیام پاکستان کے بعد آپ نے کراچی میں ایک عظیم دینی درسگاہ، دارالعلوم کی بنیاد رکھی ۔جہاں سے اب تک ہزاروں طالب علم کسب فیض حاصل کرنے کے بعد اندرون و بیرون ملک دینی اور علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۔

درس و تدریس اور خدمت افتاء کے علاوہ قرآن و حدیث، فقہی مسائل اور تصوف و اصلاح کے مبہم موضوعات پر بے شمار علمی اور دینی تصانیف مرتب فرمائیں، جن کی تعداد ۲۰۰ سے زائد ہے ۔آپ کی تصانیف میں معارف قرآن کو اعلیٰ مقام حاصل ہے ۔آپ ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ میں اس دار فانی کو وداع کر گئے ۔

صیانت قرآن کے بارے میں آپ کے نظریے کو ہم آپ کی تفسیر معارف قرآن سے نقل کریں گے ۔

☆ **عبدالحلیم محمودؒ:(متوفی ۱۳۹۸ھق)**

[تتمہ الاعلام ج ا ص ۲۷۰] آپ ۱۳۲۸ کو مصر کے شہر ابوعزہ میں پیدا ہوئے ان کے والد جامعۃ الازہر میں تدریس کرتے تھے، انہوں نے آپ کو قرآن سیکھنے کے لئے بھیجا، پھر آپ الازہر میں داخل ہوئے اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد اعلی دراسات کے لئے فرانس گئے، واپس آنے کے بعد تمام عرب ممالک میں منعقدہ سیمیناروں میں شرکت کیے، ان کی تمام ترترجیحات فلسفہ پر تھی پھر وزیر اوقاف معین ہوئے، آپ مصر میں تطبیق شریعت کے داعی تھے، پھر مصر میں صیانت قوانین شریعت کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی۔ لیکن یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ انہوں نے انور سادات کی اصلاحات پر اپنی اور اساتذہ ازہر کی طرف سے تبریک پیش کیا۔ ۱۳۹۸ کو آپ نے وفات پائی۔

☆ **ابوالاعلی مودودیؒ:(متوفی ۱۴۰۰ھق)**

[توحید شمارہ ۶۱ سنہ ۱۴۱۳، ص ۱۲۸]

سید ابوالاعلی مؤدودیؒ حیدرآباد دکن کے ایک قریہ میں پیدا ہوئے ان کا سلسلہ نسب ۲۵ واسطوں کے بعد خواجہ قطب الدین سے جاملتا ہے۔ آپ کے والد دیگر مغربی تعلیم یافتوں کی طرح مغربی زندگی میں مستغرق تھے مؤدودی کہتے ہیں میرے والد جب دوستوں کے پاس جاتے تھے تو مجھے بھی ساتھ لے کر جاتے تھے وہ مجھے قرآنی قصے اور بزرگان کے قصے سناتے تھے انہوں نے مجھے اسلامی تعلیم کی طرف توجہ دینے پر بہت زور دیا۔ ہندوستان میں ابوکلام آزاد نے ایک اخبار بنام ہلال نشر کیا اس وقت ابوالاعلیٰ کی عمر نو سال تھی اُن کے والد اس مجلّے کے ممبر بنے تو ابو الاعلیٰ بھی اس کے مضامین پڑھتے تھے انہوں نے سمجھ لیا اس کا مقصد لوگوں کو اسلام اور قرآن وسنت کی طرف لانا ہے وہ کہتے تھے جو فکر قرآن سنت سے نہیں ہو وہ کفر کے برابر ہے یہ باتیں ان کی نفسیات پر بہت اثر انداز ہوتی تھیں۔ اُس وقت برصغیر میں اضطراب انتشار پھیلا ہوا تھا اور جنگ عظیم دوم شروع تھی وہ سمجھتے تھے یہ جنگ عالمی استکبار کی جنگ ہے۔ اس جنگ کے بعد برصغیر میں مختلف تحریکیں وجود میں آئیں۔ ایک تحریک میں مؤدودی صاحب نے بھی شرکت کی وہ اس کی تائید کرتے تھے اس کے بعد سید تاج الدین نے ایک اخبار، تاج کے نام سے نکالا وہ اس میں بھی کام کرتے اور ساتھ ہی تحریک کے میدان میں بھی کام کرتے تھے۔ مؤدودی نے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا اور لکھی ہیں۔

آپ کی ایک کتاب ''الجہاد فی اسلام'' ہے کتاب ''دولۃ الاشقیا'' ہے۔ مؤدودی نے تجدید احیاء دین کے نام سے کتاب لکھی۔ آخر میں مؤدودی بہت سی تہمتوں اور انتقاد کا نشانہ بنے اور ان کے خلاف فتویٰ کی تحریک چلائی گئی، اس سلسلے میں مؤدودی سے ایک سوال ہوا اور یہ کہا کہ آپ مؤدودی چار آئمہ کے اجتہاد پر اپنے اجتہاد کو ترجیح دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا: ہم آئمہ کی بہت عزت کرتے ہیں، لیکن ان کی عصمت کے قائل نہیں ہیں۔ جن آراء کی دلیل ہو اس کی ہم تائید کرتے ہیں اور جو آراء اسلام سے متصادم ہوں انھیں رد کرتے ہیں۔

علامہ مودودی کی حفاظت وصیانت قرآن کے بارے میں نظریات تلاش کرتے وقت ان کی ماضی اور حیات کی بھی ضرورت محسوس ہوئی اس سلسلے میں مصادر کی طرف رجوع کرنے کے بعد معلوم ہوا مودودی نے برصغیر میں استعمارِ غرب اور استعمار ہند کی مسلمان کے علیہ جنگ احزاب کی تاریک اور گمسان جنگوں کے دور میں آنکھ کھولی ہے، آنکھ کھولتے ہی مسلمان اپنی کمزور او ضعف وناتوانی کے ساتھ کفر وشرک کی طاقت وقدرت کا کس طرح مقابلہ کریں یا پھر تسلیم ہوجایں اسی غور وخوص اور جد وجہد کے دروان برصغیر کا تقسیم ہوا اور مسلمانوں کی ایک الگ مملکت وجود میں آئی۔ قطع نظر اس بات سے کہ یہ اسلام کے نام سے وجود میں آیا یا مسلمانوں کے نام سے، اس کے قائدین کے کیا عزائم ونیات تھے بماند۔ ابوالاعلیٰ مودودی نے ان حالات میں ایک مسلمان کی کیا ذمہ داری ہے اس بارے میں سوچنے کے بعد انہوں نے یہ سوچا اب پاکستان کے ساتھ مقابلہ اور مزاحمت کرنے والے استعمار غرب اور استعمار شرق ہنود، منافقین اور نظام علمانی کے داعی کے ساتھ کیسے مقابلہ ومبارزہ کریں؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اس بارے میں سب سے اہم اسلحہ ''قرآن وسنت'' کو سمجھا اور گزشتگان سے صرف نظر کر کے مسلمانوں کو سرے سے قرآن وسنت کو اٹھانا چاہیے کی صدا بلند کی۔ پاکستان آزاد ہونے کے بعد آپ کی زندگی میں دو چیزیں نظر آتیں ہیں عالمی سطح پر کفر وشرک سے جنگ اور اسلام ومسلمین اس کی حمایت ونصرت ہے۔ اس کی واضح مثال، عراق میں کمیونزم کے مقابلے میں کھڑے ہونے والے شیعہ قائدین اور حکیم خاندان کی حمایت اور ان کے فرزند باعظمت کی میزبانی، ایران میں مغرب نواز شاہ کے مقابلے میں امام خمینی کی کھلے الفاظ میں تن ومن حمایت کا اعلان ہے۔ جبکہ ملک میں ان کی اسلام خواہی اور اسلام نوازی کے چہرے کو مسخ کرنے کیلئے گروہ علمان منافقین شیعہ نصیری نے بھرپور کوشش کی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ان کی تنظیمی سطح پر کیا۔ کیا اصل وضوابط رہے ہیں اور کیا کوتاہیاں کی ہیں لیکن خود اسلام کے داعی

وشیدا بنے کے رہے اور اسی پر مرے ہیں۔رضوان اللہ علیہ

☆ شیخ احمد شرباصیؒ:(متوفی ۱۴۰۰ھق)

احمد شرباصی ۱۳۳۶ھ کو مصر کے قریہ مجلّات ضلع دھقلیہ میں پیدا ہوئے، پہلے کسب تعلیم اور حفظ قرآن کیا پھر کلیہ عربیہ ازہر میں داخل ہوئے اور وہاں سے تدریس کی اعلیٰ سند حاصل کی پھر وکیل رہنے پھر مدرس شریعت اسلام رہے۔

اس کے بعد شہر مطبوعات کتب دینیہ کے ناقد مقرر ہوئے، بہت سی تنظیموں کے ممبر اور مشرف رہے، ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا بھی شغف رہا، ۱۰۰ سے زائد کتب تصنیف کی ہیں، بعض جوشیلے خطبات کی وجہ سے جیل گئے، وہاں آپ نے واعظ اسیر کے نام سے کتاب تصنیف کی۔

اسلام اور قرآن سے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں ہیں، آپ پاکستان بھی تشریف لائے۔آپ نے ۱۴۰۰ھ کو وفات پائی۔اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔آپ کی **یسـئـلـونـک** سوالوں اور جوابات پر مشتمل ہے جس کی ۱۰ جلدیں ہیں ان کی ایک اور کتاب بنام''موسوعہ شرباصی'' ہے جو معارف اسلام کا ذخیرہ ہے۔[نقل از اتمام اعلام زرکلی ص ۴۰]

☆ علامہ محمد جواد مغنیہؒ:(متوفی ۱۴۰۰ھق)

علامہ محمد جواد مغنیہ دور معاصر کے محقق، فقیہ اور مفسر علمائے امامیہ میں شمار ہوتے ہیں۔آپ ۱۳۲۲ھ میں جبل عامل لبنان میں پیدا ہوئے۔اپنے گاؤں''طیر دبا''میں علوم مقدماتی حاصل کرنے کے بعد نجف روانہ ہوئے اور سطحیات اور اعلیٰ تعلیم نجف اشرف کے بزرگ علماء آیت اللہ سید حسین حمامی سے حاصل کی۔اس کے بعد واپس لبنان آگئے اور اپنے گھر میں اقامت کی۔پھر بیروت میں قاضی شرع منصوب ہوئے۔آخر میں اس عہدے سے مستعفی ہوئے اور تالیف و تحقیق میں مصروف ہوگئے۔آپ شدت سے شیعہ سنی کی وحدت و تقریب کے خواہاں تھے۔اس سلسلے میں آپ کے بہت سے مقالات مجلّہ''اسلام''میں نشر ہوئے ہیں۔آپ فرقہ شیعیت میں موجود بہت سے خرافاتوں کے ازالہ اور خاتمہ کے بھی خواہاں تھے لہٰذا جو علماء خود کو محافظ و دافع تشیع سمجھتے تھے وہ آپ کو پسند نہیں کرتے تھے۔آپ قرآن کی طرف بہت توجہ اور لگاؤ رکھتے تھے۔اس سلسلے میں آپ کے آثار قرآنی ۷ جلدوں پر مشتمل ہیں۔

☆ سید محمد حسین طباطبائیؒ :(متوفی ۱۴۰۲ھ ق)

مفسر کبیر محمد حسین طباطبائی ۱۳۲۱ھ ق کو ایران کے شہر تبریز میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم تبریز میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے عازم نجف اشرف ہوئے جہاں آپ نے اپنی دراست کو مکمل کر کے درجہ اجتہاد پر فائز ہونے کے بعد واپس ایران مراجعت فرمائی اور تدریس کیلئے ایران کے علمی شہر قم میں رخت اقامت بچھایا، آپ کی تدریس کے ساتھ گراں القدر کتابیں بھی ہیں، جن میں شیعہ عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اتہامات سے دفاع کیا گیا ہے آپ کی عالمی سطح کی شہرت یافتہ تفسیر "المیزان فی التفسیر القرآن" ہے، یہ تفسیر گرچہ بعض شخصیات کے تعارف کے تحت عام الفہم تفسیر نہیں ہے، بعض کے مطابق یہ تفسیر آمیز بہ فلسفہ ہے۔بعض مصریوں نے اس کی تفسیر کی بہت تعریفیں کی ہیں جو کچھ اس تفسیر کیلئے باعث نقص ہے وہ اس کی عربی مبین ہے جو عربی ادب سے ہٹ کر اور اہل ادب کے لیے پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔لیکن اس وقت کے عالم بزرگ نقاد یا تبصرہ نگار تفاسیر علامہ فہد بن عبدالرحمٰن رومی استاد دراسات قرآنیہ کلیہ معلمین ریاض اپنی کتاب اتجاھات تفسیر فی القرن الرابع العشر ج ا ص ۲۵۰ پر آپ نے کلی طور پر منہج تفاسیر شیعہ پر نقد و انتقاد کرنے کے بعد، اس تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں: اس تفسیر پر ہمارے بہت سے انتقاد و اعتراضات ہیں۔پھر لکھتے ہیں: مختصر سرسری نظر اس تفسیر پر دوڑانے کے بعد درک ہوتا ہے کہ یہ تفسیر عام لوگوں کیلئے نہیں لکھی ہے، بلکہ یہ علماء کیلئے لکھی گئی ہے اس میں دقیق اور عمیق مباحث ہیں جس طرح "تفسیر کشاف" کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "احسن التفاسیر" ہے۔اگر زمخشری معتزلی نہ ہوتے اسی طرح یہ تفسیر اس عصر کے اچھی تفاسیر میں سے ہے اگر اس میں تشیع کا غلو نہ ہوتا۔

علیٰ ایّ حال علامہ بزرگوار ایک طویل عمر حوزہ علمیہ قم میں درس فلسفہ تفسیر میں گزارنے کے باوجود مظلوم ومقہور اور مطعون گزرے۔مرحوم آیت اللہ بہشتی ان کی شان میں فرماتے تھے: ان کے حلقہ درس میں بہت محدود افراد ہوتے تھے گرچہ یہ محدود افراد اپنے دور میں ستاروں کی مانند نکلے اور آپ کی شاگردی کا افتخار کرتے تھے۔

☆ عبدالرزاق نوفلؒ :(متوفی ۱۴۰۴ھ ق)

آپ مصر میں پیدا ہوئے، مدرسہ زراعت سے سندلی، آپ نے ۵۸ موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں۔ان میں کچھ کتابیں قرآن، حضرت محمدؐ اور اسلام سے متعلق ہیں جن میں سے چند آیات فی آیات، اعجاز عددی فی

القرآن، تلاوت القرآن کریم، محمد رسول نبی العلم والعلم الحدیث، القرآن والمجتمع، فقہ السیرہ نبوی، آپ کی نظریات میں سے ایک قرآن کریم میں تمام علوم وفنون کا ہونا ہے۔ آپ، قرآن کریم میں اعجاز عددی کے قائل ہیں۔[اتمام اعلام ص۲۳۲]

☆ صبحی الصالح: (متوفی ۱۴۰۶ھ ق)

صبحی صالح البنان کے شہر طرابلس میں ۱۳۴۴ھ ق میں پیدا ہوئے، آپ نے فرانس کے جامعہ سُربون سے ڈگری حاصل کی آپ تحقیق متن حدیث میں اپنے استاد سے متاثر تھے۔ دانشگاہ دمشق اور لبنان میں استاد رہے علوم قرآن وحدیث اور نظام اسلام کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ ۱۴۰۶ھ ق کو لبنان میں شہید ہوئے۔

☆ احسان الٰہی ظہیرؒ: (متوفی ۱۴۰۷ھ ق)

آپ ۱۳۶۰ھ ق کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے نو سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کیا آپ کا خاندان فرقہ اہل حدیث سے تعلق رکھتا تھا ابتدائی تعلیم محلے کے مدارس میں حاصل کی اور ساتھ ہی مساجد میں اور دینی مدارس میں محافل میں آمد و رفت رکھی۔ حدیث، حافظ محمد جندلوی اور عطاء اللہ حنیف سے حاصل کی فلسفہ منطق عقل شیخ شریف اللہ سے حاصل کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے اعلیٰ دروس کی سند لی اور پھر کلیہ حقوق علوم سیاسی لاہور میں استاد معین ہوئے اسی طرح لاہور میں ترجمان حدیث کے رئیس تحریر بنے آپ فن خطابت اور تألیف دونوں میں بہت بلوغت ومہارت رکھتے تھے آپ نے اہل تشیع کے خلاف کئی کتب لکھی ہیں اسی طرح قادیانیوں اسماعیلی بہائی اور بریلویوں کے خلاف بھی کتب لکھی ہیں آپ کی تألیفات میں سے ایک ''الشیعہ والقرآن'' ہے، جس میں آپ نے شیعوں کے تحریف قرآن میں قائل ہونے کو ثابت کیا ہے آپ ۲۳ رجب ۱۴۰۷ھ کو لاہور میں جمعیت اہل حدیث کی طرف سے منعقد اجتماع میں خطاب کے دوران ہونے والے دھماکے میں زخمی ہوئے چنانچہ آپ کو سعودی عرب کے شیخ عبد العزیز بن عبداللہ باز کی سفارش پر ملک فھد نے ایک خصوصی طیارے کے ذریعے ریاض میں منتقل کیا لیکن وہاں علاج کے دوران یکم شعبان ۱۴۰۷ھ کو آپ نے ندائے رب کو لبیک کہا اور مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں دفن ہوئے۔

☆ آیت اللہ روح اللہ موسوی الخمینیؒ: (متوفی ۱۴۰۹ھ ق)

امام خمینیؒ ۲۰ جمادالثانی ۱۳۲۰ھ ق کو ایران کے شہر خمین میں علم وتقویٰ کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید مصطفیٰ موسوی، مرحوم مرزائے شیرازی کے معاصر تھے۔ آپ نے ۱۳۴۰ھ کو تاسیس حوزہ علمیہ قم کے بعد قم میں اقامت اختیار کی آیت اللہ حائری کی وفات کے بعد آپ نے آیت اللہ عظمیٰ بروجردیؒ کی مرجعیت کی حمایت کی۔ آیت اللہ بروجردیؒ کی دور میں آپ کی تمام تر توجہ تنہا اسی حوزے کی حمایت اور اسی کی ترویج اور توسیع تک محدود رہی۔ آیت اللہ بروجردیؒ کی وفات کے بعد مرجعیت تجزیہ اور تقسیم کا شکار ہوئی آپ نے ۱۳۴۲ ہجری قمری کو محمد رضا شاہ کے خلاف تحریک کا اعلان کیا اس تحریک کے نتیجے میں آپ گرفتار ہوئے پھر آپ ترکیہ اور ترکیہ سے عراق جلاوطن ہوئے اور عرق سے فرانس ہجرت کی ۱۴ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد آپ واپس ایران تشریف آئے اور ایران میں شہنشاہ رضا شاہ کی بادشاہت کا اور اس کی جگہ حکومت الٰہی محمدی جاگزین کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ۸۷ سال علم، تقویٰ، جہاد اور سیاست میں عمر گزارنے کے بعد آپ نے اپنے معبود حقیقی کی طرف رخت سفر باندھا۔

اس میں جائے شک وشبہ نہیں کہ دنیا کے ملل ونحل، فرق و مذاہب، عالم وجاہل سب آپ کے نام سے واقف وآگاہ ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض گروہ ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے تعصب کی بنیاد پر ان کے نام سے چڑتے ہیں۔ لیکن ہم ان کی زندگی کو چند حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ ان کا صنف روحانیت میں آنے سے لے کر شہنشاہی حکومت کے خلاف قیام ومبارزہ تک ہے۔ یہ ان کی حیات کا پہلا دور ہے۔ اس دور میں امام خمینی پر زیادہ تر فرقہ اور علاقائی تصورات غالب تھے۔ وہ اپنے فرقہ سے دفاع کرنے کو ہی عین دین تصور کرتے تھے اور اس میں وہ تمام علماء کی طرح بغیر تحقیق دفاع کرتے تھے۔ اس بات کی گواہ ان کی کتاب ''کشف الاسرار'' ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ایک فرقے کو خوش کرنے، یا اس سے دفاع کرتے وقت خلفاء پر سخت تند و تیز لہجہ استعمال کیا ہے اور اس میں بے سند عقائد کو مسلمات مذہب قرار دیا ہے، چنانچہ یہ کتاب انقلاب اسلامی سے پچاس سال پہلے لکھی جانے کے باوجود خود ان کے لئے اور انقلابیوں کے لئے قابل ہضم نہ ہوسکی۔ اسی طرح ایک اور نا قابل ہضم چیز انکا دیوان ہے جو آپ کی وفات کے بعد سامنے آیا ہے۔ اس میں موجود اشعار بھی آپ کی ذات کے بارے میں بہت سے سوالات کا سبب بنے ہیں۔ آپ نے اس میں صلاح اور ابن عربی وغیرہ کی مدح وستائش کی ہے۔ جو دو حال سے

خالی نہیں یا یہ کہ یہ آپ کی جوانی کے دور میں سرائے گئے اشعار ہیں جیسے کشف الاسرار یا بعد میں صوفی نوازوں نے انھیں آپ پر چسپاں کیا ہے۔

لیکن زندگی کا دوسرا حصہ قیام حکومت وقت سے ہے، جس کا آغاز اسرائیل کی نامنظوری سے لے کر امریکہ سے نجات اور آخری مرحلہ میں حکومت وقت سے نجات تک تھا۔

تیسرا مرحلہ میں: جب آپ نے حکومت وقت کے خلاف بولنا شروع کیا وہاں سے آپ کے لب ولہجہ میں اسلام کو اٹھانے کی دعوت اور فریا دبلند ہوتی رہی اور سلام اور عزت مسلمین کی بات کرتے تھے یہ کوئی بے سند بات نہیں ، بلکہ ان کے دس سالہ مسلسل خطابات سے مستند ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص جب تک اپنے فرقہ کو بالکل نہیں چھوڑے گا کوئی اس سے راضی نہیں ہونا چاہے وہ کتنا ہی اسلام اسلام کیوں نہ کرے۔

☆ آیت اللہ فانیؒ: (متوفی ۱۴۰۹ھ ق)

[رجال الفکر والادب ص ۹۲۹]

سید علی بن سید محمد حسن حسینی اصفہانی معروف بہ فانی متولد ۱۳۳۳ھ ق آپ نے اصفہان سے نجف اشرف ہجرت کی اور وہاں قصد توطن کیا۔ آیاتِ عظام: سید ابوالحسن اصفہانی، سید جمال الدین گلپایگانی، سید عبد الھادی شیرازی سے درس خارج لیا۔ بعد میں خود مستقل بحث وتدریس کے ساتھ تصنیف کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا، چنانچہ بہت سے علمائے اعلام نے آپ سے دروس لیا، من جملہ آپ کے شاگردوں میں آیت اللہ ھادی معرفت بھی ہیں۔ عراق میں بعثی حکومت کے قیام کے بعد حوزہ نجف سے شہر بدری کرنے والے میں آپ بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے نجف چھوڑ کر قم میں اقامت کی یہاں بھی آپ نے سلسلہ درس شروع کیا آپ ۲۳ شوال ۱۴۰۹ھ ق میں ہران میں وفات پائی اور قم میں مدفون ہوئے۔

☆ ابوالقاسم موسوی الخوئیؒ: (متوفی ۱۴۱۳ھ ق)

آیت اللہ العظمیٰ الحاج سید ابوالقاسم موسوی الخوئی گزشتہ صدی کے بزرگ ترین فقیہ واصول لی، علم رجال کے ماہر اور مفسر قرآن ہونے کے ساتھ اس دور کے مرجع کبیر عالم تشیع تھے۔ آپ ۱۳۱۷ھ کو ایران کے شہر خوئی میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں نجف روانہ ہوئے اور تحصیل علوم دینی میں مصروف اور اعلیٰ درجات علمی پر فائز ہوئے۔ آپ

نے فقہ واصول میں اپنے دور کے بڑے بڑے مراجع، میرزا نائینی، آقا ضیاء عراقی اور شیخ محمد حسین غروی اصفہانی سے درس خارج لیا۔ آیت اللہ شیخ محمد جواد بلاغی نجفی سے علم کلام، مناظرہ اور درسِ تفسیر لیا۔ شاید آیت اللہ جواد بلاغی سے متاثر ہو کر از خود درس تفسیر قرآن شروع کی لیکن حوزہ میں درس قرآن کی بہ نسبت علم اصول کی اہمیت و ترویج اور اسے بزرگ معیار سمجھنے کی وجہ سے درس تفسیر سے منصرف ہوئے۔ اس کے باوجود تحقیق علوم قرآنی کے علاوہ حدیث اور فقہ پر پچاس جلد، رجال پر چوبیس جلد تصنیف کی ہیں۔ اپنے دور میں بزرگ فقیہ اصول ہونے کے علاوہ فن تدریس میں اعلیٰ مہارت رکھنے کی وجہ سے آپ کو حوزہ میں زعیم حوزہ علمیہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ آپ نے ماہ صفر میں ۱۴۱۳ھ وفات پائی۔

آیت اللہ خوئی کی نبوغ علمی اور قوت بیانی اور تحقیقات بے مثالی ایک طرف، آپ کا اپنے دور میں جمع شدہ مال امام کو یکسر بلاد کفر میں منتقل کرنا اور علوم اسلامی کی فروغ و اشاعت کے نام سے حاصل کردہ رقوم و اموال مروجہ علوم کیلئے بنیاد بنانا اپنی جگہ سوالیہ نشان ہے۔

غرض یہاں دفاع از قرآن تعظیم و تکریم اور حاکمیت قرآن کے بارے میں آپ کا ذکر خیر اور آپ کے کردار کو بیان کرنا ہے۔ آیت اللہ خوئی نے تفسیر البیان لکھی لیکن اخباری مافیا نے بروقت آپ کو روکا، انہیں پتا تھا یہ سلسلہ کہاں جا کر رکے گا لیکن یہ آپ کی بلوغت اور فراست تھی کہ آپ نے اس کتاب میں وہ مسائل بیان کئے جنہوں نے اس وقت تک عالم اسلام کے علماء کے اذہان کو مضطرب کیا تھا۔ کوئی قرآن سے کمی ہونے کے نظریہ کو رد کرتا ہے کہ قرآن میں کمی نہیں ہوئی جبکہ وہی شخص دوسری جگہ قرآن سے آیت منسوخ التلاوہ نکلنے یا قرآن میں آیات منسوخ الحکم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر کسی نے قرآن میں آیات منسوخ ہونے کے نظریہ کو رد کیا تو وہاں انہوں نے قرآن میں تعدد قرائت کو تسلیم کیا۔ لیکن آیت اللہ خوئی نے اپنی تفسیر میں یکجا ان چند سو صفحاتی کتاب میں بیک وقت قرائت واحدہ عثمانی کے علاوہ تمام قرائت کو غیر معتبر، شاذ، خبر آحاد کہہ کر مسترد کیا۔ وہاں قرآن میں ناسخ و منسوخ کے نام سے بازارِ کتاب کی نمائش بننے والے موضوع کو یکسر مسترد کر کے کہا قرآن میں کوئی آیت منسوخ الحکم نہیں ہوئی ہے سوائے ایک آیت کے لیکن اس میں بھی مجھے خدشہ ہے۔ یہاں آیت اللہ خوئی نے ان اخباریوں کے منہ پر طمانچہ مارا ہے جنہوں نے دعویٰ کیا کہ بہت سی آیات قرآن گر گئی ہیں اور قرآن کامل کسی اور کے پاس ہے۔ اگر کوئی قرآن کریم کے بارے

میں ابتداء وانتہا اور وسط سب کے بارے میں آگاہ ہونا چاہتا ہے تو انہیں اس عظیم مفسر کی تفسیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ سرزمین پاکستان میں یہ افتخار جامعہ اہل بیتؑ کو حاصل ہے جہاں کے استادگرامی آقای شفا نجفی نے اس کتاب کو اردو زبان میں پیش کیا ہے۔

☆ امین احسن اصلاحیؒ: (متوفی ۱۴۱۷ھ ق)

امین احسن اصلاحی بھارت کے صوبہ اترپردیش کے ایک گاؤں، بمہور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ عالم دین اور ماہر قرآنیات مانے جاتے تھے۔ آپ کے والد حافظ محمد مرتضیٰ ایک متوسط درجے کے زمیندار تھے اور ان کا تعلق علاقے کی راجپوت برادری سے تھا۔ آپ نے دینی وعصری تعلیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے حاصل کی۔
پھر آپ نے یہاں سے سند فارغ حاصل کی اور اسی مدرسے کے حوالے سے اصلاحی کہلائے۔ اس کے بعد اسی مدرسے میں عربی، ادب اور قرآن پڑھانے لگے اور مولانا فراہی سے قرآن سیکھنے لگے۔ مولانا فراہی کی وفات تک مولانا اصلاحی نے فراہی کے اصول تفسیر کے مطابق جن میں نظم قرآن اور ادب جاہلی پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، آپ نہ صرف قرآن حکیم کا فنی مطالعہ کیا، بلکہ مولانا فراہی سے فلسفہ وسیاسیات کی بعض انگریزی کتب بھی سبقاً سبقاً پڑھیں۔ مولانا فراہی کی وفات کے بعد مدرسہ میں دائرۂ حمیدیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوا جس کا کام مولانا فراہی کی غیر مطبوعہ تصانیف کی ترتیب وتہذیب اور ترجمہ واشاعت تھا اور ماہنامہ اصلاح کا اجرا بھی اسی ادارے نے کیا جو نامساعد حالات کی وجہ سے یہ رسالہ بند ہو گیا۔

جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں اگرچہ مولانا اصلاحی موجود نہیں تھے، لیکن ان کا نام شرکاء کی فہرست میں شامل تھا۔ جب مولانا مودودی نے مشرقی پنجاب میں پٹھان کوٹ کو جماعت اسلامی کا مرکز بنایا تو مولانا اصلاحی بھی وہیں چلے گئے۔

قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے اور جماعت اسلامی کے لئے وقف ہو کر کام کیا۔ وہ برسوں جماعت کے نائب امیر مولانا مودودی کی غیر موجودگی میں قائم مقام اور مرکزی شوریٰ کے رکن رہے۔ بعض اختلافات کے سبب مولانا اصلاحی اور بہت سے دوسری اہم افراد نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔

اب وہ یکسو ہو کر اپنے علمی کاموں کے لئے وقف ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے نظم قرآن کے حوالے سے تفسیر

لکھنے کا کام شروع کیا، جو تقریباً ۲۳ سال کی محنت شاقہ کے بعد تفسیر تدبر قرآن کے عنوان سے نو جلدوں میں مکمل ہوا۔ تفسیر قرآن کی تکمیل کے بعد مولانا اصلاحی نے حدیث پر کام شروع کیا اور ادارہ تدبر کا اجرا ہوا جس میں مولانا کی علمی تحقیقات شائع ہوتی رہیں۔ ادارے کے زیر اہتمام مولانا کے قرآن و حدیث کے درس کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس میں انہوں نے کتب حدیث میں سے موطا امام مالک کی تکمیل کی اور صحیح بخاری کا ایک معتد بہ حصہ پڑھایا۔

☆ آیت اللہ گلپایگانیؒ: (متوفی ۱۴۱۴ھ ق)

[آقائے سید محمد رضا گلپایگانی، مشکوۃ، شمارہ ۴۰، ص ۱۷۰۔]

آقائے سید محمد رضا فرزند سید محمد باقر گلپایگانی، ۸ ذالقعدہ ۱۳۱۶ کو ایران کے شہر گل پرگان میں پیدا ہوئے۔ آپ دو سال کی عمر میں ماں سے اور نو سال کی عمر میں والد سے محروم ہوئے، علوم مقدماتی گلپایگان میں حاصل کیلئے بیس (۲۰) سال کی عمر میں ایران کے شہر اراک میں منتقل ہوئے۔ آیت اللہ حائری موسس حوزہ علمیہ قم نے آپ کو بھی عراق سے قم ہجرت کرنے کی دعوت دی۔ آیت اللہ گلپایگانی، آیت اللہ محمد علی اراکی کی وفات کے بعد مرجع عالم تشیع ہوئے بہت سے گذشتہ مراجع کے رسالہ عملیہ پر حاشیہ لگایا اور اپنا بھی رسالہ علمیہ من جملہ "وسیلۃ النجاۃ" جلد ۳ لکھی۔ ایک طویل عرصہ حوزہ علمیہ قم کے استاد و سرپرست رہے۔ مرجع عالم تشیع، سرپرست مدارس جہاں شیعہ بننے کے باوجود، حوزے کے نصاب میں تفسیر قرآن شامل کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا۔ تاہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے ہمارے مرجع بزرگان سیاہ وسفید کا مالک ہونے کے بعد ان کی جلیل قدر اقدامات میں فقہ اصول کی کتابوں کی شرح لکھنا اور اس کے دروس ہوتے تھے، لیکن ایک عرصے سے اس کو بھی غیر ضروری سمجھنے لگے ہیں۔ بلکہ مساجد، مدارس، ہسپتال اور غیر مسلم ممالک میں تعمیرات اور خاص کر کے آج کل جدید علوم کی درسگاہوں پر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں اور یہی چیزیں ایک دینی مرجع کی خدمات کا معیار بن چکا ہے۔ اب نیا سلسلہ علمائے اعلام کے لئے طبی سہولتوں اور رمضان میں افطار پہنچانے میں مقابلہ ہو رہا ہے۔ اب مرجع کے آثار میں تعمیرات لکھی جاتی ہیں۔ آپ ایک مرجع کل عالم تشیع ہونے اور صاحب سطۃ فی العلم والقدرت ہونے کے حوالے سے، آپ قرآن کریم کو بہت اٹھا سکتے تھے، لیکن صد افسوس جتنا آپ کا رسالہ عملیہ نشر ہوا ہے اس کا عشر و عشیر بھی قرآن سے متعلق نہیں اٹھایا گیا سوائے "رسالۃ القرآن" کے لیکن وہ بھی کہاں رک گیا، معلوم نہیں۔ قرآن کیلئے کوئی بڑا کام نہ کرنے کے باوجود آپ کی طرف سے

دفاع از ساحت قرآن کو اہل اسلام قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے گویا کہ آپ کے آثار محو ہو سکتے ہیں لیکن آثار قرآن کبھی محو نہیں ہو سکتے، کیونکہ کتاب الٰہی ہمیشہ زندہ رہے گی۔ بہر حال ۹۶ سال سات ماہ پندرہ دن قمری گزرنے کے بعد ۲۴ جمادالثانی ۱۴۱۴ قمری کو یہ آفتاب فقہ ومرجعیت غروب ہوا اور دار فانی کو وداع کیا۔

☆ خالد محمد خالدؒ: (متوفی ۱۴۱۶ھ ق)

آپ عالم، فاضل محقق، مصنف اور مؤلف ہیں۔ آپ مصر کے ایک گاؤں ''ادوہ'' میں ۱۳۳۹ھ ق کو پیدا ہوئے اور کلیہ شریعت ازھر سے سند لیا، ابتدائی عمر میں نامور خطیب تھے کتاب وسنت محمدیہ پر عمل کرنے والوں کی ایک جمعیت میں تھے جس کے خطیب آپ تھے۔ یہ جمعیت محمود خطاب سکی فقہی مالکی نے تاسیس کی تھی۔ ان کی تالیفات ۳۰ سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے ایک من ھنا نبدء ہیں اس کتاب نے جامعۃ الازھر میں غوغا بہر شور مچایا یہاں تک کہ اس کی سند ان سے واپس لے لی گئی۔ پھر عدالت نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔ ان کی کتابوں میں سے **مواطنون لا رعایا، الدیمقراطیه أبداً، لکیلا تحرزوا فی البحر، الدین للشعب، کما تحدث القران، انسانیات محمد، رجال حول الرسول، فی البدء کانت کلمة، لو شهدت حوارهم** ان کی کتابوں نے بہت ہنگامہ آرائی کی۔ پھر انہوں نے آخری ایام میں اسلامیات پر لکھنا شروع کیا اور زندگی کے آخری دور تصوف میں گزارا۔

☆ محمد متولی الشعراویؒ: (متوفی ۱۴۱۹ھ ق)

متولد ۱۳۲۹ھ، عالم اسلام کے ایک مشہور ومعروف فقیہ ومفسر تھے۔ آپ مصر کے ''دقادوس'' نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کیا اور ''معہد زقازیق'' ازہر سے تعلیمی اعلیٰ سند حاصل کی، پھر تدریسی سند لی اور وہاں سے مکہ مکرمہ میں جامعہ ملک عبدالعزیز میں مدرس بنے۔ پھر وزارت اوقاف مصر کے وزیر بنے۔ آپ کو جامعۃ الازہر کے رئیس بننے کی پیشکش ہوئی جسے آپ نے اس شرط پر قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی کہ علماء اس پر مہر مثبت ثبت کریں۔ محمد متولی شعراوی فقہی ودانشور ومفسر دیار مصر ہیں آپ زبان ادبیات عرب کے استاد ہونے کے علاوہ محقق ومفسر معاصر میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی کثیر تالیفات ہیں لیکن آپ کی تفسیر قرآن نے بہت استقبال اور شہرت حاصل کی ہے، جس کی بنا پر آپ خدمت قرآن کے عنوان پر حکومت دبئی سے انعام کے مستحق ہوئے۔ آپ کی

قرآن سے متعلق بہت سی کتابیں عالم اسلام کے عربی دانوں کے مکاتب کی زینت بنی ہوئی ہیں اور خطابہ بلوغ اس سے مستفید ہورہے ہیں۔ان کتابوں میں خواطب **شعراء، حول القرآن الکریم، المختار من تفسیر القرآن، المعجز القرآن الکریم، القرآن الکریم معجزہ، ومن حج قصص، القرآن فی السورہ الکھف، المراہ فی القرآن الکریم** آپ کی تفسیر ''تفسیر شعراوی'' آپ کے ہی نام سے معروف ہے۔اپنے شہر میں ایک مرکز اسلامی قائم کیا۔آخر میں ۱۴۱۹ھ کو رضائے رب کو لبیک کہا۔

☆ ذیشان حیدر جوادیؒ: (متوفی ۱۴۲۱ھ ق)

آپ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۸ھ ق کو ہندوستان کے شہر الہٰ آباد میں پیدا ہوئے۔

سرکار استاذ علامہ ذیشان حیدر جوادی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند کے متواضع اور منکسر المزاج عالم دین تھے۔خطابت کی توانائی کے ساتھ ساتھ آپ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی بہت آگے تھے۔آپ کے آثار قلمی میں سرفہرست شہید الصدر کی کتاب کا ترجمہ ہے۔اس کے بعد اپنی تالیف کردہ کتاب ''نقوش عصمت'' کے علاوہ ترجمہ نہج البلاغہ اور ترجمہ وتفسیر قرآن ہے۔لیکن آپ اپنے ان دونوں ذرائع ابلاغ کے ذریعے عقائد غالی نشر کرنے میں بھی ماہر تھے۔اسکے چند مصادیق یہ ہیں۔

۱۔آپ کا تکیہ کلام صوفیوں کی مجہول حدیث **(اول ما خلق اللہ نوری)** تھی جو کے اہل تناسخ کے عقائد کی بنیادی افکار میں سے ہے۔

۲۔فن خطابت کے علاوہ شعر گوئی پر بھی بہت عبور رکھتے تھے، چنانچہ آپ کے شعروں کا مجموعہ ''کلام جوادی'' کے نام سے مطبوع ہے۔ان شعروں میں سے ایک، جعلی حدیث کساء جو قرآن اور سنت نبی سے متصادم ہے کا منظوم ہے۔جو چیز سورۂ یٰس کے تحت نبی کریم کے لئے لائق وسزاوار نہیں وہ آپ کو کیسے اچھی لگی معلوم نہیں۔

۳۔جو جھوٹے مصائب ذاکرین وخطباء رُلانے کے لئے نقل کرتے تھے، جن کا تاریخ میں نام تک نہیں انھیں روکنے والوں کو یہ کہہ کر چُپ کراتے تھے کہ یہ اسلام سے متصادم نہیں۔گویا آپ کی اصطلاحات، اسلام میں خرافات، قصہ کہانیاں، دین کے نام سے افسانے جعلی روایت گھڑنا اصول وفروغ سے متصادم ہونا ہے۔یہ لمحہ سوالیہ ہے کہ آپ عزاداری میں جتنے بھی مراسم خرافات ہیں ان کو جوں کا توں رکھنے کے حامی تھے۔

آپ نے آثار کثیرہ چھوڑے ہیں ان میں عام الفائدہ ترجمہ نہج البلاغہ ہے۔آپ کے آخری آثار باقیہ میں ترجمہ وتفسیر قرآن کریم ہے۔اگر چہ آپ نے ترجمہ وتفسیر قرآن کریم لکھنے کی ضرورت کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا: ہمارے ترجمہ وتفسیر سے یہ پتہ نہیں چلے گا کہ لکھنے والا شیعہ ہے یا سنی ۔لیکن غلوگرائی، اصحاب یا خلفاء سے دشمنی کا مظاہرہ کرنے میں آپ حافظ فرمان علی اور امداد شیرازی سے پیچھے نہیں رہے ہیں ۔غرض اس خطے میں کوئی کتنا ہی مصلح کیوں نہ ہو تفسیر قرآن کرتے وقت وہ غالیوں کی روایات کے بغیر تفسیر قرآن نہیں کرسکتا ورنہ ان کا حشر بہت برا ہوگا۔

آپ نے دس محرم الحرام بروز ہفتہ ۱۴۲۱ھ بمقام ابوذبی ندائے حق کو لبیک کہا اور اپنے آبائی گاؤں الہ آباد میں مدفون ہوئے ۔اللہ آپ کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے۔

☆ شہید محمد باقر الحکیمؒ:(متوفی ۱۴۲۴ھق)

شہید محمد باقر الحکیمؒ گر چہ خاندانی حوالے سے محتاج تعارف نہیں، آپ مرجع کبیر آیت اللہ العظمیٰ سید محسن حکیم کے جلیل القدر فرزند تھے ۔ہم خاندانی پس منظر میں نہیں جاتے۔اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں مرجع کبیر آقائے حکیم نے اپنے دور میں کفر والحاد کمیونزم کے مقابلے میں جس طرح مقابلہ کیا وہ تاریخ کل نجف میں یادگار ہے ۔لیکن جہاں جس مرجع نے کمیونزم کے خلاف فتویٰ دے کر دیگر مراجع کو اپنا ہمنوا بنایا تھا آج دیگر بزرگان دین فقہا دشمنان اسلام کے نمک خوار، نعمت خواں ان کی دہلیز پر ہیں جس کی دہلیز سے انتساب کو اس مرجع نے حرام قرار دیا تھا۔لیکن جس شہید کے بارے میں ہم چند سطریں لکھنا چاہتے ہیں، ان کی خصوصیات و امتیازات کو دیگران سے ہرگز نہیں ملاؤں گا، بلکہ ان کی خصوصیات اگر ذاتی نہیں ہیں تو اس کے مصدر کو شہید باقر الصدر سے جوڑنا غلط نہ ہوگا، کیونکہ آپ نے اپنی عملی زندگی میں، کم عمری سے لے کر حتی الموت ان کا ساتھ دیا اور انہوں نے بھی آپ کی شان میں فرمایا کہ وہ میرے بازو ہیں۔

لیکن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ دو شہید حوزہ علمیہ کی شخصیات میں ممتاز ترین شخصیات اور تمام قید و قیود، خاندان وشہرت اور مفادات کی دلدل سے نکل کر، افق پر طلوع ہونے والی ہستیاں ہیں۔ان کا سارا ہم وغم اس ملت پر عائد دونوں اطراف سے لگائی گئی تہمتوں کو رد کرنا تھا۔صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہتے تھے۔جبکہ دیگران کی یہ سنت و سیرت رہی ہے کہ جب بھی اپنوں پر لگے کھلے داغ کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا: ہمارے اوپر کہاں داغ ہے، ہم تو

صاف ستھرے ہیں ۔آپ نے ایسے دو لاوارثوں سے دفاع کیااور ان کی حقیقی تصویر کو اٹھایا ۔ایک قرآن جو علماء کی تفسیر سنتی میں چکر لگا رہا تھا،آپ نے قرآن کریم کو تفسیر سنتی سے نکالا اور مستشرقین،ملحدین اور منافقین جاہلیت کے تمام شکوک وشبہات کو کھلے عام رد کیا۔دوسری چیز قیام ونہضت حسینی کے بیان کرنے میں نیا افق نیا زاویہ اور نیا کا دروازہ کھولا جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کھولا تھا۔صاحبان تحقیق ان کی لکھی ہوئی کتاب ''ثورۃ الحسین'' کا مطالعہ کریں ۔وہ امام حسین کے بارے میں ذاکرین وخطباء کے زاویہ میں بھی اصلاح چاہتے تھے،آپ عزادارن کی غیر شرعی حرکتوں سے بھی نالاں تھے۔رائج عزاداری میں داخل خرافات انحرافات اور بدعتوں کے لئے جس طرح علماء ادھر ادھر کے جواز پیش کرتے ہیں،ان سب سے آپ کی شخصیت الگ تھی ،چنانچہ اس سلسلے میں ایک مذاکرات کی نشست ایران میں مجلّہ توحید کے توسط سے انجام پائی جس کی روداد،اسی مجلّہ کے شمارہ ۹۴ سنہ ۱۴۱۹ھ ص ۲۸ میں لکھی ہوئی ہے ۔کہتے ہیں وہ علمائے اعلام جو کہ اہل بیتؑ کے تابع ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ شعائر حسینی کو ان غلط فرسودہ روایات سے پاک کریں۔اس سلسلے میں مراجع کے قیام کی ایک مثال آیت اللہ حکیم کا موقف ہے ۔آپ نے آگ پر چلنے کی جو سنت ہے اس پر حرمت کا فتویٰ بھی دیا اور عملاً بھی روکا۔اس طرح قمہ زنی کی حرمت پر بھی فتویٰ دیا جس سے مذہب کا چہرہ مسخ ہو رہا ہے اور فرماتے تھے یہاں دو مسئلے درپیش ہیں،ان دونوں چیزوں نے مذہب اہل بیت کو بدنام کیا ہے ۔ان چیزوں نے اتباع اہل بیت کو پیچھے دھکیلا اور ہمیں منتشر کیا اور عام مسلمانوں میں ہماری بدنامی کا سبب بنی ہیں ۔ایک خلفاء کا خفیہ سب وشتم ہے ۔دوسرا یہ شعائر ہیں جو ہم انجام دیتے ہیں جو اپنی جگہ ناپسندیدہ ومروہ ہیں ۔پھر شہید فرماتے ہیں یہ قمہ زنی ہمیشہ سے ہمارے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی ہے،چنانچہ امام خمینی نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا اور رہبر معظم انقلاب نے بھی لسان قاطع سے کہا تھا کہ یہ قمہ زنی مذہب کو بدنام کرتی ہے اور اس کو ختم ہونا چاہیے ۔

ان بزرگوار نے اپنے قیام ونہضت میں،اللّٰہیت،اور خالص سربلندی اسلام کا عزم رکھنے کی وجہ سے،اقتدار طلبی کی خاطر،کفار سے شراکت ومشارکت اور صلاح ومشورہ کا داغ دھبہ لگنے سے پہلے ادائے واجبات کے میدان میں ہی جام شہادت نوش کیا۔

☆ محمد ہادی معرفتؒ:(متوفی ۱۴۲۸ھ ق)

آپ ۱۳۰۹ھ شمسی کو کربلاء میں ایک دینی ومذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے ۔آپ کے خاندان کا سلسلہ علی

بن عبدالعالی میسی اصفہانی سے ملتا ہے۔ چودھویں صدی کو اصفہان سے کربلا کی طرف گئے۔ آپ کے والد کا شمار کربلا کے خطبائے نامور میں ہوتا تھا۔ آپ نے فقہ واصول، حوزہ علمیہ کربلا میں اپنے والد مرحوم سید سعید، شیخ کلباسی اور شیخ یوسف خراسانی سے پڑھی۔ ۱۳۷۹ھ نجف میں منتقل ہوئے، آیت اللہ حکیم، آیت اللہ خوئی، آیت اللہ سید علی فانی شیخ حسین حلی، مرزا باقر زنجانی اور امام خمینی جیسی شخصیات سے درس خارج لیا۔ آپ ۱۳۹۱ھ کو حوزہ علمیہ قم آئے۔ ابتدا سے مسائل اسلامی میں تحقیق کا جذبہ رکھتے تھے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تالیف وتحقیق میں بھی مصروف رہتے تھے۔ آپ پہلے دن سے ہی قرآن سے شغف رکھتے تھے۔ ۱۳۸۰ھ میں بعض علما کے ساتھ مل کر قرآن کے بارے میں لکھنا شروع کیا۔ چھ جلدوں پر مشتمل تمہید کے نام سے علوم قرآن کے بارے میں تصنیفات تحریر کیں ہیں۔ دو جلدیں مفسر ان اور تفسیر کے بارے میں لکھی ہیں۔ آپ کی تالیفات میں سے ایک "صیانت القرآن عن التحریف" ہے۔ اس کتاب کے بارے میں استاد خرمشاہی فرماتے ہیں: یہ کتاب اپنے موضوع میں ایک بہترین کتاب ہے۔

☆ محمد فاضل لنکرانیؒ: (متوفی ۱۴۲۸ھ ق)

آپ ۱۳۱۰ھ شمسی کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی دروس کے بعد آیت اللہ بروجردی اور امام خمینیؒ کے درس خارج میں شرکت کی۔ مختلف ابواب فقہ میں آپ کی تالیفات ہیں، آپ حامی مدافع انقلابی جمہوریہ اور ولایت فقیہ ہیں۔ امام کے بعد اسی بنیاد پر آیت اللہ خامنہ ای کے قمہ زنی اور زنجیر زنی کی تاریخی تحریر وخطاب کو ابتدائی دور میں من عن بغیر چوں چراں نافذ کرنے کو واجب گردانا لیکن بعد میں کرائے پر فتویٰ رو کنے اور موڑنے والوں نے آپ سے اس فتویٰ کے خلاف فتویٰ صادر کروایا۔ آپ کی تصنیفات میں سے ایک المدخل فی تفسیر ہے، جس میں آپ نے رائج قرائت کے علاوہ دیگر تمام قرائتوں کو اخبار آحاد پر مبنی کہہ کر مسترد کیا اور قرآن میں دیگر قرائت کے ساتھ ہر قسم کی زیادتی نقصان تغیر وتبدیلی کو جابجا مسترد کیا۔

☆ سید محمد مہدی صدرؒ:

[کتاب محمد باقر الصدر ص ۳۰]

سید محمد مہدی ۱۲۹۶ میں پیدا ہوئے اور شیخ حسن کربلائی، سید محمد حسین طبسی، اور شیخ محمد صادق شیرازی سے درس لیا۔ ۱۳۱۹ کو نجف ہجرت کی اور وہاں وقت کے بڑے مراجع عظام کے دروس میں حاضر ہوئے، جن میں سر

فہرست آخوند خراسانی صاحب کفایہ اور آقائے شیخ رضا ہمدانی تھے۔ پھر واپس کاظمین آئے۔ سید حسن صدر نے ان کے بارے میں کہا ہے: نبیل سید محمد مہدی عالم عامل فاضل جلیل القدر ہیں۔[معارف رجال ج ا ص ۱۱۷، تکملہ عامل ص ۱۰۵، نقباء البشر ص ۱۰۶]

☆ شیخ محمد رضا مظفرؒ:

شیخ محمد رضا مظفر اپنے والد کی وفات کے ۵ مہینے کے بعد ۱۳۲۲ھ کو پیدا ہوئے۔ باپ بیٹے کا ایک دوسرے کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ آپ کے برادر بزرگ عبد النبی نے آپ کی کفالت کی۔ آپ کو اپنے دور کے بزرگ مراجعین کی شاگردی کا افتخار حاصل ہے۔ حوزہ کے ابتدائی متعارف دروس ادب، فقہ، اصول، فلسفہ حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ دروس اپنے بھائی شیخ محمد حسین کے علاوہ اس وقت کے بڑے مرجع آقائے ضیاء الدین عراقی، مرزا محمد حسین نائینی، محمد حسین اصفہانی وغیرہ سے لیا۔ حوزہ کے متعارف سطحی و خارجی دروس سے فارغ ہونے کے بعد آپ کا نظریہ اس نقطہ پر پہنچا تھا کہ یہ حوزہ اسلام و مسلمین کے مسائل کو حل کرنے سے عاجز ہے۔ حوزہ کو بنیاد سے بدلنے کی ضرورت ہے، چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے اس فکر کے حامل افراد سے صلاح و مشورہ کیا جس میں آیت اللہ شہید محمد باقر الصدر، آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ اور آیت اللہ مہدی شمس الدین وغیرہ شامل تھے۔ اس وقت دین اسلام کے اصول و فروع کو برملا نقد اور مسخرہ کرنے میں کمیونسٹ سرگرم تھی۔ یہ دیکھ کر آپ حضرات صبر و حوصلہ اور تحمل نہ لاسکے، چنانچہ آپ نے ابتدائی مرحلہ میں ''منتدیٰ النشر'' میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اس میں پڑھنے کے لئے نصاب بھی خود متعین کیا، جن میں اصول فقہ، المنطق کی تالیف بھی شامل ہے۔ ''عقائد امامیہ'' آپ نے قرآن کے بارے میں اپنا نقطہ نظر اور اعتقاد کو بیان کیا۔ کتاب عقائد امامیہ پر ڈاکٹر حفنی داؤد جو کہ عربی کلیہ ادب جامعہ قاہرہ کے استاد اور جامعہ علی گڑھ کے شیعہ اسلامیات کے مشرف بھی تھے نے مقدمہ لکھا۔

☆ علامہ مرتضیٰ عسکریؒ:

آپ ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو سامرا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم، اپنے والد گرامی سید محمد اسماعیل سے حاصل کی۔ چھوٹی عمر میں ہی والد کا سایہ اٹھ گیا۔ جب دس سال کے ہوگئے تو سامرا کے حوزہ علمیہ میں داخل ہوئے۔ آپ ابتداء سے سیرت نبوی، سیرت اہل بیتؑ، سیرت صحابہ پر کتب تاریخ، کتب رحلت، ابن بطوطہ، سیاح پڑھتے تھے۔

۱۳۵۰ھ کو قم کی طرف ہجرت کی اور ۱۳۵۳ھ تک قم میں رہے، جب شیخ عبدالکریم حائری کی مرجعیت کا دور تھا۔امام خمینی کے دروس عقائد اور فقہ واصول کے لئے شہاب الدین مرعشی کے دروس میں شرکت کرتے تھے۔۱۳۵۳ھ کو واپس سامرا گئے۔۱۳۶۳ھ کو بغداد گئے۔یہاں مدارس کی بنیاد رکھی، آپ یہاں کامیاب نہیں ہوئے اور واپس سامرا گئے۔ جب ایران میں مرجعیت آیت اللہ بروجردی کو ملی تو وہاں حوزہ علمیہ کا حال بہتر ہوا۔پھر یہاں سے قم کی طرف ہجرت کی اور اپنی مرضی کے مطابق ایک مدرسہ بنانے کا منصوبہ پیش کیا۔اصل منصوبہ کو آیت اللہ بروجردی نے قبول کیا، لیکن اس کو عملاً نہیں نبھا سکے پھر وہ دوبارہ واپس عراق گئے۔۱۳۸۹ھ کو حزب بعث کی سختی اور پابندیوں کی وجہ سے کوئی کچھ نہیں کرسکتا تھا آپ پھر عراق سے ہجرت کر کے لبنان گئے، پھر وہ دوبارہ ایران واپس آئے۔۹۴ سال کی عمر میں مسلسل مرض قلبی اور گردے کی بیماری کی وجہ سے آپ دو سال کے بعد وفات پا گئے۔مختلف جگہوں پر آپ نے ۹ مدرسے قائم کئے۔خیراتی ادارے بنائے ہیں۔آپ کی تالیفات میں سے معالم المدرستین ہیں۔

(ثقلین شمارے ۵ ص ۴۰۵)

شیعہ اور سنی کے درمیان خلیج کو مزید کشادہ اور وسیع کرنے کے خواہش مند تھے۔آپ کی تحقیقات کی برگشت اسی مسئلے تک محدود تھی۔اس سلسلے میں آپ کی کتاب معالم المدرستین قابل ذکر ہے۔جس میں آپ نے مدرسہ خلفا جہاں نظام حکومت بیعت سے چلتی ہے، جبکہ مدرسہ امامیہ کے نزدیک نظام حکومت نص سے چلتی ہے۔نص اور بیعت کی فلسفیانہ مباحث کے چکروں میں پھنسانے والے علماء نے اگر استعمار کے لئے کوئی خدمت انجام نہیں دی ہے تو یہی خدمت کافی ہے کہ انہوں نے اس بحث کے جنجال میں استعمارگروں کے لئے میدان سیاست اور حکومت کو خالی کیا ہے۔یہاں سے بعض نے بیعت کو الیکشن کے خلاف ،ملوکیت کو جمہوریت کے خلاف کی بحث کی الجھنوں میں مصروف رکھا ہے۔

☆ محمد تقی حکیمؒ:

آپ ۱۳۴۱ھ ق کو پیدا ہوئے۔محمد تقی ابن سید محمد، آپ عالم وفاضل محقق ومدقق اور صاحب تالیفات کثیرہ جلیلہ ہیں آپ کلیہ فقہ کے اساتید بزرگ میں سے تھے۔بہت سے اسلامی ملکوں کی درسگاہوں کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور انتہائی تعظیم وتکریم کے ساتھ آپ کا استقبال ہوا۔آپ نے بہت سی تالیفات چھوڑی ہیں۔آپ کے

بارے میں نقباۓ بشر ج اص ۲۵۶ معجم المؤلفین ج ۳ ص ۱۱۶ معجم مطبوعات نجف ص ۲۹۶ الذریعہ ج ۷ ص ۱۵۳۔

☆ سید اسماعیل صدرؒ:

آپ مرحوم مغفور شہید محمد باقر الصدر کے بڑے بھائی اور ان کے بچپن کے سرپرست وولی اور ابتدائی دور تعلیم کے معلم ومربی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب امام موسیٰ ابن جعفر کاظم سے جاملتا ہے۔ آپ کا خاندان مختلف ناموں سے ایران وعرب میں منتشر ہے۔ سید اسماعیل صدر اور آپ کے چھوٹے بھائی محمد باقر الصدر اور عزیزہ بہن شہیدہ بنت الھدیٰ تینوں سید حیدر صدر کی اولاد ہیں۔ سید اسماعیل صدر ۱۳۴۰ھ کو شہر کاظمین میں پیدا ہوئے پھر ۱۳۶۵ھ کو نجف ہجرت کی۔ وہاں آیت اللہ شیخ محمد رضا آل یسین، سید محسن حکیم، سید عبدالھادی شیرازی، آقائے خوئی سے درس خارج لیا۔ آپ کاظمین میں مثل مراجع مقام ومنزلت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ جماعت علماء کے ساتھ اس وقت کے رئیس جمہوریہ عبدالسلام عارف سے ملاقات کے لئے گئے تو عبدالسلام نے تظاہر اسلامی کرتے ہوئے کہا: میرا بیٹا پابند صوم وصلوۃ ہے تو سید اسماعیل صدر نے فوراً جواب دیا: ہم نہیں چاہتے کہ آپ کا بیٹا تنہا صوم وصلوۃ وعابد ہو، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام فرزندان عراق نمازی وعابد ہوں، کیونکہ آپ نمازیوں کے سربراہ ہیں۔

آپ جرأت بیانی اور دینی غیرت وحمیت کے حامل تھے، چنانچہ جب نجف اشرف میں فقہا مجتہدین نے کمیونسٹ نظام کو نظام الحاد وکفر اور ان سے وابستہ ہونے پر حرمت کا فتویٰ صادر کیا، جس پر عراق میں کمیونسٹوں کے ستون کی بنیادیں ہلنے لگی اور متزلزل ہوا۔ لیکن وہاں کے ایک دین فروش آیت فروش ایک علمی خاندانی سے منسوب صاحب تصانیف علی کاشف الغطاء نے عبدالکریم قاسم اور کمیونسٹ نظام کی تائید کی تو آپ نے انہیں اس تائید پر مذمت وملامت کی۔

فقہا اور علمائے معاصر حفظہم اللہ

☆ داؤد عطار: (متولد ۱۳۲۹ھ ق)

آپ عراق کے شہر کاظمین مرقد امامین امام موسیٰ کاظمؑ اور امام جوادؑ کے جوار میں ۱۳۲۹ھ ق میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک غریب گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے بچپن سے ہی کسب حلال اور دراسات کو ساتھ ساتھ رکھا، دن کو کام کرتے اور رات کو درس پڑھتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اعلیٰ سند حاصل کی آپ نے اپنے دروس علمی کو مدرسہ **اعدایہ بیوت ام کاظمیہ** میں ۱۳۵۸ھ ق میں مکمل کیا، پھر ۱۳۸۳ھ ق تک درس چھوڑ دیا۔ اس کے بعد آپ نے اسلامی اور اجتماعی کاموں کے ساتھ علوم اسلامی کا مطالعہ شروع کیا۔ ۱۳۸۳ھ ق کے کچھ عرصے کے بعد آپ کلیہ حقوق دمشق میں مراسلے کے ذریعے اپنا نام لکھا اور بغداد میں مصروف بہ عمل ہوئے جب آپ پہلے دور میں کامیاب ہوئے، بغداد منتقل ہوئے اور ۱۳۸۷ھ ق کو آپ دن کے دوسرے وقت کلیہ میں داخلہ لیا، یہاں آپ نے قانون میں اعلیٰ سند لی پھر ۱۳۸۸ھ ق کو "معہد دراسات اولیا ءجامعہ" بغداد میں داخل ہوئے تا کہ مجسٹریٹ کی سند حاصل کریں، علوم شریعت میں ۱۳۹۱ھ ق کو یہ سند لی پھر رات کو آپ کلیہ اصول دین میں مدرس منتخب ہوئے اور دن کو کام کرنا شروع کیا، ۱۳۹۳ھ ق میں مصر گئے اور ۱۳۹۴ھ ق کو قانون میں اعلیٰ دراسات کی سند لینے میں کامیاب ہوئے اور ۱۳۹۴ھ ق کو دوبارہ مصر چلے گئے وہاں سے ڈاکٹری کی سند لی اور اس کیلئے تھیس کو ۱۳۹۸ھ ق میں مکمل کیا۔ ان کے تھیس کو انتہائی مقبولیت کے ساتھ قبول کیا گیا۔ مؤلف موصوف ہمیشہ حصول علم اور اجتماع سے جدا نہیں ہوتے تھے جو کچھ اس وقت امت اسلامی کو خطرات لاحق تھے، آپ اسے بخوبی درک کرتے تھے اور ہمیشہ اس فکر میں منہمک و مستغرق رہتے تھے کہ کسی طرح الحاد و جاہلی افکار و نظریات کے بدل میں نظام اسلام کو معاشرے میں جاگزیں کریں۔ آپ کبھی مدارس میں مدرس بنتے تھے اور ان پر نظارت کرتے اور کبھی امور خیریہ کو چلانے کیلئے حصہ لیتے اور کبھی واعظ و ارشاد کیلئے مساجد اور کلیات اور جامعات میں محاضرات دیتے تھے ان سرگرمیوں میں وہ چندیں بار گرفتار

بھی ہوئے اور سخت مصائب آلام و مشکلات اور تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ان تمام حالات کے باوجود انہوں نے اپنے عملی جہاد اور فکری دوام کو باقی رکھا ان تمام کے باوجود دین اسلام کے مختلف شعبوں میں عقائد، قانون، تاریخ وغیرہ میں سلسلہ تعلیم کو جاری رکھا اور ان تمام ہم و غم، دکھ اور پریشانی کے باوجود، اقامہ حکومت اسلامی، فقہ مقارن، مذاہب اسلامی اور نئے قوانین بشری کے مقابلہ میں قوانین اسلامی و شرعی سے دفاع آپ کا مقصد تھا۔آپ کے آثار قلمی میں **"موجز علوم القرآن"**، **"کتاب تجوید"** اور **"آداب تلاوت"** ہے۔

☆ آیت اللہ محمد الصادقی تہرانی: (متولد ۱۳۴۶ھ ق)

متولد ۱۳۴۶ھ ق۔فقیہ، فلسفی اور مفسر قرآن۔آپ آیت اللہ بروجردی، آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی آیت اللہ سید ابوالقاسم کاشانی، آیت اللہ امام خمینی اور آیت اللہ طباطبائی صاحب تفسیر المیزان کے شاگرد رہے ہیں۔آپ نے درس اصول فقہ کے علاوہ آیت اللہ طباطبائی سے طویل عرصہ تک درس تفسیر قرآن لیا ہے، اس کے علاوہ تہران یونیورسٹی سے معارف اسلام اور فلسفہ اسلام میں ڈاکٹری کی ڈگری رکھتے ہیں۔آپ کے بارے میں بادشاہ پہلوی نے سزائے موت کا حکم صادر کیا۔اس وجہ سے آپ نے عراق، لبنان اور مکہ میں اپنی عمر کا ایک حصہ گزارا ہے۔انقلاب اسلامی کے بعد ایران مراجعت فرمائی۔آپ کی تفسیر قرآن کچھ حد تک تفسیر المیزان سے مختلف ہے، لیکن جب سے فقیہ و مفتی بننے کی خاطر رسالہ عملیہ لکھا ہے سنت و سیرت فقہا سے نکلنے کی جرأت نہیں ہوئی، کیونکہ اس منصب پر رہنے قرآن و سنت کی سند سے عاری فتاویٰ ناگزیر ہیں چنانچہ تقلید، خمس اور متعہ جیسے مسائل جاری رکھے ہوئے ہیں۔

☆ آیت اللہ مکارم شیرازی: (متولد ۱۳۴۷ھ ق)

آپ ۱۳۴۷ھ ق شیراز میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم شیراز میں مکمل کی۔۱۴ سال کی عمر میں درس دینی میں شامل ہوئے اور ۱۸ سال کی عمر میں کفایہ پر حاشیہ لگایا۔پھر استاد بزرگ آیت اللہ بروجردی کے درس خارج میں شرکت کی، ۱۳۶۹ھ کو نجف گئے۔آیت اللہ حکیم، آیت اللہ ہادی شیرازی اور آیت اللہ خوئی کے درس خارج میں شرکت کی۔۱۳۷۰ کو قم واپس آئے اور انقلاب اسلامی میں نمایاں کردار ادا کیا۔متعدد بار جیل گئے اور جلا وطن ہوئے۔آپ مجلس خبرگان میں شیراز کی نمائندگی کرتے تھے۔بعض علما کے تعاون سے ایک اشاعتی ادارہ "مکتب اسلام" کے نام سے چلایا۔اب تک ۱۰۰ کتابیں نشر کر چکے ہیں آپ کی تالیفات میں سے ایک بڑا حصہ قرآن کریم کی تفاسیر

پر مشتمل ہے،ان میں سے ایک تفسیر نمونہ ہے جو ۲۷ جلدوں پر مشتمل ہے۔ایک تفسیر موضوعی ہے جو ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔حوزہ علمیہ میں موجود مفتیان کی بہ نسبت قدری جرأت مندانہ خرافات اور بے سند فتاوئی کے خلاف زبان کھولتے تھے۔

☆ آیت اللہ جعفر سبحانی:(متولد ۱۳۴۷ھ ق)

آپ فرزند شیخ محمد حسین خیابانی آپ ایران کے شہر تبریز میں ۱۳۴۷ھ ق پیدا ہوئے۔ابتدائی علوم اپنے والد اور علاقے کے دیگر علماء سے حاصل کئے۔پھر سطح کے دروس کے لئے قم روانہ ہوئے۔۱۳۶۹ھ کو آقائے بروجردیؒ ،حجت کوہ کمریؒ اور امام خمینیؒ کے درس خارج اور اصول فقہ میں شرکت کی۔فلسفہ آقائے طباطبائی سے حاصل کیا۔ ایران کے قانون اساسی کیلئے آذر بائیجان کی طرف سے مجلس خبرگان کے ممبر منتخب ہوئے۔فقہ اور اصول عقائد پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ان میں قابل ذکر آپ کی تفسیر موضوعی ہے۔

آپ مسلمانوں میں متعدد اور مختلف مکاتب فکر وغیرہ کی تفسیر کرتے وقت فرماتے ہیں:ہر گروہ مدعا اور عقیدہ کو آیات سے استناد کرتا ہے،جبکہ دوسرے زاویے سے ممکن تھا آیات میں ایک نیا باب کھولتے۔اس کی مثال اس بشر کی ہے جس نے نظریہ جبر او رتفویض کو اپنایا ہے۔یہیں سے تفسیر میں مقاصد الٰہی بیان کرنے میں بہت سے اشتباہات نے جنم لیا ہے۔اس لئے ہم نے تفسیر قرآن لکھتے وقت زیادہ توجہ تفسیر موضوعی کی طرف مرکوز رکھی ہے۔یہ تفسیر تقریباً ۷ جلد تک آئی ہے۔اس میں جو عنوان آئے ہیں ان میں سے شرک وتوحید قرآن میں،اجر رسالت معجزات،کرامات، شفاعتِ پیغمبر قرآن میں،عصمت پیغمبران وامامان عدالت صحابہ اطاعت سلطان جائر قرآن میں ہیں۔اس کے علاوہ منشور جاوید کے نام سے ۱۴ جلد تفسیر بھی لکھی ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑھتا ہے کہ جن موضوعات میں آپ نے اپنے مسلک اور عقیدہ کے بارے میں آیات سے استدلال کیا ہے وہ اصول مدعا ثابت کرتے وقت یا بے سند یا ضعیف روایات سے استناد کیا ہے یا پھر مذہب میں موجود خود ساختہ عقائد اور رسومات کو مسلمات مذہب کے طور پر پیش کیا ہے۔اس طرح دیگران کے نقش قدم پر چلے ہیں اور بطور تسالم قبول کرتے آئے ہیں،یعنی مذہبی ضروریات فرض کر کے استناد کیا ہے۔لیکن ہمارا مقصد یہاں ان کی نفی تحریف کے بارے میں نظریات کو جمع کرنا تھا۔

☆ محمد علی بن جمیل صابونی:(متولد ۱۳۴۷ھ ق)

محمد علی بن جمیل صابونی عصر حاضر کے محقق اور مفسر قرآن شہر حلب میں ۱۳۴۷ھ ق پیدا ہوئے۔علوم ابتدائی شام میں تمام کی پھر ۱۳۷۱ھ کو مصر گئے۔فارغ التحصیل ہونے پر وہاں سے قضائے شریعت کی سند لی،ابھی مکہ کے مرکز تحقیق قرآن میں تدریس کرتے ہیں۔ان کی تصانیف میں تفسیر صفوۃ الصفوۃ،صفوۃ التفاسیر،رویۃ البیان،مختصر تاریخ طبری،تنویر الازیان اور انوار القرآن ہیں۔

☆ استاد ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی:(متولد ۱۳۵۱ھ ق)

مفسیر کبیر ڈاکٹر وہبۃ بن شیخ مصطفیٰ زحیلی معروف بہ وہبۃ الزحیلی عالم اسلام اور عصر حاضر کے بڑے دانشور محقق مفسر ہیں۔آپ ۱۳۵۱ کو دیر عطیہ شام میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد زمیندار اور حافظ تھے،پابند دین و شریعت تھے۔علوم ابتدائی دمشق میں حاصل کئے اور ڈاکٹریٹ کی سند جامع الازھر سے حاصل کی۔جامع الازھر سے فارغ ہونے کے بعد شام آگئے اور جامع دمشق میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔اس وقت وہیں پر فقہ اور مذاہب اسلامی کے رئیس ہیں۔اس کے علاوہ دانش گاہ متحدہ امارات میں بھی تدریس کرتے ہیں۔فقہ حنفیہ،اصول و اعتقاد اہل سنت و الجماعت میں تحقیقات رکھتے ہیں۔ایک دورہ فقہ الاسلامی و ادلتہ،گیارہ جلدوں کے علاوہ دو جلد اصول الفقہ لکھی ہیں۔اس کے علاوہ قرآنی موضوعات پر تالیفات رکھتے ہیں۔آپ کی تحقیقات میں سے ایک تفسیر ''المنیر'' ہے۔

☆ آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ:(متولد ۱۳۵۴ھ ق)

مجلّہ حوزہ شمارہ ۲۵،ص ۱۴۱ پر آپ کی زبان سے آپ کی زندگی اور سرگرمیوں پر چند صفحات لکھے گئے ہیں۔

آپ نجف میں پیدا ہوئے ابتدائی دروس اور سطوح عالیہ سے فارغ ہونے کے بعد درس خارج آیت اللہ روحانی،آیت اللہ خوئی آیت اللہ شاہرودی کے دورس میں شرکت کی،آپ **''مجلہ اضوء''** کے موسس میں سے ہیں اس مجلّہ میں سب سے پہلا مضمون شہید الصدر کا **''رسالتنا''** اور **''کلمتنا''**،کے عنوان سے آپ کا مقالہ نشر ہوتا تھا۔آپ اس وقت مفاہیم اسلامی کو بنیاد سے اٹھانے اور مسلمانوں میں وحدت کے داعی رہے،

لہٰذا آپ کی کتاب **''اسلام و منطق القوۃ''** یا **''اسلوب الدعوۃ فی القرآن''**،

"المحولوفی قرآن"، "المدرسة قرآنیه" ہے۔بعض کے خیال میں آپ حزب اللہ کی مؤسسین میں سے تھےلیکن آپ نے اس نسبت کورد کر کےفرمایا کہ میں مؤسسین میں سے نہیں تھا، بلکہ ان کی حمایت کرتا تھا ۔آپ شیعوں کےموجودنظام حوزہ کےخلاف اورحوزے کی اصلاح کے داعی ہیں ۔چنانچہ فرمایا: یہاں سے فارغ ہونےوالےاسلام ومسلمین کیلئےدرپیش مسائل کوبیان کرنےاوراسلام سےدفاع کرنے کی قدرت نہیں رکھتے آپ عزاداری امام حسین میں شامل تمام خرافات کوعزاداری سے صاف کرنے کے داعی ہیں ۔آپ اسلام ومسلمین کی وحدت کی خاطر خلفاء کوتنقید ونقد کرنے کےخلاف ہیں ۔اسی وجہ سےحوزہ علمیہ قم کےبعض مراجع کو پابرہنہ جلوس کی بنیا درکھنی پڑی ۔آپ مرجعیت فردی کےسخت مخالف ہیں فرماتے ہیں: ہمیشہ ہمارے ہاں فردواحد کی مرجعیت چلی ہے یہ کبھی بھی ایک منظم جماعت کی طرف سےنہیں آئی ہے،فردکتناہی بڑاکیوں نہ ہواورامت کیلئےلاحق مسائل کےحل کی لیاقت اورصلاحیت کتنی بھی زیادہ رکھتاہووہ فقیہ عالم ہوسکتاہے،لیکن عالم اسلام ومسلمین کےمسائل سے ناآشنا ہے، اس کےذہن کےکونے پربھی نہیں ہے کہ ہمیں ان مسائل پرسوچناچاہیےاس سے بدتر یہ ہے کہ وہ اس میں مداخلت کرتا ہےان کی تمام کوشش یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مقلد بنائے ۔

آیت اللہ فضل اللہ فرماتے: ہم چاہتے ہیں اسلام ومسلمانوں کوکمیونسٹ قوم پرست،مارکسیزم سےنجات دلائیں آپ نے کہاہم نےقمہ زنی کوروکنےکیلئےجنگ شروع کی ہےاس قمہ زنی نے امام حسینؑ کےقیام اورمسلمانوں کےچہرےکوداغدار،بدنام کیاہے،قمہ زنی ایک ایسی حرکت ہے جوہمارے مسخرہ استہزااورپسماندگی کا سبب بنی ہے۔ ان کےساتھ جتنابھی مقابلہ کریں کم ہے،ہرقیمت پراس کوروکنےکیلئےوسائل استعمال کرنا چاہئے،آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ دیگرفقہامجتہدین سےبنیادی امتیازات،

۱۔ہرمنطق کودلیل ،قرآن اورسنت،عقل اورتاریخ سےردکرنے کی سیرت رکھتے تھے۔

۲۔آپ قوتِ گویائی کوفقہی مجتہدین کیلئےضروری سمجھتے تھے،الہذا آپ خطیب بھی ہیں اورخطابت پرعبوربھی رکھتے ہیں۔

۳۔مرجعیت کوسابق زمانے کےجال سے نکال کرایک مربوط منظم طریقے سےنئےانداز میں آنے کی ضرورت کی حِس رکھتے تھے،لیکن بدقسمتی سےمجتہد سازگروہ اورمراجع کوجادہ مستقیم سے ہٹا کرجادہ فرعی اورمعمولی پر

چلانے والے ٹھیکہ دار آپ کو بھی راستے سے ہٹانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔یہ واضح صورت میں سامنے آئی۔

۴۔آپ اس طریقے پر چل رہے ہیں جس راستے پر سابقہ مرجعیت چلی آرہی ہے،الہٰذا ان کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔

۵۔مرجع بننے سے قبل جتنے بھی فتویٰ مجتہدین نے مرجعیت چمکانے اور مقلد بنانے کیلئے دیئے ہیں ان سب کو بے دلیل قرار دے کر مسترد کرتے تھے۔حوزے کو نصاب اسلام و مسلمین کے مسائل کے جواب کو نہ ہونے کی شکایت کرتے تھے۔

۶۔آپ قرآن وسنت پر مبنی اسلام کو اصل اور حقیقی اسلام سمجھ کر پسند فرماتے تھے،جبکہ آج ان کی توجہ کا مرکز رفاہی ادارے اور این جی اوز کے پروگرام بنے ہوئے ہیں۔

۷۔قرآن سنت کے تحت فتویٰ دینے والے شخص نے اب ضرورت کو بھی مصادر فتویٰ میں شامل کر کے اختلاطی اور بے حجابی میں علم حاصل کرنے کو جائز گردانا ہے۔

آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ کی مرجع بننے سے پہلے نشر شدہ نظریات سے عقب نشینی پر حیرت اس وقت رفع ہوئی جب میں نے کتاب قبسات کے ص ۱۳۷ پر،مرحوم آیت اللہ نائینی کی مرجع بننے سے پہلے لکھی گئی ایک کتابچہ خواتین کی شخصیت کے بارے میں دیکھا۔صاحب قبسات لکھتے ہیں: آیت اللہ نائینی مرجع بننے کے بعد اس کتاب کو بازار کتابفرشوں تگنا چوگنا لیرہ عثمانی دے کر جمع کیا،پریشان رہتے تھے کہ یہ کتاب کسی کے ہاتھ میں نہ آجائیں۔یہ حشر مرجعیت بننے سے محقق آزادی رائے کے حامل ان تمام افراد سے ہونا چاہے اقتدار،مقام اور شہرت طلب سیاستدان ہو یا مرجعیت طلب علماء،فضل اللہ ہو یا جناتی ہوا۔نہیں اسی رسالہ توضیح المسائل پر احواط،اولی،مگر اگر کا حاشیہ لگا کر مرجعیت چلانا ہے۔

☆ محمد تقی مدرسی:(متولد ۱۳۵۶ھ ق)

کربلاء کے ایک علمی دینی خاندان میں ۱۳۵۶ھ ق کو پیدا ہوئے۔ابتداء ہی سے علوم دینی میں مصروف ہوئے،اپنے ماموں آیت اللہ سید محمد شیرازی اور شیخ یوسف خراسانی کی شاگردی کی۔فلسفہ،عرفان اور علم ادب میں بھی عبور حاصل ہے۔عراق،ایران اور لبنان کے مجلّات میں مختلف موضوعات پر مقالات لکھے ہیں: بہت سی کتابیں

تصنیف وتالیف کی ہیں، ان سب میں سے گراں القدر کتاب **"تفسیر من ھدی القرآن"** ہے جو ۱۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔ آج کل آپ کربلاء میں مقیم ہیں۔

☆ **علامہ شیخ محسن علی نجفی: (متولد ۱۳۶۰ھ ق)**

فرزند مولانا حسین جان کو بلتستان کے ایک نواہی گاؤں منٹھو کھا میں ۱۳۶۰ھ ق کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے سندھ کے مشہور معروف مدرسہ مشارع علوم میں داخلہ لیا، ایک سال بعد جامعہ منتظر لاہور گئے، ۱۳۸۷ھ کو یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے نجف اشرف تشریف لے گئے، وہاں پر دورس سطحیہ کی تکمیل کے بعد مشہور فقہا مراجع عظام کے دروس خارج میں شرکت کی، جن میں سرفہرست حضرت آیت اللہ عظمیٰ ابوالقاسم الخوئی تھے، عراق کی بعثی حکومت کے مظالم اور حوزہ علمیہ پر چڑھائی کے بعد آپ نجف چھوڑ کر واپس پاکستان تشریف لائے۔ علامہ نجفی نجف چھوڑ کر واپس پاکستان تشریف لاتے وقت اپنے ساتھ دو اہم معزز موقر چیزیں لے کر تشریف لائے جو اپنی جگہ بہت اہمیت اور قابل قدر حقیقت ہے۔ ایک اپنے دور کے مراجع کے فتویٰ اور دوسرا علم ریاست کی علمی وکالت۔ اپنے حاصل کردہ علم کو، پس ماندہ گاؤں میں دفنانے کے بجائے پاکستان کے مرکز ریاست وثقافت میں قیام کرنے کا عزم ارادہ کیا۔

انسان اپنی ہمت سے پرواز کرتا ہے۔ یہ ہمت اپنی جگہ بہت قدر رکھتا ہے، چنانچہ مختصر عرصہ میں آپ نے "جامعہ اہل بیت" کی بنیاد رکھی آپ کی یہ دونوں سوچ اہل علم اہل حوزات، مساجد اور ارباب مدارس کیلئے باعث رشک تھا، لیکن چند سال گزرنے کے بعد آپ نے مرجع دینی علمی کی وکالت کے بجائے ارباب راس مال کے وکیل بننے اور علوم دینی کے درس گاہوں کی سرپرستی کے بجائے سیاسیات، سماجیات اور فلاحی کاموں کو ترجیح دے کر انہی کی طرف توجہات مرکوز کی۔ یہاں سے دینی درس گاہوں کی سرپرستی اور ترویج دین کی ہمت پُرعزم رکھنے والوں کیلئے حوصلہ شکنی ہوئی اور اپنے وظیفے سے بدشگونی ہونا شروع ہوا۔

آقائے شیخ محسن علی نجفی سلمہ اللہ تعالے پاکستان کے مایہ ناز عالم دین ہیں۔ آپ نبوغ علوم دینی کے ساتھ ساتھ سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں بھی بڑا مقام رکھتے ہیں۔ آپ کثیر المدارس کے بانی اور سرپرست ہیں۔ اتنے بسطۃ فی العلم والفکر ہونے کے باوجود آپ کو اپنے زیر سایہ چلنے والے کسی بھی مدرسہ میں قرآن وسنت کو بطور نصاب شامل کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں توفیق نہیں ہوئی یا کوئی اور معذوریت درپیش ہے۔ تاہم اس حقیقت کا اعتراف کرنا بھی چاہیے کہ آپ کی سرپرستی میں آپ ہی کے مدرسہ کے استاذ جناب آقائے شفا نجفی حفظہ اللہ تعالے نے **"البیان فی تفسیر القرآن"**۔ جس میں تاریخ تشیع میں شیعوں کے چہرے سے داغ تحریف اور اہل سنت کے چہرے سے داغ

منسوخیت آیات قرآن اور تمام قرائت قرآن کو قرائت تواتر قرار دینے کے برے عزائم ونتائج سے پردہ ہٹایا گیا ہے کا ترجمہ کرکے قرآن کریم کی ایک بڑی خدمت کی ہے ۔شیخ محسن علی نجفی نے اپنی طرف سے قرآن کریم کا ترجمہ بمع حواشی بنام **"بلاغ القرآن"** پیش کیا۔اگر چہ ترجمہ اپنی جگہ معیاری ہے، لیکن حاشیہ سے نصریت گرائی جھلکتی ہے اور غلوگرائی کی نمائش کی گئی ہے۔

☆ ابراہیم امینی

ابراہیم امینی جو جمہوریہ اسلامیہ ایران کے معروف ممتاز علماء میں سے ہیں، آپ کا شمار انقلاب اسلامی ایران کے شخصیات مبارزہ میں ہوتا ہے۔آپ مجلس خبرگان کے رکن اور ریاست پر رہ چکے ہیں۔آپ انقلاب فرہنگی کے بھی رکن رہ چکے ہیں۔آپ علم کے علاوہ قوت بیان اور قدرت تصنیف وتالیف میں ایک خاص انداز رکھتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کی تصنیفات اصل اور تراجم قارئین کیلئے مورد پسند واقع ہوئی ہیں۔آپ دین شناسی میں لکھی گئی کتابوں کو نوجوان نسل کیلئے غیر قانع سمجھتے ہیں آپ کے عقائد اور تاریخ پر بہت سی تالیفات ہیں ان میں سے ایک کتاب **"ثقافت اسلامی"** ہے اور دوسری کتاب **"قضایانا علی ضوء الاسلام"** ہے ہم نے قرآن سے متعلق آپ کا بیان اسی کتاب سے اخذ کیا ہے آپ اس وقت مسجد اعظم قم کے امام ہیں اللہ آپ کو اپنے حفظ وپناہ میں محفوظ رکھے۔

☆ استاد محسن قرائتی

فرزند حاج علی نقی ایران کے شہر کاشان میں پیدا ہوئے ۱۶ سال کی عمر میں درس گاہ علوم دینی کاشان میں داخل ہوئے۔آپ ابتداء ہی سے تعلیم قرآن ودروس قرآن میں شرکت کرتے تھے اسی لیے آپ زیادہ قرآن سے مانوس ہوئے لہذا آپ زیادہ تر تفسیر قرآن کو دیگر موضوعات پر ترجیح دیتے تھے مختصر دروس خارج لینے کے بعد آپ کی توجہ زیادہ تر علوم قرآن، تفسیر قرآن پر مرکوز ہوئی جب آپ نے سنا کہ آیت اللہ مکارم شیرازی دام برکاتہ ایک تفسیر لکھنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنی یادداشتیں ان کی خدمت میں پیش کیں، چنانچہ انہوں نے اجازت دی آپ اس کمیٹی میں شامل ہوجائیں۔۱۵ سال میں ۲۷ جلدوں پر مشتمل ایک کتاب تفسیر نمونہ مکمل ہوئی اور اس کا دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوا جو پاکستان میں بھی دستیاب ہے۔ان کے علاوہ آپ ٹیلی ویژن پر بھی آپ ہفتہ وار درس قرآن دیتے ہیں۔آپ ابھی

بھی ایران کے دیگر علماء کی بہ نسبت بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ نے اپنے آپ کو قرآن سے وابستہ رکھا ہوا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اتنے سال سے اجتماعی، سیاسی، اقتصادی سرگرمیوں میں وارد ہونے کے باوجود غیر ثابت شدہ چیزوں کو بطور مسلمات مفروض کر کے اس سے نتیجہ گیری کرنے اور معنی اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ فکر قرآن سے وابستہ رہنے والوں کی لیے مناسب نہیں، بلکہ ان کیلئے بقول مرحوم شہید صدر خود قرآن کی آیت اور کلمات او رمزاج کلی قرآن سے مطالب اخذ کرنا ضروری ہے۔

☆ آیت اللہ جوادی عاملی

آپ عصر حاضر کی ایک بلند پایہ علمی و دینی شخصیت ہیں۔ آپ ۱۳۱۲ ہجری شمسی کو شہر آمل میں بیت علم وتقوئی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۳۳۰ کو تہران کے مدرسہ مرویہ میں مستقر ہوئے۔ دروس سطحی کے بعد ۱۳۳۵ کو حوزہ علمیہ قم میں اساتید فقہ واصول کے دروس میں شرکت کی۔ امام خمینیؒ محقق داماد، میرزا ہاشم آملی جیسے علما سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد فقہ اصول کے ساتھ فلسفہ اور عرفان میں مصروف ہوئے۔ آپ کی زیادہ تر توجہ عرفان کے بعد تفسیر قرآن کی طرف اور حوزہ میں رائج علوم میں مصروف رہی، اس وقت آپ کی تفسیر قرآن پر ۱۰ جلدوں سے زیادہ کتابیں نشر ہو چکی ہیں اس کے علاوہ آپ نے چندین کتابچے قرآنیات پر لکھے ہیں اور اب آپ نے تفسیر ترتیبی قرآن پر **"تسنیم"** کے نام سے تفسیر قرآن کریم بھی شروع کیا ہے۔ آپ نے صیانت اور عدم تحریف قرآن کے بارے میں اپنی کتاب **"قرآن در قرآن"** ج ا ص ۳۱۵ میں ایک مفصل اور مدلل بحث پیش کی ہے جسے آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا۔

☆ آیت اللہ اکبر ہاشمی رفسنجانی

آپ رفسنجان میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب خانہ گئے اور ۱۴ سال کی عمر میں تحصیل وطلب علم کے لئے قم آئے۔ آیت اللہ بروجردی، علامہ طباطبائی اور امام خمینی کے پاس اپنی تحصیلات کو جاری رکھا۔ فروغ معارف اسلامی کی خاطر مجلّہ **"مکتب تشیع"** کے نام سے ایک مجلّہ جاری کیا۔ امام خمینی کی تحریک قیام حکومت اسلامی میں طاغوت کے خلاف مزاحمت میں شریک ہوئے۔ کئی بار رضا شاہی افواج کے ہاتھوں زندان گئے اور آپ کو جبری فوجی تربیت (سربازی) میں بھیجا گیا، لیکن دو ماہ بعد آپ وہاں سے فرار ہوئے جس پر دوبارہ گرفتار ہوئے۔

انقلاب اسلامی کے بعد شوریٰ انقلاب کے رکن بنے۔ مجلس شوریٰ اسلامی کے رئیس بنے دو بارہ رئیس جمہوری اسلامی منتخب ہوئے، ابھی مجلس خبرگان اور تشخیص مصلحت کی ریاست پر قائم ہیں۔ ان تمام ادوار میں آپ تالیف و تحقیق میں مشغول رہے۔ آپ کی کاوشوں میں سے ایک **"تفسیر راهنما"** ہے، جو ۲۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔

آپ کے بارے میں یہ معروف و مشہور ہے کہ آپ ایران کے بڑے سرمایہ داروں میں شمار ہوتے ہیں گرچہ اب سرمایہ دار ہونے کی قباحت کو آپ رد کرتے ہیں لیکن اگر یہ سرمایہ، اقتدار میں آنے کے بعد بنا ہو، تو یہ ایک مخلص جانباز او رملت کے فدائی کے علاوہ اسلام کے نام پر جمع ہوا ہے جو یقیناً یہ ایک داغ دھبہ ہوگا، ساتھ ہی قیام حکومت اسلامی کیلئے آئندہ قیام کرنے والوں پر بداعتمادی کا مثال بنے گا۔

☆ علامہ بہاالدین خرمشاہی

علامہ بزرگوار، قرآن شناس و خدمت گزار قرآن، مولف کتاب گراں قدر **"دانش نامه قرآن"** بہاءالدین خرمشاہی کے بارے میں یہ جملہ لکھے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے کہ یہ قرآن شناس، خدمت گزار قرآن، اپنی حیات کے بارے میں لکھتے وقت اپنی پیدائش کی تاریخ قمری میں پیش کرنے کے بجائے تاریخ شمسی (۱۲ فروردین ۱۳۲۴ھ ش) بتاتے ہیں جو کہ آیت صریح قرآن کے تحت باطل ہے۔ اسلام، قرآن، سنت پیغمبرؐ اور سیرت آئمہ اطہار کے تحت مسلمانوں کی تاریخ قمری ہے نہ کہ شمسی۔ بہرحال بزرگوار اسی تاریخ کو ایران کے شہر قزوین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، اپنے والد گرامی کے ساتھ علوم عربی و تفسیر میں وارد ہوئے اور ابحاث قرآنی میں عمر گزاری۔ اپنا رشتہ، ہمیشہ علوم قرآنی سے وابستہ رکھا۔ ایران کے اندر مرکز ترجمہ قرآن سے بھی وابستہ رہے۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کے مختلف جہتوں سے چار تراجم کیے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب دانش نامہ قرآن میں عدم تحریف قرآن کے بارے میں دلائل پیش کئے ہیں۔

☆ آیت اللہ محمد تقی مصباح یزدی (متولد ۱۳۱۳ھ ق)

آپ یزد میں پیدا ہوئے سطحی دورہ تک یزد میں تعلیم حاصل کی پھر نجف اشرف اور پھر قم ہجرت کی۔ فقہ و اصول میں آیات عظام، آیت اللہ بروجردی سے استفادہ کیا، جبکہ تفسیر اور فلسفہ آیت اللہ طباطبائی صاحب کتاب المیزان سے لی۔ ایک عرصہ مدرسہ حقانی میں شہید بہشتی اور قدوسی کے ساتھ سرگرم رہے، آپ موسسہ "راہ حق" بنیاد

فرہنگ باقر علوم کے بانی بھی ہیں آپ کے آثار قرآنی میں تفسیر قرآن، معارف قرآن، سخن پیرامون خلافت انسان از نظر قرآن سرفہرست ہے۔

مشہور فلسفی ہیں فلسفہ آپ کا پسندیدہ اور تخصصی علم ہے لیکن مقام استفادہ واستعمال یا میدان عمل کے موقع پر ان تمام درسگاہوں میں فلسفہ، تیسرے درجے کے علوم کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی مانگ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ بعض افراد کا کہنا: خطِ فلسفی خطِ انبیاء کا معاکس ہے یعنی انبیاء دنیا کے پیچیدہ مطالب کو آسان سادہ الفاظ میں ان پڑھ لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ جبکہ فلسفی آسان مسائل کو پیچیدہ کر کے ناقابل ہضم بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فلسفی کو دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی چنانچہ اگر آپ عصر حاضر میں صاحب المیز ان کی مکتوبات یا آیت اللہ جوادی آملی کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو دیکھیں گے یہ مؤلفین آئمہ ہماری ہدایت تکوینی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے دین میں کچھ ایسے عقائد باطلہ شامل ہوئے ہیں جو فلسفیوں کی ساخت ہیں۔ مثلاً ایک انسان صاف ستھراء، گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہے۔ اللہ نے اسے صدیق، مخلص اور زکی سے تعبیر کیا ہے، لیکن ان علماء نے اسے معصوم کہا ہے، اور ابھی تک یہ خود بھی اسے واضح نہیں کر سکے ہیں اسی طرح کلمہ عدالت ہے۔ نچلی سطح کا انسان کلمہ عدالت کو سمجھتا ہے اور موقع پڑنے پر اس کی ضرورت کو درک کرتا ہے، لیکن فلسفیوں نے اسے ایک پیچیدہ موضوع بنایا ہے۔

مصباح یزدی صاحب تصنیفات ہونے کے ساتھ فقیہ وسیاسی بھی ہیں آپ کا ایک فتویٰ ہے کہ حکم ولی فقیہ دنیا کے گوشہ وکنار میں رہنے والے مومنین پر لاگو ہے۔ یعنی حکومت ولایت فقیہ بیرون ملک افراد پر بھی لاگو ہے۔ ہم اس موضوع کے مصادر اور اس فکر کے حامی کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے، لیکن ہمارے ذہن میں کچھ سوالات ہیں ہیں:

۱۔ کیا اس حکم کو خود ولی فقیہ بھی ملک سے باہر لاگو سمجھتے ہیں یا یہ آپ کا فتویٰ ہے۔

۲۔ بیرون ملک جن پر یہ حکم لاگو ہے وہ اس فلسفہ کے خلاف ہیں جہاں کہتے ہیں: بیک وقت دو اماموں کی امارت نہیں چل سکتی، کہتے ہیں اس سے تصادم ہوگا۔ جس طرح دو خدا نہیں چل سکتے اسی طرح دو امام عادل ومعصوم دنیا میں نہیں چل سکتے تو پھر بیرون ملک رہنے والے بیچارے دو قیادت کے زیر اثر کیسے رہیں گے یہ نظریہ ان کے لئے جہنم

بنے گا یا بہشت۔

۳۔اس حکومت کے نتیجہ میں خود ولی فقیہ کو کیا فوائد ملیں گے، یہ واضح ہے کہ بیرون ملک والے اپنے حقوق شرعیہ ان تک پہنچائیں گے۔لیکن ان کی طرف سے بیرون ملک والوں کو کیا ملے گا؟ اگر ان پر کوئی مصیبت پڑے گی تو کیا یہ ان کی فریاد رسی کریں گے۔اگر ان کے دین پر کوئی آفت آئے تو کیا آپ کچھ کرسکیں گے یا آپ یہ کہیں گے۔بیرون ملک مداخلت کرنا ہماری مصلحت نہیں ہے۔جب آپ کی مصلحت نہیں تو اس امامت اور اس قیادت سے ان بیچاروں کو کیا ملے گا۔اس کے علاوہ تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ بیرون ملک رہنے والوں کیلئے ولی فقیہ کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنا اور اپنے عرائض پہنچانا ممکن نہیں ہے۔ہاں بالواسطہ، نمائندہ ولی فقیہ کے افراد اور گروہ جو ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔

تمام فتویٰ اور احکام و ہدایات جو ولی فقیہ جاری کرتے ہیں وہ یہاں کے نمائندے پہنچاتے ہیں۔بعض کو من وعن سے زیادہ اضافہ کر کے پیش کرتے ہیں اور بعض کے بارے میں کہتے ہیں اس کو یہاں نافذ کرنا قطعاً مصلحت نہیں ہے۔یہ یہاں کے لئے نہیں ہے۔یہ تھے ہمارے ولایت فقیہ کی بیرون ملک حکومت کے بارے میں تصورات۔

☆ آیت اللہ سید علی المیلانی حفظہ اللہ

علامہ سید علی میلانی مرحوم و مغفور آیت اللہ میلانی کے پوتے ہیں۔ہماری عدم تحریف قرآن اور اس کے دفاع کا ایک مفصل مصدر آپ کی کتاب **"التحقیق فی نفی تحریف من القرآن الشریف"** ہے۔آپ نے اپنی اس گرانقدر کتاب میں فرقہ شیعہ سے فکر عدم تحریف قرآن سے دفاع کرنے والی ہستیوں کے اسماء گرامی اور بیانات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان برجستہ شخصیات کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنی کتاب میں تحریف قرآن کے بارے میں روایات جمع کی ہیں، لیکن آپ کی کتاب کے حوالے سے قابل تأسف بات یہ ہے کہ جہاں آپ کہتے ہیں کہ کسی اعتقاد کو ایک فرقہ سے نسبت دیتے وقت اس فرقہ کے اکابر اور محققین علماء سے رجوع کرنا چاہیے، لیکن دوسری طرف آپ انہیں تحریف قرآن کے قائلین علماء کے سروں پر تاج اکابر ملت رکھنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

☆ محمد عتریس

محمد عتریس کی شخصیت کے بارے میں کتاب تعارف شخصیات کی ورق گردانی کرنے کے باوجود کچھ معلومات حاصل نہیں کر سکے۔ آپ کی اس کتاب سے، جو ۱۴۱۸ھ ق کو پہلی بار طبع ہوئی ہے، جس میں ۵۶۷ مشکل آیات کی تفسیر وتشریح کی گئی ہے۔ محسوس ہوتا ہے یہ عظیم شخصیت قرآنی واسلامی محمدی کے سینہ میں قرآن محمد، اسلام سے محبت وعشق اور اعدائے قرآن ومحمد سے نفرت وبیزاری کے دو بحر ملح واجاجہ عزب وفرات میں طوفان اور تلاطم برپا ہے۔ یہ شخصیت جہاں بھی ہو درگاہ الٰہی سے دعا ہے انھیں امت اسلامی اور قرآنی کیلئے اپنے الطاف وعنایت سے نوازے۔ اشارات وقرائن سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اس مرکز اسلام، قرآن اور عرفان یعنی قاہرہ سے تعلق رکھتے ہیں اللہ سے دعا ہے یہاں سے مستعمرین کا تسلط ختم کرے اور اس کو نشاتِ ثانیہ اسلامی کا گہوارہ بنائے۔

☆ جابر جزائری: [از مقدمہ تفسیر]

جابر جزائری کی یہ تفسیر **"ایسر تفاسیر فی الکلام علی الکبیر"** جیسا کہ اس کی ابتدائی تمہید میں آیا ہے: ایک طویل عرصے سے مسلمانوں کا قرآن سے لگاؤ اور رغبت قرآن کی تلاوت اور وہ بھی اموات تک محدود ہے۔ اب یہ قرآن زندوں کیلئے نہیں رہا لہٰذا اس کی تفسیر کرنا خطاء، غلط اور گناہوں میں ایک گناہ کا اضافہ شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا بعض نے کہا ہے: تفسیر قرآن صحیح بھی ہو تو خطاء ہے اگر خطاء ہو تو یہ کفر ہے، کہتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: مساجد میں اللہ کے علاوہ کسی کو نہ پکاریں لیکن مسلمان مساجد میں یا سیدی کہتے ہیں۔ مسلمان قرآن کی اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں کہ ماانزل اللہ کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔ یہ تلاوت کرتے اور سنتے بھی ہیں لیکن یہ بات کبھی ان کے اذہان میں نہیں آئی کہ جو کتاب اللہ کے علاوہ کسی کو مصدر قرار دے وہ کافر ہے۔ مسلمان اس کفر میں اس وقت منہمک ہیں کیونکہ شریعت قرآن چھوڑ کر آئین دستور مشرق ومغرب میں منہمک ہیں میرے دروس سننے والوں نے مجھ سے اصرار کیا ہے کہ ایک آسان اور سہل تفسیر لکھوں اس کیلئے کبھی ہم آمادہ ہوتے کبھی اس فریضے سے فرار کرتے تین دفعہ ہم نے تفسیر کا درس دیا لیکن میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچا اول محرم ۱۴۰۶ھ ق کو ڈاکٹر عبداللہ صالح عبید رئیس جامعہ اسلامیہ کے حضور میں بیٹھنے کا موقعہ ملا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم تفسیر جلالین جیسی یا اس کی جگہ لینے والی تفسیر ترتیب دیتے جو درسگاہوں میں پڑھائی جائے تو اس کا نفع ونقصان برابر ہوگا۔ یہاں میں نے اللہ سے مدد مانگتے

ہوے اوائل رجب سے تفسیر لکھنا شروع کی ۔قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ کہ ہمارے پاس ان کے بارے میں مزید معلومات نہیں ہے ۔

☆ عبدالرحمٰن حسن حبنکا میدانی

علامہ عبدالرحمٰن ابن حبنکا میدانی دشمنان اسلام کے خلاف اپنے بیان وقلم سے حملہ اور اسلام کا دفاع کرنے والے نامور مجاہد ہیں آپ نے اپنے جہاد کا رُخ ہمیشہ ملحدین کافرین یہود کی طرف رکھا آپ نے کمیونسٹ بلدک کے مقابلے میں بھی ایک کتابیں لکھی ہے آپ کا سلسلہ کتب ملاحظہ فرمائیں

۱۔مکاید یهودیه عبر التاریخ — **۲۔صراع مع الملاحدة حتى العظم**

۳۔أجنحة المكر الثلاثة — **۴۔غزو في الصميم**

۵۔الكيد الأحمر۔ — **۶۔کواشف زیوف۔**

۷۔عقیده اسلامی وأسسها — **۸۔الاخلاق اسلامی وأسسها**

۹۔عقیده الحضارة اسلامی وأسسها

قارئین کرام سے انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کر رہے ہیں کہ ہمیں علامہ مفکر مجاہد زاہد و مدافع عبدالرحمٰن کی تاریخ تولد نہیں مل سکی، جس کتاب جس سے ہم نے صیانت وحفاظت قرآن کے بارے میں آپ کا نظریہ لکھا ہے وہ آپ کی کتاب **"عقیده اسلامی وأسسها"** جس کی پانچویں طباعت ہے جو ۲۷ رمضان ۱۳۹۷ھ ق کو ہوئی اس وقت تک آپ دین اسلام کیلئے محفوظ تھے ابھی بھی محفوظ ہوں گے یہ کتاب دارالقلم دمشق سے چھپی ہے ہمیں ان کے بارے میں ان کی گرانقدر تالیفات کے علاوہ کچھ معلومات نہیں ملی ۔

☆ علامہ جعفر مرتضٰی عاملی

آپ لبنان کے شہر جبل عامل سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے اپنی تحصیلات حوزہ علمیہ قم کے اساتید ومراجع سے لیا ہے آپ کثیر تالیفات مقالات کے مالک ہے ۔آپ کی تصنیفات میں ایک موسوعہ النبی ہے جو تقریباً ۲۰ یا ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے ایک کتاب آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ کی تقریر کے رد میں لکھی ہے اس کا نام ماساۃ الزھرہ ہے ۔آپ کی تحقیقات زیادہ تر متون تاریخ کے بارے میں ہیں لیکن تمام کاوش آپ کی ان تاریخی مواد کو مسترد کرنا نہیں

خلفائے راشدین کی تعریف میں ہوں یا ان سے دفاع کی صورت میں ہو۔اوران تمام موادتاریخی کوثابت کرنا ہے جس سے اہل بیت اطہار کے فضائل اور مصائب ثابت ہوتا ہو درمیان میں کوئی ایسی جھلک یا مطالب نظر نہیں آتا ہے کہ جس کو مقیاس میزان بنا کر خلفاء کے بارے میں مطاعن ہے وہ کہاں تک صحت رکھتا ہے کہاں تک وہ خلاف واقع اور دنیائے یہود و مسیح مجوسیوں کا اختلاق ہے مصائب غالیوں نے دین اسلام اگر صرف وابستہ بہ اہل بیت گردانا ہے اور وہ مصائب جو اسلام پر پڑھنے وای مصائب کی جا گزین بنی ہے ان مصائب کی کہاں تک صحت ہے غرض ایک شخص جب یہ فیصلہ کر کے بیٹھے گا کہ میں اس طرف کی مخالفت اور اس طرف کی حمایت کرنی ہے تو اس شخص کی تصنیفات و تالیفات سے تشنہ حقائق کہاں تک سرچشمہ صحت تک پہنچ سکتا ہے مسلمانوں میں فرقوں کی المیہ یہ ہے کہ ان فرقوں کے مصنفین و مؤلفین نے اسلام کو خیر آباد کر کے صرف فرقوں کی ذمہ داری لی ہے اور اگر ان سے اس بارے میں شکوہ شکایت کریں گے تو کہیں گے کہ اسلام یہی ہے اس کے ماوراء کچھ نہیں۔یہاں بھی انہوں نے جمع قرآن مس خلفاء کا کوئی کردار ہونا انہیں قبول نہیں ان کے خیال میں قرآن خود بخو دجمع ہوا ہے۔

☆ مولانا وحیدالدین

ان کی عمر تقریبا ۱۰۰ سال ہے۔ہم نے مصر سوریا عراق ایران کے علماء کی صیانت وحفاظت کے بارے میں ان کی یا کسی اور کی کتاب سے نقل کیا ہے اسی طرح مولانا وحیدالدین کی بیان بھی ان کی کتاب **"الاسلام یتحدیٰ"** سے نقل کیا ہے ان کے بارے میں ہمارے پاس کچھ معلومات نہیں تھی لیکن سوال استفسار تلاش کے بعد ان کی خدمت میں لکھی ہوئی کتاب ملی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ہمارے اندر ایک رائے مولانا کے بارے میں اور ایک رائے ان کے خلاف لکھنے والوں کے بارے میں سامنے آئی ہے وہ ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جہاں ہماری خطاولغزش ہو گی وہاں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

اس کتاب میں نقل کیا ہے کہ مولانا وحیدالدین نے سلمان رشدی کی کتاب آیات شیطانی سامنے آنے کے بعد علمائے مسلمین کی طرف سے اس کے رد میں جو فتویٰ امام خمینی نے دیا ہے انہوں نے بھی اس فتویٰ کی تائید کی ہے اس پر مولانا نے دو باتیں کی ہیں اس فتویٰ کی تائید کو آزادی رائے کے خلاف قرار دیا ہے جو کہ ایک غلط ہے۔

۲۔مغرب والوں کے پاس اسلام کا ایک تصور پیدا ہوا تھا وہ خود بخو دختم ہو گیا اب مغرب والے مسلمانوں کے بارے

میں نیا نظریہ قائم کیا ہے جو کہ ایک بڑا نقصان ہے ہمیں ان کی دونوں بات پر ملاحظات ہے۔

ا۔آزادی رائے کی دو ماحول ہے یا دو صورت ہے ایک ملحد کافر غیر مسلمان دین اسلام کے بارے میں اذادی رائے کے تحت اہانت جسارت الفاظ وکلمات استعمال کرتا ہے جیسے دین اللہ نہیں دین اختراع اختلاق ہے قوموں کو پلانے والی چرس ہے انبیاء کی باتیں غلط ہے وغیرہ۔

دوسرا ایک کلمہ کو کلمہ پڑھنے کے بعد اس دین میں داخل ہونے کے بعد اس دین کے اساس بنیاد کا مذاق اڑاتے ہیں مسخرہ کرتے ہیں تو اسلام کے دائرے میں آنے کے بعد وہ زبان استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے چنانچہ کتاب قبسات میں کسی یہودی نے کسی مسلمان عالم دین سے کہا ہمارا دل چاہتا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤ لیکن میں شراب نہیں چھوڑ سکتا ہوں تو اس عالم دین نے کہا تم مسلمان ہو جاؤ پھر دیکھیں مسلمان یہودی ہونے کے بعد پوچھا میرا دل چاہتا ہے شراب پیوں تو عالم دین نے کہا اگر شراب پیوں کے تو تم پر حد جاری ہوگا اگر دین اسلام سے بزگشت کرو گیتو مرتد ہو جاؤں گے تو سزا قتل ہوگی۔جس طرح دیگر آزادی انہیں حاصل نہیں کہ وہ جس لباس کو پہنیں وہ کھلے عام بت پرستی کریں کھلے عام محرمات شریعت کا ارتکاب کریں اسلام میں آنے کے بعد اس کی آزادی محدود ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس مرحلے سے گزرا ہے۔

۲۔یورپ والوں کے بارے میں جو تاثرات ہوئے تھے وہ ختم ہو گئے یورپ والے چاہے ہمارا مسلمان بھائی کیوں نہ ہو کلمہ پڑھنے کے بعد اسلامی ثقافت کے بجائے اپنے سابقہ ثقافت اقدار کو باقی رکھے ہوئے ہیں وہ ان اقدار و ثقافت کی روشنی میں بولتے ہیں اور سوچتے ہیں لہٰذا وطن اسلامی میں رہنے والے مغرب والوں کے ہاتھ میں ایک اخروٹ انڈہ مٹھائی نہیں دے سکتے ہیں کہ آپ برائے مہربانی آپ ہم سے ناراض نہ ہو منت ساجت نہیں کر سکتے دین اسلام نہ جبر واکرہ سے منوایا جا سکتا ہے نہ طمع ولالچ مٹھائی کھلا کر یہ بات ایک عالم دانشور کی بات نہیں دوسری بات اس کتاب میں وحید الدین خان کو قادیانیوں کی حامی اور ان کا نمائندہ کہا ہے قادیانی اس لیے برا ہے کیونکہ انہوں نے ختم نبوت کے منکر ہے اسلام محمد سے قائم ہوا ہے محمد کے انکار کے بعد کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا ہے لیکن جو شخص محمد کو پکڑ کر کھلے الفاظ میں قرآن سے لاتعلق کا اعلان کرے اور یہ کہہ دے کہ مسلمانوں کے پاس ایک مصدر رہے وہ صرف محمد ہے ایک محمد کو گراتے ہیں اور دوسرا قرآن کو گراتے ہیں یہ دونوں ایک ہی حکم رکھتا ہے۔

رجال حفظ وکتابت عصر نزول

اس باب میں چونکہ رجال صیانت قرآن کا ذکر ہوا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ یہاں عصر نزول قرآن میں جن کا ذکر کتابت قرآن کے موضوع میں لیا جاتا ہے ان کا ذکر کیا جائے۔

صدر اسلام میں کتابت کے فن وہنر کے جاننے والے بہت کم تھے۔ اس لئے وحی لکھنے والوں کی بہت زیادہ اہمیت تھی تا کہ قرآن ضائع نہ ہو۔ یہ لوگ پیغمبرؐ کے دور میں وحی کی کتابت کرتے تھے۔ پیغمبرؐ کے دور میں کاتبان وحی کی تعداد اور ان کی تشخیص میں اختلاف ہے۔

وحی لکھنے والوں میں سرفہرست حضرت علیؑ ہے۔ ان کے بعد ابی بن کعب انصاری تھے ان کی کنیت ابوالمنذر اور یہ پیغمبر کی ہجرت سے پہلے کے کاتب وحی تھے۔ آپ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور اپنے دور کے فقہی وقاری تھے انصار میں سب سے تھے۔ ان کا برجستہ اصحاب میں شمار ہوتا ہے۔ علامہ حلی کہتے ہیں کہ یہ ان ۷۰ افراد میں سے ہیں جنھوں نے پیغمبر کی بیعت کی تھی۔ العقبۃ الثانیہ میں شرکت کی۔

زید

کنیت ابوسعید، نام زید، فرزند ثابت بن زحاک انصاری ہے۔ کاتب وحی اور کاتب خطوط تھے۔ فرائض و موارث کے حاکم تھے۔ راہ اللہ میں جہاد کے لئے اس وقت نکلے جب وہ عمر میں چھوٹے تھے۔ نبی نے جنگ بدر میں اسے چھوٹا سمجھ کر واپس کیا۔ پھر آپ جنگ احد، خندق اور دیگر جنگوں میں پیغمبرؐ کے ساتھ رہے۔ جنگ تبوک میں بنی نجار کے پرچمدار تھے۔ نبی کریم نے جنگ تبوک میں جھنڈا آپ کو یہ کہہ کر ترجیح دی کہ قرآن مقدم ہے۔ زید پیغمبرؐ کے لئے کتابت کے ساتھ دیگر خطوط بھی لکھتے تھے۔ جب زید مدینہ میں پیغمبر کے پاس پہنچے تو اس وقت زید کی عمر ۱۱ سال تھی اور آپ نے ۱۱ سال میں اسلام قبول کیا۔

اسی طرح وہ پیغمبرؐ کے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بھی خطوط لکھتے تھے۔ جب عمرؓ حج کے لئے جاتے تھے تو اپنی جگہ انہیں نصب کرتے تھے۔ عثمانؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ زیدؓ راسخین فی العلم میں سے تھے۔ زیدؓ ان تین آدمیوں میں

سے ہیں جنھوں نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے حکم پر قرآن کو ایک جگہ جمع کیا۔

زیدؓ ۵۵ھ کو وفات پائے تو ان کی موت کے بارے میں عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: ان کا جانا علم کا جانا ہے۔ آج ہم نے بہت سے علم کو دفنایا۔

ابوموسیٰ اشعری [صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۸۴]

ابوموسیٰ اشعری کا نام عبداللہ بن قیس بن سلیم تھا اور مکے میں ایمان لائے، حبش کی طرف ہجرت کی۔ جب پیغمبر خیبر گئے تو وہاں آئے لیکن بعض نے ان کی حبش کی طرف ہجرت کرنے کو مسترد کیا ہے۔ پیغمبرؐ نے معاذ بن جبل اور موسیٰ اشعری کو یمن بھیجا تا کہ وہاں لوگوں کو قرآن سکھائے۔ ابوموسیٰ اشعری نے ۵۲ھ کو ۴۲ یا بعض کے مطابق ۴۴ سال کی عمر میں وفات پائی اور مکے میں دفن ہیں۔

حفصہ بنت عمر الخطاب: [صفۃ الصفۃ ج ۲ ص ۲۸]

حفصہؓ بنت عمر الخطاب، خنیس بن حذافہ سہمی کے عقد میں تھیں۔ رسول اللہ کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ خنیس بدر سے واپسی پر وفات پائے گئے اور حفصہ بیوہ ہو گئی۔ عمر نے عثمان بن عفان کو پیش کش کی کہ وہ ان کی بیٹی سے شادی کریں، لیکن انھوں نے انکار کیا پھر ابوبکر صدیق سے بات کی لیکن انھوں نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند دن گزرنے کے بعد پیغمبر نے خود عمر سے حفصہ سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔ حفصہؓ نے ۴۵ھ شعبان کے مہینے میں ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

عبداللہ ابن مسعود [صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۴۰۸]

ان کی کنیت ابا عبدالرحمٰن ہے۔ آپ نے دارالارقم جانے سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ اسلام قبول کرنے والوں میں چھٹے درجے پر ہیں۔ آپ نے حبش میں ہجرت کی اور بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ سفر و حضر میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ رہتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ کی شخصی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ آپ کا چلنا پھرنا اور تبسم رسول اللہؐ سے شباہت رکھتا تھا۔ آپ کوفہ کے والی رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عمرؓ کے دور میں خازن بیت المال رہے۔ آپ حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی کچھ عرصہ خازن بیت المال رہے۔ پھر واپس مدینہ آئے اور ۳۲ھ میں ساٹھ

سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

مغیرہ بن کعب

[صفتہ الصفوۃ ج اص ۲۴۵]

رسول کے دور میں قرآن کو حفظ کیا کرتے تھے اور قرآن کے مطابق لوگوں کو مسائل بتاتے تھے ان کو سید المسلمین کہتے تھے اس نے سنہ ۳۰ھ کو وفات پائی۔

حذیفتہ بن الیمان:

[رجال القرآن ص ۳۱۰]

ان کی کنیت ابا عبداللہ ہے، حسیل بن جابر بن ربیعہ بن عمر بن جزوۃ۔ عثمان کے قتل کے بعد وفات پائی۔

یہ ذوات عام مسلمانوں کیلئے معروف شخصیات ہیں جو تعارف کی محتاج نہیں۔

مقاصد قرآن

''اٹھو قرآن سے دفاع کرو'' کے مندرجات کے آخر میں' قارئین اور سامعین کی توجہ وعنایت ذیل کے نکات کی طرف مبذول کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

جو قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے' اس کی ساحت مقدس کا دفاع ہر فرد مسلمان پر واجب و لازم ہے۔ آخر کیوں؟ اس سے ہم پر کیا اثر پڑے گا اور دفاع نہ کرنے سے ہمیں کیا نقصان ہوگا؟ تاریخ انسان کی سب سے آخری کتاب کیا کیا اہداف و مقاصد لے کر نازل ہوئی ہے؟ مقاصد قرآن' بیان کرنے سے پہلے ''قرآن کریم'' کے ترکیبی عناصر سے متعلق کئے جانے والے سوالات بھی بیان کرنا ضروری ہے:

ا۔ یہ کس کا اثر ہے؟

یہ اثر' اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ہے' جو انسان سمیت کائنات کی تمام علوی و سفلی مخلوقات کا خالق ہے اس کتاب میں کسی بھی حوالے سے چاہے وہ جنسی' نوعی ہو یا صنعی جزی تعدد نہیں۔ اس زاوے سے یہ کتاب' قابل تقسیم و تجزیہ نہیں ہے۔ قرآن کریم کا ایک بہت بڑا حصہ اس مدعی کی دلیل و توضیح ہے۔

۲۔ محتویٰ و مضمون اور موضوع کیا ہے؟

اس کتاب کے نزول کا بنیادی اور مرکزی نقطہ' انسانیت کیلئے ایک الٰہی آئین و نظام پیش کرنا ہے۔

۳۔ قرآن کریم کا مخاطب کون ہے؟

کتاب کے اول سے آخر تک مخاطب انسان ہے۔

قرآن مجید' اپنی جگہ چند جہات رکھتا ہے' جن کی روشنی میں اس کتاب کی قدر و قیمت اور مقاصد کا بخوبی درک کیا جا سکتا ہے:

یہ کتاب عزیز' حکیم' رحیم و کریم کی طرف سے حکمت' رحمت' کرامت اور معجزہ بن کر آئی ہے۔ اس میں کوئی نقص و کمی نہیں کیونکہ یہ ذات کمال و جمال مطلق کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ یہ ذات تبارک و تعالیٰ کی آیت حق ہے' جو اس کے نبیؐ کی بھی حقانیت کی دلیل ہے جیسا کہ اپنی تعارفی آیات میں کلمہ ''تنزیل'' سے تعبیر کرتی ہے۔ یہ

کتاب، کسی بھی حوالے یا جہت سے مغلوب نہیں ہوگی۔
قرآن، عالمی و دائمی تحدی کے ساتھ نازل ہوئی کیونکہ تحدی کا مخاطب جن وانس ہے۔
اس کتاب کا تخاطب، انسان سے ہے لہٰذا قرآن کریم، انسان کے فہم و ادراک سے مافوق نہیں ہو سکتا ہے، ورنہ اس کی حکمت نزول ادھوری رہ جائے گی۔

انسان شناسی

قرآن کا تخاطب انسان ہے۔ انسان اپنے اندر تین تصورات کے حامل ہے:
۱۔ وہ ایک فرد یا قبیلہ نہیں بلکہ انسانی سمندر کا ایک قطرہ بھی اپنا کردار ہے۔ اسے اپنے کل میں حل ہونا ہے۔
۲۔ وہ تمام مسلمانوں کو جہاں کہیں بھی ہوں، امت اسلامی کا جزء سمجھتا ہے وہ ان کے مسائل میں برابر کا شریک و سہیم ہے۔
۳۔ وہ ان تمام انسانوں کا ذمہ دار ہے جو اپنی جہل و نادانی اور حماقت میں، کفر و شرک اور بعض اوقات الحادی راستے پر گامزن ہیں کہ انہیں حضیرہ اقدس اسلام کی طرف دعوت دے، اس حوالے سے کہ یہ بھی انسانی ہیں۔
اس سے پتہ چلتا ہے یہ امت، یقیناً اللہ تعالیٰ کی مصنوع و منظور ہے۔ آلعمران ۱۱۰ میں اسے امت خیر کہا گیا ہے۔
﴿أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ یعنی اس امت کو اللہ نے نکالا ہے۔
یہ اچانک بغیر کسی ظاہر کنندہ کے وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ یہ ایک ایسی امت ہے، جو عنایت الٰہی کی وجہ سے وجود میں آئی ہے۔ اس کے مصدر و مآخذ کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ یہ اللہ کی عبادت کرتی ہے اور اسی کیلئے ہی زندگی گزارتی ہے:
﴿قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَاشَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

(انعام ۱۶۲ تا ۱۶۳)

اس کتاب کے بعد ہم کسی کتاب سماوی کے نیاز مند ہیں اور نہ زمینی آئین سازوں کے۔

ذات انسان کی جہات

انسان اپنی جگہ چند جہات رکھتا ہے:

۱۔بُعد جسمانی: اس کے اپنے تقاضے ہیں جیسے: غذا، لباس، مسکن وغیرہ۔

۲۔بُعد روحانی: روح کی تسکین واطمینان۔

۳۔بُعد اجتماعی: انسان انفرادی زندگی نہیں گزار سکتا ہے، انسان کو اپنی بقا کیلئے جن وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے اس کیلئے وہ قطعاً اجتماع کا محتاج و نیازمند ہے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس اجتماع سے وابستگی رکھے؟

یہاں چند صورت ہوسکتی ہے:

الحادی اجتماع سے

اجتماع علمانی یعنی مخلوط از ایمان وکفر سے

ایمانی اجتماع سے

اجتماع سے وابستگی کا آغاز، خاندان کی تشکیل سے ہوتا ہے لیکن دیکھنا یہ خود اجتماع کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے۔

۴۔بُعد کائناتی: انسان، کائنات سے کہاں تک استفادہ کرسکتا ہے۔

۵۔بُعد تاریخی: میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ابتداء کا تشخص وتعین کیا جاتا ہے۔

انہی ابعاد کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ہدایت نامہ کا نام ''آئین حیات'' ہے۔

۶۔بُعد آئین قرآن: اللہ تعالیٰ نے اس آئین حیات یا ہدایت نامہ کا نام ''قرآن'' رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو راہ میں سے ایک اپنانے کا اختیار دیا ہے کہ وہ دیگر بَرّی، بحری اور ہوائی مخلوقات کی مانند حیوانی زندگی گزارے یا ایسی زندگی سے گریز کرے جہاں انسان رنگ ونسل میں اپنی حیثیت اور کرامت کو کھودے اور حیوانی زندگی میں گم ہوجائے۔اس کی اجازت اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں دیتا۔

قرآن کا انسان سے سوال

قرآن، انسان سے پوچھتا ہے: تم کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ تمہیں یہاں کون اور کیوں لایا؟ ان سوالات

کے زاویہ سے قرآن کریم نے انسان کے تعارف کے سلسلہ کو انسان کی ذات سے جوڑا ہے' تاکہ وہ اپنی ذات کو پہچانے۔ جس انسان کو اپنے انسان ہونے کا علم نہ ہو' جو بہائم اور انسان میں تمیز نہ کر سکے' وہ کیسا اپنے رہن سہن' انفرادی' خاندانی' اجتماعی حیثیت اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہو سکتا ہے۔

طبقات بندی۔ جہالت کا ثمر' جاہلیت کی میراث

قرآن کریم کے بنیادی اہداف و مقاصد عالیہ میں سے ایک' انسانوں میں موجود طبقات جس شکل و صورت میں بھی ہو اُسے ختم کرنا ہے۔

اسلام' جب جزیرہ عرب میں آیا' اس وقت کا معاشرہ قبیلوں پر استوار تھا۔ قبیلہ ہی ایک دوسرے سے رابطہ کی بنیاد تھا۔ قبیلہ سے انتساب کو اعزاز سمجھا جاتا' قبیلہ ہی اس کا حساب و نسب تھا' قبیلہ ہی کو مرکز طاقت و قدرت سمجھا جاتا تھا۔ وہی حکومت چلاتا تھا اور وہی مرکز سیاست تھا۔ سردار قبیلہ کی رضا کے گرد چلنا ضروری تھا۔ قبیلے کی شکل و صورت کچھ یوں تھی! قبیلے کا رئیس اگر ناراض ہوتا ہے تو ایک لاکھ تلواریں بھی اس کے ساتھ ناراض ہو جاتی' یہ نہ پوچھا جاتا کہ آپ ناراض کیوں نہیں۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ دوسرے پر غالب آئے اور مال و اسباب کو جمع کرے' لہٰذا یہ ایک دوسرے سے جنگ و جدال میں مصروف رہتے تھے۔

جب اسلام کا ظہور ہوا تو انسان' عالم شعور اور حقیقت کی طرف منتقل ہوا' قبیلے کے ضیق و تنگ دائرے سے وسیع امت کی طرف آیا اور انتہائی سختی کے ساتھ انہیں ڈرایا گیا کہ عصبیت چاہے جس شکل میں ہو قبیلہ' علاقہ' رنگ' نسل کسی صورت صحیح نہیں۔ حدیث ہے: جو عصبیت کی دعوت دیتا ہے وہ ہم سے جنگ کرتا ہے۔ جو بھی شخص اندھی عصبیت کے پرچم تلے جنگ کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔ صاحب عصبیت ہمیشہ اپنے قبیلے کے ساتھ مل کر دوسرے سے جنگ کرے گا چاہے وہ خود ظالم ہو اور دوسرے نیک اور عادل ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جاہلیت کا مقولہ ہے کہ "اپنی قوم کی مدد کرو گر چہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو چاہے وہ حق پر ہو یا باطل ہے۔" یہ ہے عصبیت کا نعرہ۔ یہ نعرہ جہاں بھی اٹھے ہم اسے جاہلیت کا نعرہ ہی کہیں گے۔

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوّٰامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِينَ اِنْ يَكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَاتَتَّبِعُوا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوا وَاِنْ تَلْوُوا اَوْ تُعْرِضُوا فَاِنَّ اللّٰهَ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾

(نساء:۱۳۵)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

(مائدہ:۸)

کرامت انسان

کرامت

کرم سے ہے۔ کریم کے معنی شرافت' نفاست' عزت کے ہیں۔ کرامت' ضد لئامت ہے۔ اللہ کریم ہے۔ یعنی اس کی نعمت آشکار ہے۔ انسان کریم ہے یعنی اخلاق افعال حمیدہ کا مالک ہے۔ اللہ نے (اسراء ۷) میں انسان کو صاحب کرامت کہا ہے۔ کریم' اسمائے حسنا الٰہی ہے لہٰذا سورہ مومنوں میں اللہ نے اپنا تعارف رب عرش کریم سے کیا ہے۔ ملک کو کریم کہا ہے (یوسف:۳۱) قرآن کو کریم کہا ہے (واقعہ:۷۷)۔ اعمال ثبت کرنے والوں کو کرام الکاتبین کہا ہے۔ متقین کو اللہ نے صاحب کرم کہا ہے۔

قرآن کریم' رب کریم کی طرف سے ملک کریم کے ذریعے نبی کریم پر امت کریمہ کیلئے نازل کردہ آئین ہے، اس میں عزت ہی عزت ہے۔

قرآن' اپنے خطاب میں تمام انسانوں کی عزت و کرامت میں بلاتفریق' رنگ و نسل' آمر و ماموز' قوی و ضعیف' غنی و فقیر' ہاشمی و غیر ہاشمی' حاکم و محکوم اور مرد و عورت کے حقوق کو بحال کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن نے انسان کو من حیث انسان' سرتاپا پورا وجود کرامت و احترام قرار دیا ہے بشرطیکہ امت اس تاج کو اپنے سر پر رکھنے کی قابلیت و اہلیت رکھتی ہو۔ تاج کرامت پہننے کی لیاقت و صلاحیت پیدا کرنے کی اولین شرط یہ ہے کہ جہالت اور جاہلیت دونوں کو اپنے حول و حوش سے دور پھینکیں گے۔

جہالت اور جاہلیت سے جنگ و جہاد

مقاصد نزول قرآن میں سب سے اولیٰ مقصد جہالت و جاہلیت کے خلاف جنگ و جہاد ہے۔ جہل' جہالت اور جاہلیت سے متولدہ تمام اقسام سرکشی' بالا دستی' استبداد' ڈاکہ' اغواء' طبقات بندی' فحاشی غرض تمام نحوسات کا ازالہ قرآن کریم کا بنیادی ہدف اور مقصد ہے۔ لہٰذا اللہ نے انسان کو سب سے پہلے علم و آگاہی کے تمام وسائل و ذرائع مثلاً بصارت و سماعت' شنوائی وغیرہ سے نوازا۔ عرصہ وجود میں آنے کے چند ہی ماہ بعد یہ وسائل سرگرم عمل ہو جاتے ہیں ۔یہ تمام انسان کی ساخت میں اس کے مطالبے کے بغیر رکھے گئے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارسال رسل و کتب کے ذریعے انسان کے پس پردہ ماورائے محسوسات سے آگاہی کیلئے انبیاء مبعوث فرمائے' لیکن اس کے بالمقابل شیطان اور اس کے اولیاء بھی انسان کو اس کی فطرت کی تعلیمات سے روکنے کیلئے جہل و جہالت کو تعلیم و ترقی کا نام دیتے ہیں۔ سفاحت' حماقت' خرافات اور ان سے جنم لینے والی بیماریاں جیسے تکبر' ظلم' فحاشی و عریانی عروج پر ہے یہاں دیکھنا یہ ہوگا کہ کون اس جہالت کی نمائندگی کرتا ہے۔

ہر دور میں جہالت و جاہلیت کی نمائندگی کیلئے سرکردگی یہود نے کی' جس نے انسانیت کو گمراہ کرنے کیلئے ہر عصر میں' ایک نئی الحادی شکل و صورت کو جنم دیا اور اسے انسانیت کو مسخ کرنے کیلئے استعمال کیا۔ انہوں نے اپنے معاشرے میں دین اور علم کو ایک متضاد' متناقص نا قابل جمع حقیقت کے طور پر پیش کیا اور اب یہ تناقص و تضاد مغرب میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے' وہاں علم کی فتح اور دین کی شکست ہوئی۔ عالم اسلام میں یہ جنگ ہر دن ایک نئی صورت میں لڑی جارہی ہے لیکن آمنے سامنے نہیں بلکہ ''جمہوریت''، کبھی ''تعلیم''، کبھی ''سیاحت''، کبھی ''علاج معالجے'' کے نام پر وہ دین اسلام سے برسرپیکار ہے۔

جبکہ قرآن کے نقطہ نظر اور دائمی منشور کے تحت دین یہود' دین نصاریٰ' دین مجوس میں علم و دین میں تضاد و تناقص عام ہے لیکن دین اسلام' علم و دین سے کوئی تضاد و تناقص نہیں رکھتا ہے۔ دین اسلام نے ایمان بہ اللہ' ایمان بہ آخرت' ایمان بہ رسول اور ایمان بہ کتب کو راسخ کرنے کیلئے علم پر استوار کیا ہے۔ اسلام کا اعلان اور منشور ضد جہل و جاہلیت ہے۔ یہاں حافظان دین و شریعت' خود کو وارث انبیاء متعارف کرنے والوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ کہیں ہمارا دین علم پرست نہیں بلکہ ہمارا دین اللہ پرستی ہے' ہمارا دین ضد علم نہیں۔ ہم اس وقت جہل' جہالت اور جاہلیت سب سے

لڑ رہے ہیں لیکن ہمارے ملک میں بعض دانشوران اور علماء علم پرستوں سے متاثر ہو کر جاہلیت سے اتحاد کر بیٹھے ہیں اور جہالت کے خلاف جہاد کے نام سے دین کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ امت اسلام کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

عزت مسلمین

قرآنی مقاصد میں سے ایک مقصد انسان کو اس کی عزت و کرامت سے آگاہ کرنا اور اس کے حصول اور پاسداری کی دعوت دینا ہے۔ اس کیلئے پہلے مفہوم عزت سمجھنا ضروری ہے۔ عزت دراصل مادی اشیاء کیلئے مستعمل ہے۔ جہاں مادہ سخت، محکم پایدار ہو اور توڑ پھوڑ نا ممکن ہو۔ لہٰذا زمین صلب وسخت کو ''عزاز'' کہتے ہیں۔ اسی تناسب سے جہاں بھی کوئی شہرت پائیداری ہو اسے عزت کہتے ہیں۔ دشمن سے شکست نہ کھانے، فاتح و کامران لوٹنے والے انسان کو ''عزیز'' کہتے ہیں۔ اللہ چونکہ ہر امر میں غالب ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا ہے لہٰذا اللہ عزیز ہے۔

جب کہا جاتا ہے کہ فلاں عزیز ہے یعنی اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا چونکہ شکست نہ کھانے والے بہت کم ہوتے ہیں لہٰذا نادر چیز کو بھی ''عزیز'' کہا جانے لگا۔

قرآن کریم کی سورہ مبارکہ نساء کی آیت ۱۳۹

﴿ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴾

اور یونس کی آیت ۶۵

﴿ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾

میں فرماتے ہیں کہ عزت کا مصدر اللہ ہے۔ اللہ نے یہ عزت اپنے رسول کو اور ایمان لانے والے مومنین کو دی ہے۔

دونوں آیت کریمہ کے مطابق یہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔ تو منافقین، کافرین اور مشرکین کی کوئی عزت نہیں، وہ عزیز اور عزتمند نہیں ہیں۔ اس حقیقت کی بناء پر ان سے عزت مانگنے والے مسلمان منافق ہیں کیونکہ وہ کافرین کو اپنا ولی سمجھتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں، ان سے نصرت اور معاونت مانگتے ہیں اور ان کے رہن سہن کو پسند کرتے ہیں۔

جو مسلمان، عزت کو مومنین کی ہم نشینی، رسول کی رسالت پر رہنے اور اللہ تعالی کے قانون و منشور کی پاسداری کرنے میں نہیں دیکھتا، اس کی کوئی عزت نہیں ۔ایسے لوگ ہر جگہ ذلیل ہیں کیونکہ انہوں نے عزت ان لوگوں سے طلب کی ہے جن کی کوئی عزت نہیں ہے۔

سورہ مبارکہ فاطر کی آیت ۱۰ میں اللہ فرماتا ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَئِكَ هُوَ يَبُورُ﴾

اگر کوئی شخص عزت چاہتا ہے تو جان لے کہ عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جو منکرات اور برائی کا ارتکاب کرتا ہے اس کیلئے دردناک عذاب ہے ۔انھیں صفحۂ ہستی سے مٹ جانا چاہیے۔

سورہ منافقین کی آیت ۸ میں فرمایا ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

عزت اللہ، رسول اور مومنین کیلئے ہے اور منافقین اس کو نہیں مانتے ہیں۔

اس دین کے داعی حضرت محمدؐ، مسلم امت کے امام و مقتداء کی وفات کے بعد آپؐ کے پیروکار جب تک آپؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امت کی قیادت و رہبری کرتے رہے اس وقت تک یہ امت عزتمند و عزیز اور سربلند رہی ۔دنیائے کفر و شرک اور ان کے جیالے منافقین ذلیل و خوار ہیں ۔جب سے ہوس و اقتدار کے بھوکے اور مفاد پرستوں کا ٹولہ برسر اقتدار آیا اور امت اسلامی کا امام و مقتدا بنا اسی دن سے امت اسلامیہ کافرین و منافقین کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہے ۔اب بھی اس ذلت کے رفع یا کمی کے آثار نظر نہیں آتے کیونکہ اس دین کو اپنے جینے، پہننے، اوڑھنے اور بچھانے کا مکمل بنانے والوں کو ابھی تک اس کا احساس نہیں ہو رہا۔

اس میں مزید تیزی آرہی ہے چنانچہ ہم ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں کہ اس ملک کے منافقین چاہے وہ سیاسی گروہ سے تعلق رکھتے ہو یا دینی گروہ سے (افسوس اور حسرت یہ ہے کہ ان کا تعلق دینی گروہ سے زیادہ ہے) یہ لوگ جس دن مسلمانوں پر کوئی مصیبت پڑے تو وہاں نہیں پہنچتے لیکن جس دن غیر مسلموں پر کوئی مصیبت پڑے تو وہاں نہیں پہنچتے لیکن جس دن غیر مسلموں پر کوئی مصیبت آجائے تو فوراً یہ لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں

اور بیان دیتے ہیں: اسلام سب کو بھائی سمجھتا ہے، اسلام نے تمام انسانوں کے حقوق یکساں رکھے ہیں۔

ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے آپ جو کہتے ہیں کہ اسلام، تمام مسلمانوں کو برابر سمجھتا ہے یہ قرآن کریم کی کس آیت اور نبی کریم کی کونسی سیرت قولی اور فعلی میں سے ہے۔ اسلام غیر مسلموں پر ظلم وزیادتی کی اجازت نہیں دیتا ہے، اسلام غیر مسلموں کیساتھ عدالت کرنا، اسلام غیر مسلموں کو برابر کا حق تو دیتا ہے، لیکن مسلمانوں اور غیر مسلموں میں فرق نہ کرنے کی بات کفر ہے اور ایسے لوگ ذلیل وخوار، خسیس اور پست ہیں جو مسلم وغیر مسلم کو یکساں سمجھتے ہیں۔

جو مسلمان قرآن، سنت اور سیرت رسول کے مقابلے میں عزت کو غیر مسلموں کی ثقافت، آئین اور رہن سہن اپنانے اور دیار کفر میں جینے کو سمجھتے ہو وہ سراسر مقاصد قرآن سے منحرف اور فی ضلال بعید ہے۔

ولایت وسر پرستی اہل ایمان

مقاصد قرآنی میں سے ایک اہم مقصد، مومنین کے درمیان رشتہ ولایت ومحبت قائم کرنا اور کفر وشرک سے نفرت کو قائم رکھنا ہے۔ کیونکہ ایمان وکفر دو متناقص مفہوم ہیں جو یکجا جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کے حاملان کے درمیان کسی بھی صورت میں رشتہ نہیں ہوسکتا، لہذا قدیم زمانہ سے کہاوت مشہور ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے، اسلام کے خلاف اور اسلام ملت واحدہ ہے کفر کے خلاف۔ تمام فرق ومذاہب اور ملل ونحل کو یکجا جمع کرنے کے بعد بھی یہ دونوں (کفر وایمان) اپنی جگہ مستقل رہیں گے اور ان میں اتحاد واتفاق ناممکن ہے۔ قرآن کریم کی کثیر آیات اسی بنیاد کو اٹھانے کی دعوت دیتی ہیں۔ بعض جگہ واضح وروشن، صریح آیات میں اور بعض جگہ مبہم ومجمل انداز میں۔ چنانچہ سورہ مبارکہ مائدہ کی آیت ۵۱ میں آیا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَتَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لاَيَهْدِى الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾

لیکن بدقسمتی سے اہل قرآن نے اس منشور قرآنی سے انحراف کیا اور ان آیات کو پس پشت ڈال کر اس آیت کریمہ کے مصداق بنے جہاں اللہ فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لاَيَعْلَمُونَ﴾

(بقرہ:۱۰۱)

مسلمان اس وقت اصول کو چھوڑ کر فرعیات کو بنا ید و اساس بنانے مصداق خوارج عمل پیرا ہیں۔ اگر مسلمان نقطہ التقاء قرآن کو بناتے اور جن چیزوں کے بارے میں آیات محکمات موجود ہیں ان کے مقابلے میں روایات قبول نہ کرتے یا فتویٰ مسترد کرتے اور ان آیات ولایت کو اپنا رہنما اور ہدایت نامہ بناتے تو آج یہ صورتحال در پیش نہ ہوتی۔ آج مسلمانوں میں نص قرآن کے خلاف ہر فرقہ ایک دوسرے کو ہٹانے ایک دوسرے پر زندگی تنگ کرنے کیلئے دنیا کفر و شرک سے ولایت کرنے میں سبقت لینا چاہتا ہے اور اہل قرآن سے نفرت اور بیزاری کرتا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان نے اپنی روزمرہ امور زندگی میں بھی غیر مسلموں کی تاریخ کو اپنی اسلامی قرآنی اور محمدی کو اپنایا ہے ان کے ساتھ ان کی اعیاد مناتے ہیں اعیاد اسلامی کو بھی ان کی تاریخ کا حساب سے منانے پر تلے ہوئے ہیں۔

تاریخ ایک ضرورت

انسان کو اپنا اجتماعی دینی اور تاریخی تشخص برقرار رکھنے کیلئے اسے صفحۂ قرطاس اور اپنے غیروں کے علم میں لانا ہوگا کہ اس کی نسل کس سے ملتی ہے اس کا ماضی کس حد تک تابناک یا وحشت ناک ہے۔ انسانی زندگی میں تاریخ کا دخل ناگزیر ہے۔ دنیا میں ایسی کوئی قوم نہیں جس کی زندگی میں تاریخ کا دخل نہ ہو۔ ''محکمہ اندراج تولید اور وفیات'' ثبت تاریخ کیلئے ہی وجود میں آیا ہے۔ یہ ادارہ انفرادی تاریخ کے ساتھ ایک اجتماعی تاریخ بھی رکھتا ہے۔ انسان کا اللہ سے ارتباط اس کی عبادت و بندگی اور اس کا دیگر انسانوں سے ارتباط اور معاملہ سب اپنی جگہ تاریخ کے محتاج ہیں۔ تاریخ بشریت میں ہر ایک نے اپنے لئے ایک تاریخ وضع کی ہوئی ہے۔ دنیا کے ملحدین و کافرین نے اپنے لئے شمسی تاریخ کا انتخاب کیا ہے جبکہ اسلام نے مسلمانوں کیلئے قمری تاریخ کو بنیاد بنایا ہے۔

تاریخ اہل اسلام اور ایمان

تاریخ اسلام ہجری قمری کے حساب سے چلتی ہے۔ جس پر پیغمبر اصحاب اور آئمہ سب نے عمل کیا لیکن دین کے انحراف گراؤں نے یہاں بھی اپنی طرف سے ایک انحراف ایجاد کیا اور مسلمانوں کو پابند کیا ہے کہ وہ اپنی تاریخ کی جگہ دیگر قوموں کی تاریخ کو اپنائیں۔ بعض نے نیا طریقہ انحراف ایجاد کرتے ہوئے آدھا حصہ اسلام سے اور آدھا حصہ غیر مسلموں سے لیا۔ مطلب کو واضح کرنے کیلئے ہم آپ کو یہاں تاریخ قمری کے بارے میں کچھ وضاحتیں پیش کرتے ہیں۔ تاریخ قمری کی چار قسمیں ہیں:

۱۔تاریخ قمری حسابی: ۲۹ دن بارہ گھنٹہ ۴۴ منٹ کے حساب سے دن بنتا ہے۔

۲۔تاریخ وسطی: اس میں مہینہ ۳۰ دن، اگلا ۲۹ دن اور اس کے بعد پھر ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔اسی ترتیب سے دائرہ چلتا رہتا ہے۔

۳۔تاریخ قمری ہلالی فلکی: اس سے مراد دوربین اور دیگر وسائل و آلات کے ذریعہ چاند دیکھنا یا تخمینہ لگا کر حساب نکالنا ہے۔

یہ تینوں قمری حساب تاریخ، مرکب قمری و شمسی تاریخ ہیں۔

۴۔قمری ہلالی شرعی: چاند دیکھنے سے ہی مہینے کی ابتداء کریں۔

قرآن کریم، سورہ مبارکہ بقرہ کی آیت ۱۸۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾

یہ آیت دلیل ہے کہ اسلام کی تاریخ قمری ہے۔اپنی تاریخ کو ہجری قمری میں شمار کرنا ہی مسلمانوں کی کفر کے مقابلے میں شناخت قرار پائی۔اس وجہ سے دنیائے کفر اور منافقین یکدست ہو کر ہر جگہ اس کی جگہ دوسری تاریخ رکھنے پہ تلے ہوئے ہیں۔اتاترک نے ترکیہ میں، اکبر بادشاہ نے ہندوستان میں پہلوی نے ایران میں اور ہمارے ملک میں منافقین نے یہ تاریخ اپنائی ہوئی ہے۔جبکہ نص قرآنی کے تحت اس کو فراموش کرنا کفر کے مساوی ہے۔اسلامی کی اس تاریخ کو چھوڑ کر شمسی حساب کرنے کو سورہ مبارکہ توبہ کی آیت ۳۶:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ﴾

میں کفر جیسا عمل کہا گیا ہے۔آج عام مسلمان تو چھوڑیں علماء اور دعوائے فقہات و مرجعیت رکھنے والے کے حساب میں بھی یا تو تاریخ اسلامی حذف ہے اور اگر حذف نہیں تو اس کی حیثیت ثانوی ہے جو مقاصد قرآنی سے انحراف کی مصداق جلی ہے۔

خاندان کی تشکیل

اسلام اُس خاندان کو نہیں مانتا جس کی طرف آج مغرب دعوت دے رہا ہے۔یعنی عورت عورت سے اور مرد مرد سے شادی کر سکتا ہے۔یہ فطرت، اخلاق اور مصلحت کے سراسر خلاف ہے اور سب سے اہم یہ کہ یہ تمام شریعت

آسمانی کے خلاف اور متصادم ہے۔

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان برے عزائم کیلئے موتمر سکان قاہرہ میں بکین میں کئی اجلاس منعقد کئے گئے۔ان اجلاسوں میں انہوں نے اس قسم کی غیر فطری زواج کوفروغ دینے کی کوشش کی تا کہ مسلمانوں کے پاس قرآن وسنت نبیؐ سے متعلق جو بچا کچا تصور ہے وہ اسے بھی چھوڑ کر مغربی تصور خاندان کو اپنائیں۔

ایک کانفرنس میں شرح آبادی بڑھنے کو خطرہ قرار دیتے ہوئے اس عمل کو دعوت دی گئی' جبکہ دوسری کانفرنس میں اعلانیہ اس عمل کی دعوت دی گئی ہے۔انہیں اپنے ان برے عزائم میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ ایک بہتر گھرانہ یا معاشرہ ایک شفیق ماں کے پیار' باپ کی رعایت ونظارت' اچھے بیٹے اور مہربان بھائی پیدا کرسکتا ہے۔شفقت و محبت' ایثار واخلاص اور اچھے اخلاق کا حامل معاشرہ ہی ایک دوسرے سے مربوط منسلک ہوتا ہے' جس از دواج میں ماں کی دھڑکن] پیار اور باپ کی نظارت ہوگی اسی زواج میں محبت اور ایثار وتعاون ہوگا۔

اللہ نے ہمارے لئے زوجات انتخاب کی ہیں تا کہ ہم ان سے انس وسکون لیں۔اس نے ایک دوسرے سے محبت والفت' رحمت ولذت اٹھانے کا بندوبست کیا ہے اور ایک شرعی واسلامی عقد کے ذریعے ایک دوسرے کے کاندھوں پر حقوق کا تبادلہ کیا ہے تا کہ خاندان ایک سعادتمند زندگی کی طرف گامزن ہو سکے۔اسلام انسان مسلم ایک باادب زندگی گزار سکے۔اس کا کہنا ہے: نامحرم سے چشم پوشی کرے' محرمات کی حفاظت کرے' حجاب کی پابندی کرے' عورت کی کرامت کی جائے اور رشک' ریا' خواہشات' تمایلات سے خود کو بچایا جائے تا کہ یہ رابطہ ایک مقدس و مستحکم رابطہ سے منسلک ہو اور اس میں ضعف وناتوانی نہ آنے پائے تا کہ اولاد کی تربیت میں آسانی ہو۔والدین کو اولاد کے حقوق بتائے ہیں کہ کس طریقے سے ان کی رعایت وتربیت کرے اور ان سے کس حد تک اپنی محبت اور احسانات سے نوازیں۔

ا۔غربت سے انسان کے اندر جو اضطراب و ہیجان پیدا ہوتا ہے وہ از دواج بعد مودت وسکون میں بدل جاتا ہے اور یہ زواج جائز اور رضائے الٰہی کے سایہ میں ملتی ہے۔

۲۔اسلام خاندان کو صرف مرد وعورت میں جانتا ہے۔اسی سے دیگر چھوٹے بڑے اجتماعات تشکیل پاتے ہیں۔

اسلام، خاندان کی تشکیل سے لے کر عالمی امت کے امن اور تحفظ کا ضامن ہے۔شریعت اسلام کیلئے عرق ریزی کرنے والے متخصصین شریعت کا خلاصہ اور نچوڑ ذیل کے نکات میں پیش کرتے ہیں: اسلام پانچ چیزوں کو تحفظ دیتا ہے:

☆ حفظ عقل ☆ حفظ نفس ☆ حفظ ناموس

☆ حفظ نسل ☆ حفظ مال

اسلام ان چیزوں کا تحفظ اسی وقت دے سکتا ہے جب انسان، دین اسلام کو زندگی کے تمام شعبہ جات میں نافذ کرے۔اگر کسی روشن خیال دانشور یا جدت پسند فقیہ کے خیال میں کچھ اسلام سے، کچھ کفر سے کچھ قومی روایات سے لے کر اس کا امتزاج کیا جائے تو ہرگز یہ تحفظات حاصل نہیں ہوں گے اور اعضائے امت میں خلل پڑے گا۔

تصحیح عقائد

اہم ترین و اولی ترین مقصد نزول قرآن، انسانوں کے اذہان میں جاگزیں خرافات، افسانجات اور طلسمات کے ازالہ و تطہیر اور عقائد انسان کو مدلل و محکم عقیدوں سے وصل کرنا ہے۔طول تاریخ میں دین کو ذریعہ معاش اور کاروبار بنانے والوں نے عقائد انسانی جیسے اللہ، نبوت و رسالت پر مامور ذوات اور ایمان بہ آخرت میں بدترین تحریفات کا ارتکاب کیا ہے۔

☆ اللہ نے شرک کو نا قابل معافی جرم قرار دیا ہے۔قرآن کی نظر میں اس سے بڑا کوئی جرم نہیں اور اس کے ہوتے ہوئے۔انسان، سعادت کی زندگی نہیں گزار سکتا۔بتوں کی پوجا، حقیقت کے منافی اور واقعیت کو جھٹلانے کے مترادف ہے جو انسان کو آقائیت و سروری کائنات سے گرا کر مرتبہ جمادات، نباتات اور حیوانات میں شامل کر دیتا ہے۔

☆ شرک ہی تمام باطل آماجگاہ ہے۔اللہ اپنے سو بندوں کیلئے ہر قسم کے معبود کی نفی کی ہے۔

☆ قرب اللہ کیلئے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿ فَقَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴾

(اعراف:۵۹)

﴿ وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَاتَتَّقُونَ ﴾

(اعراف:٦٥)

﴿ قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُه ﴾

(اعراف:٧٣)

﴿قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾

(اعراف:٨٥)

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنْ اُعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا
الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلاَلَة﴾

(نحل:٣٦)

ان آیات میں صریحاً فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ۔عبادت و پرستش اللہ نے صرف اپنے لئے مختص کی ہے لیکن مشرکین وملحدین اور شیاطین نے بشر کو وہم میں ڈالا ہوا ہے کہ اللہ تک بغیر واسطے کے نہیں پہنچا جا سکتا ۔اللہ کی نعمتیں شمار سے مافوق ہیں ۔یہاں کنز لا یفنی ہے صرف تگ و دو کی ضرورت ہے یہاں ضروریات زندگی استفسار خود طبیعت پیش کرتا ہے ۔یہاں سوال لفظی کارآمد نہیں بلکہ عملی سوال کی ضرورت ہے ۔ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس حدود استفسار کا تعین قرآن وسنت سے اخذ کیا جائے ۔

اللہ تک پہنچنے کیلئے دروازے سب کیلئے کھلے ہیں نہ کہ صرف خاص بندوں اولیاء اور پیر و مرشدوں کے لئے ۔

☆ انبیاء و رسل: کا کام لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دینا ہے نہ کہ لوگوں کے دلوں کو موڑنا ۔یہ ان کی بس کی بات نہیں ۔

﴿ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ﴾ (غاشیہ:٢١،٢٢)

☆ انبیاء و رسل کی خلقت اور انسانوں کے ساتھ تعلقات کو توازن اور تعادل میں رکھنے کیلئے ان ذوات کے بارے میں غلو اور ان کی پرستش کرنے سے منع کیا ہے ۔جس کی طرف مندرجہ ذیل آیات میں اشارہ کیا گیا ہے ۔

﴿فَلاَوَرَبِّکَ لاَيُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَيَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا

قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

(نساء:۶۵)

﴿ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾

(نحل:۶۴)

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا
جَائَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ
وَاللهُ يَهْدِى مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

(بقرہ۲۱۳)

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴾

(کہف:۱۱۰)

☆ جو شبہات انبیاء کے بارے میں پھیلائے گئے انہیں غلط اور بے بنیا دٹھہرایا۔

﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ
وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا
فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴾

(ابراہیم:۱۰)

﴿فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ
عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ﴾

(مومنون:۲۴)

﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ
لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

(ابراہیم:۱۱)

﴿ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ﴾

(اسراء:۹۵)

☆ قرآن مقدس میں اُن لوگوں کو جنہوں نے انبیاء کی تصدیق کی آخرت میں عافیت کی نوید خوشخبری اور جنہوں نے انبیاء کو جھٹلایا ان کیلئے انجام بد کی خبر دی ہے یعنی قرآن میں انبیاء کو جھٹلانے والے لوگوں کے قصے اور ان کا انجام بد اور ان کو ماننے والے افراد کی کامیابی عافیت کا ذکر موجود ہے۔

﴿ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴾

(فرقان:۳۷تا۳۹)

﴿ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾

(یونس:۱۰۳)

مقاصد نزول قرآن میں سے ایک قرآن کی جاویدانی کروفر زمان ومکان سے متاثر ہوئے بغیر غلو ودوام کے ساتھ امام الناس بن کر امامت کرتے رہنے کا اعلان ہے تا کہ دشمنان اسلام کبھی بھی خیانت کی آنکھ نہ کھول سکیں قرآن دیگر آسمانی کتب سے ہٹ کر نئی طاقت وقدرت کے ساتھ نازل ہوا ہے جسے کوئی طاقت وقدرت' آگے یا پیچھے سے باطل نہیں کر سکتی قرآن کریم کیلئے یقہ کانفرنس منعقد کرنے کی ضرورت کبھی نہیں پڑے گی۔نازل کندہ قرآن کی طرف سے حفاظت ودوام قرآن کی ضمانت' آیات محکمات میں ہونے کے باوجود محاربین اللہ صدر اسلام میں ان کے داخلی چھپے منافقین اور دور حاضر میں منافقین باطنیہ نے قرآن کے خلاف جنگ کو تسلسل ودوام کی صورت میں جاری رکھا ہوا ہے۔اس جنگ میں انہوں نے اپنا فریق رسول اللہ کو قرار دیا ہے جنہیں وہ کبھی قرآن کے برابر اور کبھی قرآن سے مافوق اٹھاتے ہیں حالانکہ قرآن کے مطابق نبی کریم کا دیگر بشر سے امتیاز صرف اتنا ہے۔

﴿ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ ﴾ (کہف:۱۱۰)

دشمن نے آخری ہچکیاں لیتے ہوئے قرآن کو دبانے کیلئے حاکمیت حدیث اور اسے قرآن پر ترجیح کی تحریک

شروع کی اور اس نسخے قرآن کو چندین نسخوں میں تبدیل کرنے کے پرانے عزم نے طاقت پکڑی اور یہ تحریک چلتے چلتے لاہور پہنچ گئی ۔اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حرکت انہوں نے نا سمجھی میں کی ہے یا کسی کے کہنے پر ۔ اب تو حدیث کی قرآن پر حاکیت گردانے کے دور کو بھی پیچھے چھوڑتے ہوئے تاریخ کو حاکم بنانے کی تحریک کا آغاز ہوا ہے جس کا اندازہ ماہنامہ رشد (قرات نمبر) کا پہلا شمارہ دیکھا کر دیا ۔

۲۰ قراتوں پر مشتمل قرآن چھاپنے کے بارے میں اہل قرآن کی طرف اظہار ناراضگی کا مظاہرہ نامہ دیکھ کر ہم نے کتاب ترتیب دی جس کی تکمیل کے آخری مراحل میں ہمارے برادر اسلامی وقرآنی نے مجلّہ رشد کا شمارہ ارسال کیا۔اس کے مندرجات دیکھ کر انتہائی دکھ اور افسوس ہوا کیونکہ دنیا میں مراحل تعلیم ابتدائی دور سے گزرتے ہوئے کلیات تک پہنچتے ہیں جہاں حقائق ودقائق علم کو عملی جامہ پہنانے کے طریقے کار پر تحقیقات ہوتی ہے ۔یہیں سے محصولہ علوم کے ثمرات ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں لیکن یہاں تو مسلمان نزول قرآن کے پندرہ صدی بعد کلیہ کھول رہے ہیں جس میں مسلمانوں کو اس سر نو قرات سکھائی جائے گی ۔ان سے کس خیر کی توقع کی جاسکتی ہے سوائے تنزل پسپائی عقب نشینی رجعت گرائی قہقرائی کے ۔اگر کوئی مسلمان ہے تو اسے یہ دن یوم سیاہ کے طور پر منانا چاہیے۔

ہم حدیث کے بارے میں اپنا عقیدہ واضح وآشکار کر دیتے ہیں ۔اب اسے جو چاہیں نام دیں منکر حدیث منکر سنت وہابی یا پرویزی ۔ہم پابند دلیل ہیں ۔ہم نے دلیل اور عقل سلیم کی دلالت وراہنمائی سے اللہ کو تسلیم کیا پھر اسی عقل کی مدد سے اس کی نازل کردہ کتاب کو تسلیم کیا پھر اس کتاب کے حکم کے مطابق آپؐ کی سیرت طیبہ کو تسلیم کیا۔اللہ نے اس کتاب کو تغیر ناپذیر کہا اس کتاب کے اس کی طرف سے نزول پر یقین ہونے کی وجہ سے اس کی تغیر ناپذیری پر بھی ایمان رکھتے ہیں ۔پھر اس نے جن وبشر کو ہر دور اور ہر زمانے میں مقابلہ بالمثل کیلئے کہا ہے اس مقابلہ بالمثل کے تحت تمام کفر وشرک کی قرآن کے خلاف جنگ احزاب ہونے کے باجود ۱۴۰۰ سال گزر چکے ہیں گرچہ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی لیکن یہ قرآن اس کو شکست نہ دے سکے ۔

قرآن کا تغیر ناپذیر ہونا تجربے سے ثابت ہے کیونکہ دشمنان اسلام نہ کبھی اسلام کے آئین غلط آئین کو غلط ٹھہرا سکے ہیں اور نہ کبھی قرآن کو جبکہ حدیث کا تغییر پذیر ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے ۔امت اسلامی اس بات پر

متفق ہے فریقین کے پاس موجود احادیث کے مجموعہ میں بے بنیاد، خود ساختہ احادیث زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہیں ۔ہر ایک نے اپنی احادیث کو صحیح اور دوسرے فرقوں کی احادیث کو خود ساختہ قرار دیا ہے۔

مقاصد قرآن میں سے ایک احیائے نظام دلیل و برہان ہے تاکہ تبادل علم و فکر عقائد و احکام میں اعطاء دلیل اور مطالبہ دلیل کا نظام زندہ ہو اور ہر قسم کی طاقت و قدرت، زور گوئی، سحر جادو، اغفال، اغماء کا دروازہ بند ہو جائے۔قرآن کریم میں اللہ اپنی تمام کمال علم و قدرت کے باوجود اپنی الوہیت و ربوبیت کو دلیل سے مستند کرتا ہے اور طاقت و قدرت، تشدد و وحشت، کو غاو مظاہر مقاطعہ کو نشانی طاغوت کفر و شرک قرار دیتا ہے۔قرآن کریم میں اقامہ دلیل کیلئے مندرجہ ذیل کلمات استعمال ہوئے ہے۔

۱۔بینہ: یعنی دلالہ الواضحہ عقلیہ محسوسہ نقلیہ متواتر نبی کریم نے فرمایا البینہ علما من ادعی والیمین عل من انکر۔

﴿ أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ﴾ (ھود:۱۷)

﴿مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَا مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (انفال:۴۲)

﴿ وَجَائَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ (روم:۹)

۲۔برہان مادہ ”برھ“ بیان حجت کو کہتے ہیں برھان برفعلان رجحا۔قرآن کریم میں اقامہ دلیل کیلئے یہ کلمہ ان آیات کریمہ میں آیا ہے۔

﴿ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (بقرہ:۱۱۱)

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُم﴾ (انبیاء:۲۴)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينً﴾

(نساء:۱۷۴)

۳۔کلمہ سلطان بروزن فعلان یہ بھی دلیل کے ذریعے غلبہ حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِين﴾ (غافر:۲۳)

﴿ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ ﴾ (غافر:۳۵)

﴿قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ﴾(ابراہیم:۱۰)

﴿هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَه﴾(حاقہ:۲۹)

ہم نے اللہ کو دلیل عقلی سے' دلیل عقلی کی روشنی میں قرآن کو اللہ کا کلام' قرآن کو دیکھ کر محمد کی نبوت اور اسی قرآن سے محمد کی سنت قطعیہ کو اسوہ حسنہ تسلیم کیا۔ اسی قرآن سے قرآن کے دوام پذیر نا قابل جعل ہونے کو تسلیم کیا اور اسی دلیل کی روشنی میں حدیث کی ساختگی کو نقل وتجربہ اور عقل کی روشنی سے شناخت کیا۔ لہٰذا حدیث کسی صورت بھی قرآن پر حاکم نہیں ہو سکتی۔ حدیث کی ساختگی اور حدیث میں ملاوٹ نا قابل تردید حقیقت ہے جس کا کوئی فرقہ انکار نہیں کرسکتا ہے۔ احادیث پر چڑھائی گئی فولادی چادر چاہے سلف صالح سے منسوب ہو یا جعلی احادیثوں کو پذیرائی دینے کیلئے گھڑی گئی اختراع ہوں وہ حدیث کو حاکم ثابت نہیں کر سکتا۔ تواتر معنوی حدیثوں کے مجامع میں موجود اکاذیب کی گندی بو ختم نہیں کر سکتی۔

اگر تواتر تواتر سے ٹکرا جائے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ کونسی تواتر اختیار کی جائے گی۔ اگر عثمان کی قرات واحدہ پر انحصار کا تواتر درست قرار پائے تو باقی مدعیان قرات عشرات جھوٹے ہوں گے۔ اگر یہ جھوٹے ہو سکتے ہیں تو قرات عشرہ کے جھوٹے ہونے کو کس چیز سے بچائیں گے۔

اگر تواتر معنوی کے انکار کرنے والے منکر حدیث رسول اللہ قرار پائیں گے تو حدیث غدیر کی تواتر کو طرح رد کرتے ہیں۔ تواتر فضیلت اصحاب کا کیا کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا جس فرقے کے پاس طاقت وقدرت 'سیاسی' اجتماعی' اقتصادی پشت پناہی حاصل ہو اس کا تواتر صحیح قرار پائے گا۔ دوسرے فرقے کے تواتر چاہے جتنے گنا زیادہ کیوں نہ ہو وہ کوڑے میں جائے گا۔

کسی بھی حدیث کا کئی کتابوں میں ملنا کافی نہیں۔ کیونکہ یہ ممکن ہے یہ کتابیں اس جعلی احادیث کو چھت فراہم کرنے کیلئے تالیف کی گئی ہوں۔ علمائے رجال میں بھی کوئی ایسا نہیں جس سے غلطی نے ہوئی ہو یا نہ ہو سکتی ہو۔ کسی نے یہ نہیں کہا ہے اگر حدیث کی سند اپنی جگہ درست ہو لیکن اس کا متن عقل مسلم یا نقل مسلمات سے متصادم و متعارض ہو تب بھی حجت ہے۔ حدیث کی حاکمیت کے قائلین کو چاہیے کہ وہ ان سوالات کا جواب دیں۔ آیا احادیث

صحیحہ اور غیر صحیحہ کی شناخت کرنے کا کوئی طریقہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے وہ طریقہ کیا ہے؟ اگر نہیں ہے تو احادیث میں ملاوٹ کو تسلیم کرنے کے بعد اہل اسلام کو مسلمان اور دین پر قائم و باقی رہنے کیلئے کیا کرنا چاہیے؟

اگر یہ کہیں کہ احادیث کی صحیح و غلط کی شناخت علمائے رجال کرتے ہیں تو سوال ہے علمائے رجال کیا خطاء اور غلطی سے محفوظ ہے کیا علمائے رجال کسی سے متاثر ہوتے۔

تواتر کیا ہے؟ کہتے ہیں: جہاں افراد کی مخصوص تعداد کسی چیز کی گواہی دے وہ تواتر ہے اس میں عادل یا مسلمان ہونا شرط نہیں۔ جیسے رویت ہلال یا دنیا کے کسی شہر کی موجودی کے بارے میں گواہی دینا' ان میں عدالت شرط نہیں۔ یہ کس قسم کا تواتر ہے جسے مسلمانوں کا ایک گروہ تسلیم کرتا ہے تو دوسرا اسے سرے سے مسترد کر دیتا ہے۔ جس تواتر کا دعویٰ فرقے کر رہے ہیں وہ تواتر نہیں بلکہ مسلمانوں کو مارنے جانے والا ڈنڈا ہے۔

آپ کے پاس احادیث سبعہ احراف تواتر سے ثابت ہے۔ یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر آپ کے سات قرا ثابت تھے تو آپ کو ان کی تعداد بیس تک لے جانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور اگر تعداد بڑھانی ہی تھی تو پچاس کیوں نہیں کہ کیونکہ احادث میں پچاس طرز قرات کا بھی ذکر ہے۔ اگر صرف تواتر کی بنیاد پر کسی بات کو تسلیم کیا جائے تو منسوخیت آیات کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن میں نازل من اللہ کچھ آیات یا تو گر گئی ہیں یا پھر ان میں تبدیلی رونما ہوئی ہے یعنی تحریف قرآن بھی تواتر سے ثابت ہے' لیکن کیا کیا جائے کہ عدم تحریف قرآن بھی تواتر سے چابت ہے۔ تواتر کی آر میں آپ دین میں فسطائیت کی راہ ہموار کر رہے ہیں اور کفار و مشرکین کو اس دین میں تبدیلی کرنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

جس طرح قرآنیون کا موقف اسلام کیلئے خطرناک ہے بالکل اسی طرح قرات متواترہ کو رواج دینے کا موقف بھی اسلام کیلئے انتہائی نقصانده ہے۔ کیونکہ جہاں یہ متواتر احادیث سے قرات ثابت کر رہے تھے وہیں یہ تواتر کثرت فرقہ بھی ثابت کر رہے ہیں۔ انہوں نے قرآن کو آئمہ مذاہب میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس سے افسوسناک اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ قرآن کو مختلف قرات میں تقسیم کر کے اس آیت کریمہ کو جھٹلانے والوں میں شامل ہو گئے ہیں جہاں اللہ غالب علی کل شیء فرماتا ہے: یہ کلام اگر کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں کثیر اختلاف پایا جاتا لیکن یہ اللہ کی طرف سے ہے لہذا اس میں اختلاف نہیں۔

اب ان کوششوں سے اس میں اختلاف نظر آنے لگا ہے۔ اب قرآن' کتاب سیبویہ'ابن مالک تفتازانی کی کتاب سے بھی نیچے گر گئی ہے کیونکہ ان کتابوں میں اختلافات کے اتنے دعوے ملتے جتنے یہ لوگ قرآن میں اختلاف کا دعویٰ کرتے ہیں۔

قرات کثیرہ کے بارے میں وسعت قلبی وشرح صدر کا مظاہرہ

ایک گروہ مسلمان کبھی وسعت قلبی' شرح صدر' افہام وتفہیم بین فرق والمذاہب اور کبھی فرق وادیان کی رمز اصطلاحات سے سہارا لیتے ہوئے اہل قرآن کی جذبات پر یہ کہہ کر پانی پھیرتا ہے کہ ٹھیک ہے قرات عشرہ 'عشرین 'خمسین ہو بھی جائے لیکن اسے مدارس کی چار دیواری تک محدود رہنا چاہیے اسے عوام الناس کے سامنے نہیں لانا چاہیے۔ ان کے مزید دو گروہ ہیں:

ایک گروہ منافقین جو اس وقت قرات کثیرہ کے حق میں ہیں اور کہتے ہیں ابھی مناسب وقت نہیں آیا۔ اسے منظر عام پر لانے کیلئے مناسب وقت کا انتظار کیا جائے۔ بھلا یہ کوئی منطق ہے کہ قرات عشرہ عشرین اپنی جگہ مقبولیت حق'صداقت رکھتا ہو اور اسے عوام الناس میں لانے کی بجائے درسگاہوں تک محدود رکھا جائے۔ انہی درسگاہوں سے کتابیں' مجلّے نشر ہوتے ہیں' علماء و دانشمندان نکلتے ہیں یہ وہی باتیں باہر کریں گے جو انہوں نے مدارس میں سیکھی ہیں لہٰذا یہ باتیں کبھی نہ کبھی تو باہر نکلنی ہی ہیں۔

دوسرا لادینی گروہ ہے جو وسعت قلبی اور شرح صدر کے تحت ادیان کی کھچڑی بنانے میں مصروف عمل ہے جو آج کل مغرب کا منصوبہ بھی ہے۔

ہم علماء کے قیل وقال جمع کرنے کے حق میں نہیں کیونکہ ہم کثرت حمایت کنندگان کو حقانیت ثابت کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔ یہ دور جاہلیت کا مظہر ہے کہ ہمیں اتنے علماء اکابرین کی حمایت حاصل ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اللہ نے قلت کو حق کی مدح اور کثرت اوباش مذمت کی ہے۔ نہ ہی ہم سلف صالح کی بے جا تنقیص و مذمت کرتے ہیں۔ خاص طور پر صدر اسلام میں نبی کریم کے مکہ ومدینہ کے یاران باوفا کی۔ ہم نہ تو ان کی تنقیص کرتے ہیں نہ ان کے سر پر تاج حجت رکھتے ہیں۔ ہماری حجت دو ہی ہے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت طیبہ ہے جو ہمیں مستند معتبر مسلسل روایان صدق کے ذریعے سے ملی ہے۔

اگر دین انسان کو اللہ سے جوڑتا ہے؛ اگر دین انسان کے دیگر انسانوں؛ مسلمانوں و غیر مسلم کے ساتھ سلوک کا تعین کرتا ہے؛ اگر دین انسان کو ایمان بہ آخرت اور روز حساب سے جوڑتا تو یہی قرآن ہے اس قرآن سے نہ کھیلیں۔

عقیدہ آخرت و جزا

اسلام نے انسان کو عزت و آبرو اور دین و وطن سے دفاع کا حکم دیا ہے۔ بندگان الٰہی کو خیر کی دعوت کا حکم اور انہیں ایک ایسی حیات کا وعدہ دیا گیا ہے جہاں بقا و دوام ہے۔ قرآن؛ اسی غریزہ سے لوگوں کے اندر عمل صالح کا شوق و رغبت اور ایثار و فداکاری کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اس عقیدے سے انسان مسلمان کی سعادت دارین کی مصلحت کا بندوبست ہوتا ہے۔

شہید الصدرؒ بحث اصول دین میں لکھتے ہیں: انسان کے اجتماعی زندگی میں ایثار و قربانی صرف ایمان بہ آخرت سے ہی ممکن ہے یہ جذبہ صرف ایمان بہ آخرت کے حامل افراد کے پاس ہوتا ہے۔ یہ تصور غلط ہے کہ عالمی ادارے بغیر کسی فائدے کے مفت میں آپ کی خدمت کرتے ہیں بلکہ وہ آپ بمعہ مملکت کا؛ کم سے کم دام میں سودا کرنے آئیں ہیں۔

انسان میں انحرافی و خرافی عقائد کی جگہ صحیح و مدلل ثمر دہندۂ حیات بخش اور سعادت آفرین عقائد کا جاگزین کرنا ہی عقل مندی ہے۔



مقاصد قرآن

اگر ہم مقاصد نزول قرآن کریم کی آیات میں تلاش کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم ان مقاصد کی طرف نشاندہی کرتا ہے:

ا۔تذکرہ وانذار: لوگوں کو یاددلانا اور مخالفت کی صورت میں انہیں ڈرانا۔قرآن اپنے ہدف انذار وتذکیر کو ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔

﴿وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ﴾ (انعام:۱۹)

﴿كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (اعراف:۲)

﴿مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى إِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَى﴾ (طٰہٰ:۲،۳)

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾ (یٰس:۶۹)

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (زمر:۲۷)

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ (قمر:۱۷)

۲۔بعض آیات میں قرآن نے اپنے اہداف نزول 'قیام قسط وعدل بتایا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (حدید:۲۵)

﴿أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ (نساء:۱۰۵)

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ (نحل:۸۹)

﴿وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ (بقرہ:۲۱۳)

۳۔اقامہ حجت ودلیل وبرہان:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (احقاف:۴)

﴿وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَائَكُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (بقرہ:۲۳)

﴿قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتْ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَايَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (اسراء:۸۸)

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْکَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللهُ وَلَاتَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾ (نساء:۱۰۵)

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا﴾ (نساء:۱۷۴)

۴۔گذشتہ انبیاء کی کتب آسمانی اور انبیاء کی سیرت میں جو ناروا نازیبا اور غیر واقعیت کا اضافہ کیا گیا تھا اسے شریعت آسمانی اور انبیاء الٰہی کے ساحت مقدس سے پاک وصاف کر کے دکھاتا ہے۔

﴿وَلَمَّا جَائَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ﴾ (بقرہ:۸۹)

﴿نَزَّلَ عَلَيْکَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ (آل عمران:۳،۴)

۵۔قرآن کے اہداف میں سے ہدایت ہے یہ ہدایت کیلئے نازل ہوئی ہے۔

﴿ذَلِکَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ﴾ (بقرہ:۲)

﴿الَّذِی أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنْ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ (بقرہ:۱۸۵)

﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِی لِلَّتِی هِیَ أَقْوَمُ﴾ (اسراء:۹)

﴿وَنُنَزِّلُ مِنْ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (اسراء:۸۲)

﴿قَدْ جَائَكُمْ مِنْ اللهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِی بِهِ اللهُ مَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنْ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (مائدہ:۱۵،۱۶)

﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (ابراہیم:۱)

مصادروماخذ

المعجم المفهرس الآيات القرآن الكريم

☆ معجم المفهرس الفاظِ قرآن کریم — محمد فؤاد عبدالباقی
☆ معجم المفهرس الفاظ القرآن الکریم — محسن بیدارفر
☆ کشاف الموضوعی القرآن الکریم — دارالقرآن الکریم

لغات

☆ معجم القرآن — عبد الرؤف المصری
☆ معجم مفردات الفاظ قرآن — راغبِ اصفهانی
☆ من اسرار اللغه فی الکتاب والسنته — محمود محمد طناحی
☆ الامصاح فی فقه الغه — عبد الفتاح الصعیدی ـ حسن یوسفی
☆ فقه اللغه — ثعالبی
☆ المعجم المجمعی — عبد الحسین محمد علی البقائی
☆ معجم ما استعجم — عبد اللّٰہ بن عبد العزیز البکری الاندلسی
☆ مقائیس اللغه — ابی الحسین احمد بن فارس الرازی
☆ المعجم فلسفی — ڈاکٹر جمیل صلیبا
☆ لسان العرب — محمد بن مکرم بن منظور
☆ تاج العروس من شرح جواهر القاموس — محمد مرتضی الزبیدی
☆ المعجم اغلاط اللغویه معاصر — محمد عدنانی
☆ المورد الوسیط — ڈاکٹر وحی البعلبکی،منیرالبعلبکی
☆ الموسوعة العلمیه — محمد عدنان رفاعی
☆ المنجد — دار الاشاعت

☆ لغت نامہ دھخدا	علی اکبر
☆ قاموس المحیط	الفیروز آبادی
☆ فرھنگ اصطلاحات	اشفاق احمد ۔ محمد اکرم چغتائی
☆ محیط المحیط	پطرس البستانی
☆ پاپولر جدید لغات	اورینٹل بک سوسائٹی لاھور
☆ اظھر لغات جامع	محمد امین بھٹی
☆ جھان معاصر	انتشارات جاویدان
☆ الاروس	ڈاکٹر خلیل الجز
☆ المشوف المعلم	عبد اللہ بن الحسین البکری الحنبلی
☆ فرھنگ سخن	ڈاکٹر حسن نوری
☆ فرھنگ علوم فلسفی و کلامی	ڈاکٹر جعفر سجادی
☆ فرھنگ فارسی	ڈاکٹر محمد معین
☆ فرھنگ فارسی عمید	حسن عمید
☆ اصطلاحات عمومی	عبد الحسین سعیدیان
☆ فرھنگ فارسی پیام	ڈاکٹرسید محمود اختریان
☆ فرھنگ آصفیہ	مولوی سید احمد دھلوی
☆ نور اللغات	مولوی نور الحسن نیر
☆ فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین
☆ القاموس الوحید	مولانا وحید الزمان القاسمی کیرانوی
☆ قاموس الفاظ اصطلاحات قرآنی	امین حسین اصلاحی
☆ مترادفات القرآن	مولاناعبدالرحمٰن گیلانی
☆ لغات القرآن	محمد عبد الرشید نعمانی
☆ حسن للغات اردو جامع	اورینٹل بک سوسائٹی لاھور
☆ فرھنگ تلفظ	شان الحق الحقی
☆ قاموس مترادفات	وارث سر ھندی
☆ بیان اللسان	قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی
☆ مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر بن عبد القادر رازی
☆ شرح الفاظ القرآن	عبد الرشید گجراتی
☆ لغات کشوری	سید تصدق حسین رضوی
☆ لغات الحدیث	حضرت وحید الزمانؒ
☆ آئینہ اردو لغت	خالد بک ڈپو لاھور
☆ فیروز اللغات	مقبول بیگ بدخشانی

☆ المعجم الوسیط	مکتبہ رحمانیہ
☆ اردو لغت(تاریخی اصولوں پر)	اردو لغت بورڈ کراچی
☆ اردولغت	اردو سائنس بورڈ
☆ اردو لغت	مرزا مقبول بیگ بدخشانی
☆ جامع الغات	خواجہ عبد المجید
☆ جدید نسیم اردو	مرتضیٰ حسینؔ
☆ فرہنگ کاروان	فضل الٰہی عارف
☆ مصباح اللغات	مولانا عبد الحفیظ بلیاروی
☆ اعجاز اللغات جدید	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
☆ رابعہ اردولغت	سعید اے شیخ

تفاسیرقرآن

☆ الوجیز فی تفسیر القرآن	العزیز علی ابن حسین ابن جامع آملی
☆ التفسیر التبیان	الشیخ طوسیؒ
☆ التفسیر المجمع البیان	طبرسی
☆ التفسیر الشبّر	سید عبد اللّٰہ شبّر
☆ التفسیر الصافی	فیض کاشانی
☆ التفسیر دُرِ المنثور	جلال الدین سیوطی
☆ التفسیر الکبیر	علی امام فخرالرازی
☆ تفسیرجلالین	جلال الدین سیوتی
☆ ایسر التفاسیر	ابوبکر جابر الجزائری
☆ تفسیر الماد	ابو حیان توحیدی
☆ تفسیرالمنار	شیخ محمدعبدہ
☆ تفسیر الاثری جامع	ہادی معرفت
☆ من ہدی القرآن	آیۃ اللّٰہ محمد تقی مدرس
☆ تفسیر المیزان۔	آیۃ اللّٰہ محمد حسین طباطبائی
☆ تفسیر الفرقان	آیۃ اللّٰہ محمد صادقی تہرانی
☆ التفسیر المنیر	الدکتور وھبہ الزحیلی
☆ تفسیرِ الشعراوی	الشیخ محمد متولی الشعراوی
☆ صفوۃ التفاسیر	محمد علی الصابونی
☆ من وحی القرآن	السید محمد حسین الفضل اللّٰہ

☆ تفسیرفی ظلال القرآن	سید قطب شهید
☆ تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآیات و السّو ر	البقا ئینی
☆ تفسیر النور الثقلین	الشیخ عبد علی بن جمعة الحویزی
☆ التفسیر البرهان	علامة هاشم بحرانی
☆ تفسیر ابن عربی	محی الدین ابن عربی اندلیسی
☆ تفسیرالکاشف	علامه جوادمغنیه
☆ تفسیرفتح القدیر	محمدعلی بن محمد الشو کانی
☆ تفسیر کاشف	باقر حجتی و عبد الکریم شیرازی
☆ مدخل التفسیر	آیت الله لنکرانی
☆ تفسیر الوجیز	وهبة الزحیلی
☆ المقطف من عیون التفاسیر	مصطفی الحصن منصوری
☆ منهج البیان فی التفسیر القرآن	السید ابن حسن الرضوی
☆ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان	نظام الدین الحسن بن محمد القمی
☆ اعراب القرآن	د۔زهیر غازی زاهد
☆ تفسیر جواهر القرآن	طنطاوی
☆ رموز الکنوز فی تفسیر الکتاب العزیز	عبد الرازق بن رزق الله
☆ تذکره الاریب فی تفسیر الغریب	ابن جوزی
☆ تفسیر مراغی	----------
☆ تفسیر مهمات القرآن	البلنسی
☆ التفسیر و المفسرون	الد کتورمحمدحسین الذهبی
☆ تفسیر غریب القرآن	سید احمد صقر
☆ التفسیر و المفسّرون فی ثوبه القشیب	محمد حسین ذهبی
☆ تفسیر ابن بادیس	علامه ابن بادیس
☆ التفسیر و المفسّرون فی ثوبه القشیب	آیت اللّٰه هادی معرفت
☆ تفسیر القرآن الکریم	صدر المتالهین
☆ زاد التفسیر	جمال الدین قریشی بغدادی
☆ تفسیرنوین	بانوئ ایران
☆ تفسیر به راءی	آیت اللّٰه مکارم شیرازی
☆ تفسیر القرآن الکریم	محمد علی تسخیری و نعمانی
☆ تفسیرنمونه	آیت اللّٰه مکارم شیرازی
☆ پیام قرآن	آیت اللّٰه مکارم شیرازی
☆ منشورجاوید	آیت اللّٰه جعفرسبحانی

☆ تسنیم تفسیر القرآن — آیت اللہ جواد آملی
☆ تفسیر روشن — علامہ مصطفوی
☆ تفسیر آسان — محمدجوادنجفی
☆ تفسیرتفہیم القرآن — ابوالاعلیٰ مودودی

قرآنیات

☆اعجاز القرآن — مصطفیٰ رافعی
☆الاعجازفی نظم القرآن — الدکتور محمود السید شیخون
☆ اعجاز علمی فی القرآن والسنته — دکتور محمد سقاعید
☆ الاعجازعلمی فی القرآن — الدکتور سید جمیلی
☆ اعجاز قرآن — علامہ سید مہمد ہسین طباطبائی
☆ اعجاز علمی قرآن — ادریس
☆ اعجاز علمی فی اسرار القرآن الکریم والسنته النبویه — محمد حسن یوسف
☆ تلخیص البیان فی مجازات القرآن — سید شریف الرضی
☆ موجز علوم القرآن — محمد باقر الحکیم
☆ موجزعلوم القرآن — الدکتورداؤ دالعطّار
☆ مجلہ رسالہ اسلام — کلیہ اصول دین بغداد
☆ معالم النبوۃ فی القرآن — آیت اللہ سبحانی
☆ البرھان فی علوم القرآن — زرکشی
☆ اطلس القرآن — الدکتور شوقی ابو خلیل
☆ تحت رایۃ القرآن — مصطفیٰ صادق رافعی
☆ البشارات و المقارنات — آیت اللہ محمد صادقی تہرانی
☆ الحور فی القرآن بین الھین والمادین — صادقی
☆ حقائق التاویل فی المتشابھات تنزیل — سید مرتضیٰ علم الھدیٰ
☆ معیار شرک فی القرآن — آیت اللہ حاج سید عز الدین زنجانی
☆ مفھوم الزمن فی القرآن الکریم — محمد بن موسیٰ باباعمی
☆ القرآن علومہ و تاریخہ — الحاج الشیخ محمد رضا حکیمی
☆ طریق الدعوۃ فی ظلال القرآن — احمد فائز
☆ عقود المرجان — الدکتور احمد سالمۃ ابو الفتوح
☆ روائع البیان تفسیر آیات الاحکام من القرآن — محمد علی الصابونی

☆ الیاقوت والمرجان فی تفسیر مبهمات القرآن — الدکتور عبد الجواد خلف عبد الجواد
☆ التفسیر علمی للآیات الکونیة فی القرآن — حنفی احمد
☆ قواعد التدبر الامثل لکتاب الله عزوجل — عبد الرحمن جبنکه والمیدانی
☆ دلیل الآیات متشابهة الالفاظ — سراج صالح ملائکه
☆ القصه فی القرآن الکریم — د۔محمد سید طنطاوی
☆ امالی سید مرتضی — سید مرتضی
☆ موسوعه شرباصی — دکتور احمد شرباصی
☆ من آیات الاعجاز العلمی فی القرآن الکریم — دکتور زغلول
☆ الدفاع عن القرآن ضد تنقیدیه — عبد الرحمن بدوی
☆ الشیعه والقرآن — احسان الهی ظهیر
☆ عقد المرجان — احمد سلامه ابو الفتوح
☆ مشاهد یوم القیامه — سید قطب شهید
☆ القرانیون — خادم حسین الهی بخش
☆ الکون والانسان بین العلم و القرآن — بسام دفضع
☆ الفسیر البیان — آیت اللّٰہ ابو القاسم الخوئی
☆ متشابهات القرآن و مختلفه — محمد بن علی شهر آشوب
☆ عمدة الحفاظ — احمد ابن یوسف الحی
☆ المدخل لعلم التفسیر کتاب الله المنهج الحرکی فی القرآن — عبد الطیب راضی
☆ مناهل العرفان — زرقانی
☆ تهذیب التفسیر وتهذیب التاویل — عبد القادر بن شیبه احمد
☆ الفقه حول القرآن — سید محمد شیرازی
☆ نظرة الاجتماعیه فی القرآن — دکتور زهرا الاعربی
☆ دراسات نلکید من وحی القرآن — محمد حماده احمد العائدی
☆ القیامه بین علم والقرآن — دکتور داؤد سلمان السعدی
☆ الکون والارض والانسان فی القرآن العظیم — رجا عبد الحمید عرابی
☆ من اسرار البیان القرآنیه — د۔فاضل صالح السامرائی
☆ قاموس قرآن — آیت اللّٰہ سید علی اکبر قرشی
☆ الحوار فی القرآن — آیة الله سید محمد حسین فضل الله
☆ المدرسة القرآنیة — آیت الله العظمی شهید سید محمد باقر الصدرؒ
☆ الاتقان فی علوم القرآن — علامه جلال الدین السیوطی
☆ منهاج الجدل — الدکتورزاهرعواض الالمعی
☆ احکام القران — قاضی ابی بکر ابن عربی

☆ علوم القرآن عند المفسرين	مركز الثقافة و المعارف القرآنيه
☆ التعريف واعلام	عبد الله محمد على النقراط
☆ اسرر التكرار فى القرآن	عبدالقادر احمد عطا
☆ البيان فى روائع القرآن	الدكتور تمام حسان
☆ دراسات فى القرآن۔الكريم	الدكتورمحميد ابراهيم الحفناوى
☆ النهى فى القرآن الكريم	الدكتور جمال الدين المصرى
☆ الكتاب و القرآن	الدكتور محمد شحرور
☆ القواعد الحسان لتفسير القرآن	شيخ عبد الرحمن بن ناصرالسعدى
☆ درّة الرنزيل وغرة التّاويل	ابى عبدالله خطيب الا سكا فى
☆ المدخل لعلم تفسير كتابِ الله تعالیٰ	ابى النّصرحد ادى
☆ قواعدالتّدبرالامثل	عبدالرحمٰن حسن حبنكه الميدانى
☆ رجال تفسير طبرى	----------
☆ معجم الطبقات الحفاظ والمفسرين	----------
☆ تاريخ تشريح اسلامى	----------
☆ التعريف والاعلام	عبدالرحمٰن السهيلى
☆ معجزة القرآن الجديده بنية الآيات و السور	عمر النجد
☆ الفرقان والقرآن	الشيخ خالدعبدالرحمٰن العك
☆ معجم التعبيرات القرآنية	محمدادريس
☆ القرآن فى السلام	آية اللّٰه سيد محمد حسين طباطبائى
☆ معالم القرآن فى عوالم الاكوان	الشيخ احمدمحى الدين العجوز
☆ قواعد التفسير	خالدبن عثمان السبت
☆ التصوير الفنى فى القرآن	سيد قطب شهيد
☆ التربيةوبناء الاجيال فى ضوء الاسلام	انورالجندى
☆ نحو التفسير موضوعى لسور القرآن الكريم	مهمد الغزالى
☆ القرآن نهج و حضارة	الشيخ عبد الشهيد مهدى التستراوى
☆ اسس الايمان فى القرآن	آيت الله محمد اليزدى
☆ مباحث فى تفسير الموضوعى	الدكتور مصطفى مسلم
☆ الحركة الجهادية فى سورة الناس	پاسدارش ۵۰ ص۶۷
☆ اسرار تنوع فى تشبهات القرآن كريم ملك	حسين بخش
☆ منهج القرآن فى تطور المجتمع	دكتور محمد البهى
☆ الانسان فى القرآن	عباس محمود عقاد
☆ بدائع الفوائد	محمد ابن ابى بكر دمشقى ابن جوزى

☆ معجم الكمات القرآن العظيم	محمد عدنان سالم _محمد وهبى سليمان
☆ بحوث فى الاصول التفسير ومناهجه	فهد بن عبد الرحمن بن سليمان الرومى تفسير
☆ البيان فى شرح غريب القرآن	القاسم بن ابن الحسن محى الدين النجفى
☆ فى ظلال سورة الانفال	محمد جعفر شمس الدين
☆ الهدف من نزول القرآن وآثاره على منهجه فى التغيير	محمد باقر الحكيم
☆ اثبات نبوة النبى	ابى الحسن احمد بن الحسين بن هارون
☆ تفسير مبهما ت القرآن	محمد بن على السلنى
☆ معالم التوحيد فى القرآن الكريم	جعفر هادى
☆ التوحيد والشرك فى القرآن الكريم	علامه شيخ جعفر سبحانى
☆ قيم حضارية فى القرآن الكريم	د_توفيق محمد سبع
☆ من اشعة القرآن	محمد امين زين الدين
☆ المختار من تفسير القرآن الكريم	شيخ محمد متولى الشعراوى
☆ المغرب فى ترتيب المعرب	ابى الفتح ناصر بن عبد السيد على المطرزى
☆ التحقيق فى نفى التحريف عن القرآن الشريف	سيد على الحسين الميلا نى
☆ دراسات فى القرآن الكريم	على محمد آصفى
☆ بحوث فى تاريخ القرآن و علومه	ابو الفضل مير محمدى
☆ الفلسفه القرآنيه	عباس محمود العقاد
☆ التبيان لبعض المباحث المتعلقه بالقرآن على طريق الاتقان	شيخ طاهر الجزئرى دمشقى
☆ المعارج	الشيخ حسين احمد شحارة
☆ المعجم الموضوعى لايات القرآن الكريم	صبحى عبد الرؤف عصر
☆ المعجم الميسر لالفاظ القرآن الكريم	الشيخ ابراهيم رمضان
☆ طبقات آيات	خليل صبرى
☆ معجم مفصل لمواضع القرآن	محمد خليل عيستانى
☆ من الذرة الى المجرة	حمادة احمد العائدى
☆ تفسير موضوعى قرآن كريم	حسين عبدالمحمدى
☆ السنن التاريخية فى القرآن المجيد	الشيخ الزكابى
☆ تفسير علمى قرآن	___________
☆ محاضرات فى تفسير القرآن الكريم	سيد اسماعيل الصدر
☆ تفسير اسئلة القرآن المجيد و اجوبتها	عبد القادر الرازى

☆ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل — زمخشری
☆ فتوحات مکیه — محی الدین ابن عربی
☆ فی ظلال القران — محمدجعفرالشمس الدین
☆ اسرارالآیات — صدر الدین شیرازی
☆ الاشتراك اللفظی فی القرآن الکریم — محمد نور الدین المنجد۔
☆ اسلوب دعوت فی القرآن — آیت اللّٰہ فضل اللّٰہ
☆ القرآن فی الاسلام — السید محمد حسین
☆ ملاك التاویل — احمدبن زبیرالغرناطی
☆ القرآن فی شهر القرآن — الد کتور عبدالحلیم محمود
☆ من قضایا الاعلام فی القرآن — رمضان الاوند
☆ الظواهر الجغرافیة بین العلم و القرآن — عبد العلیم عبد الرحمٰن خضر
☆ معطیات آیة الموده — السید مهمود الهاشمی
☆ دراسات تاریخیة من القرآن الکریم — محمد بیومی مهران
☆ البرهان فی نظام القرآن — محمد عنایة اللّٰہ اسد سبحانی
☆ الجنس فی التصور الاسلامی — محسن محمد عطوی
☆ دستور الاخلاق فی القرآن — د کتور محمد عبد اللّٰہ دراز
☆ الانحرافات الکبریٰ — سعید ایوب
☆ اسالیب البیان فی القرآن — سید الجعفر الحسینی
☆ قبس من نور القرآن الکریم — الشیخ محمد علی الصابونی
☆ ملاحم القرآن — الشیخ ابراهیم انصاری
☆ قاموس القرآن — عبد العزیز سید الاهل
☆ مباحث فی علوم القرآن — الد کتور صبیح الصالح
☆ رحمة من الرحمٰن فی تفسیر و اشارات القرآن — محی الدین ابن العربی
☆ حقائق هامةحول القرآن الکریم — سید جعفر جعفرمرتضی العاملی
☆ الفصحی لغةالقرآن — انور الجندی
☆ نهایة الکون بین العلم و القرآن — محسن عبد الصاحب المظفر
☆ الایات العجاب فی رحلة الانجاب — حامد احمد حامد
☆ عجائب القرآن — السید الجمیلی
☆ وجوة قرآن — ابو الفضل حبیش بن ابراهیم تفلیسی
☆ من اشعه القرآن — محمد امین زین الدین
☆ القرآن و الاحوال المناخیة — محسن عبدالصاحب المظفر

☆ علوم طب فی القرآن۔	استاد خلیل
☆ تفسیر الآیات فی کتاب التکامل فی الاسلام	استاد احمد امین
☆ رحلة المدرسیة۔	آیت اللہ جواد بلاغی
☆ علوم القرآن	السید محمد باقر الحکیم
☆ اسرار الکوب فی القرآن	الدکتور داؤد سلمان السعدی
☆ القرآن الکریم و روایات المدرستین	السید مرتضیٰ العسکری
☆ بحوث فی اصول التفسیر و مناهجة	فهد بن سلیمان الرومی
☆ منهج القرآن فی تطویر المجتمع	الدکتور محمد البهی
☆ القرآن الکریم و التوراة و الانجیل و العلم	موریس بو کائی
☆ هدایت در قرآن	آیت اللہ جواد آملی
☆ الی لقرآن الکریم	الامام محمود شلتوت
☆ الظاهرة القرانیة	مالك بن نبی
☆ الاعتذار محمد و القرآن	جان دیون پورت
☆ المبادی العامة لی تفسیر القرآن الکریم	دکتور محمد حسین علی الصغیر
☆ قصص القرآن	محمد علی قطب
☆ قصص الانبیاء	علامه شعراوی
☆ قصص الانبیاء	علامه ابن کثیر
☆ قصص الانبیاء	سید نعمت اللہ جزائرای
☆ قصص القرآن	آیت اللہ سید محمد باقر الحکیم
☆ قصص الانبیاء	عبد الرحمٰن بن ناصر سعدی
☆ قصص الانبیاء و المرسلین	علامه شعراوی
☆ دراساتِ فنیة فی قصص القرآن	محمعد البُستانی
☆ مع الانبیاء فی القرآن	حفیف عبد الفتاح طیار
☆ عضو مجمع اللغه العربیه	----------
☆ مفتش اول بالتعلیم الثانوی	----------
☆ اضواء البیان	----------
☆ اساس البلاغه	----------
☆ مجمل اللغه	----------
☆ من الذره الی المجره	----------
☆ منهج القرآن فی مدح القله وذم الکثره	----------
☆ السنن الالٰهیه فی الامم والجماعات و الافراد فی الشریعة الاسلامیة	الدکتور عبدالکریم زیدان

☆ واژه ها و مفاهیم قرآنی — جواد محدّثی
☆ صدفهای قرآنی — محمود اکبری

☆ جلوه ای از قرآن تفسیر سوره نبأ — شهید سید عبدالکریم هاشمی نژاد
☆ قرآن و کتابهای دیگر آسمانی — سید محمد علیّ ایازی
☆ چهره پیوسته قرآن — حجة الاسلام عباس علی عمید زنجانی
☆ مبانی وروشهای تفسیر قرآن — محمد علی خزائلی
☆ جدل و استدلال در قرآن کریم — رحمت جعفری اریسمانی و حسن دهشیری
☆ دشمن شناسی از دید گاه قرآن — رئیس اعظم شاهد
☆ اعجاز قرآن از دید گاه مستشرقان — استاد حسن عرفان
☆ اعجاز درقرآن — الد کتور محمد جمال الدین فندی
☆ شگفتیها ازاعجاز در قرآن — آیة الله محمدی گلپایگانی
☆ بررسی و ترجمه انفال — پاسدارِ اسلام ش ۱۳
☆ در سهیائی از علوم القرآنی — د کتر حبیب اللّٰه طاهری
☆ روش شناسی تفسیر قرآن — محمود رجبی
☆ پژوهشی پیرامون تدبّردرقرآن — ولی اللّٰه نقی پورفر
☆ فرهنگ نامه قرآنی — استان قدس رضوی
☆ قرآن و عرفان و برهان — استاد حسن زاده آملی
☆ پرسش وپاسخهای قرآنی — محمدبن ابی بکررازی
☆ زوال اسرائیل — شیخ اسعد بیوض التمیمی
☆ ادیان آسمانی و مسئلة تحریف — سید مرتضٰی عسکری
☆ لباب نقول فی اسباب النزول — جلال الدین عبد الرحمن السیوطی
☆ حول القرآن — آیة اللّٰه الفانی الاصفهانی
☆ گنجینه معارف قرآن — ابو الفضل فخر السلام
☆ برهان قرآن — صدر الدین بلاغی
☆ نقدی وبرسیر تحول القرآن — علی الرضا صدر الدین
☆ قرآن در عصر فضا — د کتور سید عبد الرضا حجازی
☆ سو کندهای قرآن — استاد جعفر سبهانی
☆ درآستانه قرآن — د کتور محمود رامیار
☆ نامه هدایت — د کتور محمد مهدی رکنی
☆ آسمان وزمین وستاره گان ازنظرقرآن۔ — آیت اللّٰه محمدصادقی
☆ بشارت عهدین۔

☆ پژوهشی درباره قرآن و تاریخ آن — سید محمد باقر حجتی
☆ واژه های قرآن — سید حسین شفیعی دارابی
☆ کلید های فهم قرآن — علی رضا صدرلدینی
☆ گنجینه معارف قرآن — ابو الفضل فخر السلام
☆ القرآن حکمة الحیاة — السید محمد تقی المدرسی
☆ ۵۵۰ معمای قرآنی — محمدحسین قاسمی
☆ معرفت شناسی در قرآن — سید هسین ابراهیمیان
☆ فی رحاب اللّٰہ اضواء علی دعا ء کمیل — عز الدین بحر العلوم
☆ مجموعه۔ سخنرانیها و مقالات — کنفرانس تحقیقاتی و مفاهیم قرآن
☆ افسانه تحریف قرآن — رسول جعفریان
☆ رسالت قرآن — آیت اللّٰہ جوادی آملی
☆ آشنائی با قرآن — استاد مرتضی مطهری
☆ علوم قرآن یا تفسیر موضوعی — آیت اللّٰہ مرتضی حائری یزدی
☆ قرآن باب معرفت اللّٰہ — امام خمینیؒ
☆ العلاقة الجنسية فی القرآن الكريم — محمد مهدی الاصفی
☆ نور ملکوت قرآن — آیت الله محمد حسین حسینی طهرانی
☆ قرآن در قرآن — آیت الله جواد آملی
☆ قرآن در قرآن — مجتبی محمودی
☆ قرآن ثقل اکبر — سید علی کمالی دزفولی
☆ قرآن برفراز آسمانها — محمد مقیمی
☆ تاریخ قرآن — ڈاکٹر محمود رامیار
☆ تاریخ جمع قرآن کریم — ڈاکٹر سید محمد رضا جلالی نائینی
☆ انسان و قرآن — آیت الله حسن زاده آملی
☆ انسان در قرآن — مرتضی مطهری
☆ انسان در قرآن — ڈاکٹر احمد بهشتی
☆ دانش نامه قرآن — بهالدین خرمشاهی
☆ شناخت قرآن — سید علی کمالی دزفولی
☆ شناخت شناسی در قرآن — آیت اللّٰہ جواد آملی
☆ پایه ها ی اساسی شناخت قرآن — عبد الفتاح طباره
☆ قرآن شناخت — بهاء الدين خرمشاهی
☆ پایه هائی اساسی شناخت قرآن — محمد رسول دریائی
☆ شناخت قرآن — محمودرجبی، محمود اعراقی

☆ دائة الفرائد وفرهنگ قرآن	ڈاکٹر محمد باقر محقق
☆ قرآن و علوم روز	مرتضیٰ برقی کاشانی
☆ بینات در شأن نزول آیات	سید ابوالفضل میر محمد زرندی
☆ تفسیر فاتحه الکتاب	سبد جلال الدین آشتیانی
☆ سوره کو ثر	عباس راسخی
☆ علوم قرآن	محمد باقر سعید ی روشن
☆ سورة اعلی و زلزال	ملا صدرا
☆ تفسیر سورهای اعلیٰ و زلزال	محمد ابن ابراهیم ،صدر الدین شیرازی
☆ سوره فلق (بیان کننده اعجاز قرآن)	حاج عباس راسخی نجفی
☆ فهر ست قصص قرآن	هادی نگارش
☆ گلستان معمهائی قرآن	محمد حسین محمدی
☆ تفسیر سوره نجم	شهید آیت الله دستغیب
☆ جامعه و تاریخ از دید گاه قرآن	محمد تقی مصباح یزدی
☆ ولایت در قرآن	آیت الله جواد آملی
☆ تاریخ تفسیر	ڈاکٹر عبد الوهاب طالقانی
☆ قیامت و قرآن	خلاصه بیانات آیت الله دستغیب
☆ چهل مثل از قرآن کریم	حسین حقیقت جو(جناتی)
☆ قرآن در آئینه بزرگان	سید مصطفیٰ علوی
☆ تطهیر با جاری قرآن	علی صفائی حائری
☆ سیر تحول قرآن و حدیث	علی فاضل ۔ عبد الرحمٰن انصادی
☆ قرآن شناسی	محمد تقیٰ مصباح یزدی
☆ قرآن در دید گاه ١١٤ دانشمند جهان	محمد مهدی علیقلی
☆ حلیة القرآن	سید محسن موسوی
☆ سیمای انسان کامل در قرآن	استاد جعفر سبحانی
☆ قرآن اور اسلامی انقلاب	محسن قرائتی
☆ دوست نما ها تفسیر سوره منا فقون	آیت الله جعفر سبحانی
☆ دارالشفاء قرآن	مهدی احمدی
☆ مستضعف در قرآن	ڈاکٹر احمد بهشتی
☆ اعلام قرآن	ڈاکٹر محمد خزائلی
☆ نمونه ای از تفاسیر نماز جمعه	حاج شیخ مجتبیٰ بروجردی نجفی
☆ قرآن و فرهنگ زمانه	سید محمد علی ایازی
☆ بررسی نظریه عرفی بودن زبان قرآن	ناهید دامن پاك مقدم

☆ روش علمی در ترجمه و تفسیر قرآن مجید — محقق مفسر علامه مصطفوی
☆ نقد شبهات پیرامون قرآن کریم — محمد هادی معرفت
☆ دروس تفسیر سوره اعراف — آیت الله جوادی آملی
☆ شرح معضلات قرآنی در المیزان — علامه محمد حسین طباطبائی
☆ معیارها و عوامل تمدن از نظر قرآن — بنیاد باقر العلوم
☆ قرآن کریم از منظر امام رضاؑ — آیت الله جوادی آملی
☆ سنتهائی اجتماعی در قرآن کریم — احمد حامد مقدم
☆ آموزش علوم قرآن ج ۲ — هادی معرفت
☆ درسهائی از قرآن — حجة الاسلام محسن دعاگو
☆ رسالة الانوار — شرف الدین محمد میندهی
☆ لطایفی از قرآن کریم برگزیده از کشف اسرار و عدة ابرار — رشید الدین میبدی
☆ ایمان از دید گاه قرآن و عترت — سید حسن صدر
☆ علوم قرآن — ڈاکٹر رجب علی
☆ روش برداشت از قرآن — علی صفائی حائری
☆ قرآن و تفسیر عصری — سید محمد علی ایازی
☆ المستخلص فی ترجمان القرآن"جواهر القرآن" — سید محمد علوی مقدم۔ رضا اشرف زاده
☆ تفسیر سوره فجر و قیامت — شهید مطهری
☆ تکامل در قرآن — علی مشکینی
☆ سیمای زنان در قصص قرآن — ڈاکٹر مصطفیٰ اولیاء
☆ قرآن در اسلام — شهید یوسف مرحبا
☆ قصه هائی قرآن — سید محمد صحفی
☆ سوره ی عصر — محمد جواد شفیعیان
☆ نماز در قرآن و احادیث — مهندس علی اصغر اکبری
☆ تفسیر سوره انسان — سید قطب
☆ قرآن و معارف عقلی — جعفر سبحانی
☆ تفسیر سوره حجرات — علامه محقق سید رضا صدر
☆ رستاخیزی از دید گاه قرآن نهج البلاغه — محمد طاهریان
☆ تفسیر القرآن الکریم — محمد بن ابراهیم صدر الدین شیرازی
☆ ترجمان وحی — ایران
☆ معارف اسلام — استاد حسین مظاهری

☆ احکام قرآن — چوھدری نذر محمد
☆ لسان القرآن — اساتذہ مدرسہ عائشہ صدیقہ
☆ مفردات القرآن — شیخ شمس الحق
☆ معجم القرآن — سید فضل الرحمن
☆ عظمت قرآن — پروفیسر محمد عبداللہ
☆ نکات القرآن — فخر رازی
☆ مطالعہ قرآن — قمر احمد عثمانی
☆ قرآن اور سائنسی انکشافات — محمد ولی رازی
☆ قرآن اور معدنیات — شفیع حیدر دانش
☆ قرآن اور ماحولیات — خلیل اشرف عثمانی
☆ دوستی اور دوست قرآن کریم اور سنت معصومین کی روشنی میں — آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
☆ یایھا الناس! اے بنی نوع انسان! — محمد ایوب سپرا
☆ حیوانات قرآنی — عبد الماجد دریا بادی
☆ علوم قرآن کا اجمالی پس منظر — محمد باقر مقدسی
☆ قرآن کا راستہ — خرم مراد
☆ اعجاز قرآن بہ زبان قرآن — مولانا روشن ڈسکوی
☆ فہم قرآن کے زرین قواعد — علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی
☆ قرآن کا قانون عروج و زوال — مولانا ابوالکلام آزاد
☆ سیرت القرآن ،حصہ دوم — سید معروف شاہ شیرازی
☆ قرآن کریم اور علم النفس — محمد عثمان نجاتی
☆ قرآن کی عظمتیں اور اس کے معجزے — محمود بن احمد الدوسری
☆ علوم القرآن — ڈاکٹر محمد میاں صدیقی
☆ اختلاف قرائات اور نظریہ تحریف قرآن — محمد فیروزالدین شاہ گھگہ
☆ قراء ات شاذہ ،شرعی حیثیت اور تفسیر و فقہ پر اثرات — محمد اسلم صدیق
☆ قرآن و سنت چند مباحث (۲،۱) — پروفیسر حافظ احمد یار
☆ رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت — حافظ سمیع اللہ فرّاز
☆ آیات متعارضہ اور ان کا حل — محمد انور صاحب گنگوھی
☆ فلسفہ معجزہ — آیت اللہ خوئی
☆ قرآن مجید کے فنی محاسن — سید قطب شہید
☆ قرآن کریم اور امت مسلمہ — محمود احمد الصوّاف

☆ الفاظ مترادف کے درمیان فرق — نور حسین قاسمی
☆ قاموس الفاظ و اصطلاحات قرآن — امین احسن اصلاحی
☆ تسهیل القرآن — میر محمد حسین
☆ المعجم المفسر — وحید سلیمان الکیلانی
☆ معجم مفردات ابدال والاعلال فی القرآن — احمد محمد محمد الخراط
☆ الوجوه و النظائر — حسین بن محمد دامغانی
☆ شرح الفاظ قرآن جلد اول اور دوم — مولانا عبدالرشید گجراتی
☆ فرہنگ لغات قرآن جلد اول اور دوم — دکتر محمد قریب
☆ قرآن معجزه جاوید اسلام — احسان زاهری
☆ قرآن کتاب زندگی — رضا بابائی
☆ ۲۰۵ نکتے قرآن کریم سے — محمود اکبری
☆ قرآنی معارف جلد اول — آیت الله محمد تقی مصباح یزدی
☆ جامعیت قرآن — سید محمد علی ایازی
☆ قرآن مجید کے آٹھ منتخب اُردو تراجم کا تقابلی جائزہ — ڈاکٹر محمد شکیل اوج
☆ پیام قرآن ،تفسیر سوره مبارکه والعصر — استاد شیخ محمد عبده
☆ ترجمان القرآن — لاهور
☆ ترجمه قرآن کریم — علامه شیخ محسن علی نجفی
☆ ترجمه قرآن کریم — علامه جوادیؒ
☆ ترجمه قرآن کریم — علامه ابوالأعلی مودودی

مجلات مخصوص به قرآن کریم و دیگر مجلات جن میں قرآن سے متعلق مضامین ہیں

☆ رسالت القرآن دارالقرآن الکریم — ش ۱ تا ۱۲ قم ایران
☆ پژوهشهائی قرآنی — ش ۱ تا ۸۔ ۲۳ تا ۲۶
☆ مجله بینات — ش،۱،۶،۹،۱۲ قم ایران
☆ المعارج — ش،۱،۸،۹،لبنان ش ۱۸۔۱۹۔۲۰
☆ سیارۂ ڈائجسٹ — قرآن نمبر ۱۔۲۔۳
☆ مجله نقد و نظر — دفتر تبلیغات اسلامی قم
☆ مجله ثقافة الاسلامیة — رایزنی ایران دمشق ش ۷۰/۱
☆ مجله الرصد — رایزنی جمهوری اسلامی ایران لبنان

☆ کیهانِ اندیشه ----------

☆ مجله التوحید سازمان تبلیغات اسلامی تهران

☆ مجله المنطلق لبنان

مصادر حدیثی

☆ قواعد الحدیث من فنون مصطلح الحدیث شیخ محمد جمال الدین قاسمی

☆ الحدیث مرسل بین القبول و الرد حصة بنتعبد العزیز الصغیر

☆ تدریب راوی فی الشرح تقریب النواوی حافظ جلال الدین السیوطی

☆ سبب ورود الحدیث دکتور محمد عصری زین العابدین

☆ السنة قبل التدوین محمدعجاج الخطیب

☆ المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع علی قاری هروی مکی

☆ قواعد فی علوم الحدیث ظفر احمد عثمانی تهانوی

☆ معرفة انواع علم الحدیث ابی عمرو عثمان بن عبد الرحمن شهرزوری

☆ منع تدوین الحدیث علی شهرستانی

☆ النفحات السلفیة شرح الاحادیث القدسیه محمد منیر الدمشقی

☆ منظومة الصبان فی علم مصطلح الحدیث ابی عرفان محمد بن علی الصبان

☆ السنة و مکانتها فی التشریع الاسلامی دکتور مصطفی السباعی

☆ الموضوعات فی الاثار و الاخبار عرض و دراسة هاشم معروف الحسینی

☆ معجم الفاظ و عبارات الجرح و التعدیل المشهورة و النادرة سیدعبد الماجد غوری

☆ علوم الحدیث و مصطلحه دکتور صبیحی صالح

☆ اصول الحدیث علومه و مصطلحه دکتور محمد عجاج الخطیب

☆ المختصر الوجیز فی علوم الحدیث دکتور محمد عجاج الخطیب

☆ رسالة فی مصطلح علم الحدیث ابو عباس احمد بن احمد البرنسی

☆ تیسیر مصطلح الحدیث دکتور محمود طحان

☆ الاربعین النوویة محمد بن صالح العثیمین

☆ اللالی المصنوعه فی الاحادیث الموضوعه جلال الدین عبد الرحمن السیوطی

☆ الفوائد المجموعه فی الحادیث الموضوعه محمد بن علی شوکانی

☆ کتاب الموضوعات ابی الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی

☆ علوم حدیث و اصطلاحات آن دکتور صبحی صالح

☆ معرفة الحديث	شیخ محمد باقر بهبودی
☆ دبستان حدیث	محمد اسحاق بھٹی
☆ تفهیم سنت	پروفیسر محمد اکرم نسیم
☆ لغات الحديث	علامه وحید الزمان
☆ محاضرات حدیث	محمود احمد غازی
☆ انکار حدیث سے انکار قرآن تك	ابوزکریا سید عبد السلام رستمی
☆ علوم الحديث	ڈاکٹر عند الرؤف ظفر
☆ حجیت سنت	عبد الغنی عبد الخالق

